تاریخ
انجمن ہند اودھ

حصۂ اول

مؤلفہ

خان بہادر شیخ صدیق احمد صاحب ایم' بی' ای -
اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند اودھ

باہتمام کیسری داس سیٹھ
مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ



مولف تاریخ

گزارش مؤلف

انجمن کی تاریخ کی ترتیب اور تالیف کا مسئلہ بہت عرصے سے زیر غور تھا۔
۲۱ر جولائی ۱۹۰۵ء کے جلسۂ انجمن میں یہ تجویز ہوا تھا کہ چونکہ انجمن کی تاریخ کی تیاری بہت ضروری ہے۔ لہذا خان بہادر چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن سے درخواست کی جائے کہ وہ اس تاریخ کو تیار کریں۔ لیکن چودھری صاحب موصوف کسی وجہ سے اس کام کو انجام نہیں دے سکے۔ یہاں تک کہ ۲ر جون ۱۹۰۶ء کو وہ انجمن سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اُنکی جگہ پر مجھ خاکسار کا تقرر ہوا۔

شروع ۱۹۳۳ء میں راجہ سر رامپال سنگھ صاحب کے، سی، آئی، ای۔ پریسیڈنٹ انجمن کو پھر اسکی جانب توجہ ہوئی۔ اور اُنھوں نے مجھ سے اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اور اُنکا اسکے متعلق اصرار رہا کہ جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد انجمن کی مکمل تاریخ تیار ہو جائے۔

اس کام کی اہمیت، انجمن کے کاغذات کی ابتری و پریشانی اور نیز دیگر مشکلات کا خیال کر کے مجھے اسکی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ میں اس کام میں ہاتھ ڈالوں تاہم سر راجہ صاحب کے بیحد اصرار اور ہمت افزائی نے میرے لئے کوئی چارہ کار بجز اسکے

باقی نہیں رکھا کہ "ہر چہ بادا باد" کہہ کے میں اِس دُشوار کام کی انجام دہی پر مستعد ہو جاؤں سب سے بڑی دُشواری یہ تھی کہ ۱۹۰۸ء سے پہلے جو حالات اور واقعات پیش آئے تھے اور انجمن نے جو بڑی بڑی معرکہ آرائیاں کی تھیں۔ اور جو مفید کام انجام دئے تھے، اُن کا مکمل ریکارڈ انجمن کے دفتر اور محافظ خانہ سے تقریباً مفقود تھا۔ اور انجمن کے مشہور اور معروف کارناموں کے متعلق جن کاغذات، رپورٹوں، یا کارروائی کی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ اُن کے متعلق انجمن کے کاغذات سے بہت کم مدد مل سکتی تھی۔

دفتر انجمن کی اس ابتری و پریشانی کے متعلق انجمن کی ایک مطبوعہ رپورٹ ۱۸۶۵ء لغایت ۱۸۷۰ء سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انجمن کے ابتدائی زمانے کے تمام ضروری کاغذات و خط و کتابت جو انجمن اور گورنمنٹ کے درمیان ہوئی تھی وہ سب مہاراجہ سر ہان سنگھ صاحب بہادر کے، سی، ایس، آئی۔ قائم جنگ، وائس پریسیڈنٹ، و بانیٔ انجمن کے پاس اس وجہ سے تھے کہ انجمن کی تمام کارروائیوں کے روح رواں وہی تھے۔ اور کُل خط و کتابت بہ حیثیت وائس پریسیڈنٹ اُنھیں کی جانب سے ہوتی تھی۔ اُن کے انتقال کے بعد یہ سب کاغذات اُنھیں کے یہاں رہ گئے۔ اور بہت عرصے تک خط و کتابت کے بعد بذریعۂ منیجر کورٹ آف وارڈس چند بستے کرم خوردہ، ابتر اور پریشان کاغذات کے مِلے۔

دوسری افتاد انجمن کے رہے سہے محافظ خانے پر یہ پڑی کہ ۱۸۶۷ء میں ایک شب کو اس کثرت سے بارش ہوئی کہ اُس کوٹھی میں جہاں یہ محافظ خانہ تھا، اس قدر

پانی بھر گیا کہ تمام بستے اور کاغذات پانی میں ڈوب گئے، اور قبل اس کے کہ وہ پانی سے نکالے جائیں زیادہ کاغذات بالکل بیکار اور خراب ہو گئے۔

غرضکہ اس بے سروسامانی میں انجمن کی تاریخ لکھنے کا کام شروع کرنا پڑا، اور پرانے حالات اور واقعات کے تجسس میں بہت سی کتابیں، تاریخیں اور مختلف رپوٹوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔ اور جہاں کہیں کوئی بات انجمن اور تعلقداروں کے متعلق دریافت ہوئی، اُسکا ترجمہ بھی کرنا پڑا۔ اور تقریباً ڈھائی سال کی مسلسل شب وروز کی کوشش سے یہ مواد اکٹھا ہوا، جو تاریخ انجمن کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

انجمن قائم ہونے سے پہلے دو واقعات یعنی "انتزاع سلطنت اودھ" اور اُس کے بعد "طریقۂ تعلقداری کیونکر قائم ہوا" ایسے تھے، کہ جنکے بغیر انجمن کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی تھی۔ لہذا پہلے دو باب انھیں واقعات کے متعلق لکھے گئے ہیں۔

میں یہ دعویٰ تو نہیں کرسکتا کہ کوئی بات جس کا تعلق انجمن سے ہوسکتا ہے وہ فروگزاشت نہیں ہوئی ہے، تاہم یہ ضرور ہے، کہ حتی الامکان کوئی اہم مسئلہ متعلق انجمن چھوٹنے نہیں پایا ہے۔ اسکا پتہ فہرست مضامین کے ملاحظے سے چلیگا۔ جو اس تاریخ میں انجمن کے اُن کارناموں کے متعلق درج کی گئی ہے جو گزشتہ پچھتر سال میں انجمن نے انجام دئے ہیں۔

ان مضامین کے علاوہ۔ وائسرائے۔ لفٹنٹ گورنر۔ اور گورنروں کے دربار۔ اور انجمن کی جانب سے اُنکی اور شاہی خاندان کے ممبروں کی دعوتوں کے حالات۔ اور اڈریس کے جواب میں اُن کے اہم مواعید اور تقریروں کا ترجمہ۔ انجمن کے جلسہ

عہدہ داروں کے مختصر حالات اور نیز اُن مختلف یادگاروں کی جو انجمن نے وقتاً فوقتاً قائم کی ہیں۔ علیحدہ علیحدہ باب قائم کردئے گئے ہیں۔ اور دو نقشے جن سے یہ معلوم ہو کہ کون کون عہدہ دار کس وقت سے کس وقت تک رہا ہے۔ اور یہ کہ انجمن نے کس پبلک کام میں کب اور کس قدر چندہ دیا ہے شامل کرکے۔ تعلقداروں کی موجودہ حالت کے بیان پر تاریخ کا خاتمہ کردیا گیا ہے۔

"صدیق احمد"

فہرست مضامین

انتزاعِ سلطنتِ اودھ

۱۲ر نومبر ۱۸۵۴ء کو جب جنرل اوٹرم صاحب لکھنؤ اس غرض سے روانہ ہونے والے تھے کہ وہ کرنل سلیمن صاحب سے رزیڈنسی لکھنؤ کا چارج لیں، تو لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہندوستان نے اُنھیں بُلاکر خاص طور پر یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اودھ کے حالات کے متعلق ایک مفصّل رپورٹ بھیجیں کہ دراصل صوبۂ اودھ کی کیا حالت ہے، اور کرنل سلیمن صاحب نے جو کچھ وہاں کے حالات کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھا ہے اُسکی کیا اصلیت ہے۔

ہدایت مذکورۂ بالا کے بموجب ۱۵ر مارچ ۱۸۵۵ء کو جنرل اوٹرم صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے ایک مفصّل رپورٹ سلطنت اَوَدھ کی بدنظمی اور ابتری کے متعلق گورنر جنرل کے حضور میں روانہ کی۔

۱۸ر جون ۱۸۵۵ء کو بعد ملاحظہ رپورٹ مذکورۂ بالا گورنر جنرل نے بمشورۂ ممبرانِ کونسل حسب ذیل تجاویز متعلق انتظامِ سلطنتِ اودھ کورٹ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی کی خدمت میں بھیجیں۔

(۱) چونکہ بادشاہِ اودھ نے اپنے شاہانہ اختیارات کو بیجا طور پر استعمال کیا ہے لہذا وہ سلطنت سے دست بردار ہو جائیں اور اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ اودھ کا الحاق ممالک مقبوضہ سلطنتِ برطانیہ سے کر دیا جائے۔

(۲) بادشاہ کا شاہی خطاب ور درجہ بدستور قائم رہے لیکن وہ اپنی سلطنت کا نظم و نسق ہمیشہ کے لیئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ کے سپرد کر دیں۔

(۳) بادشاہ اپنے ملک کا انتظام فی الحال رزیڈنٹ لکھنؤ کے سپرد کر دیں۔ اور شاہی عمال ملک کا انتظام اُنکی ہدایت کے بموجب کریں۔

۲۱ نومبر ۱۸۵۵ء کو کورٹ آف ڈائرکٹرس نے گورنر جنرل کی تجاویز کے متعلق یہ جواب دیا کہ یہ مناسب ہے کہ سلطنتِ اودھ کا خاتمہ کر دیا جائے۔

۲۳ جنوری ۱۸۵۶ء کو لارڈ ڈلہوزی نے بشورہ ممبرانِ کونسل جنرل اوٹرم صاحب کو یہ ہدایت کی کہ وہ سلطنت اودھ پر قبضہ کر لیں۔

۳۰ جنوری ۱۸۵۶ء کو حسب ہدایت گورنر جنرل جنرل اوٹرم صاحب نے علی نقی خاں صاحب سے جو اُس وقت سلطنت اودھ کے وزیر تھے گورنمنٹ کے اِس ارادے کا اظہار کیا۔ علی نقی خاں صاحب یہ خبر سُن کر نہایت پریشان ہوئے اور دوسرے دن جنرل اوٹرم صاحب کے پاس حاضر ہو کر اُنھوں نے کہا کہ بادشاہ ہر طرح برٹش گورنمنٹ کے تابع ہیں لیکن وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود لارڈ ڈلہوزی سے مل کر اس معاملہ کو طے کریں۔ اور بشرط ضرورت وہ انگلستان بھی جانے کو تیار ہیں۔ یہ سُن کر جنرل اوٹرم صاحب نے یہ کہا کہ اس حکم میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ آپ بادشاہ سے

کوئی وقت مقرر کیجیے کہ میں خود وہاں چل کر صلحنامہ بغرض دستخط بادشاہ کے سامنے پیش کروں۔

یکم فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اوٹرم صاحب جناب عالیہ بیگم یعنی بادشاہ کی والدہ ماجدہ سے ملے اور اُنھیں سب نشیب و فراز سمجھایا اور یہ بھی کہا کہ اگر بادشاہ شرائط صلح منظور نہ کرینگے تو اس کا نتیجہ بہت خراب ہوگا۔

۴ر فروری ۱۸۵۶ء کو زرد محل میں جنرل اوٹرم صاحب کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ جنرل اوٹرم صاحب کے ساتھ اُنکے اسٹاف کے افسر بھی تھے اور بادشاہ کے پاس اُن کے بھائی شاہزادہ سکندر حشمت، علی نقی خاں وزیر، راجہ بال کشن دیوان رزیڈنسی کے وکیل اور اُنکے اسسٹنٹ مسیح الدولہ و صبیح الدولہ حاضر تھے۔

جنرل اوٹرم صاحب نے اصل مراسلہ لارڈ ڈلہوزی کا مع صلحنامہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا جسکی نقل پیشتر سے بذریعہ علی نقی خاں صاحب بادشاہ کے ملاحظے کے لیے بھیج دی گئی تھی۔ اور جنرل اوٹرم صاحب نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اس صلحنامہ پر اپنی مُہر اور دستخط فرمادیں۔ صلحنامہ کے یہ شرائط تھے۔

(۱) ہز مجسٹی واجد علی شاہ اور اُن کے جانشینوں کا لقب بادشاہ اودھ بدستور قائم رہیگا۔

(۲) اُنھیں بارہ لاکھ سالانہ بطور گزارہ کے دیا جائیگا۔

(۳) ایک باڈی گارڈ بادشاہ کی حفاظت کے لیئے رہیگا۔

(۴) بادشاہ کے جملہ اعزا و اقارب کو جنھیں بادشاہ گزارہ دیتے تھے اُنھیں کمپنی سے گزارہ دیا جائے گا۔

(۵) بادشاہ اور اُن کے جانشینوں کا لکھنؤ کے محلات اور دلکشا اور بیبیاپور کی املاک اور باغات پر پورا اختیار رہیگا۔

(۶) بغیر منظوری گورنر جنرل بادشاہ کسی کو سزائے موت نہ دے سکیں گے۔

مذکورہ بالا شرائط کا مقصد و خلاصہ یہ تھا کہ سلطنت اودھ کا تمام نظم و نسق آیندہ سے ہمیشہ کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور کُل آمدنی و محاصلات پر انھیں کامل اختیار ہوگا۔

لارڈ ڈلہوزی کی مُراسلت اور صلحنامہ کو دیکھ کر بادشاہ نے اپنی صفائی اور آیندہ انتظام کی درستی کے متعلق بہت کچھ کہا! اُنھوں نے یہ بھی فرمایا کہ صلحنامہ فیمابین مساوی درجہ کے اشخاص کے ہوتا ہے اور یہ تو ایک حکم ہے۔ اور جب میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے تو میرے لیئے اور کوئی چارہ کار بجز اسکے نہیں ہے کہ میں ولایت جا کر دادرسی کا خواستگار ہوں۔

تین دن کے بعد یعنی ، فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اوٹرم صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ اطلاع دی گئی کہ بادشاہ کسی طرح صلحنامہ پر دستخط کرنے کے لیئے راضی نہیں ہوتے۔ اس خبر کے سنتے ہی جنرل اوٹرم صاحب نے فوراً شہر اور سلطنت کے مختلف محکموں پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اور اُن افسران کو جو اودھ کمیشن میں مقرر ہوئے تھے فوج کے ساتھ مختلف اضلاع میں قبضہ کرنے کی غرض سے بھیج دیا۔ اُسی تاریخ سے جنرل اوٹرم صاحب اودھ کے چیف کمشنر ہو گئے۔ جب اودھ پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو گیا تو بادشاہ کی جانب سے تمام راجاؤں اور تعلقداروں کے نام یہ شاہی فرمان جاری ہوا کہ :۔

"مابدولت نے آج کی تاریخ سے تم سب کو سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کیا۔ تمھیں چاہیے کہ کمپنی مذکور کے احکام کی تعمیل کرو۔ اور اپنے تئیں اُنکی رعایا سمجھو۔"

لارڈ ڈلہوزی کا یہ آخری کارنامہ تھا کیونکہ اُسی مہینے کے آخر میں اُنھوں نے لارڈ کیننگ کو چارج دے دیا۔

۳ر مارچ ۱۸۵۶ء کو بادشاہ واجد علی شاہ بارادہ کلکتہ لکھنؤ سے کانپور روانہ ہوئے۔ اور ۲۵ر اپریل ۱۸۵۶ء کو بنارس سے کلکتہ کی جانب کوچ کیا۔ اور ۱۳ر مئی ۱۸۵۶ء کو کلکتہ پہونچے۔ لیکن جب گورنر جنرل نے کوئی خبر نہ لی تو بادشاہ کی جانب سے ایک محبت نامہ گورنر جنرل کے نام بھیجا گیا۔ نواب منور الدولہ محبت نامہ لیکر گورنر جنرل کے سکریٹری کے پاس گئے۔ محبت نامہ میں یہ درج تھا کہ:۔

"مابدولت اس گرمی کی شدت میں مع چند قریبی عزیزوں اور نہایت مختصر شاگرد پیشہ کے وطن مالوف سے آوارہ ہوکر اور صعوبات سفر برداشت کر کے کلکتہ پہونچے۔ لیکن اہالیان سرکار کی بے خبری اور بے اعتنائی سے جو خلاف دستور اور روابط قدیم ہے بہت استعجاب اور تحیر ہوا۔"

محبت نامہ کا گورنر جنرل کی جانب سے یہ جواب آیا:۔

"نیاز مند کو آپ کی رونق افروزی کلکتہ کی خبر نہیں ہوئی ورنہ تعارف معمولی مثل سلامی توپ وغیرہ حسب دستور عمل میں آتا۔ اور آپ کا قیام بھی کلکتہ سے باہر ہوا۔ اب سلامی کا حکم دیا جاتا ہے۔ لندن کے سفر کا آپ کو اختیار ہے اور امورات مجوزہ لارڈ ڈلہوزی میں نیاز مند کو کچھ مداخلت نہیں ہے۔"

جب گورنر جنرل کی جانب سے مایوسی ہوئی، تو مرزا ولیعہد بہادر اور جناب عالیہ بیگم نے ولایت جانے کا قصد کیا، سامانِ سفر درست ہوا، اور ہمراہیان کا انتخاب ہوا۔ دس لاکھ روپیہ سفر خرچ اور مصارف قیام لندن کے لئے تجویز ہوا۔ اور بیش بہا تحائف جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے منتخب ہوے۔ جن میں علاوہ دیگر تحائف کے یہ چیزیں بھی شامل تھیں۔ ایک ہار ہیرے کا جس کا وزن تین سیر تھا۔ اور دوسرا ہار یاقوت زمرد اور ہیرے کا۔ متعدد موتیوں کے مالے۔ ہر قسم کے جواہرات کی بیش قیمت انگوٹھیاں، اور ایک انگریزی سایہ جو بہت تکلف سے تیس ہزار روپیہ میں تیار ہوا تھا۔

۱۸ جون ۱۸۵۶ء کو مرزا ولیعہد بہادر و جناب عالیہ بیگم مع مرزا سکندر حشمت و ایک سو دس ہمراہیوں کے کلکتہ سے بسواری جہاز ولایت روانہ ہوئے۔ اور ۳۰ اگست ۱۸۵۶ء کو یہ قافلہ لندن پہونچا۔

۱۶ جنوری ۱۸۵۷ء کو جنرل صاحب یعنی مرزا سکندر حشمت اور مرزا ولیعہد بہادر انڈیا ہوس میں ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی سے ملے۔ دوسرے دن چیرمین بورڈ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی شاہزادگان کی بازدید کو آئے۔

اس کے بعد جناب عالیہ بیگم۔ مرزا سکندر حشمت، اور مرزا ولیعہد بہادر کی ملاقات ملکہ معظمہ انگلستان سے ہوئی جو بہت تپاک و اخلاق سے ملیں اور یہ طے پایا کہ چند دنوں کے بعد پھر تفصیلی ملاقات ہوگی۔ حالت نہایت امید افزا تھی لیکن بدقسمتی سے اُسی زمانہ میں یہاں کے غدر کی خبریں ولایت میں پہونچیں اور گو بادشاہ کا اُس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم اِس خبر نے ولایت میں ایک قسم کی غلط فہمی پیدا کردی۔

جناب عالیہ بیگم نے جب یہ واقعات سُنے تو بہت متردد اور متفکر ہوئیں۔ اور نہایت مایوس اور بددل ہوکر اُنھوں نے حج وزیارت کا ارادہ کیا اور لندن سے روانہ ہوکر پیرس تشریف لائیں اور یہاں پہونچکر سخت علیل ہوگئیں اور ۲۶ جمادی الثانی ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۵۷ء کو پیرس میں انتقال فرمایا۔ حکومت فرانس نے بڑے تزک و احتشام سے اُنکی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا۔ اور سفیر سلطان روم کی مسجد کے صحن میں آپ دفن کی گئیں۔ جنرل صاحب یعنی شاہزادہ سکندر حشمت کو بیحد صدمہ ہوا جسے آپ برداشت نہ کرسکے اور ۱۱ رجب ۱۲۷۳ھ مطابق ۸ مارچ ۱۸۵۷ء آپ نے بھی پیرس میں انتقال کیا اور اُسی مسجد کے صحن اور آغوش مادر میں دفن ہوے۔

ان حادثات کے بعد مرزا ولیعہد بہادر نے جو وہاں تنہا رہ گئے تھے ہندوستان کی واپسی کا قصد کیا۔ اور ۲۹ ستمبر ۱۸۵۹ء کو کلکتہ پہونچے۔

غدر شروع ہونے کے بعد بادشاہ سے بلطائف الحیل قلعہ میں قیام کرنے کی بابت کہا گیا۔ مجبوراً بادشاہ کو مع چند ہمراہیوں کے قلعہ میں رہنا پڑا۔ جہاں سے وہ بعد تسلط ۹ جولائی ۱۸۵۹ء کو اپنی کوٹھی میں واپس آئے اور ایک لاکھ روپیہ ماہوار اُنکی پنشن مقرر ہوئی حالانکہ جنرل اوٹرم صاحب نے پندرہ لاکھ سالانہ گزارہ دینے کا وعدہ کیا تھا غرضکہ خدا کی مشیت یہی تھی، کوئی تدبیر واپسی سلطنت کی کارگر نہ ہوئی۔

ہنوز اودھ میں پورے طور پر انتظام نہ ہوا تھا کہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کی فوج میں علانیہ بلوہ شروع ہوگیا۔ اور اُسکی خبر اور مقامات پر بھی پہونچی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہر جگہ انگریزی فوج میں بددلی پیدا ہوکر ہنگامے شروع ہوگئے اور عالمگیر غدر ہوگیا۔ لکھنؤ

بھی اُسکے اثر سے محفوظ نہیں رہا اور انھیں بلوائیوں نے لکھنؤ میں جمع ہو کر رزیڈنسی کے مکان کو جواب بیلی گارد کے نام سے مشہور ہے گھیر لیا۔ اور شاہزادہ برجیس قدر کو زبردستی اپنا بادشاہ بنایا۔ شرف الدولہ ابراہیم علی خاں وزیر مقرر کیئے گئے اور ممو خاں فوج کے افسر ہوئے

غرضکہ دس مہینے تک لکھنؤ میں یہ ہنگامہ رہا۔ یہاں تک کہ گوروں اور سکھوں کی فوج لکھنؤ میں داخل ہوئی۔ باغیوں کو بھاگنا پڑا اور لکھنؤ خالی ہو گیا۔ بیگم صاحبہ یعنی شاہزادہ برجیس قدر کی والدہ جن پر مالی امداد کا پورا دارمدار تھا، اُنھوں نے بھاگ کر بونڈی کے مقام پر ضلع بہرائچ میں پناہ لی۔ اور وہیں سے نیپال چلی گئیں۔

سلطنتِ اودھ پر اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کو قبضہ کر لینے کے متعلق مختلف رائیں تھیں۔ جن پر یہاں بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

مسٹر ایچ۔ سی۔ اَرْوِنْ نے اسکے متعلق اپنی مشہور کتاب "گارڈن آف انڈیا" میں یہ لکھا ہے :۔

"وارن ہیسٹنگ کے عہد سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ کے غالباً کسی فعل کی اتنی مذمت نہیں کیگئی ہے جتنی کہ الحاق اودھ کی، یہاں تک کہ کمپنی کے اس فعل کو "صریحی ڈکیتی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اُسے ڈلہوزی پالسی کا اگر بدترین نہیں تو سب سے زیادہ نمایاں اور آخری خاکہ اور کارنامہ بتایا گیا ہے۔ اور یہی الحاق غدر کے اسباب میں ایک خاص سبب سمجھا جاتا ہے۔"

اَوَدھ میں تعلقداروں کا وجود

تاریخ کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اودھ میں تعلقداروں خاص کر راجپوتوں کے خاندانوں کا وجود سنہ ۱۲۰۰ء کے پیشتر سے ہے جس کو سات آٹھ سو برس کا زمانہ ہوا۔ یہ خاندان مختلف حصص ملک سے اودھ میں آکر آباد ہوئے اور یہاں کے قدیم باشندوں سے جنگ کرکے جو قوم بھر، ارک اور تھارو کے نام سے موسوم تھے۔ اودھ کی اراضی پر قبضہ کیا۔ جنگلوں کو کٹوا کر انھیں آباد کیا اور رفتہ رفتہ اُن کی حالت مثل ایک تعلقہ کے ہوگئی۔ ان کی حالت مثل ایک فیوڈل چیف کے تھی۔ اور یہ مختلف فرقہ اور جماعت کے سردار تھے اور راجہ کہلاتے تھے۔ انھیں کے اعزّا اور اولاد میں سے جن کا اعزازی لقب بابو، بھیّا، یا ٹھاکر تھا چھوٹے چھوٹے علاقوں پر قابض تھے۔

بلیو بک کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نواب سعادت خاں بُرہان الملک کو صوبۂ اودھ سلطنت مغلیہ سے تفویض ہوا تو اُنھوں نے اودھ میں ایک با اثر اور طاقتور طبقہ تعلقداران کا موجود پایا جن سے وہ مالگذاری وصول کرتے تھے۔ اُس وقت اودھ میں مالگذاری وصول کرنے کے دو طریقے تھے۔ بڑے بڑے تعلقداروں اور راجاؤں سے مالگذاری براہ راست وصول ہوتی تھی یعنی وہ اپنی مالگذاری بلا کسی توسُّط کے شاہی خزانے میں داخل کرتے تھے۔ اور دیگر زمینداران سے مستاجری کے طریقے پر بذریعۂ ناظم و چکلہ داران مالگذاری وصول ہوتی تھی۔

مالگذاری کے وصول تحصیل کے متعلق کپتان آر صاحب نے جو دربار اودھ کے

ایک معزز افسر تھے رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ رپورٹ کی تھی کہ مالگذاری کے وصول کا بہترین طریقہ حضور تحصیل کا ہے جہاں زمینداران اپنی مالگذاری براہ راست شاہی خزانے میں داخل کرتے ہیں کیونکہ ان علاقوں کی رعایا عموماً مطمئن اور خوشحال ہے۔ اور ان پر بیجا مظالم نہیں ہوتے۔ بخلاف اُن علاقوں کے جنکی مالگذاری مستاجری کے طریقہ پر وصول کی جاتی ہے"۔

مسٹر ایچ۔ سی۔ ارون نے اپنی مشہور و معروف کتاب "گارڈن آف انڈیا" میں لکھا ہے کہ :۔

" اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے کہ اودھ میں تعلقداروں کی ایک نہایت اہم اور خاص شخصیت ہے اور اودھ کے مالکان آراضی جن کا زراعت سے تعلق ہے تین حصّوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) فیوڈل چیف۔ یہ زیادہ تر راجپوت ہیں اور بعض اُن میں سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ کسی ایک فرقہ یا جماعت کے سردار ہیں اور راجہ کہلانے کے مستحق ہیں ۱۸۵۶ء میں الحاق اودھ کے وقت یہ اپنے علاقوں کے مالک کامل تھے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان میں سے ہر ایک کے قبضہ میں بڑے بڑے یا چھوٹے چھوٹے علاقے تھے۔ جن کے مسلّمہ طور پر وہ مالک و قابض سمجھے جاتے تھے۔ ان علاقہ جات میں تین قسم کے مواضعات شامل ہیں۔ ایک موروثی۔ دوسرے نو خرید۔ اور تیسرے وہ مواضعات جن پر مختلف وجوہ سے زبردستی قبضہ کر لیا گیا ہے۔ موروثی مواضعات "بائن" کے نام سے مشہور ہیں۔

زرخرید مواضعات "مولی" کہے جاتے ہیں اور

وہ مواضعات جن پر زبردستی قبضہ کرلیا گیا ہے "دابن" کے نام سے موسوم ہیں

لیکن کارنیگی صاحب نے اپنی کتاب میں آخرالذکر قسم کے مواضعات کا غالباً اس وجہ سے

ذکر نہیں کیا ہے کہ عدالت سے ان پر جبریہ قبضہ ثابت نہیں ہوسکا۔

(۲) دوسری قسم تعلقداروں کی وہ ہے جنھوں نے سلطنتِ اودھ میں رسوخ

واثر پیدا کرنے یا کسی معزز عہدے پر ہونے کی وجہ سے مواضعات حاصل کیے۔ یا بقایا

کی علت میں اکثر مواضعات ناظم و چکلہ داروں نے بطور ضامن کے اُن کے قبضہ میں

دے دیئے تھے اور وہ انھیں کے قبضہ میں رہ گئے۔ اور الحاق اودھ کے وقت چونکہ

اُن مواضعات پر اُن کا قبضہ تھا۔ لہٰذا بارہ سال کی میعاد کے بموجب وہ اُن کی

ملکیت قرار دے دیئے گئے۔ اور اس قسم کے تعلقدار زیادہ تر مسلمان اور کایستھ ہیں۔

(۳) تیسری قسم عطیہ داروں کی ہے جنھیں زمانہ غدر کی خیرخواہی میں

علاقے ملے ہیں اور جو زیادہ تر پنجابی ہیں۔

سلاطینِ اودھ کے زمانہ میں تعلقداروں کو اپنے علاقوں اور اپنی رعایا پر

کامل اختیارات دیوانی و فوجداری حاصل تھے۔ سلطنت کی جانب سے اس میں

کبھی مداخلت نہیں کی جاتی تھی۔ اور شاہانِ دہلی نے بعض تعلقداروں مثلاً راجہ گونڈہ

اور راجہ حسن پور کو خطاب راجگی عطا کرنے کا حق دیا تھا۔

اودھ میں تعلقداروں کے وجود اور اُنکی اصلی حقیقت کے متعلق سر چارلس ونگفیلڈ

صاحب چیف کمشنر اودھ نے اپنے ایک مراسلہ میں یہ تحریر فرمایا ہے:-

"گورنمنٹ کی مراسلت مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۸۶۲ء میں یہ تحریر ہے کہ اودھ میں انتظام تعلقداری بعینہ بنگالہ کے انتظام زمینداری کے مطابق ہے۔ اگر اسکے معنی یہ ہیں کہ تعلقداران اودھ کی وہی حالت اور حقیقت ہے جو زمینداران بنگال کی تھی جن کے ساتھ بندوبست استمراری کیا گیا تھا۔ اور جن کی حقیقت عموماً یہ تسلیم کر لی گئی ہے کہ وہ کسانوں کے مقدم یا مسلمانوں کی سلطنت کی جانب سے مالگذاری وصول کرنے والے کارندے تھے۔ جن کو اراضی کے ساتھ کوئی مالکانہ تعلق نہ تھا (اگرچہ مجھے اس تعریف کی صحت میں شک ہے) تو میں اس غلط خیال کے تصحیح کی اجازت چاہتا ہوں۔

اکثر تعلقداران اودھ یہاں کے خاندانی رئیس ہیں۔ جن کے بزرگوں نے مابین سنہ ۱۲۰۰ء و سنہ ۱۳۰۰ء یہ ریاستیں لڑائی میں فتح کر کے اور اُنھیں آباد کر کے حاصل کی تھیں۔ پہلے جو لوگ یہاں آکر آباد ہوئے تھے وہ شمالی ہندوستان سے مسلمانوں کے حملے سے بچ کر یہاں بھاگ آئے تھے اور اودھ کے مشرقی حصہ میں یہ سب بڑے بڑے خاندان اُنھیں کی نسل سے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ راجپوتوں کی دو بڑی قومیں یعنی بسیٔن اور بیس تیرھویں صدی عیسوی سے بیشتر زیر حفاظت راجگان خاندان راٹھور جو قنوج کے راج کے فرمانروا تھے اور جن سے برائے نام کُل اودھ متعلق سمجھا جاتا تھا یہاں آکر آباد ہوئی تھیں۔ اور جو لوگ اُنکے بعد آکر آباد ہوئے تھے وہ مع اپنے ملازمین و متعلقین کے لشکر اسلام میں شریک ہو کر چلے آئے تھے جو اس صوبہ کی تسخیر کے لیئے بھیجا گیا تھا۔

اُس زمانہ میں اودھ بالکل جنگل کی حالت میں تھا۔ اور بھر، ارک اور تھارو قومیں یہاں آباد تھیں۔ جن کی نسبت مورخین نے لکھا ہے کہ" اودھ کے اصلی باشندے یہی

تھے۔ یہ قومیں ایسی مغلوب ہوئیں کہ پہلی دو قوموں کا تو نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ بجز اس کے کہ نیچ قوموں میں کچھ باقی ہوں۔ قوم تھارو کے لوگ جنگلوں میں نکل گئے اور اب بھی دامن کوہ میں آباد ہیں۔

راجپوتوں کے قبضہ سے پیشتر اس صوبہ میں خود سر مالکانِ آراضی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ہر فرقے اور قبیلے کا ایک رئیس تھا اور آراضی کی ملکیت اور حکومت اُسی سے متعلق تھی۔ رفتہ رفتہ یہ قبائل خاندانوں میں منقسم ہو گئے۔ جو آج کل تعلقدار ہیں۔ اسکے بعد چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ثانوی کی نوبت آئی۔ اور اس طرح سے دیہی جماعتیں قائم ہو گئیں اور گدی نشینی کا طریقہ جاری ہوا جس سے آئندہ تقسیم بند ہو گئی۔ اور آخر کار چھوٹی شاخوں کی نسل کے لوگ اور دیہی جماعتیں مجبور ہو کر طوعاً و کرہاً ایک رئیس خاندان کے زیر حکومت ہو گئیں۔ اور رئیس خاندان نے اپنی ریاست کو یوں بھی بڑھایا کہ اور قوموں سے مواضعات لیکر اپنے علاقے میں شامل کر لیئے۔

بعض خاندانوں میں تقسیم جائداد کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ یہ قبائل باہمی تقسیم کی وجہ سے مفرد زمیندار کی حیثیت کے رہ گئے۔ جیسا کہ عموماً ضلع لکھنؤ و اناؤ میں ہوا۔ جہاں تعلقدار بہت کم ہیں۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ راجپوتوں میں تعلقداری قبضہ داری یعنی ایک رئیس کا مالک آراضی ہونا۔ زمینداری قبضہ داری سے بہت قدیم ہے۔

چیف کمشنر صاحب موصوف نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"یہ تعریف تعلقدار کی ہمارے نزدیک تقریباً تمام راجپوت تعلقداروں پر صادق

آتی ہے۔ جن کی تعداد بمقابلہ دیگر تعلقداروں کے بہت زیادہ ہے"۔
بعض مسلمان تعلقداروں کے آبا و اجداد شاہی فوج کے افسر تھے۔ جنھوں نے اس صوبے کے فتح ہونے کے بعد جاگیریں پائیں۔ بعض اُن میں سے اُن صوبوں سے آئے تھے جو بادشاہان جونپور کے زیر حکومت تھے جن کا خاتمہ سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں ہوا۔

چیف کمشنر صاحب اپنے مراسلہ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ "صرف تین مہاجن ہیں جو بعد کو تعلقدار ہو گئے ہیں اور چند تعلقداروں نے اعزاز تعلقداری اور علاقے بطور عمال شاہی حاصل کیے ہیں جو دربار اودھ میں ناظم اور چکلہ دار تھے۔ مگر انکی تعداد بہت کم ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ مقربانِ بادشاہ کو آراضی اور علاقہ لینے کا ایسا کم شوق تھا۔

اودھ میں تعلقداری سسٹم کی تجدید

۱۵ ارمارچ ۱۸۵۸ء اودھ کے لیے ایک قابل یادگار تاریخ ہے ۔ کیونکہ لارڈ کیننگ وایسرائے و گورنر جنرل مملکت ہند نے اُسی تاریخ بذریعہ فرمان اس صوبہ کی آراضی کے جملہ حقوق مالکانہ کی ضبطی کا حکم صادر فرمایا تھا۔ صرف پانچ اشخاص یعنی مہاراجہ دگبجے سنگھ صاحب بہادر بلرام پور ضلع گونڈہ۔ راجہ ہردیو بخش سنگھ صاحب کٹیاری ضلع ہردوئی۔ راجہ کاشی پرشاد صاحب سسینڈی ضلع لکھنؤ۔ جھبا سنگھ زمیندار گوپال کھیڑہ ضلع اوناؤ۔ لالہ چندن لعل زمیندار مورانواں اس حکم سے مستثنٰی تھے۔

اِس حکم سے اودھ میں ہر شخص خائف اور ترساں تھا اور سب کو یقین تھا کہ یہ

فرمان ایسا ہے جس سے اودھ میں آتش فتنہ و فساد کبھی فرو نہ ہوگی۔

لارڈ النبرا پریسیڈنٹ بورڈ آف کنٹرول ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس اعلان سے سخت اختلاف کرتے ہوئے لارڈ کیننگ کو یہ لکھا تھا کہ:۔

"فاتحوں کا اب تک یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ غنیم کے مقابلہ میں کامیاب ہوتے تھے تو صرف چند اشخاص کو عبرت کے لئے لائق سزا سمجھتے تھے اور فیاضانہ حکمت عملی سے عوام پر اپنا لطف و کرم کرتے تھے۔ لیکن آپ نے جس اصول پر عمل کیا ہے وہ بالکل اسکے خلاف ہے۔ آپنے صرف چند اشخاص کو مورد مراحم سلطانی قرار دیا ہے اور عوام الناس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے جس کو وہ سخت ترین عذاب اور مصیبت سمجھتے ہیں۔ جن تاریخی واقعات اور مثالوں سے آپنے انحراف کیا ہے وہ ایسی عقل و دانش پر مبنی ہیں جو اُس عقل و فہم سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہے جو آپ کے اس فعل سے ظاہر ہوتی ہے"

اسی اعلان کے متعلق ہوس آف کامنز میں برائٹ صاحب نے نہایت غصہ سے یہ سوال کیا تھا کہ:۔

"حقوق مالکانہ متعلقہ آراضی ضبط کر لینے کے کیا معنی ہیں؟ جس ملک کے متعلق اس وقت ہم بحث کر رہے ہیں اُس سے ہم کو ایک عرصہ سے تعلق ہے۔ اور اُس تعلق کے واقعات تاریخی ایسے ہیں کہ ہم کو قبل اس کے کہ ہم ایسے امر کو منظور کریں توقف کرنا لازم ہے۔ جس سے وہ ظلم و ستم کا پیالہ جو ہم نے اس ملک کے لوگوں کے مُنہ سے لگا دیا ہے لبریز ہو جائے۔ دو برس ہوئے کہ ہم نے اودھ کے بادشاہ کو معزول کیا اور تمام ملک اُس کا چھین لیا۔ اور اکثر جائداد اُس کی فروخت کر ڈالی اور اُس کے خاندان

ذلیل اور حقیر کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے اُس کی بربادی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ ۱۸۵۶ء میں جب ہم نے بادشاہ کو معزول کیا تو ہم اُسکی جگہ پر آ گئے اور سلطنت اودھ کے تمام جائز اور مباح ٹیکسوں کو ہم نے لے لیا اور پچاس ہزار سالانہ خراج اُس ملک کا دبا لیا۔ حالانکہ اس کے متعلق ایک نہایت مضبوط عہد و پیمان ہو چکا تھا جسمیں ایک فقرہ یہ بھی شامل تھا کہ اگر خراج میں کچھ بچت ہوگی تو وہ سلطنت اودھ کو واپس دیجائیگی۔ ہم نے صریحاً عہدنامہ کے اس فقرہ کی خلاف ورزی کی۔ اُس کے بعد بادشاہ سے اُتر کے وہاں کے ہر تعلقدار و زمیندار کے حقوق پر ہم نے ہاتھ صاف کیا۔"

غرضکہ لارڈ کیننگ کی اس پالیسی پر ہندوستان اور انگلستان میں بہت اعتراضات ہوئے۔ آخر کار یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو لارڈ کیننگ نے الہ آباد میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا جس میں دوسرا فرمان شاہی متضمن مواعید رحم و عفو و درگزر پڑھا گیا۔ اور چونکہ اودھ کی حالت قابل اطمینان نہ تھی اور لارڈ کیننگ کی یہ دلی تمنا تھی کہ اس صوبہ میں امن و اماں قائم ہو جائے۔ لہٰذا اس کام کو انجام دینے کے لئے جنرل بیرڈ صاحب اسپشل کمشنر مقرر کئے گئے۔ اور غیر معمولی اختیارات اُنھیں عطا کئے گئے۔ تاکہ فیاضانہ شرائط پیش کر کے تعلقداروں کو گورنمنٹ کی دوستی اور خیرخواہی پر آمادہ کریں۔ چنانچہ ۲۳ رجون ۱۸۵۸ء کو جنرل بیرڈ صاحب نے ایک اشتہار جاری کیا، اور اُسکی نقل مع ایک پاس راہداری کے ہر تعلقہ دار کے پاس بھیجا جس کا یہ منشا تھا کہ آپ بلا خوف و خطر لکھنؤ واپس آئیں۔ آپ کے یہاں آنے پر پٹہ و قبولیت کے شرائط آپ سے بیان کئے جائیں گے، اور اگر آپ اُن شرائط کو قبول نہ کرینگے تو آپ کو بلا مزاحمت

واپسی کی اجازت دی جائیگی۔"
اسی حکم کی بابت سر چارلس ونگفیلڈ صاحب ۱۸۶۶ء کے ایک مراسلہ میں جو نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں اُنھوں نے بھیجا تھا یہ تحریر فرمایا تھا:۔
"جو تعلقدار اب تک گورنمنٹ برطانیہ سے برسرپیکار تھے وہ حریف سمجھے جاتے تھے باغی نہیں خیال کیئے جاتے تھے اور بوعدۂ حفاظت وہ لکھنؤ طلب کیئے گئے تھے تاکہ شرائط صلح اُنھیں سُنائے جائیں نہ کہ شرائط عفو جرائم۔"
برائٹ صاحب نے بھی اپنی ہوس آف کامنز کی اسپیچ میں کہا تھا:۔
"ڈائرکٹران آف ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ قول ہے کہ اودھ کی رعایا کو باغی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ حریف یا دشمن سمجھنا چاہیئے اور اُن سے ایسا ہی سلوک ہونا چاہیئے جو دو لڑنے والی قومیں آپس میں کرتی ہیں۔"
غرضکہ دانشمندانہ اور شریفانہ سلوک سے تعلقداروں کی بدگمانی جو گورنمنٹ کی جانب سے تھی دفع ہوگئی اور جنرل بیرو صاحب اسپشل کمشنر نے اسکے متعلق یہ لکھا تھا کہ:۔
"تعلقداران اودھ دشمن شکست خوردہ کی طرح سے ہم سے رحم کے خواستگار نہیں ہوئے بلکہ ہماری طلب کو قبول کیا اور جب اُنکا سوء ظن دفع ہوگیا تو گورنمنٹ انگلشیہ کی نیک نیتی پر اُنھوں نے بھروسا کیا۔"
۲۰ ردسمبر ۱۸۵۸ء کو یعنی اس اشتہار کے جاری ہونے سے ایک مہینہ بیس روز بعد کلائڈ صاحب نے گورنر جنرل بہادر کو لکھا تھا کہ:۔
"لڑائی ختم ہوگئی۔ اودھ میں اب غدر کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔"

اس کے بعد سر رابرٹ مانٹگمری صاحب چیف کمشنر اودھ نے تمام حکام کے یہ ذہن نشین کردیا کہ ذی عزت دشمن بعد ہزیمت بھی اعزاز و اکرام کا مستحق ہوتا ہے اور اگر مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنا ہے تو یہ مقصد صرف بزور شمشیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہاں کے رؤسا و عمائد سے تواضع اور اخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔

لارڈ کیننگ نے بھی یہ قطعی حکم صادر فرمایا کہ سب افسران ملکی کو یہ اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ باشندگان اودھ سے بداخلاقی و کم توجہی اور بے اعتنائی کرنا اور تواضع مناسب نہ کرنا خواہ وہ باغی ہی کیوں نہ ہوں باعث ناراضی گورنمنٹ اور اُس افسر کی ترقی کا مانع ہوگا جو اس جرم بداخلاقی کا مرتکب ہوگا۔ چنانچہ اس بے تکلفی ربط و اتحاد کی وجہ سے جو اودھ کے مالکانِ آراضی اور عہدہ داران گورنمنٹ میں ہوا اور اب تک کم و بیش ہے یہ نتیجہ ہوا کہ اُمرا و شرفائے اودھ ہمیشہ گورنمنٹ سے راضی رہے۔ اور اُن غیر محدود اور خودسرانہ اختیارات کے نکل جانے سے جو اُنھیں عہد شاہی میں حاصل تھے زیادہ افسوس نہیں ہوا۔

مئی ۱۸۵۸ء میں صاحب اسپشل کمشنر نے ایک یادداشت اودھ کے بندوبست کے متعلق ارسال کی تھی جس کا یہ منشا تھا کہ تعلقداروں کے ساتھ بندوبست کرنے میں ایک خاص عہد اُن سے لینا چاہیئے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ بیجا سختی نہ کریں۔ مگر اسکا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جو واجبی لگان وہ تحصیل کریں اُس میں کسی قسم کی مداخلت یا دست اندازی نہ کی جائے۔

اس اصول سے چیف کمشنر صاحب اودھ نے اتفاق کیا اور نواب گورنر جنرل بہادر نے

بعد ملاحظہ یہ تحریر فرمایا کہ :-

"تعلقداری بندوبست اس طرح کیا جائے کہ قابضانِ دیہ ظلم سے محفوظ رہیں اور تشخیص جمع ایسے اعتدال سے کی جائے کہ اُن مصارف کی معقول گنجائش باقی رہے جو ایسی خدمت کو بجالانے کے لیئے لازم ہیں جن کی مالکانِ آراضی سے اُمید کی جاتی ہے اور اُسی وقت اُن سے اس بات کی واجبی امید ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی اقتدار کو کام میں لا کر حکام کی اعانت و امداد کریں۔"

گورنمنٹ ہند کی اس پالیسی کو لارڈ اسٹینلی صاحب وزیر ہند نے بہت پسند کیا اور یہ قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا کہ :-

"تعلقداروں کی آئندہ دوستی اور خیر خواہی اسی پر موقوف ہے کہ اُن کے گزشتہ قصور کو دل سے بالکل بھلا دیا جائے۔"

اور نواب گورنر جنرل بہادر کو لکھا کہ :-

"عاقلانہ اور صلح آمیز تقریروں سے گورنمنٹ کا منشا تعلقداروں کو بخوبی سمجھا دیں اور صرف اُن کے قدیم حق کے دینے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اُن کو روپیہ معاف کر دیں یا پیشگی دیں تاکہ اُنھیں زراعت کے انتظام میں سہولت ہو۔"

مراسلۂ مذکورۂ بالا کے جواب میں ۲۵ نومبر ۱۸۵۹ء کو لارڈ کیننگ نے یہ لکھا تھا کہ :-

"لارڈ ڈلہوزی کی گورنمنٹ نے جو پالیسی بوقت انتزاع سلطنت اودھ اختیار کی تھی وہ اُس پالیسی کے مطابق تھی جسے ٹامسن صاحب نے ممالک مغربی و شمالی میں ظاہرا کامیابی کے ساتھ جاری کی تھی۔ لارڈ ڈلہوزی نے اسکے متعلق جو ہدایت کی تھی

وہ ایسی صاف تھی کہ حکام کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ تعلقداروں کو بالائے طاق رکھ کر اُن اشخاص کے ساتھ بندوبست کرلیں جن کا واقعی قبضہ آراضی پر پایا جائے۔ البتہ یہ بندوبست سرسری تھا اور تین سال کے بعد اسکی تجدید منظور تھی۔ غرضکہ ممالک مغربی وشمالی میں جو پالیسی برتی گئی اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ کاشتکاروں کی خودسری زیادہ ہوگئی۔ اور اُنکے فرضی حقوق محفوظ ہوگئے۔ لیکن یہ انتظام رؤساء و اُمرائے قدیم کے کم وبیش زوال اور فنا کا باعث ہوا۔

صوبۂ اودھ کے بارہ میں لارڈ کیننگ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس صوبہ میں اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے ایک نیا اور عمدہ موقع موجود ہے۔ یعنی تاریخ اجرائے اعلان ضبطی سے جو مارچ ۱۸۵۸ء میں ہوا۔ گورنمنٹ کو اختیار تھا کہ ایک نئی راہ اختیار کرے۔ کیونکہ اعلان کے روسے انتظام مالگذاری کے متعلق کوئی پابندی لازم نہیں آتی تھی جیسی کہ ممالک مغربی وشمالی کے متعلق تھی اور جس سے انحراف ناجائز ہوتا۔ اور جو انتظام صوبۂ اودھ کے لئے قرار دیا گیا ہے وہ قدیم انتظام تعلقداری ہے۔ اور یہ انتظام ایسی عبارت میں لکھ دیا گیا ہے کہ اُس میں کسی تصرف کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے اور وہی عبارت اُن اسناد جدید میں لکھ دی گئی ہے جو تعلقداران اور اُن کے ورثا کو عطا کی گئی ہیں۔ اور جو لوگ تعلقداروں میں زیادہ قابل ہیں۔ اُن کو یہ ترغیب بھی دی گئی ہے کہ انتظام مال میں وہ گورنمنٹ کے شریک ہوں اور اپنے اپنے اضلاع کے عاملانہ کام میں بھی دخل دیں"

غرضکہ اس مدبر جلیل الشان یعنی لارڈ کیننگ نے جس کے بار احسان سے اودھ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا یہ فرمایا تھا کہ:۔

"ہم کو مالکان آراضی اور رؤسائے موروثی کے ذریعہ سے کام کرنا چاہیئے۔ اور اُن کو اپنے موافق رکھنا چاہیئے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو اُنکے خیالات کو بھی اپنے موافق کر لینا چاہیئے مگر یہ امر اُن پر ثابت کر دینا چاہیئے کہ جو حکومت اُن کے سپرد کی گئی ہے اُس میں بدعت اور خیانت کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ خود بے اعتبار ہو جائیں گے اور نقصان اُٹھائیں گے۔ لیکن ہم اگر قابضان دیہ کو ترقی دے کر اُن کے ذریعہ سے کام کرینگے۔ اور اُن کے مالکان یعنی تعلقداروں کو بالائے طاق رکھیں گے اور اُن کے اختیارات کو گھٹا کر اُنکے حقوق اثر و اشغال کے دائرہ کو تنگ کرینگے۔ تو ہم کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بجز اس کے کہ مالکانِ اراضی اور کاشتکاران کے درمیان تخم نفاق بوئیں اور مالکانِ آراضی کو اپنے سے بیزار کریں اور پھر کاشتکار ناشکر گزار ہی باقی رہیں۔"

جون ۱۸۵۸ء میں جنرل بیرو صاحب نے بندوبست سرسری ختم کیا اور سر رابرٹ مانٹگمری صاحب چیف کمشنر کو رپورٹ کی جس سے ممدوح نے اتفاق کر کے رپورٹ گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجی اور ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو نواب گورنر جنرل بہادر نے چیف کمشنر صاحب اودھ کو یہ تحریر کیا۔ کہ:۔

"نواب گورنر جنرل بہادر آپ کے ساتھ عموماً اس امر میں اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ جو حق تعلقداروں کو بندوبست سرسری میں دیا گیا ہے وہ حق مطلق اور مستقل ہے۔"

۲۴ اپریل ۱۸۶۰ء کو صاحب وزیر ہند نے اسے منظور فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ "جس تعلقدار کے ساتھ بندوبست سرسری کیا گیا ہے اُسکا حق مالکانہ استمراری موروثی وقابل انتقال قرار دیا گیا۔"

۲۶ر اکتوبر ۱۸۵۹ء کو لارڈ کیننگ نے تعلقداروں سے ملنے کے لیے پہلا دربار لکھنؤ میں منعقد کیا۔ اِس دربار میں کل تعلقداران یکے بعد دیگرے پیش کئے گئے۔ اُن سے نذریں لی گئیں اور اُنھیں خلعت، خطابات، انعامات نقدی و آراضی عطا کئے گئے۔

اور لارڈ کیننگ نے اپنی اسپیچ میں تعلقداروں کو مخاطب کرکے یہ فرمایا تھا کہ:۔

"آپ لوگوں کو جو سندیں دی گئی ہیں اُن کے شرائط سے معلوم ہوگا کہ قدیم انتظام تعلقداری اس صوبہ میں ازسرنو اور ہمیشہ کے لیئے جاری کیا گیا اور آپ لوگ یقین کریں کہ جب تک آپ خیر خواہ، وفادار، مالک عادل و منصف رہیں گے آپ کے حقوق اور اعزاز تعلقداری کو میں اور جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا ہر نائب سلطنت قائم رکھیگا اور کوئی شخص اُن میں دست اندازی نہ کریگا۔"

یہ کلمات جو اودھ کے محسن اور مربی نے اپنے دربار کی اسپیچ میں فرمائے تھے تعلقداران اودھ کے کانوں میں اب تک اُن کی صدا آرہی ہے۔ اور یہ الفاظ اُن کے دلوں پر ایسے منقش ہو گئے ہیں کہ کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے۔

۷ر اگست ۱۸۶۱ء کو صاحب وزیر ہند نے لارڈ کیننگ کو یہ لکھا تھا کہ:۔

"اس صوبہ یعنی اودھ کی ترقی نہایت قابل اطمینان معلوم ہوتی ہے اور مجھ کو اس کا مجاز کرتی ہے کہ میں آپ کو مبارکباد دوں کہ آپ کے انتظامات کو ایسے ملک میں کامیابی ہوئی جو چند ہی روز ہوئے عجب بدنظمی اور تلاطم کی حالت میں تھا آپ کے انتظام نے تعلقداران اور رؤسائے قدیم کا اقتدار و اختیار بحال کردیا اور اس اصول کو جناب ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ منظور فرما چکی ہے۔"

سنہ ۱۸۶۱ء میں صاحب چیف کمشنر اودھ اور کمشنر صاحب قسمت لکھنؤ میں لفظ تعلقداری کے معنی پر بحث ہوئی اور بحث اس بات پر تھی کہ مارچ سنہ ۱۸۵۸ء کے اشتہار کا حقوق ماتحتی پر کیا اثر ہوا۔ اس بحث کے متعلق نواب گورنر جنرل بہادر نے ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ء کو یہ تحریر فرمایا تھا کہ:۔

"گورنمنٹ کا یہ منشا ہے کہ تمام قابضان ادنے۔ علاوہ اُن کے جو غدر و بغاوت میں مُصر اور سرگرم عمل رہنے کی وجہ سے مستوجب سزا ہوئے ہوں۔ اُن حقوق پر بحال کئے جائیں جو قبل غدر اُن کو حاصل تھے۔ خواہ وہ تعلقدار اصلی و موروثی ہوں۔ خواہ تعلقہ اُنھوں نے خود حاصل کیا ہو۔ خواہ عطیۂ سرکار ہو اور ہر ایک قابض ادنے اپنے حقوق پر بموجب سند جدید اس طرح قائم رکھا جائے کہ گویا وہ تعلقہ ضبط ہی نہیں ہوا یا ضبط ہونے کے بعد اس کا بندوبست تعلقدار موروثی کے ساتھ کیا گیا۔"

اُن لوگوں کی بابت جو تعلقداروں کی ماتحتی میں آراضی پر قابض ہیں سنہ ۱۸۵۸ء کے اشتہار کا یہ منشا تھا اور گورنمنٹ کے ہر فعل کا جو اُس کے بعد ہوا یہ مآل رہا ہے کہ اُس انتظام کا اعادہ کیا جائے جو قبل انتزاع سلطنتِ اودھ میں جاری تھا۔"

"تعلقداروں کے متعلق سنہ ۱۸۵۸ء کے اشتہار کا یہ منشا تھا اور سنہ ۱۸۵۹ء کی کارروائی اور تدبیروں کا مآل کار بھی یہی تھا اور اُس کے بعد بھی گورنمنٹ کا یہی منشا رہا کہ تعلقداروں کی اولاد کو اُن کے قدیم علاقوں پر قبضہ دلایا جائے۔ خواہ جدید علاقے اُن کو عطا کئے جائیں۔ ہر حالت میں وہ اس طرح قبضہ پائیں کہ تمام حقوق و اختیار جو اُن کو اپنے علاقے میں قبل انتزاع سلطنت حاصل تھے اور جن کو حکّام سرکاری کی سنہ ۱۸۵۶ء

کی کارروائی نے ضعیف کردیا تھا وہی اب بھی حاصل ہیں بلکہ اُن کو ایک نیا استحقاق بھی ہے جو اُنھوں نے گورنمنٹ سے حاصل کیا ہے "۔

سنہ ۱۸۶۰ء میں سی سالہ بندوبست کا انتظام شروع کیا گیا۔ اور ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء میں چیف کمشنر صاحب نے جو قواعد متعلق بندوبست تجویز کیے تھے اور جس کے مطابق حکام بندوبست کو کارروائی کرنے کی اجازت دی گئی تھی اسکی نقل نواب گورنر جنرل بہادر کے ملاحظہ کے لیے ارسال کی۔ یہ قواعد اُس کتاب میں درج ہیں جو "ہدایت نامہ حقوق آراضی" کے نام سے مشہور ہے۔ ان قواعد و ہدایات کے اصول یہ تھے :۔

(۱) حقوق اُسی حیثیت سے قائم رکھے جائیں جس حیثیت سے قبل انتزاع سلطنت تھے۔ اور کوئی جدید حقوق قائم نہ کیے جائیں۔

(۲) مالکانِ ادنےٰ کو وہ حقوق دلائے جائیں جن پر سنہ ۱۸۵۴ء و سنہ ۱۸۵۵ء میں اُن کا قبضہ تھا۔

(۳) منجملہ نکاسی خام کے گورنمنٹ پچاس روپیہ فیصدی پانے کی مستحق ہے۔

(۴) جہاں مالک ادنےٰ نے تعلقدار کو مطالبہ سرکاری سے زیادہ نہ دیا ہو اور مطالبہ سرکاری کی تشخیص نکاسی خام کے تخمینہ سے کی جائے وہاں تعلقدار کو اُسی قدر بہ اضافہ پانچ روپیہ فیصدی لینے کی اجازت دی جائے۔

(۵) جہاں قابضانِ اوسط نے اُس مطالبہ سرکاری سے کم دیا ہو جو بندوبست میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہاں قابضانِ مذکور سے مطالبہ کمل بہ اضافہ پانچ روپیہ فی صدی دلایا جائے۔

(۶) جہاں قابضانِ متوسط نے پورے تعلقہ کے کل منافع میں حصہ معمولی سے زیادہ لیا ہے وہاں تعلقداروں کو ایک معقول اور واجبی معاوضہ جمع سرکاری سے دیا جائے۔

یہ ہدایتیں نواب گورنر جنرل بہادر کو نہایت مناسب اور قرینِ انصاف معلوم ہوئیں۔ مذکورۂ بالا ہدایتوں کی ضمن ۱۳ پر بہت بحث کی گئی۔ اور یہ اعتراض کیا گیا کہ چیف کمشنر اودھ نے کاغذات بندوبست میں کاشتکاران موروثی جو ایک لگان معین دیتے تھے اور کاشتکاران مطلق کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

چیف کمشنر صاحب کے نزدیک کاشتکار آراضی کو حق قبضہ واری استمراری ایک لگان معین اور غیر متغیر پر دینا عقلاً حقوق ملکیت میں تصرف اور دست اندازی کرنا تھا۔ اور اس سے ترقی کے دروازے کے بند ہونے کا احتمال تھا۔ اُن کی رائے میں ایسی تدبیر صرف اُسی وقت جائز ہو سکتی تھی جب کوئی دوسری تدبیر رعایا کو ظلم سے بچانے کی نہ ہوتی اور اودھ میں اس کا مطلق اندیشہ اور احتمال نہیں تھا۔ اور اسی وجہ سے ایسی تدبیر اس صوبہ کے مناسب حال ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ اودھ کے تین ثلث حصہ میں کاشتکاروں کی کمی کی وجہ سے کوئی مالک آراضی اپنے کاشتکار کو عمداً بلا وجہ معقول بے دخل کرنا نہیں چاہتا۔ اور اُن حصوں میں بھی جہاں آبادی کی کثرت ہے کوئی علامت ایسی نہیں پائی جاتی جس سے کاشتکاروں کا عدم تحفظ ثابت ہو۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ خود کاشتکاروں نے اس کے متعلق کوئی شکایت نہیں کی ہے۔ ایسی حالت میں ایک خیالی نقصان کے اندیشہ سے جس کے وقوع کا کوئی

احتمال نہیں ہے۔ شر و نفاق پیدا کرنا۔ دست اندازی کی بیجا ہوس ظاہر کرنا ہے۔

غرضکہ ۱۰ جنوری ۱۸۶۱ء کی مراسلت میں لارڈ کیننگ وایسرائے و گورنر جنرل نے ضمن مذکور کے متعلق یہ حکم صادر فرمایا کہ:۔

"نواب گورنر جنرل بہادر آپ کے ہدایت نامہ کے ضمن ۳۱ کو عموماً منظور فرماتے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ کاشتکاران موروثی اور کاشتکاران مطلق میں کوئی فرق و امتیاز نہ کیا جائے۔"

اِس سے ظاہر ہے کہ سر چارلس ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر اودھ نے لارڈ کیننگ کی منظوری سے اودھ میں حقوق قبضہ داری کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ اُنھیں بعد تحقیقات کامل یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اودھ میں یہ حقوق محض قصہ و کہانی ہیں اور ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اور وہ جانتے تھے کہ ٹامسن صاحب اور اُن کے ہمخیال افسروں نے ممالک مغربی و شمالی میں یہ حقوق ایجاد و اختراع کیے ہیں۔

اس بات کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مکمل فہرست اُن تعلقداران و عطیہ داران کی جنھیں سندیں عطا ہوئی تھیں مع دیگر ضروری امور کے یہاں شامل کر دی جائے۔ لہٰذا حسب ذیل فہرست شامل کی جاتی ہے۔

فہرست تعلقداران جنھیں سندیں عطا ہوئی تھیں معہ دیگر ضروری معلومات

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد ضرب توپ جو سلامی کے بطور بذریعہ سرکار ملتی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
				ضلع لکھنؤ		
۱	گوکل پور اسینی	۳	۱۸۵	کنور بھگونت سنگھ	۹	مسماۃ اندر کنور
۲	غازی پور	۲	۲۳۲	مسماۃ سید النسا	۹	چودھری اکبر حسین
۳	سسینڈی	۳ و ۵	۴۲	راجہ کاشی پرشاد	۵۴	
۴	گوریہ کلاں	۳	۲۰۰	مسماۃ قطب النسا	۹	شیخ نظام الدین حیدر
۵	پرسینی گوپال کھیڑہ حال ضلع اُنّاؤ	۳ و ۵	۱۰۹	سردار جھبا سنگھ	۲۰	لعل جوگندر بخش سنگھ
۶	دھورہرہ	۳	۰	مرزا ابوتراب خاں	۰	فروخت ہوگیا
۷	سلیم پور	۲	۲۷	چودھری نواب علیخاں	۳۵	راجہ سید احمد علی خاں علوی سی بی ای ایم ایل سی
۸	اٹونجہ	۲	۲۳	راجہ رتن سنگھ	۵۴	راجہ رامپال سنگھ
۹	مہونہ	۲	۱۲۹	بابو پرتھی پال سنگھ	۲۰	ٹھاکر چندرکا بخش سنگھ
۱۰	کسمنڈی خورد	۳	۱۴۸	محمد احمد خاں	۲۰	خان بہادر محمد یوسف خاں

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جن میں تعلقہ درج ہے ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء	نمبر رجسٹر	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد ...	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۱۱	سہلامئو	۳	۱۳۱	محمد نسیم خاں	۲۰	نواب محمد علی خان
۱۲	نندولی حال ضلع اُناؤ	۳	۵۶	راجہ صوبہ سنگھ	۳۵	جانشینی کا مسئلہ زیر بحث ہے۔
۱۳	اونچگانوں	۳	۲۳۰	امید علی	۹	فروخت ہوگیا۔
۱۴	سرائے شیخ جسمڑا حال ضلع بارہ بنکی	۳	۲۳۱	صاحب النسا	۹	شیخ احسن علی
۱۵	بہٹہ	۳ و ۴	۲۳۳	مرزا جعفر علی خاں	۹	مرزا رضا حسین خاں
۱۶	کانتھا حال ضلع اُناؤ	۳ و ۵	۱۷۴	رنجیت سنگھ	۹	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے۔
۱۷	دین پناہ حال ضلع بارہ بنکی	۳	۲۳۴	چودھری مصاحب علی و کریم بخش	۹	چودھری محمد محمود
۱۸	اہمامئو	۵	۱۹۲	داروغہ میر واجد علی	۹	روشن جہاں بیگم۔ قمر جہاں بیگم و اکنیز فاطمہ بیگم۔

ضلع اُناؤ

۱۹	مورانواں	۴	۵۲	راجہ گوری شنکر	۵۴	لالہ ترلوکی ناتھ۔ کنور گردنرائن راجہ سری رام

نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء	[illegible]	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	نمبر وار	نمبر فہرست ایکٹ اول ۱۸۶۹ء	نام تعلقہ	نمبر شمار
مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے	۳۵	مہنت گنگا نرائن داس	۶۱	۲	مسواسی	۲۰
ٹھاکر کیول سنگھ	۲۰	چودھری گلاب سنگھ	۱۴۲	۲	سروسی	۲۱
چودھری سریندر سنگھ	۳۵	چودھری گوپال سنگھ	۸۴	۳	محمد آباد گوپال کھیڑہ	۲۲
ٹھاکر جنیدر بہال سنگھ	۲۰	سیتلا بخش	۱۴۰	۳	گورا	۲۳
فروخت ہوگیا	۰	دنیا سنگھ	۲۳۵	۴	ملونہ	۲۴
ٹھاکر راجندر پرتاب سنگھ (نابالغ)	۹	امراؤ سنگھ	۱۷۵	۳ و ۵	گلگلہا	۲۵
خان بہادر سید محمد ماہ	۹	چودھری دوست علی	۱۸۲	۲	اناؤ	۲۶
راجہ بشناتھ بخش سنگھ	۹	راجہ دیا شنکر	۴۹	۳	پرینڈا	۲۷
مساۃ سارد ھا دیوی	۹	شیو ناتھ و دیا شنکر باجپی	۲۰۳	۴	کردہا	۲۸
ٹھاکر جگناتھ بخش سنگھ	۰	بینی مادھو بخش سنگھ	۰	۴	اکبر پور	۲۹
ٹھاکر جگدیش بخش سنگھ و	۹	شیو دین سنگھ و	۱۹۵	۴	بجوا آتما نند کھیڑا	۳۰
ٹھاکر جانکی بخش سنگھ		مہابل سنگھ			پاٹن بہار	
شامل علاقہ مورانواں	۳۵	بابو شیو پرشاد	۵۰	۵	بنتھر	۳۱
شیخ مقبول الرحمان	۹	مولوی حبیب الرحمان	۲۲۵	۵	میاں گنج	۳۲
فروخت ہوگیا	۰	مہپال سنگھ	۰	۴	جاجامئو	۳۳

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں درج ہے ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد ووٹ بطور ممبر [illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۳۴	بیتھر	۵	۲۶۱	راجہ شیوناتھ سنگھ	۰	پنڈت شیام سندر ناتھ کول
۳۵	جگدیش پور	۳	۲۴۳	۰	۰	پنڈت کرپا شنکر
				ضلع بارہ بنکی		
۳۶	سیداہار	۰	۱۸۶	شیخ عابد علی	۹	فروخت ہوگیا
۳۷	شہاب پور	۳	۱۸۹	محمد امیر غلام عباس	۹	فروخت ہوکر جہانگیر آباد میں شامل ہوگیا
۳۸	کرکھا	۳	۱۵۲	چودھری محمد حسین	۲۰	خان بہادر چودھری شیل الدین اشرف او۔بی۔ای۔
۳۹	جہانگیر آباد	۲	۱۶	راجہ فرزند علیخاں	۵۴	راجہ سر محمد اعجاز رسول خاں نائٹ سی۔ایس۔آئی۔ ایم۔ایل۔سی۔
۴۰	سترکھ	۳	۱۲۳	قاضی سرفراز علی	۲۰	قاضی نظام الدین احمد
۴۱	گوٹھیا	۲	۱۲۸	حکیم کرم علی	۲۰	سید حیدر عباس (نابالغ)
۴۲	اسدامؤ	۲	۱۷۷	پانڈے بہادر سنگھ	۹	پانڈے پیارے لعل
۴۳	بھانمؤ	۲	۱۵۲	میر بنیاد حسین و امجاد حسین	۲۰	میر اقبال حسین
۴۴	سہیل پور	۲	۰	میر امجاد حسین	۰	ایضاً

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست منسلکہ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۴۵	سمرانواں	۲	۱۵۱	ٹھاکر رام سہائے	۲۰	فروخت ہوگیا۔
۴۶	گدیہ	۴	۱۰۸	شیخ زین العابدین	۲۰	خان بہادر شیخ مقبول حسین سی، آئی، ای و شیخ رشاد شاہد حسین
۴۷	تربیدی گنج	۳ و ۵	۲۳۶	ٹھاکر سنگھ تربیدی	۰	پنڈت گیا دھر بخش
۴۸	سیدن پور	۴	۱۷۸	شیخ لطافت اللہ و شیخ وجاہت اللہ	۹	شیخ محمد حبیب اللہ۔ او، بی، ای۔ ایم۔ ایل۔ سی۔
۴۹	میلارائے گنج (رسول پور)	۲	۱۳۸	نواب علی خاں	۲۰	کنور اعتضاد رسول خاں (نابالغ)
۵۰	بھٹوا مئو	۲	۱۱۴	بادشاہ حسین خاں	۲۰	شیخ علی امام خاں
۵۱	رام نگر	۲	۴۲	راجہ سربجیت سنگھ	۵۴	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے۔
۵۲	محمد پور	۳	۲۱۹	ٹھاکر گنگا سنگھ	۹	ٹھاکر جگدیش بخش سنگھ
۵۳	للولی	۳	۲۰۷	بخشی ہر پرشاد	۹	کنور رام شنکر
۵۴	میرپور	۴	۲۳۷	محمد نصیر الدین		خان بہادر مولوی رفیع الدین احمد
۵۵	شیخ پور	۳	۱۹۹	شیخ بو علی	۹	شیخ واجد علی
۵۶	بہلول	۲ و ۵	۶۲	چودھری سرفراز احمد	۳۵	چودھری شفیق الزماں و چودھری مجتبیٰ حسین

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں تعلقہ ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۵۷	سورج پور	۲	۵۴	راجہ اودت پرتاب سنگھ	۰	راجہ پرتھوی پال سنگھ
۵۸	ہڑاہا	۲	۲۵	راجہ نرند بہادر سنگھ	۵۴	راجہ سری پرتاب بہادر سنگھ
۵۹	رام پور (دریاباد)	۲	۱۲۰	رائے ابھرام بلی	۲۰	رائے اجیشور بلی او، بی، ای۔ ایم، ایل، سی
۶۰	برئی	۴	۱۳۰	چودھری غلام فرید	۲۰	چودھری سرفراز احمد
۶۱	نرولی	۲	۱۴۱	چودھری حسین بخش	۲۰	خان بہادر چودھری ارشاد حسین
۶۲	پورائے	۳	۱۸۰	میر محمد عابد	۹	فروخت ہو کر نرولی میں شامل ہوگیا
۶۳	امیر پور	۳	۱۹۱	چودھری عنایت رسول	۹	چودھری محمد علی ایم ایل سی
۶۴	پکھرا انصاری	۲	۲۱	راجہ سبحرام بخش	۵۴	رانی من راج کنور
۶۵	رام نگر پرپواں	۳	۲۳۸	چندی بخش	۰	مساۃ چھب ناتھ کنور
۶۶	اکھیاپور	۳	۲۳۹	بابو بھیکم شاہ	۰	فروخت ہوگیا۔
۶۷	عثمان پور	۲	۱۹۰	ٹھکرائن ظہور النسا	۹	محمد ادریس خاں
۶۸	رانی مؤ	۲	۱۹۷	بھیا اوتار سنگھ	۹	ٹھاکر دھارا بند سنگھ
۶۹	نیورہ	۲	۲۰۱	شیر خاں	۹	امتیاز علی خاں
۷۰	برولی	۲	۲۲۷	چودھری وزیر علی	۰	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جات سب ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد فیر توپ کی جو بطور نذر اعزازی ملی تھی	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۷۱	پالی	٠	۲۴۱	رگھوناتھ سنگھ	٠	٠
۷۲	یعقوب گنج	۵	٠	دیوان حاکم رائے	٠	بابو امرناتھ پوری

ضلع سیتاپور

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جات سب ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد فیر توپ کی جو بطور نذر اعزازی ملی تھی	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۷۳	بھجوپور	۳و۵	۱۷۷	کنہیا لعل وسیتارام	۹	لالہ برج بہاری لعل
۷۴	بسی ڈیہہ	۳و۵	۱۱۷	ٹھاکر جواہر سنگھ	۲۰	راجہ بہادر سورج بخش سنگھ او، بی، ای وکنور راجندر سنگھ-
۷۵	کامئو	۲و۵	۱۱۹	ٹھاکر بینی سنگھ	۲۰	ٹھاکر رگھوراج سنگھ
۷۶	قطب نگر	۲	۱۲۱	مرزا احمد علی بیگ	۲۰	سید حسن شاہ
۷۷	نیل گانوں	۲و۵	۱۱۸	ٹھاکر بھوانیدین	۲۰	ٹھاکر لالتا بخش
۷۸	اورنگ آباد	۲	۱۱۳	مرزا آغا جان	۲۰	مرزا احمد مرزا بیگ
۷۹	معز الدین پور	۳و۵	۱۳۶	مرلی منوہر و سیتارام	۲۰	رائے بہادر راجہ جیشور دیال و راجہ شیشر دیال رائے بہادر ایم-ایل-سی-
۸۰	رام پور متھرا	۲	۶۸	ٹھاکر گمان سنگھ	۳۵	ٹھاکر شیوپال سنگھ
۸۱	اکبرپور	۲	۱۱۶	ٹھاکر فضل علی	۲۰	کنور یوسف علی خاں

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر [illegible] ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۸۲	کنواں کھیڑہ	۲	۰	نواب امجد علی خاں	۰	نواب صادق علی خاں
۸۳	سعادت نگر	۲	۴۴	راجہ شمشیر بہادر	۵۴	مساۃ ابادی بیگم
۸۴	کٹیسر	۲	۸۸	ٹھاکر شیو بخش سنگھ	۳۵	کنور پرتاب بہان بخش سنگھ
۸۵	رام پور کلاں	۳ و ۵	۱۴۳	ٹھاکر دریاد سنگھ	۲۰	ٹھاکر بشوا ناتھ سنگھ
۸۶	سرورہ	۲	۱۱۵	ٹھاکر گنگا بخش	۲۰	ٹھاکر جگ موہن سنگھ
۸۷	محمود آباد	۲	۱۰	راجہ امیر حسن خاں	۵۴	راجہ امیر احمد خاں۔خاں بہادر
۸۸	بلہرہ	۲	۲۰	راجہ عباد علیخاں	۵۴	رانی کنیز عابد
۸۹	رام کوٹ	۴ و ۶	۲۰۹	کالکا بخش و گنگا بخش	۹	ٹھاکر لالجی سنگھ و ٹھاکر بلدیو سنگھ
۹۰	حاجی پور	۲	۰	کالکا بخش	۰	
۹۱	وزیر نگر	۳	۰	راجہ جگناتھ بخش سنگھ	۰	فروخت ہوگیا
۹۲	مبارک پور	۴	۱۴۶	چودھری رام نرائن	۲۰	چودھری کنہیا لعل
۹۳	راجہ پارہ	۳	۱۳۲	میر محمد حسین	۲۰	فروخت ہوگیا۔
۹۴	بڑاگاؤں	۲	۱۷۱	مرزا عباس بیگ	۹	مرزا وقار علی بیگ
۹۵	مہیوہ	۵	۲۴۳	مولوی مظہر علی	۰	مولوی نیاز احمد

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں نام درج ہے ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد ووٹ ... نذر ...	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۹۶	جار سعادت نگر	۵	۲۴۴	رگھوناتھ سنگھ	۰	ٹھاکر شنکر بخش سنگھ
۹۷	راجپور کیوتانہ	۵	۲۴۵	ٹھاکر رگھناتھ سنگھ	۰	بابو سورج بکرم سنگھ

ضلع ہردوئی

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں نام درج ہے ایکٹ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد ووٹ ... نذر ...	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۹۸	کٹیاری	۲ و ۵	۶	راجہ ہردیو بخش سی، ایس، آئی	۵۴	راجہ بہادر رکم انگد سنگھ
۹۹	بھرادن	۲ و ۵	۱۰	راجہ مردن سنگھ	۵۴	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے-
۱۰۰	گگرائی	۲ و ۵	۸۶	چودھری حشمت علی	۳۵	چودھری نبی جان-ایم بی ای
۱۰۱	اٹوا	۲ و ۵	۸۷	ٹھاکر بھارت سنگھ	۳۵	ٹھاکر شیاما کمار سنگھ
۱۰۲	بھوگیتا پور	۲ و ۵	۱۱۱	سید محمد ابراہیم	۲۰	سید مہدی حیدر
۱۰۳	آصف پور	۲ و ۵	۱۱۲	سید محمد اشرف فضل رسول و محمد احمد محمد عسکری	۲۰	سید محمد جواد-سید زین العابدین
۱۰۴	جلال پور	۲ و ۵	۱۲۲	مولوی فضل رسول	۲۰	سید اعزاز رسول
۱۰۵	لہراست پور	۲	۱۰۵	چندکا بخش	۲۰	ٹھاکر مہیشر بخش سنگھ
۱۰۶	سوائج پور	۲	۱۵۴	راجہ دریاؤ سنگھ	۲۰	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو مطابق ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۰۷	کھجرہرہ	۲	۱۱۰	ٹھاکر ڈال سنگھ	۲۰	ٹھاکر بھگوان بخش سنگھ
۱۰۸	باسط نگر	۲	۳۹	نواب دوست علیخاں	۵۴	نواب عبدالکریم خاں
۱۰۹	سرن بڑا گاؤں	۲ و ۵	۹۲	دھنپت رائے و فتح چند	۳۵	فروخت ہوگیا
					.	کنور ناگیشر سہائے
۱۱۰	پوایاں	۳	۲۴۲	ٹھاکر سرپال سنگھ	.	ٹھاکر جگت جیت سنگھ
۱۱۱	گوپامؤ	۳	۱۶۲	مرتضیٰ بخش	.	شیخ امیر احمد
۱۱۲	بھاناپور	۲	۲۴۷	صفدر حسین خاں	.	مسماۃ صالحہ بیگم

ضلع کھیری

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو مطابق ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۱۳	بہادر نگر (محمدی)	۲	۳۱	راجہ اشرف علیخاں	۵۴	راجہ سید سعادت علیخاں ایم۔ ایل۔ سی
۱۱۴	اٹوا پیریا	۳	۱۳۳	کپتان فتح حسین خاں	۲۰	فروخت ہوگیا
۱۱۵	رائے پور	۲	۲۲۲	ٹھاکر لعل خاں	۹	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے
۱۱۶	مجگائن (بھو)	۴	۶۲	راج گنگا سنگھ راج اہلاد سنگھ راج بریار سنگھ راج سادھو سنگھ	۳۵	راج راج بہادر سنگھ رانی تارا دیوی کماری راج شترنجے سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست [illegible]	نمبر مسل	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۱۷	کنڈوارہ	۲	۲۲۱	چاندبی بی	۹	سید ساجد حسین
۱۱۸	مرزاپور جلال پور	۲	۲۶۲	نعمت اللہ خاں	۹	حمید اللہ خاں
۱۱۹	اویل	۲	۲۴	راجہ انرودھ سنگھ	۵۴	راجہ یوراج دت سنگھ
۱۲۰	مہیوہ	۲	۵۱	ٹھاکر گجراج سنگھ	.	ٹھاکر جے اندر بہادر سنگھ
۱۲۱	کیمہرہ	۲	۳۸	راجہ نرپت سنگھ	۵۴	علاقہ اویل میں شامل ہوگیا
۱۲۲	عیسیٰ نگر	۲	۵۵	راجہ رنجیت سنگھ	۳۵	ٹھاکر پرتاب بہادر سنگھ
۱۲۳	ملاپور	۵	۴۱	راؤ منیشر بخش سنگھ	۵۴	راجہ سری پرکاش سنگھ
	(ضلع سیتاپور)					
۱۲۴	کھیری گڈھ (سنگاہی)	۲	۳۷	راجہ رندھوج ساہ	۵۴	مہارانی صورت کنور او-بی-ای
۱۲۵	پیلا	۵	۱۶۰	راؤ تولارام	۲۰	بابو گوری شنکر
۱۲۶	پتھرا	۵	.	مسٹر جی شلنگ	.	فروخت ہوکر علاقہ محمودآباد میں شامل ہوگیا
۱۲۷	گستہ	۵	.	کپتان آر	.	ایضاً
۱۲۸	رنہا بہدری	۵	.	مسٹر کرد (مسز روز)	.	سردار جوگندر سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں تعلقہ داخل ہے ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد اراضی جو بصلہ خیر خواہی ۱۸۵۷ء بذریعہ فرمان عطا ہوئی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۲۹	ماتھر	۵	۰	کپتان جے۔ہرسی	۰	فروخت ہوگیا
۱۳۰	لُکرا کھلانی	۵	۰	کپتان ولیم۔ہرسی	۰	مسٹر جے۔بی۔ہرسی
۱۳۱	ایرا	۵	۲۴۴		۰	سردار جوگندر سنگھ

ضلع فیض آباد

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں تعلقہ داخل ہے ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد اراضی جو بصلہ خیر خواہی ۱۸۵۷ء بذریعہ فرمان عطا ہوئی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۳۲	مہدونہ (اجودھیا)	۲ و ۵	۳	مہاراجہ سرمان سنگھ کے سی ایس آئی	۸۰	مہارانی جگدمبا دیوی
۱۳۳	میوپور بڑاگاؤں	۳	۷۴	بابو امریس سنگھ	۳۵	فروخت ہوگیا
۱۳۴	میوپور دھورہ	۳	۷۳	بابو دریس سنگھ و چندریس سنگھ	۳۵	بابو چندربھان پرتاب سنگھ
۱۳۵	منڈیرا	۳	۲۱۴	ٹھکرائن برج کنور	۹	بابو راجیسری پرشاد سنگھ
۱۳۶	پیرپور	۳	۷۵	میر غضنفر حسین و میر باقر حسین	۳۵	راجہ سید محمد مہدی ایم ایل سی خان بہادر راجہ سید توکل حسین
۱۳۷	کٹریا	۳	۲۲۴	میر کرامت حسین	۹	فروخت ہوگیا
۱۳۸	بھیٹی	۳	۷۶	بابو جے دت سنگھ	۳۵	بابو اودے بھان پرتاب سنگھ
۱۳۹	کھجورہٹ	۳	۸۵	بابو ابھے دت سنگھ	۳۵	بابو سویشر دت سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو بموجب ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۲۵ء
۱۴۰	سہی پور	۳	۹۴	ٹھکرائن گھناتہ کنور	۳۵	ٹھکرائن سری رام کنور
۱۴۱	کھپراڈیہہ	۳	۹۱	ٹھاکر رام سروپ سنگھ	۳۵	ایضاً
۱۴۲	دیوگانوں	۲	۱۴۵	بابو جمشید علیخاں	۲۰	بابو محمد یسین علی خاں
۱۴۳	بڑہر	۳	۱۰۲	بابو کشن پرشاد سنگھ	۲۰	رائے بہادر بابو سری کملاپت پرشاد سنگھ
۱۴۴	”	۳	۱۰۴	بابو شیو پرکاش سنگھ	۲۰	بابو مہندر دت سنگھ (نابالغ)
۱۴۵	”	۳	۱۰۳	بابو مادھو پرشاد سنگھ	۲۰	بابو نرندر بہادر سنگھ
۱۴۶	”	۳	۱۰۶	بابو مہیپت نرائن سنگھ	۲۰	بابو پرتاب بہادر سنگھ
۱۴۷	میوپور ڈہلا	۳	۰	ٹھکرائن اودت کنور	۰	فروخت ہوگیا
۱۴۸	کلیان پور	۳	۱۵۵	بابو ایشورج سنگھ	۲۰	ایضاً
۱۴۹	تگہرا	۳	۱۴۷	بابو پرتھی پال سنگھ	۲۰	بابو سری بھگوان پرشاد سنگھ
۱۵۰	سمن پور	۲	۸۲	ملک ہدایت حسین و تفضل حسین	۳۵	سید رفیق حسین سید یاور حسین
۱۵۱	رسول پور	۵	۲۴۸	اننت رام	۰	بابو کنھیا دت رام
۱۵۲	دمودرا	۵	۲۴۹	راؤ بریار سنگھ		بابو راگھویندر پرتاب ساہی

نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء	[illegible]	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	نمبر دربار	نمبر فہرست [illegible] ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نام تعلقہ	نمبر شمار
		ضلع بہرائچ				
راجہ بریندر بکرم سنگھ۔ ایم ایل سی	۵۴	راجہ نرپت سنگھ	۲۰	۲	پیاگپور	۱۵۳
راجہ سید سعادت علی خاں ایم، ایل، سی	۵۴	راجہ جنگ بہادر خاں	۱۷	۲	نانپارہ	۱۵۴
راجہ بجرنگ بہادر سنگھ	۵۴	راجہ سیتلا بخش	۲۷	۲	گنگول	۱۵۵
ٹھاکر رودر پرتاب نرائن سنگھ	۵۴	راجہ رگھوناتھ سنگھ	۶۰	۲	رہوہ	۱۵۶
راجہ بریندر کانت سنگھ	۳۵	بھیا کشن دت سنگھ	۹۷	۲	بھنگا	۱۵۷
شیخ محمد اصغر علی	۹	ٹھاکر فتح محمد	۲۰۵	۲	ٹپرہا	۱۵۸
ٹھاکر مہپال سنگھ	۹	ٹھاکر نرمان سنگھ	۲۰۶	۲	انچھاپور عمری	۱۵۹
علاقہ اسکا ضلع گونڈہ میں شامل ہو گیا	۲۰	ٹھاکر اندرجیت سنگھ	۱۴۴	۲	مصطفےٰ آباد	۱۶۰
فروخت ہو گیا	۹	شیخ وزیر علی	۱۷۶	۲	گنڈارہ	۱۶۱
"	۹	میر ظفر مہدی	۱۸۱	۳	جرول	۱۶۲
"	۹	میر مظفر حسین	۱۸۲	۳	ویرا قاضی	۱۶۳
مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے	۹	نواب علی رضا خاں	۲۲۷	۵	نواب گنج علی آباد	۱۶۴
سردار کرم سنگھ	۹	سردار جے سنگھ	۲۲۸	۵	جمدان	۱۶۵

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد توپوں کی سلامی بطور نذر جو پیش ہوتی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۶۶	اجاتا پور	۵	۲۲۹	سردار سید محمد شاہ	۹	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے
۱۶۷	بھنگہا	۵	۲۲۸	سردار شیر سنگھ	۹	سردار اوتار سنگھ
۱۶۸	چہلاری	۵	۰	سردار فتح سنگھ و سردار جگت سنگھ	۰	سردار دلجیت سنگھ (نابالغ)
۱۶۹	بونڈی	۵	۱	راجہ راجگان مہاراجہ رندھیر سنگھ۔ جی، سی، ایس، ای آف کپورتھلہ	۱۲۲	ہز ہائنس فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ، راجہ راجگان مہاراجہ سر جگت جیت سنگھ بہادر جی، سی، ایس، آئی،

ضلع گونڈہ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر دربار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد توپوں کی سلامی بطور نذر جو پیش ہوتی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۷۰	بلرام پور	۲ و ۵	۲	مہاراجہ سر دگبجے سنگھ کے سی، ایس، ای	۸۰	مہاراجہ پاٹیشری پرشاد سنگھ
۱۷۱	سنگھا چندہ	۲	۳۲	راجہ کشن دت رام	۵۴	بھیا جگدیش دت رام و بھیا چندر بھان دت رام
۱۷۲	منکاپور	۲	۳۴	راجہ پرتھی پت سنگھ	۵۴	راجہ امبکیشر پرتاب سنگھ
۱۷۳	پرسپور	۲	۳۳	راجہ مہیپت سنگھ	۵۴	رانی اودھ راج کنور

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس سے ایکٹ (۱) ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۷۴	دیوہی	۲	۴۶	بھیا شیر بہادر سنگھ	۳۵	ٹھکرائن ہرناتھ کنور
۱۷۵	شاہ پور	۲	۱۲۵	بھیا تیغ بخش سنگھ	۲۰	ٹھکرائن کشوری تلی دیوی
۱۷۶	دھناوان	۲	۱۲۴	بھیا رگھوبر سنگھ	۲۰	ٹھکرائن سرفراز کنور
۱۷۷	پسکا	۲	۱۳۷	بھیا نیپال سنگھ	۲۰	ٹھکرائن پاربتی کنور
۱۷۸	آٹا	۲	۱۳۴	بابو لکھراج سنگھ	۲۰	بابو سریندر بہادر سنگھ
۱۷۹	منجھگواں	۴ و ۵	۱۹۰	بھیا رتن سنگھ	۹	بھیا رگھوراج سنگھ
۱۸۰	اکبر پور پرورا	۳	۲۵۰	پانڈے ہرنرائن رام	۰	فروخت ہوگیا
۱۸۱	بھینی پائر	۲	۱۶۹	رانی سرفراز کنور	۲۱	راجہ سیتلا بخش سنگھ (نابالغ)
۱۸۲	اُترولہ	۲	۴۵	راجہ ممتاز علیخاں	۳۵	راجہ مصطفٰے علیخاں (نابالغ)
۱۸۳	بروا	۲	۱۷۰	بھیا پرتھی پال سنگھ	۲۰	یہ علاقہ تعلقدار ایلھر کے قبضہ میں ہے

ضلع رائے بریلی

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس سے ایکٹ (۱) ۱۸۶۹ء	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۱۸۴	مُرار مؤ	۲ و ۵	۴	راجہ دُرگبجے سنگھ سی، ایس، آئی	۵۴	راجہ بھگوتی بخش سنگھ
۱۸۵	تلوئی	۲	۱۲	راجہ جگپال سنگھ	۵۴	لفٹنٹ راجہ بہادر شناتھ سرن سنگھ
۱۸۶	کھجور گاؤں	۲	۱۴	رانا شنکر بخش سنگھ	۵۴	رانا اودا ناتھ بخش سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں درج ہے ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد اشرفی جو بطور نذر پیش ہوئی تھی	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۱۸۷	کٹگڈھ	۵	۹۳	بابو بشناتھ سنگھ	۳۵	کنور شمبھوناتھ بخش سنگھ
۱۸۸	برسنگھ پور (شیوگڈھ)	۲	۲۲	راجہ جگموہن سنگھ	۵۴	راجہ برکھنڈی مہیش پرتاب نرائن سنگھ
۱۸۹	کوری سدوئی	۲	۲۶	راجہ ہندپال سنگھ	۵۴	راجہ سرامپال سنگھ کے سی آئی ای۔
۱۹۰	چیندا پور	۲	۲۹	راجہ جگموہن سنگھ	۵۴	رانی جے راج کنور
۱۹۱	سمری	۲	۶۴	ٹھاکر جگناتھ بخش	۳۵	لعل گھوراج سنگھ
۱۹۲	سمرہپا	۲	۶۵	ٹھکرائن دریاؤ کنور	۳۵	علاقہ شیوگڈھ میں شامل ہوگیا
۱۹۳	کوریہر ستاون	۲	۶۶	ٹھاکر فتح بہادر سنگھ	۳۵	ٹھاکر شنکر بخش سنگھ
۱۹۴	گوراکسیٹھی	۲	۶۷	ٹھکرائن اچل کنور	۳۵	رانی سجان کنور
۱۹۵	پاہو	۲	۸۱	ٹھاکر بھوپ سنگھ	۳۵	ٹھاکر نرندر بہادر سنگھ
۱۹۶	حسناپور	۲	۹۹	ٹھاکر بشناتھ سنگھ	۲۰	راجہ جگناتھ بخش سنگھ ایم ایل سی
۱۹۷	ٹکاری	۳ و ۴	۱۰۰	بابو سرجیت سنگھ	۲۰	بابو شمسدر سنگھ
۱۹۸	نرندرپور چرہار	۲	۱۳۳	ٹھاکر بشناتھ سنگھ و ٹھاکر اجودھیا بخش	۰	ٹھاکر رام پرتاب سنگھ
۱۹۹	ہمیر مئو کولا	۲	۱۳۹	ٹھاکر سردار سنگھ	۲۰	ٹھاکر تربھون بہادر سنگھ

نمبر سلسلہ	نام تعلقہ	نمبر فہرست بموجب ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر درباری	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد فیرس کی جو بطور نذر مقرر ہوئی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۲۰۰	امانواں	۳	۱۵۶	عبدالحکیم خاں و سعادت خاں	۲۰	محمد حفیظ خاں و محمد وحید خاں
۲۰۱	بہریمؤ	۳	۱۵۷	ذوالفقار خاں کرم علی خاں اسد علی خاں مہابت خاں	۲۰	محمد اسد خاں شاہد علی خاں یعقوب خاں محمود حسن خاں
۲۰۲	اودریرہ	۲	۱۵۸	ٹھکرائن گلاب کنور	۲۰	ٹھکرائن سری راج کنور
۲۰۳	بہرولی	۳	۱۵۹	چودھری رگھوناتھ سنگھ	۲۰	چودھرائن مٹھن کنور
۲۰۴	بنوہرہ	۳	۱۷۹	میر فخرالحسن	۹	سید سراج احمد
۲۰۵	دیوگنا گرد ہرپور	۳	۲۱۰	ٹھاکر جگموہن سنگھ	۹	ٹھاکر پرتاب نرائن سنگھ
۲۰۶	ہرداسپور	۳	۲۱۱	لالہ بیجناتھ	۹	بابو ناٹک پرشاد
۲۰۷	آدساہ	۲	۲۵۱	بابو شیوامبر سنگھ	۰	بابو اچل سنگھ
۲۰۸	پلکھا	۴	۲۵۲	مہاراج بخش	۰	لال سکھراج بخش سنگھ
۱۰۹	سنگاؤں پچھم گاؤں	۳	۲۵۳	سیتارام	۰	بابو گوری شنکر
۲۱۰	کھجری	۳	۲۵۴	کامتا بخش	۰	فروخت ہوگیا

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں بموجب ایکٹ ۱۸۶۹ء درج ہے	نمبر وار	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۲۱۱	کیسروا	۳	۲۵۵	ٹھاکر بخش	۰	ٹھاکر بھگونت سنگھ
۲۱۲	دہلی	۳	۲۵۶	بابو بجے سنگھ	۰	ببوائن بن کنور
۲۱۳	مینا ہار کٹرہ	۴	۲۵۷	ہیرا لعل مصر	۰	مسماۃ شیورانی کنور
۲۱۴	بہوا	۲	۲۰۷	بھیکن خاں	۹	ٹھاکر امیر حیدر خاں
۲۱۵	شاہ مو	۴	۱۵۰	سکھ منگل سنگھ	۳۵	لعل نرسنگھ پرتاب بہادر سنگھ
۲۱۶	پہنونہ	۲	۲۱۸	شیو رتن سنگھ	۹	راوت کنھیا بخش
۲۱۷	نورالدین پور	۲	۱۹۶	ٹھکرائن قدم کنور	۹	ببوائن جدوناتھ کنور
۲۱۸	بارہ	۴	۲۱۲	مہپال سنگھ	۹	ٹھکرائن بتاس کنور
۲۱۹	سیونی	۲	۷۷	رودر پرتاب سنگھ	۳۵	لال چندر مول سنگھ
۲۲۰	عزیز آباد	۳	۱۸۰	سبحان احمد	۹	شیخ نیاز احمد
۲۲۱	بنڈی گنیش پور	۵	۰	شہزادہ شہدیو سنگھ	۰	ہز ہائنس مہاراجہ دھول پور
۲۲۲	بھیر گوبند پور	۵	۵۸	کپتان گلاب سنگھ	۳۵	سردار نہال سنگھ
۲۲۳	کھوریٹی	۵	"	سردار اوتار سنگھ	"	سردار ہیرپال سنگھ
۲۲۴	بیلا بھیلا	۵	"	سردار تیج سنگھ	"	سردار امر سنگھ
۲۲۵	شنکر پور	۵	۹۸	بابو کہنا رنجن مکرجی	۲۰	فروخت ہو گیا

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو بحسب ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۲۲۶	راگھوپور	۵	۱۷۳	میر جعفر علی خاں	۹	مرزا محمد وجیہہ
۲۲۷	کٹھوارہ	۵	۲۱۶	فرزند علی خاں	۰	فروخت ہوگیا
۲۲۸	لودہواری	۶	۰	میجر اے۔ پی آر	۰	"
۲۲۹	رام پور کلاں	۶	۰	کپتان بنیری	۰	"
۲۳۰	علی پور چکپرائی	۶	۲۵۸	سید عبدالحکیم خاں	۰	مولوی سلمان احمد
۲۳۱	منجھگواں ہرددی	۶	۲۵۹	گجراج سنگھ	۰	ٹھاکر بادھو پرشاد سنگھ
۲۳۲	تھلوانسہ	۵	۲۴۷	۰	۰	محمد علی خاں

ضلع سلطانپور

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جو بحسب ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۲۳۳	حسن پور	۲	۹	راجہ حسین علیخاں	۵۴	راجہ احمد علی خاں
۲۳۴	کوڑوار	۲	۱۳	راجہ مادھو پرتاب سنگھ	۵۴	رانی بھونیشری راج لکشمی دیوی
۲۳۵	منیارپور	۲	۱۶۵	بوائن صغرا بی بی	۲۰	بابو غلام عباس خاں
۲۳۶	بھدیاں	۳	۱۶۳	کامتا پرشاد و بشناتھ سنگھ	۲۰	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے۔
۲۳۷	گارب پور	۳	۲۰۲	ٹھکرائن دریاؤ کنور	۹	بابو رام نریش سنگھ
۲۳۸	پرتاب پور	۴	۲۰۰	جہبا سنگھ و بیجناتھ سنگھ	۰	ٹھاکر رامپال سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست [illegible] ۱۸۶۹ء		نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
۲۳۹	رام پور	۴	۸۳	کالکا بخش	۰	ٹھکرائن سری ناتھ کنور
۲۴۰	دیرہ	۲ و ۵	۷	راجہ رستم ساہی	۵۴	راجہ ادھیندر پرتاب ساہی
۲۴۱	امیٹھی	۲	۸	راجہ مادھو سنگھ	۵۴	راجہ بھگوان بخش سنگھ
۲۴۲	شاہ گڈھ	۲	۱۷۲	بابو بلونت سنگھ	۹	بابو شیو پرتاب سنگھ
۲۴۳	مہونہ	۲	۵۳	رانی سادھابی بی	۰	بابو نثار احمد خاں
۲۴۴	اونچگاؤں	۳	۲۱۳	نبی بخش خاں	۹	بابو درگاہی خاں
۲۴۵	کٹاری	۲	۳۰	راجہ سرنام سنگھ	۵۴	راجہ درگا بخش سنگھ
۲۴۶	جامون	۲	۸۰	راجہ جگناتھ بخش	۳۵	بابو اودمارمن پرتاب سنگھ
۲۴۷	برولیا	۲	۱۶۴	سری پال سنگھ	۲۰	بابو بدری بشال سنگھ
۲۴۸	بھون شاہ پور	۲	۲۰۴	سیتلا بخش سنگھ	۹	بابو دیبی بخش سنگھ
۲۴۹	رہسی	۲	۱۰۷	ارجن سنگھ	۲۰	بابو ست پرشن سنگھ
۲۵۰	سمرت پور	۳	۷۹	بابو مہیشر پرشاد	۳۵	علاقہ کوڑدار میں شامل ہوگیا
۲۵۱	گنگیو	۳	۱۶۲	بابو جہانگیر بخش خاں	۲۰	بابو عبدالرحمن خاں
۲۵۲	میوپور ڈہلا	۳	۹۵	بابو للو شاہ	۳۵	فروخت ہوگیا
۲۵۳	نانامئو	۲	۱۶۱	بابو سیتلا بخش سنگھ	۲۰	ٹھکرائن سکھراج کنور

نمبر مسلسل	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں درج ہے ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۲۵۴	دمودرا	۵	۲۳۹			بابو رگھوبیند پرتاب ساہی

ضلع پرتاب گڈھ

۲۵۵	کالاکانکر	۲ و ۵	۵	راجہ ہنونت سنگھ	۵۴	راجہ دنیش سنگھ (نابالغ)
۲۵۶	بہلول پور	۲	۱۱	راجہ بجے بہادر سنگھ	۵۴	علاقہ تعلقہ پرتاب گڈھ میں شامل ہوگیا
۲۵۷	پرہٹ	۲	۱۵	راجہ مہیش نرائن سنگھ	۵۴	راجہ لعل بہادر سنگھ
۲۵۸	کیتھولہ	۲	۳۶	راجہ جاگیشر بخش سنگھ	۵۴	راجہ جگت پال بہادر سنگھ
۲۵۹	ترول (قلعہ پرتاب گڈھ)	۲ و ۵	۴۸	بابو اجیت سنگھ	۳۵	راجہ اجیت پرتاب نرائن سنگھ
۲۶۰	رائے پور بچھور	۲	۵۹	رائے پرتھی پال سنگھ	۳۵	رائے کرشن پال سنگھ
۲۶۱	دلیپ پور	۲	۶۰	رائے مادھو پرشاد سنگھ	۳۵	راجہ امرپال سنگھ
۲۶۲	بھدری	۲	۶۲	رائے جگت بہادر سنگھ	۳۵	رائے بجرنگ بہادر سنگھ
۲۶۳	پٹی سیف آباد	۳	۶۹	دیوان رنجیت سنگھ	۳۵	دیوانن گجراج کنور
۲۶۴	ایضاً	۳	۷۰	ٹھکرائن اجیت کنور	۳۵	دیوانن چھب راج کنور
۲۶۵	پوانسی (ڈھینگوس)	۲	۷۱	ٹھکرائن کیلاس کنور	۳۵	لعل جے سنگھ بہادر سنگھ
۲۶۶	امردھ پور	۴	۷۸	دہنا سنگھ	۳۵	ٹھاکر شنکر بخش سنگھ
				جگت سنگھ	.	ٹھاکر نند بہادر سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست جس میں درج ہے ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء		نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	[illegible]	نام تعلقدار قابض حال ۱۹۳۵ء
				ہنومان سنگھ	.	ٹھکرائن سری راج کنور
				سلطنت سنگھ	.	ٹھاکر بلدیو بخش سنگھ
				شیو دیال سنگھ		
				چوہارجہ بخش سنگھ		
۲۶۷	کونڈراجیت	۴	۸۹	ٹھکرائن بیجناتھ کنور	۳۵	رائے صاحب لعل رودر بھان سنگھ
				چھترپال سنگھ	.	لال بیجناتھ سنگھ
				سورج پال سنگھ	.	لال سری سرن سنگھ
				چندرپال سنگھ		
۲۶۸	ڈانڈی کاچھ	۲	۹۲	بابو سری پت سنگھ	۳۵	ٹھاکر رام پرتاب سنگھ (نابالغ)
۲۶۹	اورتیاڈیہہ	۲	۱۲۶	دیوان ہر منگل سنگھ	۲۰	دیوانن سری راج کنور
۲۷۰	دریاپور	۴	۱۲۷	رائے بھگونت سنگھ	۲۰	مسماۃ نالنی کماری دیوی
				بشیشر بخش سنگھ		ٹھاکر بھیرون بخش سنگھ
				جگ موہن سنگھ		مسماۃ جے پال کنور
				آرتھ سنگھ		بابو کرشنا کانت سنگھ (نابالغ)
۲۷۱	دہنیاواں	۲	۱۴۹	شیودت سنگھ	۲	بابو راجندر بہادر سنگھ

نمبر شمار	نام تعلقہ	نمبر فہرست ضمیمہ ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء	نمبر سند	نام تعلقدار جسے سند عطا ہوئی تھی	تعداد [illegible] بذریعہ [illegible] ملی تھی	نام تعلقدار قابض حال سنہ ۱۹۳۵ء
۲۷۲	شیخوپور چوراس	۲ و ۵	۱۵۰	دھونکل سنگھ	۲۰	مسئلہ جانشینی زیر بحث ہے
۲۷۳	ڈومی پور	۲	۱۶۷	ہنومان بخش سنگھ	۲۰	بابو دگ بجے بہادر سنگھ
۲۷۴	پرتھی گنج	۲	۱۶۸	بینی پرشاد	۲۰	بابو نگندر بہادر سنگھ
۲۷۵	بیس پور	۲	۱۸۴	سلطنت بہادر سنگھ	۹	بابو ہربخش سنگھ
۲۷۶	سجاکھر	۲	۱۹۳	بلبھدر سنگھ	۹	بابو شیودرشن سنگھ
۲۷۷	السین پور	۳	۱۹۴	گھسیاون سنگھ	۹	رائےصاحب ٹھاکر رودر پرشاد سنگھ
۲۷۸	دسرتھ پور	۲	۲۰۸	ہنومان سنگھ	۹	علاقہ رائے پور بچھریں شامل ہوگیا
۲۷۹	انتو	۲	۲۱۵	سربدون سنگھ	۹	بابو بنکٹیسرون بہادر پال سنگھ
۲۸۰	اٹھگواں	۲	۲۲۰	ہندوپت سنگھ	۹	ٹھاکر شیام سندر سنگھ
۲۸۱	اُمرار	۳	۲۲۲	ایشری بخش	۹	ٹھاکر بلونت سنگھ
۲۸۲	نورپور چھتپال گڑھ	۳	۳۵	راجہ چھتپال سنگھ	۵۴	ٹھاکر بھگوتی پرشاد کنور ران سنگھ
۲۸۳	دھنگڑھ	۲	۱۰۱	سیتلابخش و شنکر سنگھ	۲۰	ٹھاکر جگدیس بہادر سنگھ
۲۸۴	راجہ پور	۳	۲۲۲	شیوامبر سنگھ	.	لال امبکا بخش سنگھ
۲۸۵	اُمری	۳	۴۰	راجہ مہپال سنگھ	۵۴	راجہ کشن پال سنگھ

انجمن ہند اودھ کا قائم ہونا

لارڈ کیننگ نے غدر کے زمانہ کی خیر خواہی میں بابو دکھنا رنجن مکرجی کو ضلع رائے بریلی میں شنکرپور کا علاقہ عطا کیا تھا اور اسی تقریب میں آپ کلکتہ سے اودھ میں آئے۔ اور مہاراجہ مان سنگھ صاحب سے جو اُس وقت اودھ میں بڑے دانشمند باثر اور سر برآوردہ تعلقدار تھے ملاقات ہوئی۔

سر چارلس ونگفیلڈ صاحب جو تعلقداروں کے سچے دوست اور محسن تھے اُس وقت اودھ کے چیف کمشنر تھے۔ مہاراجہ دگبجے سنگھ صاحب تعلقدار بلرام پور۔ مہاراجہ مان سنگھ صاحب تعلقدار مہدونہ (اجودھیا) اور بابو دکھنا رنجن مکرجی نے باہم مشورہ کرکے تعلقداران اودھ کی ایک انجمن قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس خیال کو سر چارلس ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر نے بہت پسند فرمایا۔ غرضکہ ۲۶ مارچ ۱۸۶۱ء کو سر برآوردہ تعلقداروں کا ایک جلسہ بمقام عیش باغ منعقد ہوا جس میں بابو دکھنا رنجن مکرجی تعلقدار شنکرپور ضلع رائے بریلی نے انجمن قائم کرنے کے فوائد کے متعلق ایک مطول اسپیچ دی اور یہ فرمایا کہ "انجمن قائم کرنا بالکل قدیم رواج کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ پنچایت کا طریقہ یہاں قدیم زمانہ سے رائج ہے۔ منو نے جو قانون بنائے اُس میں بڑے بڑے رشیوں سے مشورہ لیا۔ حضرت محمد صاحب پیغمبر اسلام اپنے چاروں اصحاب کے مشورہ و صلاح سے کام کرتے تھے۔ سلطنت انگلشیہ کی حکومت بھی پارلیمنٹ کی تجویز اور وزرا کے باہم مشورہ سے ہوتی ہے۔ غرضکہ سب لوگوں کے باہم اتفاق سے یہ انجمن قائم ہوئی اور مہاراجہ دگبجے سنگھ

صاحب تعلقدار بلرام پور اُس کے پریسیڈنٹ ۔ مہاراجہ مان سنگھ صاحب تعلقدار مہدونہ (اجودھیا) اُسکے وائس پریسیڈنٹ ۔ اور بابو دکھنا رنجن مکرجی صاحب اُسکے سکرٹری تجویز ہوے ۔ اور ۷ نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسۂ عام میں عہدہ داران مذکورۂ بالا کا باضابطہ انتخاب ہوا ۔ اور شاہ بنارسی داس وکھن لعل انجمن کے خزانچی مقرر ہوے ۔ اور انجمن کے جو قواعد مرتب ہوے تھے وہ پیش ہو کر پاس ہوے ۔ اُس وقت سر چارلس وِنگفیلڈ صاحب اودھ کے چیف کمشنر تھے ۔

عطیۂ قیصر باغ

یکم نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے تعلقداروں کو یہ اطلاع دی کہ بعد منظوری حضور وائسرائے و گورنر جنرل بہادر چیف کمشنر صاحب چند شرائط سے عمارت قیصر باغ آپ کو یہاں قیام کے لئے دینا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ لارڈ کیننگ بالقابہ جب آخری مرتبہ لکھنؤ تشریف لائے تو اُنھوں نے عمارت قیصر باغ بطور عطیہ شاہی تعلقداروں کو اس منشا سے عطا فرمایا کہ ممبرانِ انجمن جب لکھنؤ آئیں تو یہاں قیام کریں اور حکام سے مل کر اپنی ضروریات و تجاویز کو پیش کریں ۔

اسکے بعد ۱۴ نومبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں میجر ریڈ صاحب سکرٹری چیف کمشنر بہادر کی ایک تحریر پیش ہوئی کہ "لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے عمارت قیصر باغ جو تعلقداروں کو عطا فرمائی تھی اب وہ خالی ہو گئی ہے ۔ اور چونکہ اس وقت اکثر تعلقدار یہاں موجود ہیں اس لئے چیف کمشنر صاحب بہادر یہ موقع مناسب سمجھتے ہیں کہ قیصر باغ پر تعلقداروں کو

قبضہ دیدیا جائے - یہ مناسب ہوگا کہ انجمن کے چند ممبران کو آپ اس لیئے نامزد کریں کہ وہ چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں "

غرضکہ مفصلۂ ذیل تعلقدار صاحبان اس لیئے منتخب ہوئے کہ وہ چیف کمشنر صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہوکر قیصر باغ پر قبضہ حاصل کریں۔

(۱) راجہ کرشن دت رام پانڈے صاحب -

(۲) چودھری سرفراز احمد صاحب۔

(۳) چودھری حشمت علی صاحب -

(۴) راجہ ہنونت سنگھ صاحب -

(۵) بابو اجیت سنگھ صاحب

(۶) سید نواب علی خاں صاحب -

۲۲ نومبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ حسب تجویز کمیٹی چیف کمشنر صاحب سے یہ عرض کیا گیا تھا کہ فلاں فلاں تعلقدار قیصر باغ کا قبضہ لینے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے ہیں لیکن صاحب ممدوح نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ " ۲۲ نومبر ۱۸۶۲ء کو بوقت چار بجے سہ پہر وہ خود جلسۂ عام انجمن میں تشریف لائیں گے اور قیصر باغ کو تعلقداروں کے حوالہ کرینگے "

غرضکہ چار بجے سہ پہر کو چیف کمشنر صاحب بہادر مع کرنل ایبٹ صاحب کمشنر لکھنؤ۔ میجر ریڈ صاحب سکریٹری و کپتان ڈیمانٹ مورنسی صاحب سکریٹری گورنمنٹ قیصر باغ بارہ دری میں تشریف لائے۔ اور وہ ممبر صاحبان جنھیں انجمن نے منتخب کیا تھا وہ چیف کمشنر

صاحب بہادر کے روبرو آکر کھڑے ہوئے اور چیف کمشنر صاحب بہادر نے یہ فرمایا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ نومبر ۱۸۶۱ء میں نواب مستطاب معلی القاب لارڈ کیننگ وائسرائے و گورنر جنرل سلطنت ہند نے دربار خاص میں آپ لوگوں کو بطور نشان اپنی یادگار کے قیصر باغ عطا فرمایا تھا۔ لیکن چند وجوہ سے اب تک اُس کی تعمیل نہ ہو سکی تھی۔ اب ہم اُنکی جانب سے یہ عمارت آپ کو عنایت کرکے اُس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ آپ ان مکانات کو لیجئے اور ان پر اپنا قبضہ کیجئے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنے حوصلے اور لارڈ صاحب ممدوح کی یادگار کے جو شایاں ہے اُسکے مطابق اُسکی آراستگی، درستی اور صفائی میں کوشش کرینگے اور برابر کرتے رہیں گے۔"

اس کے بعد کرنیل ایبٹ صاحب کمشنر لکھنؤ نے کہا کہ:۔

"آپ کو علم ہے کہ حضور لارڈ کیننگ وائسرائے و گورنر جنرل نے عموماً تمام ہندوستان اور خصوصاً اس ملک اودھ پر کس قدر فیاضی، رحمدلی اور اپنی نظر عنایت کو مرعی رکھا۔ لارڈ صاحب ممدوح کے انتقال سے تمام ملک کو بہت صدمہ ہوا۔ اور یقین ہے آپ کو بھی اس حادثہ جانکاہ سے بہت رنج ہوا ہوگا۔ اُنکے احسانات ایسے ہیں کہ آپ اور آپ کی اولاد اُسے یاد کرکے ہمیشہ شکرگزار رہیں گے۔ خصوصاً اس یادگار کو دیکھکر جو لارڈ صاحب نے آپ کو عطا کی ہے اُس میں آپ لوگ رہیں اور اسے خوب آراستہ کریں۔ قیصر باغ بارہ دری عام نشست کے لیئے ہے۔ اس میں ہمیشہ آپ اپنی انجمن کے جلسے کیا کریں۔ تاکہ آپ کی انجمن کو روز بروز ترقی حاصل ہو۔ یہ انجمن ملک کی بہبود کے لیئے نہایت مفید ہے اور ہر عاقل اور دور اندیش نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور ہم لوگوں کو اس انجمن کے

قائم ہونے سے نہایت تقویت ہے۔ جہاں تک ممکن ہے آپ اس انجمن کی ترقی میں ساعی رہیں کیونکہ اس سے روز بروز آپ کی بہتری اور بہبودی کی امید ہے"۔

چیف کمشنر صاحب کے واپس تشریف لے جانے کے بعد مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے تعلقداروں کو مخاطب کر کے کہا کہ :۔

"ہر ملک میں ہمیشہ سے یہ رسم جاری ہے کہ کسی دوست یا عزیز سے جدا ہوتے وقت اُسے کوئی چیز بطور یادگار دی جاتی ہے۔ اور یہی طریقہ اور رسم دوستوں اور عزیزوں میں خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ ذیز حاکم و محکوم میں بھی جاری ہے کہ رخصت کے وقت کوئی چیز حسب حیثیت از قسم کتاب، تلوار، گھڑی یا انگشتری بطور نشان یادگار دیتے ہیں۔ اور جسے وہ چیز دی جاتی ہے وہ اُسکو نشان محبت و خلوص سمجھکر اُسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور وہ چیز اُسکے خاندان میں پشتہا پشت محفوظ رکھی جاتی ہے۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جب کبھی بادشاہ وقت سے کوئی شخص خلعت پاتا تھا تو اُس کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتا تھا۔ ہمارے سب سے بڑے دوست اور مربی یعنی لارڈ کیننگ بالقابہ نے ازراہ عنایت قیصر باغ کو ہمیں بطور اپنی یادگار کے عنایت فرمایا ہے تو ہمیں بھی واجب ہے کہ ہم اسے جان سے زیادہ عزیز سمجھکر اسے محفوظ رکھیں، اور صرف محفوظ ہی نہیں بلکہ اسے ایسی زینت اور زیبائش سے آراستہ کریں جو اُسکے عطا کنندہ کی محبت، مرحمت اور شکر گزاری کے شایاں ہو"۔

اس کے بعد ۲۵ فروری ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں حسب ذیل مسودہ سند عطیہ قیصر باغ پیش ہوا۔

" ازانجاکہ نواب مستطاب نائب السلطنت گورنر جنرل بہادر سلطنت ہند نے بدربار ایوان شاہی لال بارہ دری واقع لکھنؤ بتاریخ پنجم نومبر ۱۸۶۱ء ازراہ عنایت چھتیت آراضی و مکانات و باغات قیصر باغ کی تعلقداران ہندوستانی صوبہ اودھ کو عطا فرمائی ہے۔ معہذا میں چارلس جان ونگفیلڈ چیف کمشنر صوبہ اودھ یہ سند دیتا ہوں۔

سب پر واضح ہو کہ ایوان قیصر باغ واقع شہر لکھنؤ تعدادی تیس ایکڑ ایک روڈ گیارہ پول آراضی محدود بحدود اربعہ مندرجہ نقشہ منسلکہ سند ہذا۔ تعلقداروں کو اور وارثان و جانشینان اُنکے تعلقہ کو دیا گیا۔ بشرطیکہ تعلقدار مذکور ایوان قیصر باغ و باغات و آراضی کو بخوبی درست اور مرمت کرکے قائم اور محفوظ رکھیں اور جو راستہ قیصر باغ میں جاری ہے اُسکو جاری رکھیں۔ اور جو قواعد واسطے صفائی شہر لکھنؤ کے نافذ ہوں، اُن قواعد کی پابندی کریں۔ اور کوئی تعلقدار اپنا حصہ مکانات اور دیگر حقوق متعلقہ کو کسی دوسرے شخص کے نام جو تعلقدار یا وارث تعلقہ نہ ہو منتقل نہ کرے۔

اگر تعلقداران حال یا آئندہ شرائط ہذا کی پابندی نہ کرینگے اور ایوان قیصر باغ اور اُسکے باغات کو بے مرمت کرڈالیں گے تو سرکار اُسے ضبط کرلیگی۔"

۵ دسمبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں مسئلہ تقسیم مکانات قیصر باغ پیش ہوا۔ اور حسب تجویز کمیٹی مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ اور مہاراجہ مان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ انجمن نے مکانات کی تقسیم اس طرح پر کی کہ مشرقی حصہ قیصر باغ کا تعلقداران قسمت فیض آباد کو دیا۔ جنوبی حصہ کا ایک جز کیننگ کالج کی ضرورت کے لیے محفوظ کردیا۔ اور بقیہ حصہ جنوبی قسمت بیسوارہ کے تعلقداروں کو دیا۔ اور جنوبی مغربی گوشہ کا مکان

بابو دکھنا رنجن مکرجی کو جو قسمت بسواڑہ کے ایک تعلقدار تھے دیا گیا۔ اور مغربی حصہ عمارت قسمت لکھنؤ کے تعلقداروں کو۔ اور شمالی حصہ کا ایک جزو قسمت فیض آباد کے تعلقداروں کے لیئے تجویز ہوا۔ اور رہس منزل جو شمالی حصہ میں تھی اُس میں انجمن کا دفتر رکھا گیا۔ اور شمالی حصہ کے بقیہ مکانات اس لیئے محفوظ کر دیئے گئے کہ آئندہ تعلقداروں کی درخواست پر تقسیم کیئے جائیں گے۔ اور پتھروالی بارہ دری میں جو وسط قیصر باغ میں واقع ہے وہ انجمن کے جلسوں کے لیئے تجویز ہوئی۔ اسکے علاوہ جو اور عمارتیں تھیں وہ بھی محفوظ کر دی گئیں۔ اور باغ عام استعمال کے لیئے تجویز ہوا۔

قیصر باغ کی ابتدائی اور موجودہ حالت میں بہت تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔

اُتر کی لائن۔ جس میں رہس منزل کے علاوہ۔ سیٹھ سیتارام۔ منشی فضل رسول تعلقدار جلال پور۔ راجہ صاحب نانپارہ۔ راجہ صاحب مہیوہ۔ راجہ صاحب پیاگپور۔ راجہ صاحب کٹیسر۔ غلام عباس تعلقدار رسولی۔ گرور سنگھ اور راجہ صاحب سوجپور کے مکانات تھے وہ عمارت کیننگ کالج کی تعمیر کے لیئے بالکل کھُد گئی ہے۔

پورب کی لائن میں مہاراجہ صاحب بلرام پور۔ کشن دت رام پانڈے تعلقدار سنکھا چندہ۔ وارڈس انسٹیٹیوشن (یہ مکان مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کو دیا گیا تھا) راجہ صاحب سمری۔ چندکا بخش تعلقدار مہتورہ۔ راجہ صاحب ہڑاہا اور مہاراجہ مان سنگھ کے مکانات تھے۔ اور مہاراجہ مان سنگھ کے مکان میں کیننگ کالج تھا۔

دکھن کی لائن میں۔ چودھری سرفراز احمد تعلقدار بسیحہ۔ راجہ صاحب امیٹھی۔ راجہ صاحب چنداپور۔ رانا صاحب کھجور گانوں۔ راجہ صاحب کپرہ۔ راجہ صاحب دل۔

راجہ صاحب کوری سدولی۔ راجہ صاحب کالا کانکر۔ راجہ بہادر تلوئی۔ اور بابو دکھنا رنجن مکرجی کو مکانات دیئے گئے تھے۔

پچھم کی لائن میں۔ مرزا احمد بیگ تعلقدار قطب نگر۔ شیخ انعام اللہ تعلقدار بیدپور۔ مرزا عباس بیگ تعلقدار بڑاگانوں۔ چودھری نواب علیخاں تعلقدار سلیم پور۔ تجمل حسین خاں تعلقدار بھٹوامئو۔ رائے ابہرام بلی تعلقدار دریاباد۔ چودھری حشمت علی تعلقدار سندیلہ۔ راجہ صاحب محمود آباد۔ محمد عابد و چودھری حسین بخش۔ کپتان فدا حسین۔ محمد حسین کلکٹر۔ شیخ زین العابدین تعلقدار گدیہ۔ عبد العلی اور راجہ صاحب اویل کے مکانات تھے۔

وارڈس انسٹیٹیوشن اور کیننگ کالج سے جب مکانات خالی ہوئے تو انھیں مکانات میں سے بعض اُن تعلقداروں کو دیئے گئے جنکے مکانات کیننگ کالج کی تعمیر کے لئے واپس لیئے گئے تھے۔ بعض مکانات فروخت ہوگئے اور اُنھیں دوسرے تعلقداروں نے خرید کر لیا۔ اور بعض مکانات عدم مرمت کی وجہ سے ضبط ہوکر دوسرے تعلقداروں کو دے دیئے گئے۔

غرضکہ موجودہ حالت میں قیصر باغ کے مکانات کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

پورب لائن۔ (۱) راجہ صاحب پیاگپور۔ (۲) انجمن ہند اودھ (۳) راجہ مہیشور دیال صاحب۔ (۴) مہاراجہ صاحب بلرام پور۔ (۵) بھیا جگدیش دت۔ بھیا چندر بھان دت رام و رانی جاموتی کنوز۔ تعلقداران سنگھا چندہ و رام نگر۔ (۶) ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کپور تھلہ۔ (۷) ٹھاکر جے اندر بہادر سنگھ تعلقدار مہیوہ۔ (۸) اس مکان کو چودھری نصرت علی صاحب سابق اسسٹنٹ سکرٹری انجمن نے

گورنمنٹ سے خرید کر لیا تھا اور اُنکے ورثانے اُسے رانی قمر زمانی بیگم کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اور اب یہ مکان رانی صاحبہ کے ورثا کے قبضہ میں ہے۔ (۹) سید اعزاز رسول صاحب تعلقدار جلال پور۔ (۱۰) سید ساجد حسین صاحب تعلقدار کٹواره۔

دکھن لائن۔ (۱۱) چودھری اکبر حسین تعلقدار غازی پور (۱۲) ورثائے راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقدار سرون ٹرا گانوں جواب تعلقدار نہیں ہیں (۱۳) چودھری مجتبےٰ حسین صاحب تعلقدار سُبیحہ۔ (۱۴) مہارانی صورت کنور صاحبہ تعلقدار سنگاہی۔ (۱۵) رانی صاحبہ کوروار۔ (۱۶) رانی صاحبہ رونی۔ (۱۷) راجہ صاحب منکاپور۔ (۱۸) راجہ بہادر تلوئی۔ (۱۹) لالہ پراگ نرائن صاحب تعلقدار بھجوپور۔

پچھم لائن۔ (۲۰) رانی صاحبہ بلہرہ۔ (۲۱) بابو گوکل چند صاحب۔ (۲۲) بابو یسین علی خاں صاحب تعلقدار دیو گانوں۔ (۲۳) راجہ صاحب سلیم پور۔ (۲۴) ریاست بھٹوامئو۔ (۲۵) راجہ صاحب محمود آباد۔ (۲۶) راجہ صاحب اویل۔

تنازعہ متعلق تقسیم مکان قیصر باغ

چودھری مصطفےٰ حسین صاحب تعلقدار سُبیحہ اور اُنکے بھائی چودھری فدا حسین صاحب کے درمیان قیصر باغ کے مکان کی تقسیم کے بابت جھگڑا ہوا اور عدالت تک نوبت پہونچی۔ آخرکار کمشنر صاحب لکھنؤ کی رپورٹ پر ۳۱ اگست ۱۹۰۳ء کو گورنمنٹ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ بہ حیثیت افسر خاندان چودھری مصطفےٰ حسین صاحب کو یہ مکان عطا کیا گیا۔

پھاٹک قیصر باغ

۱۴ مئی ۱۹۰۳ء کو بہ ملاحظہ رپورٹ انجینیر و کمشنر صاحب لکھنؤ گورنمنٹ نے

مفصلۂ ذیل احکام صادر فرمائے۔

(۱) قیصر باغ کے پورب اور پچھم کے پھاٹک محکمۂ تعمیرات کی نگرانی میں دے دیئے جائیں۔ اور اُنکی مرمت منجانب گورنمنٹ کرادی جائے۔ اور اگر کوئی شخص پھاٹک کے کسی حصّہ میں رہتا ہو، تو وہ حصّہ اُس سے خالی کرالیا جائے۔ کیونکہ پھاٹک کی عمارت تعلقداروں کو نہیں دی گئی تھی۔

(۲) پانی کے نکاس کے متعلق ایک تخمینہ نالیوں کی تعمیر کے لئے تیار کرایا جائے جس سے احاطۂ قیصر باغ کا پانی پورے طور سے نکل سکے۔ اور صوبہ کے فنڈ سے اسکے مصارف دیئے جائیں۔ تعلقداروں پر اسکا بار نہ ڈالا جائے۔

(۳) عمارت قیصر باغ کے بیرونی حصّہ کی سفیدی اور رنگ آمیزی میں بھی گورنمنٹ بشرط ضرورت مدد کریگی۔

(۴) عمارت کے اندرونی حصّہ کی حسب رپورٹ انجینیر صاحب اِس طرح مرمت ہونا چاہیے۔

(الف) فرش پر اور تین فٹ دیوار پر عمدہ چونہ کا پلاسٹر کرنا چاہیئے۔

(ب) لکڑی کی چھت جہاں مخدوش حالت میں ہے بجائے اُس کے جیک آرچز یعنی ڈاٹ کی چھت کردی جائے۔

(ج) دروازے، کھڑکیاں اور دوسرا لکڑی کا کام عام طور پر بدل کر نیا کردیا جائے۔ اور سب ایک قسم کے رنگ میں رنگا جائے۔

(۵) چند مکانات قابل ضبطی ہیں۔ مثلاً مکان مسماۃ فاطمۃ النسا غازی پور۔

اگر تعلقداران عمارت کو اچھی حالت میں نہ رکھیں تو اُنکے مکانات واپس لیے جائیں۔ اور وہ یا تو دوسرے تعلقداروں کو دیئے جائیں۔ یا گورنمنٹ خود اُنکی مرمت کرادے۔ اور یہ مکانات ڈپٹی کلکٹروں کی بود و باش کے لیئے استعمال کیئے جائیں۔

(۶) بعض تعلقدار اپنے مکانات دوسروں کو کرایہ پر دیتے ہیں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

(۷) اِس خیال سے کہ عمارت کا بیرونی مربع قطعہ ایک خوشنما حالت میں رہے۔ گورنمنٹ بحالت ضرورت اس کے لیئے تجویز مناسب کریگی یعنی یہ کہ عمارات کے بیرونی حصہ کی رنگائی اور نیز دروازے اور کھڑکیوں کی تیاری میں جو اخراجات ہوں اُنکا کوئی جزو صوبہ کے فنڈ سے دیا جائے۔

۸ رجون ۱۹۰۳ء کو لائف پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے کمشنر صاحب لکھنؤ کو یہ لکھا کہ "گورنمنٹ کے حکم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیصر باغ کے پورب اور پچھم کے پھاٹک عطیۂ قیصر باغ میں داخل نہیں ہیں اور اُنکی مرمت منجانب گورنمنٹ ہونا چاہیے۔ اور جو لوگ پھاٹک کے متعلقہ کمروں میں رہتے ہیں اُن سے وہ کمرے خالی کرالیئے جائیں۔ انجمن کو گورنمنٹ کے حکم میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ التماس ہے کہ تعلقداروں کے آرام و آسائش اور اُنکی عزت افزائی کے لحاظ سے گورنمنٹ نے عمارت قیصر باغ عطا فرمائی تھی اور اس وقت تک مثل دیگر حصۂ عمارت کے پھاٹک بھی انجمن کے قبضہ میں رہے۔ اور ہمیشہ اُنکی مرمت اور سفیدی انجمن کی جانب سے ہوتی رہی۔ اگر گورنمنٹ نے اُنکی مرمت اپنے ذمہ لی تو اس سے تعلقداروں کی بدنامی اور بلا ضرورت

گورنمنٹ پر صرفہ کا بار ہوگا۔ لہذا یہ بہتر ہوگا کہ حسب تجویز انجینیر صاحب انجمن ان پھاٹکوں کی مرمت اور درستی کراوے۔ اور یہ کام انجینیر صاحب کی نگرانی میں ہو۔ تاکہ اُنھیں آئندہ اعتراض کا موقع نہ رہے"۔

۱۸ر جولائی ۱۹۳۰ء کو مفصلۂ ذیل گورنمنٹ آرڈر کمشنر صاحب لکھنؤ کے نام صادر ہوا۔

(۱) چند سال کی مسلسل شکایت کی وجہ سے جو عمارت قیصر باغ کی بے مرمتی اور خراب حالت کے متعلق ہوئی تھیں گورنمنٹ کو اسکی جانب توجہ ہوئی۔ ۱۸۶۱ء میں یہ تاریخی عمارت تعلقداروں کو عطا کی گئی تھی اور منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عمارت اچھی حالت میں رکھی جائے اور اگر وہ بے مرمت ہو جائے یا اُسکی درستی کی جانب توجہ نہ کی جائے تو گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ جزاً یا کلیتاً اُسے ضبط کرلے۔

(۲) بارہا گورنمنٹ کو اس شرط کی خلاف ورزی کی وجہ سے قیصر باغ کے بعض مکانات ضبط کرنا پڑے۔ ان مکانات کے معائنہ کی رپورٹ ہر سال بذریعہ کمشنر صاحب لکھنؤ گورنمنٹ میں آتی ہے۔ اور کمشنر صاحب اسکی نقل انجمن میں اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ حسب رپورٹ انجینیر مکانات کی مرمت کرادی جائے۔ اور سال بھر کے بعد کسی قدر مرمت ہو جاتی ہے۔

(۳) شرط یہ تھی کہ مکانات عمدہ حالت میں رکھے جائیں۔ لیکن تعلقدار مکان کو صرف قابل بود و باش رکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ اور عموماً بہت کم مرمت کی جاتی ہے اور وہ بھی اُس وقت جب کمشنر صاحب کا دباؤ پڑتا ہے۔ وقتاً فوقتاً فرش

اور چھتیں مخدوش ہو جاتی ہیں اور اُنکی درستی کی ضرورت پڑتی ہے۔ گزشتہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کل مکانات کم و بیش بے مرمت ہو رہے ہیں۔ اور اگر اُن کے مالکان زیادہ توجہ نہ کریں گے تو چند ہی سال میں وہ قابل مرمّت بھی نہ رہیں گے۔ سات تعلقداروں کو حسب رپورٹ کمشنر صاحب مورخہ ۱۶ جون سنہ ۱۹۳۰ء نوٹس دیا جا چکا ہے کہ اگر چند مہینہ کے اندر اُن کے مکانات کی عمدہ طور پر مرمت نہ ہوئی تو وہ ضبط کر لیئے جائیں گے۔ اور اسکی ضرورت ہے کہ بقیہ مکانات کے لیئے بھی آئندہ کے واسطے کوئی مناسب انتظام کیا جائے۔ اور گورنمنٹ نے یہ طے کیا ہے کہ قواعد ذیل کی پابندی کی جائے۔ اور ان قواعد کی نقل جملہ اشخاص متعلقہ کے پاس اطلاعًا بھیجی جائے۔

قواعد بنا بر مرمّت و درستی مکانات قیصر باغ

(۱) قیصر باغ کے مکانات کا ہر سال انجینیر صاحب معائنہ کر کے رپورٹ کیا کریں۔

(۲) ایک پرت نقشہ اور تخمینہ مرمت کی تعلقداروں کے پاس بذریعہ کمشنر صاحب اس درخواست کے ساتھ بھیجی جایا کرے۔

(الف) ایک ہفتہ کے اندر رقم مندرجہ تخمینہ خزانہ سرکاری میں جمع کر دی جائے۔

(ب) یا تعلقدار صاحب خود میعاد مقررہ کمشنر صاحب کے اندر حسب رپورٹ انجینیر مرمت کرا دیں۔

(۳) اگر مرمت کا روپیہ جمع کر دیا جائے تو مرمت محکمہ تعمیرات کے ذریعہ سے کرا دی جائیگی۔

اور نگرانی یا عملہ کے متعلق کوئی فیس نہ لی جائے۔

(۴) اگر روپیہ جمع نہ کیا جائے اور میعاد معینہ کے اندر قابل اطمینان کمشنر صاحب تعلقدار نے مرمت نہ کرائی تو اُسکی رپورٹ گورنمنٹ میں بھیجی جائے۔ اور تعلقدار کو نوٹس دیا جائے کہ وہ اُسکی بابت وجوہات پیش کرے کہ اُس کا مکان کیوں ضبط نہ کیا جائے۔

(۵) اگر کوئی کافی وجہ نہ پائی جائے تو وہ مکان ضبط کر لیا جائے۔

احکام متعلق ضبطی مکانات

۲۰ر فروری ۱۹۰۴ء کو کمشنر صاحب لکھنؤ نے گورنمنٹ میں یہ رپورٹ کی کہ قیصر باغ میں جو مکان سیٹھ سیتارام صاحب کو عطا ہوا تھا۔ اُس میں ایک پریس "ودیا ونود پریس" کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ یہ مکان اگر بطور قیامگاہ استعمال نہ کیا جائے تو اُسے ضبط کر کے حسب تجویز انجمن کسی دوسرے تعلقدار کو دیدینا چاہیے۔ گورنمنٹ نے اس رپورٹ پر یہ حکم دیا کہ بہتر ہے یہ مکان ضبط کر کے حسب سفارش انجمن کیننگ کالج کے بورڈنگ ہوس کے لیئے دیدیا جائے۔

علاوہ اسکے مفصلہ ذیل مکانات کی ضبطی کا حکم بھی گورنمنٹ نے دے دیا تھا۔ کیونکہ باوجود تاکید مالکان نے ان کی مرمت نہیں کرائی تھی۔ اور علاوہ بے مرمتی مکانات کے یہ بھی شکایت تھی کہ مالکان مکان اس میں خود نہیں رہتے ہیں۔ بلکہ خلاف قاعدہ یہ مکانات کرایہ پر دے دیئے گئے ہیں۔

(۱) مکان چودھری مصطفےٰ حسین صاحب تعلقدار سُبیحہ۔ (۲) مکان راجہ

پرتاب بہادر سنگھ صاحب تعلقدار قلعہ پرتاب گڈھ۔ (۳) مکان کنور درگا پرشاد صاحب تعلقدار سرون ٹڑا گاؤں۔ (۴) مکان بابو بھوبھن رنجن مکرجی تعلقدار شنکر پور۔

جب انجمن کو ان مکانات کی ضبطی کا حال معلوم ہوا۔ تو گورنمنٹ میں تحریک کی گئی اور حسب سفارش انجمن یہ مکان ضبطی سے محفوظ رہے۔

۲ر نومبر ۱۸۷۷ء کے جلسہ میں سیٹھ جے دیال صاحب کا خط پیش ہو کر یہ تجویز ہوا تھا کہ سیٹھ سیتارام صاحب کی زندگی میں انکا مکان واقع قیصر باغ بے مرمتی کی وجہ سے گورنمنٹ نے ضبط کر لیا تھا اور بعد ضبطی اس مکان کو گورنمنٹ نے انجمن کو دے دیا تھا۔ انجمن نے اس مکان کی مرمت کرائی۔ اور اب یہ انجمن کے قبضہ میں ہے۔ اور سیٹھ صاحب اس مسئلہ کو آئندہ جلسہ عام میں پیش کر سکتے ہیں۔

۲۴ر جنوری ۱۸۷۸ء کے جلسہ عام میں یہ مسئلہ بذریعہ تحریر سیٹھ جے دیال صاحب پھر پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ سیٹھ صاحب کو مکان اس شرط پر واپس دیا جائے کہ وہ انجمن کو اس قدر روپیہ دے دیں جو اس مکان کی مرمت میں صرف ہوا ہے۔ اور ایک اقرار نامہ لکھدیں کہ آئندہ گورنمنٹ کی ہدایت کے بموجب وہ اس مکان کو عمدہ حالت میں رکھینگے۔ غرضنکہ سیٹھ جے دیال صاحب کی درخواست پر وہ مکان انکے حوالہ کر دیا گیا۔ اور انجمن کے بیل وغیرہ جو اس مکان میں رہتے تھے وہ اُلٹی کوٹھی کے تہ خانہ میں منتقل کر دیئے گئے۔

ریاست ہرا ہا کے مکان کو بھی گورنمنٹ نے بے مرمت ہونے کی وجہ سے ضبط کر لیا تھا۔ اور انجمن نے گورنمنٹ سے اس مکان کو لیکر ڈپٹی کمشنر صاحب لکھنؤ کے ذریعے سے دس ہزار دو سو بتیس روپیہ صرف کر کے اس مکان کی مرمت کرا دی۔ اور جب راجہ صاحب

ہز ہائی نس نے انجمن کا روپیہ جیسا کہ طے ہوا تھا نہیں دیا۔ تو جملہ تعلقدار صاحبان کو اس کی اطلاع دی گئی کہ جن صاحب کو ضرورت ہو بعد ادائے زرِ مرمت یہ مکان خرید سکتے ہیں۔ غرضکہ مکان مذکور بعوض بارہ ہزار روپیہ راجہ کاظم حسین خاں صاحب تعلقدار پلہرہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا گیا۔ اور ۱۰ نومبر ۱۹۰۸ء کو دستاویز بیعنامہ کا تکملہ ہو گیا۔

قیصر باغ کی سڑکیں

۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورنمنٹ نے کمشنر صاحب لکھنؤ کو یہ حکم بھیجا کہ چونکہ قیصر باغ میں نالیوں کی تعمیر کا کام ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ مناسب ہے کہ آئندہ قیصر باغ کی سڑکیں اس خیال سے کہ وہ عمدہ حالت میں رہیں محکمۂ تعمیرات کی نگرانی و اہتمام میں دے دی جائیں۔ دو خاص سڑکیں جو ایک دوسرے کو تقاطع کرتی ہیں فی الحال میونسپلٹی کے زیر اہتمام ہیں۔ ان کے علاوہ جو سڑکیں ہیں وہ انجمن کے تحت میں سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر کی یہ رائے ہے کہ چونکہ قیصر باغ گورنمنٹ کی جائداد ہے اور وہ تعلقداروں کو چند شرائط پر دیا گیا ہے۔ اِس لیے میونسپلٹی کو وہاں کی سڑکوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو کمشنر صاحب نے مذکورۂ بالا گورنمنٹ آرڈر کی نقل بطلب رائے انجمن میں بھیجی۔ اور ۷ اپریل ۱۹۰۵ء کو انجمن سے یہ جواب بھیجا گیا کہ :۔

"انجمن کو اس میں کوئی عذر نہیں ہے کہ قیصر باغ کی سڑکیں صیغۂ تعمیرات کی نگرانی و اہتمام میں دے دی جائیں۔ اسکے بعد ۵ مئی ۱۹۰۶ء کو انجمن سے یہ تحریک ہوئی کہ قیصر باغ کی بقیہ سڑکیں بھی صیغۂ تعمیرات کے سپرد کر دی جائیں۔" اس کے

جواب میں ۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۶ء کو کمشنر صاحب لکھنؤ نے یہ اطلاع دی کہ ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر انجمن کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ قیصر باغ کی بقیہ سڑکیں جن کی تعمیر و درستی اس وقت صیغۂ تعمیر کے ذمہ نہیں ہے اُنکی درستی اور تعمیر کا انتظام بھی آئندہ محکمۂ مذکورہ کے اہتمام میں منتقل کر دیا جائے۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے اُنکی تعمیر و درستی ہوا کرے۔

تخلیہ کمرہائے پھاٹک قیصر باغ

۱۷ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو ڈسٹرکٹ انجینیر صاحب لکھنؤ کی ایک تحریر موصول ہوئی کہ قیصر باغ کے پورب اور پچھم کے پھاٹکوں کے متعلق جو کمرے ہیں وہ خالی کرا دیئے جائیں اور حسب ہدایت آرچیالاجیکل سرویر ہندوستان اُنکے دروازے اور کھڑکیاں نکلوا دی جائیں۔ تاکہ ہر وقت وہ کھلے رہیں اور سیاح لوگ عمارت کو اوپر نیچے سے بلا روک ٹوک دیکھ سکیں۔

چونکہ تعلقدار صاحبان پھاٹکوں کے کمرے خالی کرنے پر راضی نہیں ہوئے اور پھاٹکوں کے کمروں پر سیاحوں کے جانے میں اُنکے ملحقہ مکانات میں پردہ نشین مستورات کی بے پردگی کا اندیشہ سمجھا گیا۔ اِس لئے انجینیر صاحب کو یہی جواب لکھدیا گیا۔ اُسکے بعد کمروں کے خالی کرنے کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہوئی۔

مکان چودھری اکبر حسین صاحب تعلقدار غازیپور

چودھری اکبر حسین صاحب تعلقدار غازیپور ضلع لکھنؤ نے ایک عرضداشت بتوسط پریسیڈنٹ صاحب انجمن، صاحب سکریٹری گورنمنٹ، و چیرمین امپروومنٹ ٹرسٹ

کے پاس بھیجی تھی کہ اُن کے مکان کے سامنے حسب تجویز امپروف منٹ ٹرسٹ کوئی مکان نہ بنایا جائے۔ ۲۲ رجون ۱۹۲۴ء کو عرضداشت مذکورۂ بالا پریسیڈنٹ صاحب انجمن کی سفارش کے ساتھ گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ جسکے جواب میں ۲۸ رجون ۱۹۲۴ء کو چیرمین امپروف منٹ ٹرسٹ نے ٹرسٹ کمیٹی کے رزولیوشن کی نقل پریسیڈنٹ صاحب انجمن کے نام بھیجی۔ جس کا یہ منشار تھا کہ چونکہ قیصر باغ کے چوراہہ پر تین بلاک تعمیر ہو چکے ہیں اور چوتھا بلاک عنقریب تعمیر ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ تعمیر نہ ہوا تو چوراہہ کی خوبصورتی جاتی رہیگی۔ اور اسی وجہ سے ٹرسٹ چودھری اکبر حسین صاحب کی درخواست منظور نہیں کر سکتا۔ ٹرسٹ کی رائے میں مجوزہ اسکیم سے چودھری صاحب کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور آراضی جس پر بلاک تعمیر ہونے والا ہے اور جو ان کے مکان کے سامنے ہے وہ نزول کی آراضی ہے۔ اسکے بعد مزید کارروائی منجانب امپروف منٹ ٹرسٹ نہیں ہوئی۔

نیلام مکانات قیصر باغ بعلت اجرائے ڈگری

۱۱ر نومبر ۱۹۳۰ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ مکان مقبوضہ چودھری خصلت حسین صاحب واقع قیصر باغ کسی اجرائے ڈگری کی علت میں نیلام ہو گیا ہے۔ ان مکانات میں جب گورنمنٹ کی حقیت بھی قائم ہے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عدالت دیوانی سے ایسی کارروائی کیوں ہوئی۔ ممکن ہے کہ ڈگریداروں نے عدالت کو دھوکا دیا ہو۔ لہٰذا اس معاملہ کو باضابطہ گورنمنٹ میں پیش کرنا چاہیئے کہ عدالتوں کو بذریعۂ خاص ہدایت کے یہ اطلاع دی جائے اور شرائط سند عطیہ مکانات قیصر باغ سے انھیں آگاہ کر دیا جائے۔ کیونکہ

اُس چیز کا نیلام جس میں کسی کو ملکیت کامل حاصل نہ ہو، نہیں ہو سکتا۔

(مکان ریاست بھٹوامئو)

ستمبر ۱۹۰۷ء میں ریاست بھٹوامئو کا مکان واقع قیصر باغ بعلت اجرائے ڈگری نیلام ہو گیا تھا۔ چنانچہ اِس کارروائی کو خلاف تحفظ حقوق تعلقداری سمجھ کر انجمن کی جانب سے عذرداری کی گئی۔ لیکن عدالت ابتدائی کی کارروائی کے متعلق چونکہ انجمن کو کوئی اطلاع نہیں تھی۔ اور انجمن کوئی فریق نہ تھی۔ اِس لئے عذرداری خارج ہو گئی۔ لیکن انجمن نے فوراً از نیلام تعلقدار صاحب بھٹوامئو کے ذریعہ سے داخل کرا دیا۔ اور اس مقدمہ کی اطلاع بذریعہ کمشنر صاحب لکھنؤ گورنمنٹ میں کی گئی۔ اور گورنمنٹ نے بعد مشورہ مشیر قانونی یہ طے کیا کہ بموجب دفعہ (۲۶۶) ضابطہ دیوانی و بموجب دفعہ (۳) ایکٹ ۱۴؍ ۱۸۹۵ء مکانات قیصر باغ جو عطیہ شاہی ہیں قرق اور نیلام نہیں ہو سکتے اور آئندہ اگر کوئی ایسا موقع پیش آئے تو گورنمنٹ کو فوراً اطلاع دی جائے۔

(مکان ریاست بھلول)

۱۱؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو یہ دریافت کر کے کہ چودھری شفیق الزماں صاحب کا مکان واقع قیصر باغ بعلت اجرائے ڈگری نیلام ہو گیا ہے۔ کمشنر صاحب لکھنؤ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور صاحب ممدوح نے فوراً وکیل سرکار کو عدالت میں حاضر ہو کر عذرداری کرنے کی ہدایت کی۔ وکیل سرکار کو عدالت میں جا کر یہ معلوم ہوا کہ مکان نیلام ہو گیا۔ اور ۱۴؍ فروری ۱۹۱۴ء کو عدالت نے نیلام منظور بھی کر لیا۔ اور اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ دعویٰ استقرار حق کا دائر کیا جائے۔ اور کمشنر صاحب نے

بھی اس سے اتفاق کیا کہ دعویٰ استقراریہ دائر کیا جائے۔ اور کل واقعات کی ایک رپورٹ گورنمنٹ میں بھیجی۔

چونکہ استقراریہ دعوی دائر کرنے میں بہت طوالت تھی۔ لہذا شیخ شاہ حسین صاحب آنریری جوائنٹ سکریٹری انجمن نے ڈسٹرکٹ جج صاحب لکھنؤ سے اسکے متعلق عرض کیا۔ اور ڈسٹرکٹ جج صاحب نے سب جج صاحب کو نیلام منسوخ کرنے کی اس بنا پر ہدایت کی کہ مکانات قیصر باغ شاہی عطیہ ہونے کی حیثیت سے بعلت اجرائے ڈگری نیلام نہیں ہو سکتے۔ اور بموجب شرائط سند سوائے تعلقدار کے اور کوئی اس مکان کو نہیں لے سکتا۔ لہذا خریدار نیلام کو طلب کرکے زر نیلام اُسے واپس کر دیا جائے۔

اس کارروائی کے بعد خریدار نیلام نے یہ درخواست دی کہ اُس نے دراصل یہ مکان لالہ للت بہاری لال تعلقدار بھجوپور کے لئے خرید کیا ہے۔ اور لالہ للت بہاری لال صاحب نے عدالت میں حاضر ہوکر اس بیان کی تصدیق کی۔ سب جج صاحب نے لالہ للت بہاری لال صاحب کا بیان لینے کے بعد ڈسٹرکٹ جج کو لکھا کہ نیلام منسوخ نہ ہونا چاہیے۔ اس پر ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں شیخ شاہ حسین صاحب نے یہ عذر کیا کہ لالہ للت بہاری لال صاحب خود تعلقدار نہیں ہیں۔ بلکہ تعلقدار کے عزیز ہیں۔ اور یہ مکان ہرگز اُنکے لئے نہیں خرید کیا گیا۔ غرضکہ ڈسٹرکٹ جج صاحب نے نیلام کی منسوخی اور زر نیلام کی واپسی کا حکم دے دیا۔ اس فیصلہ کا اپیل عدالت جوڈیشل میں ہوا اور وہاں سے بھی خارج ہو گیا۔

اس درمیان میں گورنمنٹ نے کمشنر صاحب کی رپورٹ پر یہ حکم دیا کہ اگر خریدار

نیلام کا اس وقت تک مکان پر قبضہ نہیں ہوا ہے۔ تو ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کو فوراً مکان پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ چنانچہ بموجب حکم گورنمنٹ ڈپٹی کمشنر صاحب نے مکان پر قبضہ کر لیا۔ اور اسکی کنجی دفتر انجمن میں بھیج دی۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۱۵ء کو یہ مسل اگزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہوئی۔ اور یہ تجویز ہوا کہ شیخ شاہد حسین صاحب کا اُس کوشش کے لئے جو انھوں نے اس مقدمہ میں کی ہے شکریہ ادا کیا جائے۔ اور مکان کسی تعلقدار کے ہاتھ جو زیادہ سے زیادہ قیمت دے فروخت کیا جائے۔ اور قیمت مکان جیسا کہ گورنمنٹ سے سفارش کی گئی ہے چودھری شرف الزمان کے تعلیمی مصارف کے لئے کسی بنک میں جمع کر دی جائے اور تعلقداروں کو فروخت مکان کی اطلاع دی جائے۔ تعلقدار صاحبان کو اس کی اطلاع دی گئی اور جب عرصہ تک کوئی درخواست خریداری مکان مذکور نہیں آئی تو حسب سفارش کمشنر صاحب لکھنؤ وہ مکان بعوض دس ہزار روپیہ راجہ موتی چند صاحب کے ہاتھ فروخت کر ڈالا گیا۔ راجہ موتی چند صاحب انجمن کے اڈیشنل ممبر تھے۔ اور مبلغان مذکورہ جیسا کہ طے ہوا تھا چودھری شرف الزماں کی تعلیم کے لئے جمع کر دیا گیا۔

آراستگی قیصر باغ

۲۶ر مارچ ۱۹۱۵ء کو آنریری لائف سکریٹری انجمن نے ایک یادداشت جاری کی تھی کہ "بارہ دری کے اُتر جانب لان میں سر ہارکورٹ بٹلر کا اسٹیچو نصب کیا گیا ہے اور اُسکے چہار جانب نہایت عمدہ اور مضبوط لوہے کا جنگلہ اسٹیچو فنڈ سے لگا دیا گیا ہے اسے دیکھتے ہوئے اب اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ بارہ دری کے دکھن جانب لان میں

بھی انجمن کی جانب سے جنگلہ آہنی لگایا جائے۔ تاکہ قیصر باغ کے دو بڑے لان جن میں اکثر پارٹیاں ہوا کرتی ہیں محصور ہو کر ہمیشہ اچھی حالت میں رکھے جا سکیں۔ اور انجمن کا روپیہ جو اس وقت صرف ہو رہا ہے بیکار نہ جائے۔

یادداشت مذکورۂ بالا ۱۵ ارمئی ۱۹۲۶ء کو جلسۂ اکزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہو کر تجویز ہوا کہ فی الحال دس ہزار روپیہ جنگلہ آہنی کے لیے منظور کیا جاتا ہے۔ کام شروع کیا جائے۔

اسکے بعد حسب تجویز پریسیڈنٹ صاحب شہر کے مختلف کارخانوں اور ٹھیکہ داروں سے تخمینے طلب کیے گئے۔ اور پریسیڈنٹ صاحب نے بعد ملاحظہ جملہ تخمینہ جات دس ہزار تین سو چار اسی روپیہ کے تخمینہ کو جو سب سے کم تھا منظور کیا اور کام شروع ہو گیا۔ جنگلہ کا کام ختم ہو جانے کے بعد یہ تحریک ہوئی کہ اس لان میں جو ایک خوبصورت سنگ مرمر کی برجی ہے اسکے ہر چہار جانب سبز پتھر کے زینے اور سرخی کی سڑکیں بنوا دی جائیں تاکہ لان کی زینت ہو جائے۔ چنانچہ زینہ اور سڑک کی تیاری کے لیے دو ہزار ایک سو پانچ روپیہ کا تخمینہ منظور ہوا۔ اور بموجب نقشہ زینہ اور سڑکیں بنوا دی گئیں۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۲۶ء کے جلسہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں راجہ صاحب سلیم پور کی ایک تحریر پیش ہوئی کہ دو قطعہ لان جو اُن کے مکان کے سامنے ہیں انھیں اس غرض سے دے دیئے جائیں کہ وہ اُن میں لوہے کا جنگلہ اپنے صرف سے لگا کر محفوظ کر لیں۔ اور آئندہ اُنھیں اچھی حالت میں رکھنے کے وہ ذمہ دار رہیں گے۔ لان انجمن کی ملکیت میں رہینگے۔ اور بوقت ضرورت انجمن اُنھیں استعمال کر سکتی ہے۔

بعد ملاحظہ تحریر مذکورہ بالا یہ تجویز ہوا کہ :۔

جس حالت میں لان انجمن کی ملکیت میں رہیں گے اُنھیں راجہ صاحب سلیم پور کی سپردگی میں دینے سے ظاہراً کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ لہذا پریسیڈنٹ صاحب انجمن راجہ صاحب سلیم پور سے ایک اقرار نامہ لکھوا کر جن شرائط پر مناسب سمجھیں دونوں لان اُنھیں دیدیں۔

اسکے بعد مسودہ اقرار نامہ تیار ہوا جسے پریسیڈنٹ صاحب انجمن اور راجہ صاحب سلیم پور نے منظور کرلیا اور اُسکی نقل راجہ صاحب سلیم پور کے پاس اس غرض سے بھیج دی گئی کہ وہ اسکی رجسٹری کرادیں۔ اور لانوں کی درستی کا انتظام شروع کریں۔ غرضکہ بموجب شرائط اقرار نامہ راجہ صاحب سلیم پور نے اپنے مکان کے سامنے لانوں میں لوہے کا جنگلہ لگا کر اُنھیں درست کرادیا۔ جواب اچھی حالت میں ہیں۔

تقرری و موقوفی چوکیدارانِ دیہی

عہد شاہی میں چوکیداران دیہ زمینداروں کے ملازم تھے لیکن جب اودھ سلطنت برطانیہ کے زیر حکومت آیا تو یہ دستور قدیم موقوف کردیا گیا۔ اور چوکیدار سرکاری ملازم ہوئے لیکن اُنکی تنخواہ کے لیئے زمینداروں پر ٹکس لگایا گیا۔ انجمن سے اسکے متعلق عذرداری کی گئی۔ اور یکم نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب نے یہ اطلاع دی کہ سر چارلس ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر نے تعلقداروں کی عذرداری پر یہ حکم دیا ہے کہ چوکیداروں کی تقرری، موقوفی اور تعین تنخواہ کا اختیار حسب دستور قدیم

زمینداروں کو رہیگا۔ اوراسکے متعلق سرکلر جاری ہوگیا ہے۔ اور چونکہ اس بات کی شکایت ہے کہ چوکیداروں کو وقت پر تنخواہ نہیں ملتی ہے۔ لہذا صاحب ممدوح نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ ہر چوکیدار کو بعوض تنخواہ پانچ بیگھہ آراضی بطور معافی کے دیدی جائے۔

۲۵ر فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ افسران ضلع کی رپورٹ سے چیف کمشنر صاحب کو یہ معلوم ہوا ہے کہ چوکیداروں کو کافی تنخواہ نہیں ملتی ہے اس لئے صاحب ممدوح یہ قرین مصلحت سمجھتے ہیں کہ چوکیداروں کی تقرری اور موقوفی کا اختیار وہ محکمۂ پولیس کو عطا فرمائیں۔ اور تعلقداروں اور زمینداروں سے ۶ فی صدی اُنکی مالگذاری پر بطور چوکیداری ٹیکس کے وصول کیا جائے۔

۲ر مارچ ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں اس مسئلہ پر پھر غور ہوا۔ اور مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے کہا کہ :۔

"تعلقداروں کے یہاں سے جو نقشہ جات آئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم لوگوں میں سے ایک متنفس کو بھی چوکیداروں کی واجبی تنخواہ دینے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اور تعلقداروں نے چوکیداروں کو جو تنخواہیں دی ہیں اُسکی رسیدیں اُن کے پاس موجود ہیں۔ شکایت جو اُس کے متعلق ہوئی ہے اُسکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حکام ضلع نے اپنی رپوٹوں میں تعلقدار اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اگر کامل طور پر اُسکی جانچ کی جاتی تو یہ بخوبی واضح ہوجاتا کہ جن مواضعات کے چوکیداروں کو اُنکی واجبی تنخواہ نہیں ملی ہے وہ مواضعات مقبوضہ پٹی داران، شرکائے زمینداران وپختہ داران ہیں۔ تعلقداروں کا اُن سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ اوران پرناد ہندی تنخواہ کاالزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اگرکسی تعلقہ میں بوجہ غفلت تعلقدار، یا بوجہ تنازع فیمابین تعلقدار و پختہ داران چوکیداروں کو پوری تنخواہ نہیں ملی ہے تو یہ بعید از انصاف ہوگا کہ جملہ تعلقداران اس اختیار سے محروم کردیئے جائیں۔

جن وجوہ سے گورنمنٹ نے ہمیں یہ اختیار دیا تھا۔ وہ سرکلرات متعلق انتظام چوکیداری میں درج ہیں اوراُن میں یہ صاف صاف لکھا ہے کہ چوکیدار گانوٗں کا ملازم ہے اور کسی قانون مروجہ کی بموجب گورنمنٹ مجاز نہیں ہے کہ آقا اور نوکر کے درمیان اُنکی تنخواہ وغیرہ کے متعلق کوئی مداخلت کرے۔ چوکیدار جب عدالت میں دعویٰ کرکے اپنا حق ثابت کرے تب بلاشک حاکم تنخواہ دلاسکتا ہے۔

اضلاع آئینی مثلاً گورکھپور و اعظم گڈھ وغیرہ میں افسران پولیس کو یہ اختیار نہیں ہے غالباً ملازمان ماتحت محکمۂ پولیس اس شکایت کے بانی ہیں۔ ان لوگوں کو چوکیداروں کی تنخواہ میں سے سوم یا چہارم حصہ بطور دستوری کے ملتا تھا۔ اگر گورنمنٹ اسکی جانچ کریگی تو معلوم ہوجائیگا کہ اگر تعلقداروں سے یہ اختیار نکال کر ملازمان پولیس کے سپرد کیا جائیگا تو اس سے چوکیداروں کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ بلکہ ماتحت ملازمان پولیس اس سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور اس امر واقعی کو ہم ثابت کرسکتے ہیں۔

بعض حکام کی یہ رائے ہے کہ چونکہ چوکیداروں کا بندوبست معقول نہیں ہے۔ اس لیئے چوری زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سال گزشتہ میں بمقابلہ سال پیوستہ کے زیادہ چوری ہوئی۔ یہ خیال غلط ہے۔ برخلاف اس کے ہم یہ ثابت کردیں گے کہ گزشتہ

عملداری میں جب تعلقداروں کو یہ اختیار حاصل تھا تو اُن کے علاقوں میں چوری کم ہوتی تھی۔ اور مطابق قوانین مجاریہ حال کے حکام کا اختیار اس قدر کم ہو گیا ہے کہ چوری کی سُراغ رسانی اور سزا میں نقص واقع ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ یہی ہے جس سے جرائم کا معقول انسداد نہیں ہوتا۔

جب سے تعلقداروں کو یہ اختیار حاصل ہوا ہے۔ پولیس والے ہر واردات کی رپورٹ درج کر دیتے ہیں۔ لیکن جب خود انھیں یہ اختیار حاصل تھا۔ تب وہ بیشتر واردات وجرائم کی اطلاع نہیں کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اب چوری کی واردات زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ درحقیقت چوری زیادہ نہیں ہوتی ہے بلکہ جو چوری ہوتی ہے اُس کا اخفا اب نہیں ہوتا۔

یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ تعلقداروں کو جب سے یہ اختیار حاصل ہوا ہے اُس وقت سے قلیل مدت میں انسداد دختر کُشی کس قدر ہوا ہے۔ انجمن کے قواعد کے مطابق جو واردات ہوتی ہیں چوکیدار فوراً اس کی اطلاع تعلقدار کو کر دیتے ہیں۔ اگر یہ اختیار تعلقداروں سے نکال لیا جائیگا تو جو لوگ اس جرم قبیح کی جانب مائل ہیں۔ اور محض تعلقداروں کے رعب اور خوف کی وجہ سے اس جرم کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ وہ پھر حسب عادت قدیم اُسکی جانب رجوع کریں۔ اُس وقت گورنمنٹ و نیز ممبران انجمن سے اسکا تدارک دشوار ہو جائیگا۔

جملہ حاضرین جلسہ نے سر مہاراجہ صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ اس کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلائی جائے۔ چوکیداروں کی تقرری اور موقوفی کا

اختیار حسب دستور قدیم زمینداروں کے ہاتھ میں رہنا چاہیے چنانچہ حسب تجویز مذکورہ بالا گورنمنٹ کو بذریعہ مراسلت توجہ دلائی گئی۔ لیکن یہ معلوم ہوا کہ دربارۂ عدم وصول تنخواہ چوکیداران چیف کمشنر صاحب سے مکرر شکایت کی گئی۔ اور دریافت سے شکایت کا یہ سبب معلوم ہوا کہ جس وقت انتظام چوکیداران بموجب سرکلر چیف کمشنر صاحب تعلقداران کے سپرد ہوا تھا تو تعلقداروں نے بعوض تنخواہ اُنھیں آراضی دیدی تھی لیکن مواضعات خام تحصیل میں اسکے متعلق کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اور چوکیداروں کو اراضی بلا لگان مل گئی۔ لیکن مواضعات پختہ داری میں چوکیداروں کو آراضی جو اُسے دی گئی تھی اُسپر دخل نہیں ملا۔ اور پختہ داروں نے اُس کا لگان بھی وصول کرلیا۔ اور تعلقدار اس وجہ سے کہ اُس وقت تک پختہ داری کا تصفیہ نہیں ہوا تھا۔ اور کمی وبیشی جمع کا اُنھیں اختیار نہیں تھا وہ چوکیداروں کو اپنے پاس سے تنخواہ دینے میں گریز کرتے تھے۔ کیونکہ ماتحت داران قانوناً چوکیدار کی تنخواہ کی ادائی کے ذمہ دار تھے۔ لیکن یہ دشواری صرف اس وقت تک تھی جب تک کہ بندوبست سے دیہات پختہ داری کا تصفیہ نہیں ہوا تھا۔ اب چونکہ حق اعلیٰ کا تصفیہ بہت کم باقی رہ گیا ہے۔ اس لیے یقین ہے کہ آئندہ کوئی دشواری پیش نہ آئیگی۔

اس کے متعلق ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں مالکان آراضی بموجب قانون اپنے علاقوں کے وقوعہ واردات کی اطلاع دہی ونیز اخفائے واردات کے لیے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہیں تو انصاف کا مقتضے یہ ہے کہ جو ملازمان نگرانی واطلاع دہی وقوعہ واردات کے متعلق ہیں وہ مالکان آراضی کے

اختیار میں رکھے جائیں۔ ورنہ کوئی دوسری صورت نہیں ہے کہ مالکان آراضی اسکی بخوبی نگرانی و خبرگیری کرسکیں۔ بہرحال چوکیداروں کی موقوفی اور بحالی مالکان آراضی کی شکایت اور سفارش پر ہونا چاہیے۔

۵ ار دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ چوکیداروں کے متعلق جو اختیارات ہم لوگوں سے لے لئے گئے ہیں اُس سے کمال ہرج و نقصان تعلقدارون کا ہے۔ لہٰذا وائس پریسیڈنٹ انجمن کو خاص طور پر اس میں پھر کوشش کرنا چاہیے۔

۲ ر اپریل ۱۸۹۴ء کو مسودۂ قانون متعلق سس چوکیداری کے بابت انجمن سے عذرداری کی گئی لیکن ۱ ر اگست ۱۸۹۴ء کو یہ قانون کونسل میں پاس ہوگیا۔

واپسی مواضعات رہنی شامل سندِ علاقہ

۷ ر نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسۂ انجمن میں راجہ فرزند علی خاں صاحب تعلقدار جہانگیرآباد نے یہ تحریک کی کہ ۱۲۶۲ فصلی سے پہلے اکثر مواضعات جو تعلقدارون کے علاقے میں شامل تھے اُنھیں ناظم صاحب نے ناانصافی سے علیحدہ کرکے مقدم مواضعات کے قبضہ میں بطور ٹھیکہ مستاجری دیدیئے تھے۔ ۱۲۶۵ فصلی میں جب غدر کے بعد تسلط ہوا تو گورنمنٹ نے اس صوبہ کا سرسری بندوبست کیا۔ اور غلطی سے اُنھیں مستاجری ٹھیکوں کو اکثر مقامات پر قائم رکھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اُن تعلقداروں کو واپس دیئے جائیں جنکے علاقے میں وہ شامل تھے۔ حالانکہ گورنمنٹ کا یہ منشا ہے کہ ہر تعلقدار کو اُن مواضعات پر قبضہ دیا جائے جو سابق بادشاہ اودھ کے عہد میں اُس کے قبضہ میں تھے۔ لہٰذا اس

مسئلہ کو گورنمنٹ کے حضور میں پیش کر کے اُسکی دادرسی کی درخواست کرنا چاہیئے۔
تجویز مذکورۂ بالا بالاتفاق منظور ہوئی۔
اس کے بعد ۹ رنومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ گورنمنٹ کو جو تحریر اسکے متعلق بھیجی جائے اُس میں اُن مواضعات کے متعلق نہ لکھا جائے جنھیں گورنمنٹ نے بذریعہ سند کسی تعلقدار کو دے دیا ہے۔ یا جو مالکان کی بغاوت کی وجہ سے ضبط کر لیئے گئے ہیں۔
۹ رمارچ ۱۸۶۲ء کے جلسۂ کمیٹی میں پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ آپ لوگوں کی خواہش کے بموجب گورنمنٹ سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ جو مواضعات ۱۲۶۲ فصلی یا اُس سے قبل جس تعلقہ کے متعلق تھے اور بوجہ غیر حاضری اُنکے مالکوں کے اُنکا بندوبست سرسری غیر اشخاص کے ساتھ تین سال کے لیئے ہو گیا ہے۔ وہ مواضعات پھر اصل مالک کو واپس دیئے جائیں۔ اور نیز وہ مواضعات جو عہد شاہی میں عاملان اور چکلہ داران کی مداخلت بیجا سے تعلقداروں کے قبضہ سے نکل گئے ہیں سوائے اُن مواضعات کے جو تعلقداران یا دیگر قابضان کو بوجہ اُنکی کارگزاری کے سرکار سے عطا ہوئے ہیں یا جن کو بغاوت کے الزام میں گورنمنٹ نے ضبط کر کے کسی دوسرے شخص کو دے دیا ہے۔
گورنمنٹ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اسکے متعلق کوئی حکم جاری نہیں کیا جا سکتا لیکن ہر مقدمہ جو اسکے متعلق دائر ہوگا اُس کا فیصلہ واقعات اور ثبوت کے مطابق کیا جائیگا۔
بندوبست سرسری کے وقت باوجود اعلانِ معافی قصور خوف اور بے اطمینانی کے

سبب سے اکثر اصل مالکان غیر حاضر رہے۔ اور بہت لوگ دور دراز فاصلہ کی وجہ سے وقت پر نہ پہونچ سکے۔ اور نہ حکام بندوبست کے سامنے کوئی ثبوت پیش کر سکے۔

غرضکہ حسب منشائے کمیٹی یہ مسئلہ مہاراجہ مان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ اور بابو دکھنا رنجن مکرجی صاحب سکریٹری کے سپرد کیا گیا اور وہ چیف کمشنر صاحب سے بمقام فیض آباد ملے۔ چیف کمشنر صاحب نے کمشنر صاحب قسمت لکھنؤ کے نام ایک خط دیا اور یہ اطمینان دلایا کہ حسب منشائے انجمن عملدرآمد کیا جائیگا۔

اسکے بعد حسب خواہش انجمن سرکلر نمبری ۲ ۱۸۶۲ء جاری ہوا حکّام ضلع نے سرکلر مذکورہ کے معنی میں یہ تاویل کی کہ:۔

"اگر لفظ مستاجر پٹہ دار سہ سالہ کے نام کے ساتھ کاغذات بندوبست میں درج نہ ہوا ہو۔ تو ٹھیکہ فسخ کر کے علاقہ اصل مالکان کو جو بندوبست سرسری کے وقت غیر حاضر تھے نہیں دیا جا سکتا"

افسران ضلع کی اِس تاویل کی جانب انجمن سے چیف کمشنر صاحب کو پھر توجہ دلائی گئی۔ اور جناب ممدوح نے یہ حکم جاری فرمایا کہ لفظ مستاجری کے درج ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اگر مالک غیر حاضر از روے کاغذات بندوبست اپنا حق ثابت کر دے تو اسی قدر کافی ہے۔

اس کے بعد ۱۱ اگست ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور یہ تجویز کیا گیا کہ "ہم لوگوں نے بشرط تعمیل شرائط مندرجۂ دستاویز رہن نامہ انفکاک رہن مواضعات مندرجۂ سند تعلقہ داری منظور کر لیا تھا۔ مگر حکام ضلع شرائط مندرجۂ دستاویز کی

تعمیل نہیں کراتے ہیں۔ اور چونکہ چیف کمشنر صاحب اس سے قبل ایک سرکلر اسکے متعلق جاری فرما چکے ہیں ۔ لہذا اس وقت اُس سرکلر کی یاددہانی کافی ہوگی۔ وائس پریسیڈنٹ صاحب براہ مہربانی گورنمنٹ میں تحریک مناسب فرمائیں۔

فکرہن مواضعات شامل سند

مواضعات مرہونہ شامل سند کے فکرہن کا مسئلہ مئی ۱۸۶۳ء میں پیش ہو کر ملتوی ہوگیا تھا لیکن ۲۵ فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں پھر یہ پیش ہوا کہ آیا ایسے مواضعات مرہونہ کے فکرہن کا راہن کو اختیار رہے یا نہیں جو سند عطیۂ گورنمنٹ میں شامل ہو گئے ہیں۔ گو بموجب قانون و سند تعلقدار اپنے علاقوں کے مالک تھے تاہم قطع نظر اسکے انجمن نے یہ تجویز کیا کہ ایسے راہنوں کی معاش کے لئے کوئی معقول تدبیر ہونا چاہیے۔ چنانچہ چیف کمشنر صاحب سے اسکے متعلق یہ عرض کیا گیا کہ مالگذاری پر پندرہ سے بیس روپیہ تک راہنوں کو دیا جائے۔ اور اسناد بدستور مکمل سمجھی جائیں۔ چنانچہ چیف کمشنر صاحب نے اسکے متعلق تعلقداروں کی رائے دریافت فرمائی۔ اور گو سند مل جانے کے بعد کسی کو حق فکرہن مواضعات شامل سند قانوناً باقی نہیں رہتا تھا۔ تاہم حکام کی سفارش سے تعلقداروں نے مواضعات مرہونہ مندرجہ سند کے متعلق بارہ برس کی میعاد حد سماعت من ابتدائے ۱۸۴۲ء لغایت ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء قبل عملداری انگریزی قبول کرلی۔ اور بعد منظوری تعلقداران ایکٹ ۶ ۱۸۶۵ء نافذ ہوا۔

انجمن کے اخبارات

جب انجمن قائم ہوچکی تو بانیان انجمن کو اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ انجمن کی جانب سے دو اخبار انگریزی اور اُردو میں جاری ہونا چاہیے۔ چنانچہ انگریزی اخبار "اودھ گزٹ" کے نام سے جاری ہوا جس میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب نے اپنی جیب خاص سے صرف کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس اخبار کا نام "لکھنؤ ٹائمس" رکھا گیا۔ ایک انگریز اس کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اور اکثر با اثر اور قابل ترین اصحاب ہندوستان اور انگلستان کے اسکے کارسپانڈنٹ مقرر کیئے گئے جنھیں تحریر مضامین کی اجرت دی جاتی تھی۔ غرضکہ یہ اخبار عرصہ تک نہایت کامیابی سے چلتا رہا اور اس کی شہرت و اشاعت ہندوستان سے لیکر ولایت تک ہوگئی۔

اسی طرح اُردو کا اخبار "بھارت پترکا" و "انجمن اخبار" کے نام سے جاری کیا گیا۔ اور اُس نے بھی بہت ترقی کی۔ اس کی کاپیاں جملہ تعلقدار صاحبان کے پاس مفت بھیجی جاتی تھیں۔

مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب کے انتقال کے بعد ۴ر نومبر ۱۸۷۰ء کو یہ اخبارات مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن کے اہتمام و نگرانی میں دیئے گئے۔ اور ۵ر نومبر ۱۸۷۰ء کے جلسے میں یہ اخبارات منشی نولکشور صاحب کے سپرد کیئے گئے۔

چونکہ اکثر اہم معاملات متعلق تعلقداری بہت کچھ طے ہوچکے تھے۔ لہٰذا ان اخباروں کی اہمیت و ضرورت کی جانب سے کم توجہی شروع ہوئی۔ اور تعلقداروں کی

دلچسپی ان اخباروں کے ساتھ بتدریج کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ رفتارِ زمانہ کے ساتھ یہ نہ چل سکے۔ ملک میں بہت سے اخبار جاری ہوگئے اور ان کی آمدنی میں روز بروز کمی ہوتی گئی۔

۸ر مارچ ۱۹۰۱ء کے جلسہ میں مرزا عباس بیگ صاحب سکریٹری انجمن نے "لکھنؤ ٹائمس" کے ایک مضمون کی جانب جو ۵ر مارچ ۱۹۰۱ء کے اخبار میں شائع ہوا تھا، توجہ دلائی۔ چونکہ اس مضمون سے کسی قدر انجمن کی توہین ہوتی تھی لہذا اسکی بابت منشی نولکشور صاحب سے کیفیت طلب کی گئی۔

اسی کے ساتھ سکریٹری صاحب نے یہ مسئلہ بھی پیش کیا کہ جس وقت منشی نولکشور صاحب کو انجمن کے اردو مطبع کا چارج دیا گیا تھا اس وقت انھوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ ہر سال انجمن کا ایک ہزار روپیہ کی اجرت کا کام مفت چھاپا کرینگے۔ مگر کبھی اس کا چوتھائی کام بھی انھوں نے نہیں چھاپا۔ علاوہ اسکے منشی صاحب نے قیمت اخبار کے متعلق تعلقداروں پر ڈگریاں حاصل کرلی ہیں۔ غرضکہ ان واقعات کو سن کر یہ تجویز ہوا کہ سکریٹری صاحب انجمن مطبع کا ایک حساب پیش کریں جس سے یہ معلوم ہو کہ ایک ہزار روپیہ سالانہ منافع میں سے بعد مجرائی اجرت چھپائی کام متعلق انجمن اب کس قدر روپیہ منشی صاحب کے ذمہ باقی نکلتا ہے۔

اسکے بعد مطبع و اخبار "لکھنؤ ٹائمس" کا ٹھیکہ پانچ سال کے لیے تین سو روپیہ ماہواری پر مرزا عباس بیگ صاحب کو دیا گیا۔ لیکن جب انتظام قابلِ اطمینان نہ ہوسکا تو پھر اخباروں کو ٹھیکہ پر دینے کا اعلان شائع کیا گیا اور لکھنؤ ٹائمس کا ٹھیکہ چودھری

امتیاز الزماں صاحب کے نام منظور ہوا۔ اسکے بعد اخبار کا نام تبدیل کر کے "ایکسپرس" رکھا گیا۔

اُردو اخبار انجمن ہند موسوم بہ "بھارت پترکا" کے متعلق یہ تجویز ہوا کہ یہ بدستور تعلقداروں کے پاس بلاقیمت بھیجا جایا کرے۔ اور گورنمنٹ کے سرکلرات وغیرہ اس میں درج ہوا کریں۔ اور منشی چندن لال مالک مطبع اودھ پریس کو اسکا ٹھیکہ دیا جائے۔

غرضکہ مسلسل تبدیلی انتظام کی وجہ سے ان اخباروں کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ آمدنی اس قدر کم ہوگئی کہ اُسکے معمولی مصارف کے لیے بھی کافی نہ ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں انجمن پر انکا بار پڑنا شروع ہوا۔ اس تنزل کی حالت دیکھ کر یہ مسئلہ آنریبل رائے بہادر بابو سری رام صاحب کے سپرد کیا گیا۔ اور ۲۸ / اپریل ۱۸۹۵ء کو اُنھوں نے اخبار "ایکسپرس" کے متعلق یہ رپورٹ کی کہ:۔

"حالت موجودہ اس اخبار کی نہایت قابل افسوس ہے اور ایسی حالت میں اخبار قائم رکھنے سے کسی قسم کا فائدہ نہیں ہے لیکن اسکی بھی اشد ضرورت ہے کہ ایسی معزز انجمن کا ایک انگریزی اخبار ہو۔

برٹش انڈین اسوسی ایشن کلکتہ کا اخبار "ہندو پیٹریٹ" ہے۔ ولایت میں ہر معزز طبقہ و گروہ کا علیحدہ علیحدہ ایک اخبار ہوتا ہے۔ اور انھیں وجوہ سے میری رائے میں انگریزی اخبار کا جاری رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس اخبار کی ترقی کی عمدہ صورت اُس حالت میں ہو سکتی ہے کہ یہ اخبار ہفتہ وار سے روزانہ کیا جائے۔ اور اسکے متعلق سال گزشتہ میں کمیٹی نے سفارش بھی کی ہے تاہم اگر زیادتی مصارف کے

خیال سے بالفعل یہ انتظام مناسب نہ سمجھا جائے تو پھر اُس حالت میں میری یہ تجویز ہے کہ
" اخبار کے متعلق جیسا کہ اور اخباروں میں ہے۔ ایڈیٹری اور مینجری کے صیغے علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں۔ ایڈیٹر کا موجودہ انتظام بالفعل قائم رکھا جائے یہ مینجری کا صیغہ علیحدہ کر دیا جائے۔ ایسی حالت میں ایک ہوشیار مینجر کے تقرری کی ضرورت ہوگی اور حساب آمدنی و خرچ اور عام نگرانی مینجر کے تعلق کیجائے۔ ایڈیٹری کے صیغہ میں وہ کوئی دست اندازی نہ کرے۔ مینجر اکزیکیوٹف کمیٹی کا ماتحت رہے۔ اور اکزیکیوٹف کمیٹی اگر پسند کرے تو کسی ممبر کے تعلق اس کا انتظام کر دے۔"

اسکے بعد مطبع کا انتظام خان بہادر منشی اطہر علی صاحب مشیر قانونی انجمن کی نگرانی میں دیا گیا۔ اور بعد ازاں ۱۵ دسمبر ۹۹ء سے یہ مطبع راجہ سر محمد تصدق رسول خاں صاحب تعلقدار جہانگیر آباد کی نگرانی میں آیا۔ اور سنہ ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء کی سالانہ رپورٹ مطبع پیش ہونے پر آپ نے اُس رپورٹ پر یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ:۔

" رپورٹ مع کاغذات مشمولہ عہدہ دار صاحبان کی خدمت میں پیش ہو۔ اس میں شک نہیں ہے کہ منشی صدیق احمد مینجر مطبع نے بہت مستعدی اور دیانتداری سے کام کیا ہے جسکا ثبوت ہمیں ملاحظہ حسابات سے ملتا ہے۔ میں بلا دریغ سفارش کرونگا کہ اُنکی خدمات کی قدردانی ہونا چاہیے۔"

" باقی داراں کی خدمت میں اکثر تقاضے کئے گئے۔ لیکن عمدہ اثر نہ ہوا۔ اگر مہربانی کر کے کمیٹی سے تقاضے ہوں تو یقیناً با اثر و وقعت ہونگے۔ یا کوئی دوسرا طریقہ وصول کا ہونا چاہیے۔ باقیداروں کی فیاضی سے بسہولت امید وصول کی نہیں ہے،

نسبت ابتر حالت مطبع و آیندہ تدابیر ترقی کے مجھکو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہمارے معزز دوست آنریری لائف سکریٹری ریمارک کرینگے۔ بہ نسبت میرے اُن کو مطبع کے حالات سے قدیم اور زیادہ تجربہ ہے۔"

"آخر میں گزارش ہے کہ بوجہ ذاتی ضرورتوں کے مجھکو مطبع کی نگرانی کا بہت کم وقت ملتا ہے۔ لہذا اسکے آیندہ انتظام کے لیئے کوئی مناسب تجویز کی جائے۔ میں علیحدگی پسند کرتا ہوں۔"

"اسکے بعد جب ۱۹۱۰-۱۹۰۹ء کی رپورٹ پیش ہوئی تو سر راجہ صاحب بہادر جہانگیر آباد نے جو اُس وقت تک بدستور مطبع کے نگراں تھے یہ ریمارک تحریر فرمایا کہ:-

"میں نے اس رپورٹ کو مع مشمولات کے دیکھا۔ لائق مینیجر نے ہر ایک امر کو وضاحت سے درج کیا ہے کمیٹی کو اُس پر توجہ کرنا چاہیے۔ اور جو تدابیر ترقی مطبع کے مینیجر نے لکھے ہیں اگر بعد غور کے کمیٹی اُسکی عملی کارروائی پر توجہ نہ فرمائیگی تو مطبع کا استقلال غیر ممکن ہے۔"

مجھ کو اسکا اعتراف کرنے میں تامل نہیں ہے۔ کہ مینیجر نے نہایت قابلیت، ہوشیاری اور تدین سے ہر ایک خدمت مطبع کی انجام دی ہے۔ اور ایڈیٹر سے اُن کے خدمات زیادہ محنت اور ذمہ داری کے ہیں۔ میں بخوشی اُنکی تنخواہ میں بیس روپیہ ماہوار اضافہ ہونے کی سفارش کرتا ہوں اور میری دانست میں ہر آئینہ وہ اس کے مستحق ہیں۔"

سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی علیحدگی کے بعد مطبع کی نگرانی راجہ سر امپال سنگھ

صاحب تعلقدار کوری سدولی کے سپرد ہوئی۔ اور جب مطبع کی رپورٹ بابت سنہ ۱۹۰۲-۰۳ء
اُن کے ملاحظہ میں پیش ہوئی۔ تو اُنھوں نے اُس رپورٹ پر یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ:۔

"میں نے اس رپورٹ کو بغور دیکھا۔ مطبع کی ابتر حالت کو مینیجر کئی سال سے ظاہر کرتے چلے آتے ہیں اور سال پیوستہ میں آنریبل راجہ صاحب جہانگیرآباد نے انجمن کو مطبع کی حالت کی درستی کے لیے توجہ دلائی تھی۔ اور سال گزشتہ میں میں نے بھی اُن کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر زور دیا تھا۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ انجمن نے اب تک اسکی جانب توجہ نہیں کی۔ گو اس سال بھی مطبع اپنی آمدنی سے اپنے خرچ کو چلا سکا اور کوئی مطالبہ مطبع کے ذمہ باقی نہیں ہے۔ لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ کہ یہ حالت عرصہ تک قائم رہے۔ سال گزشتہ میں میں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ اگر انجمن کو مطبع کی کافی امداد کرنا منظور نہیں ہے تو بہتر ہے کہ مطبع توڑ دیا جائے۔ میں اب بھی اپنی اُسی رائے پر قائم ہوں۔ اگر ایک مرتبہ انجمن مطبع کی کافی امداد کر کے ٹائپ اور مشین وغیرہ منگا دے تو مجھے قوی امید ہے کہ انجمن کو پھر کسی امداد کی ضرورت نہ ہوگی۔"

"سنہ ۱۳۰۹ فصلی سے میں مطبع کے انتظام کا نگراں ہوں۔ لیکن چونکہ موجودہ کس مپرسی کی حالت میں کچھ بھی فائدہ مطبع کو نہیں پہونچا سکا۔ اور چونکہ میں پورے طور سے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اس وجہ سے میں اُس سے مستعفی ہوا۔"

ایک سال سے زیادہ میں نے منشی صدیق احمد مینیجر کے کام کو دیکھا اور ہمیشہ ان کو نہایت مستعد پایا۔ اور میں بہت زور کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسا لائق مینیجر ایسی

قلیل تنخواہ پر ملنا مشکل ہے۔ اس مطبع کا کام محض اُنکی لیاقت اور مستعدی کی وجہ سے چل رہا ہے اور مجھکو قوی امید ہے کہ جب تک انجمن اُن کو اس کام پر رکھیگی مطبع کا کام چلا جائیگا جس وقت سے علاوہ مینیجری کے ایڈیٹری کا کام بھی اُن کے سپرد کیا گیا ہے اخبار "اکسپرس" کی بھی حالت کچھ درست ہوئی ہے اور بمقابلہ سابق کے اب مضامین بھی اچھے شایع ہوتے ہیں"۔

راجہ صاحب کوری سدولی نے بھی جب بددل ہوکر مطبع کی نگرانی کی ذمہ داری سے قطع تعلق کرلیا تو مطبع اسسٹنٹ سکریٹری انجمن کی نگرانی میں دیدیا گیا۔ اور مطبع کی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۹۰۳ء پر اُنھوں نے حسب ذیل ریویو تحریر کیا۔

"جس وقت سے راجہ رامپال سنگھ صاحب سی، آئی، ای، نے علیحدگی اختیار کی اُس وقت سے مطبع کے انتظام کا تعلق اسسٹنٹ سکریٹری انجمن سے ہے۔ ایڈیٹری اور مینیجری کا انتظام بدستور یکجائی ہے۔ اور اخبار اکسپرس برابر ہفتہ وار نکلتا ہے عرصہ سے انجمن کو معمولی اعانت کے علاوہ کسی مزید امداد کی ضرورت نہیں پیش آئی ہے۔ حالانکہ اسکی اشد ضرورت ہے اور بلا اعانت انجمن متعلق خرید ٹائپ وغیرہ اب مطبع محض اپنی آمدنی سے کام نہیں چلا سکتا۔ ٹائپ و مشین کی قلت، دیگر مطابع کی کثرت اور ارزانی نرخ نے جاب کے کام کو بہت کم کردیا ہے۔ اور روز بروز کمی کا اندیشہ نظر آتا ہے۔ اگر انجمن کو اخبار اور مطبع قائم رکھنا ہے تو فی الحال کم سے کم پانچ ہزار روپیہ کی امداد خرید ٹائپ وغیرہ کے لئے ضروری اور لازمی ہے"۔

اسکے بعد سنہ ۱۹۰۵-۶ء کی سالانہ رپورٹ انجمن میں آنریری لائف سکریٹری صاحب

نے یہ نوٹ تحریر فرمایا کہ :-

"متواتر کئی سال سے منشی صدیق احمد صاحب مینجر مطبع کی سالانہ رپورٹ پر جو ریمارک متعلق امداد و اعانت انجمن کیئے گئے ہیں، افسوس کہ اُن پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ جس سے مطبع اپنی حالت کو بدل کر کچھ ترقی دکھا سکتا میرے خیال میں مطبع کی آمدنی میں کمی مینجر و اڈیٹر مطبع کی کسی بد نظمی و پہلو تہی سے نہیں ہے بلکہ محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اگر حسب سفارش و تجویز سالہائے گزشتہ ٹائپ و ضروری سامان منگا دیا جاتا۔ تو مطبع غالباً خود اپنی ترقی کر لیتا۔ اور میرے خیال میں منشی صدیق احمد صاحب جو عرصہ سے بدستور مطبع کے مینجر اور اخبار اکسپرس کے اڈیٹر ہیں وہ اپنی قابلیت سے جیوں تیوں اسے چلا رہے ہیں، ورنہ اگر یہ دوسرے ہاتھوں میں ہوتا، تو اور زیادہ اسکی حالت ابتر اور خوفناک ہو جاتی۔"

"میری رائے میں گزشتہ چند سال سے مطبع کی اعانت کے متعلق جو استدعا پیش کی جاتی ہے، اُسے کمیٹی کو منظور کرنا چاہیے۔ ورنہ موجودہ حالت میں رکھنے سے اخبار بند کر دینا اور مطبع کو توڑ دینا بہتر ہے۔ یہ وہ مطبع اور اخبار ہے جسے آپ کے مورثوں نے ہزار ہا روپیہ صرف کر کے ایک نہایت کار آمد آلہ کے طور پر قایم و جاری کیا تھا۔ اور اگر اب بھی اسکی جانب کمیٹی کی توجہ ہو جائے تو موجودہ زنگ دفع ہونے سے پھر ویسا ہی صیقل شدہ کار آمد آلہ یہ بنایا جا سکتا ہے اور ہر موقع و محل پر اس سے حقوق تعلقداری کے تحفظ و ملک کی خدمت کا کام لیا جا سکتا ہے۔"

آخر کار ۹ر دسمبر ۱۹۰۶ء کے جلسہ عام میں مطبع اکسپرس کا مسئلہ پیش ہو کر ایک سلکٹ

کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔

ممبران سلکٹ کمیٹی نے اپنی تحریری رائے مطبع کے آئندہ انتظام اُسکی امداد اور اخبار کی ضرورت کے متعلق انجمن میں ارسال کی۔ اور منجملہ ممبران سلکٹ کمیٹی سات ممبران نے دس ہزار کی امداد تجویز کی۔ ایک صاحب نے پندرہ ہزار اور ایک صاحب نے علاوہ رقم فاضلہ ذمگی مطبع پانچ ہزار کی امداد تجویز فرمائی۔ غرضکہ بعد حصول آرائے ممبران سلکٹ کمیٹی جملہ کاغذات صاحبان وائس پریسیڈنٹ اور پریسیڈنٹ کے ملاحظہ میں پیش ہوئے۔ اور بعد اتفاق رائے صاحبان ممدوح ۳ر اپریل ۱۹۰۱ء کو یہ کاغذات منیجنگ کمیٹی میں پیش ہوے۔ اور یہ تجویز ہوا کہ :۔

"۱۵ر اپریل ۱۹۰۱ء سے اخبار اکسپرس بند کردیا جائے اور اس تاریخ تک جو رقم مطبع کے ذمہ فاضل ہو یعنی تین ہزار پانچ سو روپیہ وہ انجمن سے دیدی جائے لیکن مطبع بدستور قائم رکھا جائے۔ اور مطبع کے متعلق اگر مصارف کی ضرورت ہو تو اُسکے متعلق علیحدہ رپورٹ پیش کی جائے۔ اور ۱۵ر اپریل ۱۹۰۱ء کے بعد مطبع کا صرف ایک سو پچاس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ رکھا جائے"

اخبار بند ہو جانے کے بعد اس مسئلہ پر غور ہوا کہ اب مطبع کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ لیکن بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ انجمن کی ضرورتوں سے مطبع کو ضرور قائم رکھنا چاہیے۔ لیکن آئندہ انجمن سو روپیہ ماہوار سے زیادہ مطبع کے مصارف کے لیئے نہ دے گی۔ اس سے زائد جو مصارف ہوں وہ مطبع اپنی آمدنی سے کرے۔

بہر حال اس پر عمل کیا گیا اور ۱۹۰۱ء سے ۱۹۳۵ء تک جسکو چھبیس سال کا

عرصہ ہوا۔ انجمن کو مطبع کے مصارف کے لئے سو روپیہ ماہوار سے زیادہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔

اس درمیان میں بارہا اسکی تحریک ہوئی کہ جب مطبع سے انجمن کو کسی قسم کا نفع نہیں ہے، تو اُسکے جاری رکھنے سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ انجمن کی ضروریات خود اتنی ہیں کہ اُنکے لحاظ سے اُسکا ذاتی مطبع رکھنا ضروری ہے۔ یہ مطبع اب تک قائم رہا اور انجمن کے کاغذات اس میں بکفایت چھپتے رہے۔ اور جو سہولت اپنے ذاتی مطبع کی وجہ سے انجمن کو تھی وہ کسی دوسرے مطبع سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ جلسہ اکزیکیوٹف کمیٹی انجمن منعقدہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء نے یہ طے کر دیا کہ یکم جنوری ۱۹۳۵ء سے مطبع بند کر دیا جائے۔ اور اُسکے ملازموں کو علیحدگی کا نوٹس دیا جائے۔ غرضکہ بہ تعمیل رزولیوشن مذکورہ بالا یکم جنوری ۱۹۳۵ء سے مطبع بند کر دیا گیا۔ اس وقت اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ انجمن کے کاغذات کی چھپائی کے لئے شاید اُس سے زیادہ رقم صرف کرنا پڑیگی۔ جو اس وقت انجمن اپنے مطبع کو دیتی تھی۔ اور جو دقتیں پیش آئینگی وہ مزید براں ہونگی۔

حق شفع جنگلات

۹ نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسۂ انجمن میں یہ تجویز ہوا کہ علاقہ مورانواں کے قرب و جوار میں جو جنگل ہے اور اسی طرح دیگر علاقہ جات کے قریب جو جنگلات ہیں اُنکے متعلق دستور قدیم کے مطابق تعلقداروں کو حق شفع حاصل ہونا چاہیے۔ چنانچہ اسکے متعلق گورنمنٹ

تحریک کی گئی۔ اور گورنمنٹ نے یہ طے فرمایا کہ جو جنگل کسی تعلقہ کے ملحق ہے۔ اُس کے ٹھیکہ کا اختیار تعلقدار کو حاصل ہے۔ یعنی اگر تعلقدار اُس جنگل کے ٹھیکہ لینے کی خواہش کریگا تو وہ جنگل اُسی کو دیا جائیگا۔

قواعد و رجسٹری انجمن ہند اودھ

سنہ ۱۸۶۱ء میں انجمن قائم ہونے کے بعد اُسکے قواعد مرتب کیے گئے۔ اور سنہ ۱۸۶۲ء میں ہر سہ مہاراجگان یعنی ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کپورتھلہ، مہاراجہ صاحب بلرام پور، و مہاراجہ صاحب اجودھیا کے باہم مشورے سے بمقام کپورتھلہ ان قواعد کی ترمیم ہوئی۔

۸ جنوری ۱۸۸۱ء کو بمنظوری مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن راجا شنکر بخش سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ نے ایک یادداشت جاری فرمائی کہ انجمن کی رجسٹری کی ضرورت ہے۔ مشیر قانونی انجمن نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ انجمن کی رجسٹری کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی تھی کہ سرمایہ انجمن کے پرامیسری نوٹ جو بنک بنگال میں بطور امانت رکھے ہوئے تھے ایجنٹ بنک نے اُس وقت تک اُن کا سود وصول کیا جب تک کہ نوٹ کی پشت پر مہتمم خزانہ لکھنؤ کے سرٹفکیٹ تحریر کرنے کی گنجائش باقی رہی، اور جب یہ گنجائش باقی نہیں رہی تو حسب معمول یہ نوٹ بغرض تبادلہ کلکتہ بھیجے گئے۔ اور ایجنٹ بنک نے بذریعہ تحریر ۲۸ جنوری ۱۸۸۲ء یہ اطلاع دی کہ جب تک انجمن کی رجسٹری نہ ہو جائیگی اُس وقت تک انجمن کے نام سے نوٹوں کی

تبدیل غیر ممکن ہے۔

۲۸ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو یہ مسئلہ جلسۂ عام انجمن میں پیش ہو کر منظور ہوا۔ کہ انجمن کی رجسٹری ضرور ہونا چاہیے۔ اسی کے ساتھ کنٹرولر جنرل کو بھی اس بارے میں تحریر بھیجی گئی اور صاحب موصوف نے بھی یہ رائے دی کہ انجمن کی رجسٹری ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جن اشخاص کے نام سے یہ نوٹ خرید کیے گئے ہیں صرف اُنھیں کو اُسکا سود مل سکتا ہے۔ اور جس شخص کے نام انجمن منظور کرے اُسکے نام یہ نوٹ تبدیل ہو سکتے ہیں۔ لیکن دوبارہ جب اُن سے یہ دریافت کیا گیا کہ کس قانون کے ذریعہ سے انجمن کی رجسٹری ہو سکتی ہے تو اُس وقت اُنھوں نے ڈپٹی سکریٹری محکمہ قرضۂ سرکاری سے استصواب کر کے یہ جواب دیا کہ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بتا سکتے جسکی رو سے ملکی انجمنوں کی رجسٹری ہو سکے۔ اور اُنکی رائے میں ایکٹ ۲۱ ۱۸۶۰ء کی تعریف میں یہ انجمن نہیں آتی۔ اور گورنمنٹ ہند کے حکم مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۸۴ء میں اسکی ممانعت ہے کہ کسی کے نام پرامیسری نوٹوں کی امانت تبدیل نہ کی جائے

چنانچہ حسب تجویز پریسیڈنٹ صاحب اسسٹنٹ سکریٹری جملہ کاغذات لیکر نینی تال گئے۔ اور مشیر قانونی صاحب گورنمنٹ نے بعد ملاحظہ کاغذات یہ رائے دی کہ انجمن کی رجسٹری بموجب ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ء و ایکٹ ۶ سنہ ۱۸۸۲ء ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد عرصہ تک انجمن کی رجسٹری کا مسئلہ ملتوی رہا لیکن جس وقت جدید ایکٹ انتخاب ممبران کونسل پاس ہوا۔ تو اُس میں معزز طبقہ اور گروہ کی انجمنوں کو اختیار انتخاب ممبران ملنے والا تھا۔ لیکن یہ انجمن بغیر رجسٹری کے چونکہ باضابطہ نہیں

سمجھی جاتی تھی۔ لہٰذا ۲ نومبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں تجویز ہوا کہ انجمن کی رجسٹری بہت جلد ہو جانا چاہیے۔ اسی کے ساتھ ایک سب کمیٹی انجمن کے قواعد از سر نو مرتب کرنے کی غرض سے مقرر ہوئی۔ ممبران سلکٹ کمیٹی نے قواعد مرتب کیے۔ اور یہ سفارش کی کہ چندہ جات انجمن و کالج بھی جدید قواعد میں داخل کر دیئے جائیں۔ لہٰذا بعد اضافہ اس دفعہ کے ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء کے جلسۂ عام میں یہ قواعد پیش ہو کر منظور ہوئے اور اُسکے بعد بموجب ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ء اس انجمن کی رجسٹری کرادی گئی۔ اور ۶ اپریل ۱۸۹۳ء کو رجسٹرار جوائنٹ اسٹاک کمپنی نے مفصلۂ ذیل عبارت تصدیقی اُس یادداشت پر جو انجمن سے داخل ہوئی تھی تحریر کی :-

"میں بذریعہ تحریر ہٰذا تصدیق کرتا ہوں کہ بموجب احکام ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ء یادداشت انجمن ہند صوبۂ اودھ بتاریخ امروزہ سررشتہ ہٰذا میں گزر کر رجسٹری کی گئی۔ اور انجمن مذکور ایک جماعت متحدہ حسب منشائے ایکٹ مذکورہ قرار دی گئی۔ ۱۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو رجسٹرار صاحب نے سرٹیفکٹ رجسٹری پریسیڈنٹ انجمن کے نام بھیج دیا۔

اسکے بعد یکم اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو قواعد انجمن کی پھر ترمیم ہوئی۔ اور خاص ترمیم یہ تھی کہ آیندہ کوئی عہدہ دار مسلسل تین مرتبہ کسی عہدہ کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا۔ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کے بعد ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء کو قواعد انجمن کی پھر ترمیم ہوئی۔ جو ابتک نافذ ہیں۔

انسداد رسم دختر کشی

انجمن ہند اودھ نے سب سے پہلے دختر کشی کی قبیح رسم کو مٹانے کی کوشش

شروع کی اور سربرآوردہ تعلقداروں نے بالاتفاق باہم یہ عہد وپیمان کیا کہ حتی الامکان وہ سب مل کر اس خلاف انسانیت رسم کے مٹانے کی کوشش کریں۔

اسکے بعد ۳۰ ر اکتوبر ۱۸۶۱ء کے جلسۂ انجمن میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا۔ تو پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے یہ تقریر فرمائی کہ:-

"آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ دختر کشی کی خراب رسم کو مٹانے کی تدابیر سوچیں۔ کیونکہ کسی قوم اور کسی مذہب و ملت میں اس رسم کے جواز کا پتہ نہیں چلتا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ سب صاحب یہ دل سے چاہتے ہیں کہ ایسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہمارے صوبہ سے نیست ونابود کیا جائے۔ تاہم جب تک آپ سب صاحب متحد ومتفق ہوکر اسکے انسداد کی کوشش نہ کرینگے اس میں کامیابی دشوار معلوم ہوتی ہے"

اسکے بعد بابو دکھنارنجن مکرجی سکرٹیری انجمن نے مفصلۂ ذیل رزولیوشن پیش کیا۔ جو بالاتفاق منظور ہوا۔

"ہر تعلقدار کو اپنی رعایا اور کاشتکاروں سے بہ حلف یہ قول وقسم لینا چاہیے کہ وہ دختر کشی کے جرم کا نہ خود کبھی ارتکاب کرینگے اور نہ دوسرے کو کرنے دینگے۔ اور اگر کوئی شخص اس قول وقسم کی پابندی نہ کرے خواہ وہ کسی درجہ یا مرتبہ کا شخص ہو اُسے فوراً پولیس کے سپرد کردیں گے اور اُسے بے دھرم سمجھکر اپنی ذات برادری سے خارج کردینگے اور اُس سے کسی قسم کا میل وملاپ اور تعلق نہ رکھیں گے"۔

اس کے بعد یکم نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں مہاراجہ مان سنگھ صاحب وائس پرسڈنٹ انجمن نے یہ اطلاع دی کہ:-

"کل جس وقت لال بارہ دری میں آپ چیف کمشنر صاحب سے ملیں گے۔
تو وہ آپکی کوشش کے متعلق جو آپ نے دختر کشی کے انسداد کے متعلق کی ہے۔
اعتراف کر کے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمائیں گے۔"

"دختر کشی کی رسم ورواج کے متعلق بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر وہ اپنی
لڑکیوں کو زندہ رہنے دینگے تو بعد کو اُنکی شادی بیاہ کے متعلق دقت و دُشواری ہوگی۔
اور لڑکیوں کی شادی کے متعلق خود اُنکا کسی سے درخواست کرنا اُن کی توہین اور
ذلت کا باعث ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے زیادہ لڑکیاں ہوئیں تو اُن کی شادی
کے ناقابلِ برداشت مصارف سے وہ بالکل محتاج و مفلس ہو جائیں گے۔ اور
یہی وجوہ ہیں کہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اس فعل
شنیعہ سے باز رکھنے کے لئے میں چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اُن پر غور کرنا چاہئے۔"

"شادی کا طریقہ جو ہندوستان میں رائج ہے وہ چار خاص قوموں میں یکساں
ہے۔ اور گو یہ رسم قبیح برہمن، ویش، اور شودر میں رائج نہیں ہے۔ تاہم ہمیں کوئی
اسکی مثال نہیں ملتی کہ اُنکی لڑکیاں بغیر شادی کے رہ جاتی ہوں۔ یا اُن میں سے
کوئی خاندان لڑکیوں کی شادی کے مصارف سے تباہ و برباد ہو گیا ہو۔ تو ہم کیسے
یقین کریں کہ چھتری قوم کے لوگ اپنی لڑکیوں کو اگر زندہ رہنے دینگے تو وہ تباہ ہو جائینگے۔
برخلاف اسکے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چھتریوں میں لڑکیوں کی کمی کی وجہ سے
اس قوم کے بہت سے لڑکے بغیر شادی کے رہ جاتے ہیں۔ اور جب جوان ہوتے
ہیں تو وہ دوسری قوموں کی لڑکیوں سے تعلق پیدا کر کے اُن سے شادی کر لیتے

ہیں۔ اور اپنی نسل کو خراب کر کے ایک مخلوط نسل قائم کر دیتے ہیں۔ یا جو لڑکے بغیر شادی کے رہ جاتے ہیں اُنکی آیندہ نسل منقطع ہو جاتی ہے۔

یہ کتنا اچھا ہو تا کہ لوگ لڑکیوں کی شادی کم سے کم مصارف میں کرتے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو لڑکیوں کی شادی کا مسٔلہ اس سے طے ہو جاتا ہے۔ اب رہا لڑکوں کی شادی کے متعلق تو اُنھیں اسکے انتخاب میں کوئی دشواری نہیں ہو سکتی۔

جرائم کے ارتکاب کے متعلق میں یہ کہونگا کہ اگر لوگ سمجھانے سے نہ مانیں، یا کسی پر ارتکاب جرم کا قوی شبہہ ہو تو اُنھیں وہ سزا دینا چاہیے جو کہ گاؤکشی یا اپنے بچوں اور بیویوں کے مارنے کے متعلق مقرر ہے۔ اور چھتریوں کو جو وید کے ماننے والے ہیں اُنکا فرض ہے کہ جس طرح ممکن ہو وہ اس جرم کا انسداد کریں۔ اور اپنی قوم سے اس بدنما دھبّہ کو مٹائیں۔

مجھے خوف ہے کہ بعض بیوقوف ایسے بھی ہونگے جو ان پند و نصائح کی پروا نہ کرینگے۔ اور حسب عادت و رواج چُرا چھپا کر اس جرم کا ارتکاب کرینگے۔ ایسے لوگوں کو وحشی جانور سمجھنا چاہیئے اور اُن کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جبتک اُن پر اچھی طرح سختی نہ کی جائیگی اور اُنھیں قرار واقعی سزا نہ دی جائیگی وہ اس سے باز نہ آئیں گے"۔

اب میں آپ کو وہ قواعد پڑھ کر سُناتا ہوں جو اسکے متعلق مرتب کیے گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ بموجب شاستر سب لوگ نہایت سختی سے اُسکی پابندی کرینگے۔

قواعد انسداد دخترکشی

(۱) ہم سب کا فرض ہے کہ اُن چھتریوں سے جو ہمارے علاقوں میں آباد ہیں اُن سے یہ اقرار نامہ لکھائیں کہ وہ بعد تحریر اقرار نامہ رسم دخترکشی کو جو عرصہ سے اُن کے خاندانوں میں رائج ہے بالکل ترک کر دینگے۔ اُنھیں اس جرم قبیحہ کی خرابیاں سمجھائی جائیں۔ اور اس خلاف انسانیت و فطرت رسم کے بُرے نتائج سے اُنھیں بخوبی آگاہ کیا جائے۔ اس رسم کے جاری رکھنے میں وہ صرف یہ فائدہ بتا سکتے ہیں کہ وہ شادی کے مصارف اور اُسکے انتظام کی دُشواریوں سے بچیں گے لیکن اِن دُشواریوں کے دُور کرنے کے لئے بھی تجاویز سوچی گئی ہیں۔ اگر کسی تدبیر سے وہ اپنے اس جُرم کو خلقت کی نظروں سے پوشیدہ کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں گے تو خدا سے جو حاضر اور ناظر ہے اُسے کسی طرح چھپا نہیں سکتے اور اگر بعد کو سُراغ لگ گیا اور جُرم کا انکشاف ہو گیا۔ تو مجرم علاوہ اُسکے کہ وہ خدا کا گنہگار ہوگا، وہ دنیا میں اپنے بھائیوں اور ہمچشموں میں ذلیل سمجھا جائیگا۔ برادری سے خارج کیا جائیگا۔ اور اگر بعد ثبوت سزایاب ہوا تو جان کے عوض میں اُسکی جان بھی جائیگی۔

یہ خیال کہ اُن کا جرم پوشیدہ رہیگا اور کسی کو اسکی خبر نہ ہو گی۔ یہ کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے دوست و دشمن ہوتے ہیں۔ اور وہ حکام کو ضرور اسکی اطلاع کر دینگے۔ یا کسی کے ذریعہ سے کرا دینگے۔

(۲) افسرانِ ضلع کو ایسے جرائم کی اطلاع دینا چاہیئے۔ اور اُن سے درخواست کرنا چاہئے

کہ وہ اُس لڑکے کے عزیزوں کو جس کی شادی ہونے والی ہے مناسب ہدایات کردیں۔ اور ان معاملات میں اُس رسم ورواج کی پابندی کی جائے جو اِس وقت ممالک مغربی وشمالی میں رائج ہیں۔

(۳) یہ ممکن ہے کہ کم درجے کے لوگ اسکی آرزو کریں کہ اُنکے لڑکے یا لڑکیوں کی شادی اعلیٰ درجہ کے خاندانوں میں ہوجائے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔

(۴) مواضعات کے چوکیدار تعلقداروں کو روزانہ یہ اطلاع دیا کریں کہ اُن کے موضع میں کتنے لڑکے یا لڑکیاں پیدا ہوئیں اور اُن میں سے کتنے اپنی موت سے مَرے۔ اور کتنے زندہ ہیں۔ اور کتنے ایسے ہیں جنکی نسبت یہ شبہہ ہو کہ وہ مار ڈالے جائیں گے۔

(۵) اگر چوکیدار نے اپنا یہ فرض نہ ادا کیا۔ تو وہ مستوجب اُس سزا کا ہوگا جو کسی اہم جرم کے چھپانے کے متعلق قانون میں مقرر ہے

(۶) ایسے جرائم کے پوشیدہ رکھنے کا الزام صرف چوکیدار ہی پر نہ ہوگا۔ بلکہ گاؤں کا مقدم۔ ٹھیکہ دار اور بہ حیثیت خام ہونے موضع کے تعلقدار کا کارندہ اور پٹواری بھی۔ جس کے فرائض میں ایسے جرائم کی اطلاع دہی داخل ہو۔ ذمہ دار سمجھے جائینگے۔

(۷) مقدمہ ثابت اور سزایاب ہونے پر یہ اشخاص اُس سزا کے مستوجب ہوں گے جسکی صراحت فقرہ (۱) میں ہے۔

(۸) مقدم و دیگر اشخاص کا یہ فرض ہوگا کہ شبہہ کی اطلاع بذریعہ پٹواری کرادیں۔ اور اگر یہ لوگ اخفائے جرم میں سازکرلیں اور مجرم کو برادری سے خارج نہ کریں تو وہ

خود برادری سے خارج کیۓ جائیں اور اُنھیں بموجب قانون سزا دی جائے۔

(۹) اگر پروہت اور برہمن ایسے جرائم کی اطلاع نہ کریں تو اُنھیں بھی وہی سزا دی جائے جو اخفائے جرم کے لیۓ مقرر ہے۔

(۱۰) تعلقداروں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ چوکیداروں اور پٹواریوں کی رپورٹ کا مقابلہ اور جانچ کریں اور اگر اُنھیں ثابت ہو کہ اخفائے جرم کیا گیا ہے۔ تو جنھیں مجسٹریٹی کے اختیارات حاصل ہیں وہ ایسے ملزمان پر مقدمہ قائم کرکے اُنھیں سزا دیں۔ اور جنھیں یہ اختیارات نہیں حاصل ہیں وہ اُن ملزمان کو اپنی رپورٹ کے ساتھ حکّام کے پاس بھیجدیں۔ اور اگر ملزم برادری سے خارج کرنے کے قابل ہے تو تعلقدار کا فرض ہے کہ وہ مقدمہ کے حالات سے پڑوس کے کسی بڑے تعلقدار کو مطلع کردے۔ اور اُس تعلقدار کے ذریعہ سے یہ مشتہر کرادیا جائے کہ فلاں شخص برادری سے خارج کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اعلان اُس وقت ہوگا جب کہ ملزم پر جرم ثابت ہوکر اُسے سزا ہو جائے۔

(۱۱) مشتبہ اشخاص اُس وقت تک برادری سے خارج رہیں گے۔ جب تک کہ وہ پورے طور پر اپنے چال چلن کی صفائی کرکے اپنی بیگناہی ثابت نہ کریں۔ تعلقدار کو چاہیے کہ بعد تحقیقات اُسکے ہم قوم اشخاص کو نیتجۂ تحقیقات سے مطلع کردیں۔ اور اگر اُسکی رائے میں ملزم بے قصور ثابت ہوگا۔ تو وہ اُسکے متعلق تحریری سرٹیفکٹ دیگا اور اُسکا عام اعلان کرادیگا۔ تاکہ کوئی شخص بیگناہ سزا یاب نہ ہو۔

(۱۲) اگر تعلقدار مشتبہ شخص کو قصوروار پائیگا تو وہ اُسے بغرض سزا افسرانِ ضلع کے سپرد

کردیگا۔ لیکن اگر اثبات جرم کی کافی شہادت نہ ہو جس سے ملزم سزایاب ہو سکے اور باوجود اسکے ملزم کے متعلق قوی شبہہ ارتکاب جرم کا ہو۔ تو ایسی حالت میں وہ کم سے کم ہندو برادری سے خارج کردیا جائیگا۔

(۱۳) تعلقداروں کو لازم ہے کہ وہ ہر سہ ماہی میں نقشہ نمبر ۱ کی جو اسکے متعلق ہے خانہ پُری کراکے افسران ضلع اور پریسیڈنٹ انجمن کے پاس بھیجدیا کریں۔ اور اپنی رائے بھی اُس میں لکھا کریں۔ کیونکہ معاملات مشتبہ کے متعلق تعلقداروں سے جواب طلب کیا جائیگا۔

(۱۴) پروہت لوگوں سے یہ اقرار لیا جائے کہ وہ مشتبہ اشخاص کی کوئی مذہبی رسم نہ ادا کریں۔ اور اُنکے خاندان کا کوئی کام نہ کریں۔ جب تک کہ یہ شبہہ پورے طور پر رفع نہ ہو جائے اور وہ اس سے بری نہ ہو جائیں۔ اور اگر پروہت اسکے خلاف کرینگے تو وہ علیحدہ کردیئے جائیں گے۔ اور اُنکی جگہ پر تعلقدار کسی دوسرے شخص کو جو اس کا اہل ہوگا پروہت مقرر کردیگا۔ پروہت کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ پند و نصائح اور مثالوں سے مذہبی عقائد کا اُنھیں سبق دیا کریں۔ اور اگر وہ اپنے اس فرض کو ادا کرنے میں تساہلی کرینگے۔ تو وہ مستوجب سزا سمجھے جائیں گے۔

(۱۵) معزز برہمنوں اور شنکلپ داروں کو ان تجاویز کی بذریعہ اشتہار و اعلان اطلاع دی جائے۔ کہ اگر کوئی پروہت ان قواعد کی پابندی نہ کریگا اور ان تجاویز سے نافرمانی کریگا۔ تو اُسکے متعلق صوبہ اودھ میں مشتہر کرادیا جائیگا کہ وہ ہندو برادری

سے خارج کر دیا گیا ہے۔

(۱۶) نائی، باری اور دھوبیوں کو بھی اسکی اطلاع دی جائے۔ کہ اگر وہ اس حکم کے خلاف کرینگے تو انھیں بھی سزا دی جائیگی۔

(۱۷) جو غریب ہیں انکی لڑکیوں کی شادی میں انجمن سے مدد دی جائے۔ اور اُنکے ہم قوم نیوتہ کے طور پر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس طرح سے سو دو سو روپئے جمع ہو جائیں گے۔ اور غربا کو شادی کے مصارف سے نجات مل جائیگی۔ تعلقداروں کو بھی اس میں مدد کرنا چاہیئے۔ اور نیوتہ کی رسم کو جاری کرانا چاہیئے۔ اگر کوئی تعلقدار اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مدد کر سکے تو دوسرے تعلقداروں کو جب انھیں اسکی اطلاع ہو تو مدد کرنا چاہیے۔ لیکن ایسے موقعے بہت کم پیش آئیں گے۔

(۱۸) اکثر لوگوں نے غیر ممالک میں شادی کر لی ہے اور اسے روکا نہیں جا سکتا۔ چوہان۔ بھروار۔ کھردار اور بکھولی قوموں کے اشخاص شادی کے لیئے بڑی بڑی رقمیں طلب کرتے ہیں اور وہ بیجا طمع اور لالچ سے اس خراب رسم کو قائم رکھنا چاہیں گے۔ ان لوگوں سے کہہ دینا چاہیے کہ دختر کشی کی رسم کے انسداد سے پہلے انھیں صرف ایک دو لڑکیوں کی شادی کرنا پڑتی تھی اور وہ بڑی بڑی رقمیں دے سکتے تھے۔ لیکن اب حالت بدل گئی ہے اور یہ پرانا طریقہ اب جاری نہیں رہ سکتا۔ گورنمنٹ کو بھی اس دشواری کے مٹانے میں امداد کرنا چاہیئے۔

(۱۹) افسران ضلع جہاں تعلقداروں کو اخفائے جرم یا فرائض کی ادائیگی کی غفلت کی وجہ سے سزا نہ دے سکتے ہوں تو انجمن کو اسکی اطلاع کردیا کریں اور انجمن سے اُس تعلقدار کو ایسی اخلاقی سزا دی جائے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس کے دھبہ لگ جائے جسے وہ مٹا نہ سکے۔

(۲۰) افسران ضلع تعلقداروں کو ایسی ہدایات کرتے رہیں جو اُنکے ضلع کے مناسب حال ہو۔

(۲۱) کوئی تعلقدار جو دیدہ و دانستہ اخفائے جرم کرے یا اپنے فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کرے۔ تو انجمن حالت اور نوعیت الزام کے لحاظ سے مفصلہ ذیل تین قسم کی سزا تجویز کرے۔

(الف) اگر محض غفلت کا الزام ہو۔ تو انجمن گورنمنٹ کو اسکی اطلاع دے کر یہ سفارش کرے کہ ایسے تعلقدار کا علاقہ اُسکے قبضہ سے نکال کر کسی ایسے شخص کی نگرانی میں دے دیا جائے جسے گورنمنٹ نامزد کرے۔

(ب) اگر تعلقدار نقشہ نمبر ۱ کی خانہ پُری کرا کے وقت پر نہ بھیجے تو اُس سے عدم تعمیل کی بابت جواب طلب کیا جائے۔

(ج) اگر کسی تعلقدار کی نسبت کسی مقدمہ میں یہ ثابت ہو کہ اُس نے دیدہ و دانستہ غفلت کی ہے تو اُس کا نام انجمن سے خارج کر دیا جائے۔ اور الزام کی نوعیت کے لحاظ سے اُسکا نمبر دربار گھٹا دیا جائے۔

(۲۲) سال کے آخر میں جملہ کاغذات انجمن میں پیش ہوں۔ اور انجمن سے ایک مفصل رپورٹ چیف کمشنر صاحب کے پاس بھیجی جائے۔ اور جن تعلقداروں کے

علاقہ جات میں ان تجاویز کی پوری تعمیل ہوئی ہو۔ اُنکے خدمات کا مناسب طریقہ سے اعتراف چیف کمشنر صاحب و نیز انجمن کی جانب سے کیا جائے۔

(۲۳) چونکہ ریاستوں کی حالت جُداگانہ ہے اِس لئے ممکن ہے کہ مختلف علاقوں کی نوعیت مقدمات میں بھی فرق ہو۔ اور اسی وجہ سے یہ بہت دشوار ہے کہ ہر علاقہ کی حالت کا صحیح اندازہ کر کے اُسکے مناسب حال تجاویز مرتب کیے جائیں۔ اس لئے علاوہ ان عام قواعد کے جو اس وقت مرتب کیے گئے ہیں آیندہ ضرورت کے لحاظ سے انجمن اور قواعد مرتب کرتی رہیگی۔

(۲۴) دختر کشی کی رسم کو مٹانے کے لئے یہ امید ہے کہ مذکورہ تجاویز اِس وقت باا ثر ثابت ہونگے۔ شادی کے متعلق اس وقت مزید تجاویز غیر ضروری ہیں۔ کیونکہ آیندہ دس بارہ سال کے بعد اسکی ضرورت پیش آئیگی۔ اور آئندہ جلسہ عام میں اس مسئلہ پر غور کیا جائیگا۔

(۲۵) فی الحال اس بات کے متعلق گورنمنٹ کی منظوری حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ جہیز کے متعلق جو رواج ممالک مغربی و شمالی میں ہے اُس کا یہاں بھی رواج دیا جائے۔ کیونکہ وہاں کے زمیندار پانچ سو سے لیکر ایک ہزار روپیہ تک جہیز میں دیتے ہیں۔ اور غربا اپنی حیثیت کے موافق پچاس روپیہ تک دیتے ہیں۔

(۲۶) ان تجاویز کا موجودہ قوانین پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ گورنمنٹ کو پروہت کی تقرری۔ خاندانوں کے رواج اور کسی شخص کو ہندو برادری سے خارج

کرنے سے کوئی علاقہ اور سروکار نہیں ہے۔

(۲۷) دختر کشی کے جرم کے اخفا کی وہی سزا ہوگی جو دیگر اہم جرائم کے اخفا میں دی جاتی ہے۔

نقشہ نمبر ۱

ایسے خاندانوں میں جہاں دختر کشی ہوتی ہے کتنی عورتیں اس سہ ماہی میں حاملہ ہوئیں	اس سہ ماہی میں کتنے اسقاط حمل ہوئے	اس سہ ماہی میں کتنے لڑکے اور کتنی لڑکیاں پیدا ہوئیں	کتنی لڑکیاں ایسی ہیں جن کی نسبت شبہ ہے کہ مار ڈالی گئیں	کتنے مقدمات میں یہ پایا گیا کہ شبہ بے بنیاد اور غلط تھا	کتنے مجرم ایسے ہیں جو بعد ثبوت سشن سپرد ہوئے	کتنے اشخاص اس جرم میں مشتبہ ہو کر برادری سے خارج کیے گئے

قواعد مذکورہ کو سب صاحبوں نے پسند کیا۔ اور اُنکی پابندی کا سب نے وعدہ کیا۔
اسکے بعد ۵ رنومبر ۱۸۶۱ء کو لارڈ کیننگ وایسرائے و گورنر جنرل کے دربار میں جو ایڈرس تعلقداروں کی جانب سے پیش ہوا اُس میں اسکا ذکر کیا گیا۔ اور قواعد کی نقل جو انسداد رسم دختر کشی کے متعلق مرتب کیے گئے تھے ہمراہ ایڈرس پیش کی گئی۔ اور حضور ممدوح نے ان قواعد کو بعد خفیف ترمیم کے منظور فرمایا۔ اور ایڈرس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ:۔
”دختر کشی کے انسداد کی غرض سے جو تجاویز آپ نے مرتب کیے ہیں وہ میرے

سامنے پیش ہوئے۔ عام طور پر میں آپ کی تجاویز کو پسند کرتا ہوں بعض مقامات پر جہاں ترمیم کی ضرورت ہے اُس کے متعلق چیف کمشنر صاحب آپ کو مطلع کرینگے۔ جن الفاظ میں آپ نے اِس جرم قبیحہ کی مذمت کی ہے اُس میں کسی اضافہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ صرف یہ کہنا کافی ہے کہ بدترین قسم کا یہ فعل ہے۔ جس سے محض دنیاوی فوائد کے خیال سے بیگناہ معصوم بچے نہایت بے رحمی سے ہلاک کیئے جاتے ہیں۔ اور یہ ایسا خلاف فطرت فعل ہے کہ جنگل کے وحشی جانور بھی ایسا نہیں کرتے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی مدد قبول کر کے گورنمنٹ اُسکے انسداد کے انتظام سے سبکدوش ہوگئی ہے۔ آپ کی امداد مجرموں کی تلاش اور سراغ رسانی میں بہت کارآمد ہوگی۔ اور خاص کر اُس سخت سزا سے جو آپ نے ایسے مجرم اشخاص کو برادری سے خارج کرنے کے متعلق تجویز کی ہے۔ اس جرم کے انسداد میں بہت مدد ملیگی۔ یہ جرم ایسا ہے جس کا اکثر اوقات بالکل پتہ نہیں چلتا۔ اور اسکی بنیاد ایسے غلط سوشل رواج پر ہے کہ اُسکا مقابلہ آپ دوسرے اشخاص سے زیادہ بہتر اور موثر طریقہ سے کرسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ جرم گھر کے اندر ایسے مخفی طریقہ سے کیا جاتا ہے کہ اُس گھر کے چند افراد کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے پاتی۔ اور افسوس کے ساتھ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ جرم اُس قوم کے کسی باا‌ثر شخص کی امداد اور سازش کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ایسے جرم کے خلاف جو تدابیر اختیار کی جائیں وہ سب اچھی ہیں۔ اور میں سچے دل سے آپ کی امداد کا اعتراف کرتا ہوں اور اس امداد کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ لیکن اس بات کا یقین رکھیئے کہ اگر آپ کی کوششوں کا نتیجہ آپ کی امید کے مطابق نہ ہوا۔ تو قانون ساکت نہیں رہیگا۔ بلکہ جہاں تک گورنمنٹ کے امکان میں ہے وہ

اپنی پوری قوت سے بلا کسی لحاظ و پاس کے اس جرم کا قلع قمع کئے بغیر نہیں رہیگی۔"

ایک سال کے اندر انجمن اور تعلقداروں کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس رواج میں بہت کمی ہو گئی۔ سرکاری سالانہ رپوٹوں اور اخباروں کے اندراجات سے یہ ظاہر ہو گا کہ تعلقداروں کی کوشش سے اس رواج قبیحہ کے انسداد میں کس قدر نمایاں کامیابی ہوئی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کا بالکل استیصال ہو گیا۔ اور صوبۂ اودھ کے چہرہ سے اس بدنامی کا داغ ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔

غیر کی زمین پر درخت نصب کرنا

صاحب چیف کمشنر اودھ نے انجمن سے یہ دریافت کیا تھا کہ:۔

"اگر کسی غیر شخص کی زمیں پر درخت لگائے جائیں تو بعلت اجرائے ڈگری وہ درخت نیلام ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور اودھ میں اسکے متعلق کیا رواج ہے"۔

۸ مارچ ۶۲ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ:۔

"اودھ میں مالک زمین درختوں کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اور جو شخص غیر کی زمین میں درخت لگاتا ہے۔ وہ اُسکے پھل سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نہ اُسے بیچ سکتا ہے اور نہ کاٹ سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں اُس شخص کی اجرائے ڈگری میں وہ درخت نیلام نہیں ہو سکتے"۔

۹ مارچ ۶۲ء کو اس مسئلہ پر مزید غور ہو کر یہ تجویز ہوا کہ گورنمنٹ کو یہ جواب بھیجا جائے کہ:۔

"جو شخص کسی غیر کی زمین میں درخت لگائے وہ اُن درختوں کے پھل، شاخ اور پتوں کے لینے کا مستحق ہے۔ البتہ وہ درخت کو ضایع نہیں کر سکتا۔ اور یہ حق قابل انتقال ہے۔ اور اجرائے ڈگری میں بھی یہ حق نیلام ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ مذکورہ بالا تجویز کے مطابق چیف کمشنر صاحب کے استفسار کا جواب بھیجا گیا۔

تعلقداروں کو مال و دیوانی کے اختیارات

مارچ ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ تعلقداروں کو علاوہ آنریری مجسٹریٹی کے بہ حیثیت آنریری اسسٹنٹ کمشنر مال و دیوانی کے اختیارات عطا ہوئے تھے اور اُنکے یہاں ایک پولیس کا گارد اور دو سوار متعین کیے گئے تھے۔ اب چونکہ گارد اور سوار واپس لے لیے گئے ہیں۔ لہٰذا اُسکے متعلق چیف کمشنر صاحب سے عرض کرنا چاہیے۔ اسکے متعلق بہت بحث رہی اور بالآخر کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ یہ ایک خفیف بات ہے اور تعلقداروں کی اس میں بے وقعتی ہے کہ وہ اپنے یہاں گارد اور سواروں کا خود انتظام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اسکے متعلق چیف کمشنر صاحب کو توجہ دلانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

حق پرجوٹ

۱۴ مارچ ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں محمد تجمل حسین خاں صاحب تعلقدار بھٹوامؤ نے یہ تحریک کی کہ :۔

"حق پرجوٹ جس کو زمانۂ قدیم سے رعایا بطور جنس یا نقد تعلقدار کو دیتی تھی۔ وہ

بموجب سرکلر مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۶۲ء ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اسکے متعلق گورنمنٹ سے تحریک کی گئی تھی اور یہ عرض کیا گیا تھا کہ یہ حق قدیم ہے اور پرجوٹ دراصل زمین کا کرایہ ہے جس پر رعیت مکان بناتی ہے۔ حالانکہ مکان بنانے کے لیئے رعایا کو زمیندار کی جانب سے ہر قسم کی امداد از قسم لکڑی، پھوس و پتا ورغیرہ دی جاتی ہے۔ اور ان چیزوں کی کوئی قیمت رعایا سے نہیں لی جاتی ہے۔ اور انھیں امداد کے معاوضہ میں حق پرجوٹ ملتا ہے۔ اور دراصل اس میں رعایا کا فائدہ ہے۔ اگر پرجوٹ بند کر دی گئی۔ تو وہ مراعات جو انھیں زمینداروں سے ملتے ہیں وہ بھی بند ہو جائینگے اور اس میں رعایا کا نقصان ہوگا۔ گورنمنٹ نے اس پر ہر تعلقدار سے پرجوٹ کا نقشہ طلب کیا۔

اختیاراتِ وصیت و تبنیت تعلقداران

۱۴ مارچ ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں بابو اجیت سنگھ صاحب تعلقدار تروِل ضلع پرتاب گڈھ نے یہ مسئلہ پیش کیا کہ بابو سری پت سنگھ صاحب بحالت نزع اپنے داماد کو اپنے علاقہ اور جائداد کا وارث کر گئے ہیں۔ اور سورج بنسی چھتریوں کے یہاں یہ دستور ہے کہ جائداد بحالت تعلقدار کے لاولد فوت ہونے کے اُسکے قریب تر وارث نرینہ کو ملتی ہے۔ اور اگر یہ وصیت منسوخ نہ ہوئی تو اس سے ایک خراب مثال پیدا ہوگی۔ بعد غور و بحث کے یہ طے پایا کہ انجمن کو اس معاملہ میں اس وجہ سے مداخلت نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس کا اثر تعلقدار کے حق ملکیت پر پڑتا ہے۔ کیونکہ اُسے یہ اختیار ہے کہ بلالحاظ دستور قدیم وہ اپنے علاقہ کو جسے چاہے دے سکتا ہے۔ البتہ جنھیں وصیت سے اختلاف ہو

وہ اُسکے متعلق عدالت مجاز میں دعوے کر سکتے ہیں۔

۷ نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں راجہ ہنونت سنگھ صاحب تعلقدار کالا کانکر نے یہ تحریک کی کہ گورنمنٹ نے تعلقداروں کو تبنیت کے جو اختیارات دیئے ہیں۔ اُن سے انھیں کامل اختیار اس بات کا حاصل ہو گیا ہے کہ بلا قید وہ جسے چاہیں متبنے کر لیں۔ اس سے باپ کے خاندانی رشتہ داروں کا حق تلف ہو گا۔ اور ممکن ہے کہ متبنے کرنے میں لوگ اُنکے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دیں۔

۹ نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور سکریٹری صاحب انجمن نے چیف کمشنر صاحب کا سرکلر مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۰ء جو تعلقداروں کی جانشینی کے متعلق تھا پڑھ کر سنایا۔ عرصہ تک اسکے متعلق بحث رہی۔ آخر کار پریسیڈنٹ صاحب نے راجہ ہنونت سنگھ صاحب سے یہ کہا کہ وائسرائے کا حکم چونکہ عام تعلقداروں کی خواہش اور اس صوبہ کی ضرورت کے لحاظ سے نافذ ہوا ہے۔ لہذا اسکی تبدیلی یا تنسیخ کی بابت گورنمنٹ میں انجمن کی جانب سے کوئی تحریک مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

فیصلہ گذارہ داران

۱۵ مارچ ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ:-

"راجہ مادھو سنگھ صاحب تعلقدار امیٹھی کے خلاف ایک مقدمہ میں جوڈیشل کمشنر صاحب نے پراگ پرشاد اور بھگوان سنگھ کے حق میں ڈگری صادر کر کے یہ حکم دیدیا ہے کہ تین ہزار روپیہ سالانہ راجہ صاحب کی جائداد عطیہ سرکار سے جسکی سند اُنھیں گورنمنٹ سے ملی ہے

وصول کیا جائے۔

پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے اسکے متعلق یہ کہا کہ مجھ سے چیف کمشنر صاحب سے اس مسئلہ کی بابت گفتگو ہوئی تھی۔ اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ گورنمنٹ کی مداخلت سے یہ خانگی تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔ چیف کمشنر صاحب کو ہماری رائے سے اتفاق ہے اور انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو اس بارہ میں لکھا تھا۔ اور وہاں سے یہ جواب آیا ہے کہ:۔

"عدالت کی مداخلت جسکی انجمن شاکی ہے وہ نہ ہونے پائیگی لیکن تعلقداروں کو بھی اپنے فرائض کو جو رشتہ داروں کی پرورش کے متعلق اُن پر ہیں اُنھیں ادا کرنا چاہیئے تاکہ کسی رشتہ دار کی شکایت گورنمنٹ تک نہ پہونچے۔"

اسکے متعلق بعض لوگوں کو یہ اعتراض تھا کہ بلا تحقیقات حقیت تعلقداروں کو سندیں دینے میں بہت عجلت کی گئی۔ جس سے اکثر لوگوں کے حقوق جو علاقہ جات میں تھے وہ ضائع ہو گئے۔ اسی کے ساتھ تعلقداروں پر یہ الزام دیا جاتا تھا کہ بوقت عطائے سند اُنھوں نے اپنے ماتحتوں کے حقوق کا اخفا کیا۔ حالانکہ یہ صرف خیال ہی خیال تھا۔ کیونکہ اسناد کی تقسیم میں کوئی عجلت نہیں کی گئی۔ بلکہ کئی سال کے عرصہ میں بتدریج و تامل یہ سندیں عطا کی گئی تھیں۔ اگر کسی متنفس کی اس سے حق تلفی ہوتی تو وہ ضرور عذر دار ہوتا۔ تاہم تعلقداروں نے بنظر رفع الزام و بدنامی خود یہ خواہش کی کہ جو گورنمنٹ کے نزدیک حقدار ہوں اُنکو ہدایت کی جائے کہ وہ انجمن ہند میں اپنے حقوق ثابت کریں۔ اگر ایسے حقوق ثابت ہوئے تو بلا عذر رسند وہ حقوق اُنھیں دلائے جائیں گے۔

چنانچہ گورنمنٹ نے ایک اشتہار اس مضمون کا جاری فرمایا کہ:۔

"تعلقداروں کے خاندان کے وہ لوگ جو کسی قسم کا حق اُس تعلقہ میں رکھتے ہوں جبکی سند کسی تعلقدار کو مل گئی ہے وہ انجمن میں حاضر ہو کر اپنے حق کا ثبوت دیں۔
چنانچہ تقریباً پانچ سو ایسے مقدمات خاندانی بوساطت گورنمنٹ انجمن میں دائر ہوئے۔ اور کمیٹی انجمن نے ایسے دعاوی کی مکمل تحقیقات سرکاری کاغذات سے کی جو اضلاع میں اُنکی بابت داخل ہوئے تھے۔ اور گواہوں کی شہادت جنھیں مدعیان نے پیش کیا تھا قلمبند کیا۔ اس تحقیقات کا سلسلہ کامل دو سال تک رہا۔ اور اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ سند کی وجہ سے کسی کا کوئی حق ضائع نہیں ہوا لیکن کمیٹی نے بعد تحقیقات کے اُن اشخاص کو جو کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے تھے اور ایک مدت بعید سے بیدخل تھے۔ محض بخیال پرورش چند شرائط پر انھیں معقول گذارہ دینا تجویز کیا۔ اور مہاراجہ مان سنگھ صاحب اور جنرل بیرو صاحب کمشنر لکھنؤ نے ان گذاروں کے متعلق قواعد ذیل مرتب کیے جنھیں ۲۵ ستمبر ۱۸۶۷ء کو چیف کمشنر صاحب اودھ نے منظور فرمایا۔
مفصلۂ ذیل گذارہ تعلقداران اپنے رشتہ داروں کو دینا تجویز کرتے ہیں۔ بشرطیکہ گورنمنٹ انکے اس فیصلہ کو منظور فرمائے۔ اور یہ فیصلہ ہر قسم کے مقدمات مندرجۂ ذیل میں قطعی اور آخری سمجھا جائے۔

(ا) ایسے خاندانوں میں جس میں تقسیم نہ ہوئی ہو اور تا انتزاع سلطنت قبضہ مشترک رہا ہو

(الف) ایسے خاندان جن میں رواج گدی نشینی جاری ہے۔

(ب) ایسے خاندان جن میں تعلقہ قابل تقسیم ہو مگر تقسیم نہ ہوا ہو۔

تجویز گزارہ

قسم الف :- تعلقداران ٹھیک اُسی قدر گزارہ دیں گے جس قدر انگریزی عملداری ہونے کے وقت وہ دیتے تھے لیکن اگر گزارہ دار چاہیں تو مقدار گزارہ کے موافق اُنھیں آراضی بھی مل سکتی ہے۔

قسم ب۔ ہر حصہ دار پچیس فی صدی کے حساب سے اُس مقدار کی نکاسی خام پر گزارہ پائیگا جسقدر اُسکا حصہ اُس حالت میں قرار پاتا اگر تعلقہ تقسیم کیا جاتا۔ اور گزارہ دار دوسری پشت میں پچیس ۲۵ فی صدی۔ اور تیسری پشت میں پچاس فی صدی تعلقدار کو بطور مالگزاری دیگا۔

مثال

نکاسی	[illegible]	بیس ہزار روپیہ
دو بھائی بہ حصہ مساوی	[illegible]	دس ہزار روپیہ

حصہ برادر خورد بہ حساب پچیس فی صدی بلا لگان

اول پشت میں	[illegible]	دو ہزار پانچ سو روپیہ
دوسری پشت میں	[illegible]	چھ سو پچیس روپیہ
تیسری پشت میں دوام کے لیے	[illegible]	ایکہزار دو سو پچاس روپیہ دینے پڑینگے

(۲) وہ لوگ جو قبل عملداری انگریزی ایک محدود مقدار آراضی پر بطور گزارہ کے قابض تھے۔ یا

(۳) گزارہ کے لیئے نقد یا خوراک پاتے تھے۔

ایسے گزارہ دار بعض حالتوں میں کئی پشتوں تک علیحدہ قابض رہے ہیں۔ اور بعض حالتوں میں ایک یا دو پشتوں تک قابض رہے ہیں۔ اور یا ایسے لوگ ہیں جو علیحدہ قابض نہ تھے بلکہ تعلقدار کے ساتھ رہتے تھے۔

تجویز گزارہ

(۱) وہ لوگ جن کی اراضی ہمیشہ شامل تعلقہ رہی اور کبھی علیحدہ قبولیت نہیں پائی۔ اس قسم کے اشخاص تاحیات اُس قدر اراضی پر بلا لگان قابض رہیں گے۔ جس قدر بروقت عملداری انگریزی در اصل اُن کے پاس تھی۔ لیکن یہ لوگ تعلقدار کو دوسری پشت میں پچیس فی صدی۔ اور تیسری پشت میں پچاس فیصدی بطور مالگزاری ادا کرینگے اور اختیار انتقال انھیں حاصل نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ سرکاری مالگزاری مع دس فی صدی تعلقدار کو دیا کریں۔ اور حقوق وراثت انھیں حاصل رہیں گے۔ اور ان میں سے جو شخص اپنی اراضی کا زرلگان ادا کر چکا ہو اور پھر وہ اراضی مذکور بلا لگان پاوے۔ تو اُسے پٹہ اُسی قدر تخفیف سے ملیگا۔

(۲) وہ لوگ جن کی اراضی گزارہ ملنے کے وقت تعلقہ سے علیحدہ کی گئی ہو اور جن کو اُن کے نام سے قبولیت علیحدہ ملی ہو۔ یہ لوگ حسب منشائے ایکٹ ۲۶۔ مالکان ماتحت کی قسم میں شمار ہونگے اور اُنکے دعاوی کا فیصلہ عدالت سے ہوگا۔ اور ایسی حالتوں میں جہاں گزارہ نقدی ملتا ہو۔ اُنھیں اختیار ہے کہ وہ اپنا گزارہ نقد لیں یا اُسکے عوض میں اراضی بلا لگان لے لیں۔

بجویز گزارہ مندرجۂ بالا پر جنرل بیرو صاحب قائم مقام فنانشل کمشنر نے مفصلۂ ذیل نوٹ تحریر کیا:۔

"تعلقداران اصول مندرجۂ بالا کے بموجب بالفعل بندوبست کر رہے ہیں۔ بعض حالتوں میں بموجب رضامندی فریقین فیصلے مختلف ہونگے۔ اور اعزائے تعلقداران مقدار معین کو زیادہ پسند کرینگے۔ بہ نسبت اسکے کہ دوسری تیسری پشت میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مذکورۂ بالا مقدمات کی تمام اقسام میں تعلقدار صرف اُس قدر دیوینگے جس کا اُنھوں نے وعدہ کیا ہے اور اگر کوئی تعلقدار کا رشتہ دار اس سے انکار کرے تو موجودہ قانون کے مطابق وہ عدالت سے کچھ نہیں پا سکتا۔ اگر آئندہ کسی وقت کوئی قانون نافذ کیا جائے تو جو کچھ تعلقداروں نے اپنے اعزا کو اس وقت دیا ہے اُس کی پابندی ضرور ہوگی۔ تعلقدار یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان امور پر توجہ کی جائے۔ اور بلاشک اگر تعلقدار جس قدر اس وقت وہ آمادہ ہیں دیویں تو یہ نہایت پسندیدہ فعل ہوگا۔ اور اگر گورنمنٹ ان تجاویز کو منظور کر لے تو گزارہ کے مقدمات کے فیصلہ میں بڑی مدد ملیگی۔"

چیف کمشنر صاحب بہادر کو یہ معلوم ہے کہ قسم دوم کے مقدمات بالفعل ملتوی ہیں۔ کُل چار مقدمات اس قسم کے تھے۔ اُن میں سے ایک کا فیصلہ ہو گیا ہے۔

۲۵ ستمبر ۱۸۶۷ء کو مسٹر آر۔ ایچ۔ ڈیوس صاحب قائم مقام چیف کمشنر نے بعد ملاحظہ نوٹ فنانشل کمشنر صاحب یہ حکم صادر فرمایا۔

"یہ امور میرے لکھنؤ سے جانے سے پیشتر فیصل ہو چکے تھے۔ ہر حالت میں میرے

نزدیک تعلقداروں نے جیسی کہ ہم کو امید تھی اپنے عزیزوں کے ساتھ سخاوت کا برتاؤ کیا ہے - اور یہ شرائط اعزائے تعلقداران کے حق میں بہت مفید ہیں - بہ نسبت اُن شرائط کے جو ایک سال پیشتر تجویز کیئے گئے تھے - میرے نزدیک بغرض اطلاع و اظہار رائے گورنمنٹ ہند میں انھیں جانا چاہیئے -"

اسکے بعد، ۲ر جولائی ۱۸۶۹ء کو ڈیوس صاحب بہادر چیف کمشنر نے قیصر باغ بارہ دری میں ایک دربار منعقد کیا - اور اس موقع پر انجمن کی جانب سے جو ایڈریس پیش کیا گیا تھا اُس میں علاوہ دیگر امور کے گزارہ داران کے متعلق یہ عرض کیا گیا تھا -

"چند روز پہلے افسران گورنمنٹ کے دلوں میں ایک عام خیال یہ تھا کہ اکثر اعزائے تعلقداران کے حقوق بندوبست سرسری اور سند عطیہ گورنمنٹ کی وجہ سے تلف ہو گئے ہیں - ورنہ عدالت سے چارہ جوئی کر کے وہ اپنے حقوق حاصل کر سکتے تھے - اور اس بدگمانی کو رفع کرنے کے خیال سے حضور نے ہمیں یہ نیک صلاح دی تھی - اور ہم نے اُس پر عمل کر کے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگ خود اُسکا تصفیہ انجمن کے ذریعہ سے کر دینگے - چنانچہ دو سال میں بڑی مستعدی اور سرگرمی سے ہم نے اُن کل دعاوی کی تحقیقات کی جو انجمن میں دائر ہوئے - اور ہماری تحریک پر فنانشل کمشنر صاحب نے حکام ضلع کے ذریعہ سے بہت سی مثلیں مرتب کرائیں - بالآخر ۱۲ر جولائی ۱۸۶۹ء سے پہلے یہ تمام کام انجام کو پہونچا - اور کوئی دعوے بلا فیصلہ باقی نہیں رہا - فنانشل کمشنر صاحب بہادر نے ان فیصلوں کو ملاحظہ فرمایا ہے - اور اکثر مقدمات جنکی تکمیل عہدہ داران سرکار کے ذریعہ سے ہوئی تھی اُنھیں حکام ماتحت نے بھی ملاحظہ کیا - اور تجربہ سے یہ

بخوبی ظاہر ہوگیا۔ کہ بہت کم ایسے دعوے تھے جن میں سند نہ ہونے کی حالت میں عدالت سے کامیابی ممکن تھی۔ کیونکہ سند کو علیحدہ کرکے تحقیقات عمل میں آئی تھی۔ اس پر بھی بہت سے مقدمات بہ سبب نہ پائے جانے رواج تقسیم و عدم ثبوت کے خارج ہو گئے۔ بلکہ وہ مقدمات جو بذریعہ فنانشل کمشنر صاحب عدالتہائے سرکاری کو ترتیب مسل اور رائے لکھنے کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔ اُن میں اکثر مقدمات ان عدالتوں نے خارج کردیئے لیکن ممبران انجمن اور مہاراجہ صاحب بہادر پریسیڈنٹ انجمن نے بعد نظر ثانی ایسے مقدمات میں بھی جو عدالتوں سے خارج ہو گئے تھے بنظر ترحم رعایتی گزارہ دلوایا۔

ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنرل بیرو صاحب اور سر چارلس ونگفیلڈ صاحب بہادر کی رائے جس کا اظہار اُنھوں نے اپنی مراسلت مورخہ ۱۵ رجولائی ۱۸۵۹ء میں فرمایا تھا۔ اور جس کا یہ منشا تھا کہ رواج عدم تقسیم و جانشینی اولاد اکبر کی وجہ سے اودھ میں بہت کم ایسے دعوے ہونگے جن میں رشتہ داران تعلقداران کے حقوق مساوی قابل لحاظ ہونگے۔ اور اسی وجہ سے حقوق مساوی کی حق تلفی کا گمان نہیں ہو سکتا۔ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اور ہم حضور کی نیک صلاح کے بیحد مشکور ہیں۔ کیونکہ اس کارروائی سے ہمیں حق تلفی کی بدگمانی سے نجات حاصل ہوگئی۔ اور ہم نے جو وعدہ کیا تھا اُس سے زیادہ رعایتی گزارے دے کر اپنے وعدوں پر ثابت قدم رہنا ظاہر کر دیا۔ اور مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب کے 'سی' ایس' آئی' نے ان مقدمات کی تحقیقات اور اُن کے فیصلہ میں ایسی محنت شاقہ گوارا فرمائی۔ کہ وہ سخت علیل ہو گئے۔ تاہم

باوجود علالت انھوں نے انفصال مقدمات کے کام سے ہاتھ نہیں کھینچا اور کسی فریق کی حق تلفی روا نہیں رکھی۔ ہم کو سر مہاراجہ صاحب کی علالت اور آج کے دربار میں اُن کی عدم شرکت سے بعید افسوس ہے۔ کیونکہ جملہ اہم و ضروری مسائل میں مثلاً نفاذ ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء ترتیب فہرست تعلقداران و عطیہ داران و انفصال مقدمہ گزارہ داران میں وہی ہمارے رہنما اور عقدہ کشا تھے“۔

مسٹر ڈیوس صاحب کمشنر نے ایڈرس کے جواب میں یہ تقریر فرمائی تھی:-

”آپ کے ایڈرس کو میں نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ اور دیگر افسران و عہدہ داران کے ساتھ اس جلسے میں آج میں اس غرض سے آیا ہوں تا کہ دربار عام میں اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کروں کہ میعاد مقررہ قانون کے اندر فہرست اشخاص مستحق خطاب تعلقداری کی مرتب اور مکمل ہوگئی۔ اور آپ کی محنت اور مستعدی کا اعتراف کروں جو آپ کی کمیٹی نے عرصہ تک گزارہ داروں کے مقدمات کے فیصلہ میں کی ہے۔ اور جملہ تعلقداروں کے حقوق جو اُن کے علاقوں کی ملکیت کے متعلق قانوناً منظور ہوئے تھے اور جو کام عدالتی اور ثالثی آپ کو تفویض ہوا تھا اور جس کو آپ نے نہایت دیانت و امانت سے انجام دیا اُسکی بابت میں آپ کو مبارکباد دوں۔

یہ امر نہایت قابل اطمینان ہے کہ کوئی دعوے جو تعلقدار کے عزیز کی جانب سے پیش ہوا وہ غیر مسموع یا غیر منفصلہ نہیں رہا اور خود تعلقداروں نے آپ کی انجمن کے فیصلہ پر عمل کرنا منظور کیا۔ جو امداد آپ کی کمیٹی کو کرنیل بیرو صاحب فنانشل کمشنر کی خاص توجہ سے اُس کار عظیم میں حاصل ہوئی جس میں آپ اس قدر عرصہ سے مصروف تھے

اور جس سے نہایت عمدہ نتیجہ وقوع میں آیا۔ اُسکا آپ نے اپنے ایڈریس میں شکرگزاری کے ساتھ واجبی اعتراف کیا ہے۔

مجھے امید تھی کہ اس موقع پر میں مہاراجہ سر مان سنگھ صاحب بہادر کی محنت جانفشانی اور بلیغ کوششوں کا جو اُن سے ظہور میں آئیں۔ اصالتاً شکریہ ادا کرونگا۔ مجھے انکی علالت کا حال معلوم ہو کر نہایت افسوس ہوا۔ اور مجھے امید ہے کہ اُنھیں جلد صحت کامل حاصل ہوگی۔

آپ نے اپنی عالی حوصلگی سے اُن فوائد سے جو بموجب دفعہ ۱۷ مراسلہ چیف کمشنر صاحب مورخہ ۲۰ اگست ۱۸۶۶ء آپ کو حاصل ہو سکتے تھے۔ اُن سے آپ نے بطور خود دست بردار ہونے کا اقبال کیا ہے۔ لیکن میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ بات خود میرے اور فنانشل کمشنر صاحب کے مدنظر رہیگی۔ کہ جو دعاوی منجانب اُن اشخاص کے دائر ہوں جو اپنے تئیں اُس سے استفادہ کے مستحق سمجھتے ہیں اُن پر واجب التفات کیا جائے۔

میں خوش ہوں کہ حقوق شنکلپ کے متعلق آپ کوئی جدید بحث پیش کرنا نہیں چاہتے۔ اگرچہ عدالتوں کے اختیارات میں مداخلت نہیں ہو سکتی۔ لیکن بلاشک یہ اختیار آپ کو حاصل ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق جس پر آپ نے بخوبی غور کر لیا ہو اور جو آپ کی دانست میں فیصلہ جات عدالت یا احکام گشتی یا قوانین سے آپ کے فوائد میں خلل انداز ہو۔ اُس کے متعلق آپ بذریعہ عرضداشت گورنمنٹ کو توجہ دلا سکتے ہیں۔

لارڈ لارنس سابق وائسرائے و گورنر جنرل نے تعلقداروں کی خیر طلبی کے متعلق جو

اپنے منشا کا اظہار فرمایا تھا اسکی تعمیل کے لیے فوراً تدابیر اختیار کیجائینگی۔ اور وہ شرائط جلد طے ہوجائیں گے جنکے بموجب اُن ریاستوں کو گورنمنٹ کی جانب سے قرض دیا جائیگا۔ جو مقروض ہیں۔"

اسکے بعد ۳ر نومبر ۱۹۰۱ء کے جلسہ میں راجہ اودت نرائن سنگھ صاحب تعلقدار ہونگا۔ ضلع بہرائچ کی ایک درخواست پیش ہوئی کہ انجمن سے گزارہ کے متعلق ٹھاکر جگراج سنگھ کو دو مواضعات کی ڈگری ملی تھی۔ منجملہ اُس کے ایک موضع اُنھوں نے فروخت کر ڈالا۔ حالانکہ ڈگری داران مقدمات خاندانی کو اختیار انتقال ہرگز نہیں دیا گیا تھا۔ اور بوقت انفصال مقدمات خاندانی۔ مہاراجہ سر مان سنگھ صاحب نے بمشورہ کرنیل بیرو صاحب و منظوری چیف کمشنر صاحب گزارہ کے متعلق قواعد تیار کیے تھے۔ اور اُنھیں قواعد کے بموجب ممبران کمیٹی نے دو برس تک شب و روز محنت و مشقت کرکے پانچ سو مقدمات فیصل کیے تھے۔ اور گورنمنٹ نے اس کا اعتراف کرکے ممبران کمیٹی کا شکریہ ادا کیا تھا۔ لیکن اضلاع میں ان فیصلہ جات کی تعمیل نہیں ہوتی۔ اور جس طرح افسران ضلع کی سمجھ میں آتا ہے وہ فیصلہ کردیتے ہیں۔ جس سے انواع اقسام کے نقصانات تعلقداروں کو پہونچتے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب کہ اُن فیصلہ جات کی پابندی اور قواعد کی تعمیل نہیں ہوتی تو کمیٹی کی وہ سب محنت و مشقت جو اُس نے فیصلہ مقدمات میں کی تھی رائیگاں جائیگی۔

غرضکہ حسب تجویز کمیٹی لوکل گورنمنٹ کی خدمت میں ایک عرضداشت اسکے متعلق بھیجی گئی جسے چیف کمشنر صاحب نے جوڈیشل کمشنر کی خدمت میں بھیجا۔ اور

جوڈیشل کمشنر صاحب نے ایک حکم جاری کردیا کہ انجمن کے فیصلہ اور ڈگریات کی تعمیل موافق اُسکے فیصلے کے ہوا کرے۔

کیننگ کالج

۸ راگست ۱۸۶۲ء کو باستماع خبر وفات حسرت آیات لارڈ کیننگ صاحب سابق وائسرائے و گورنر جنرل مملکت ہند تعلقداروں کے جلسہ عام میں یہ تحریک پیش ہوئی تھی کہ حضور ممدوح کی یادگار میں ایک درسگاہ بمقام لکھنؤ قائم کی جائے۔ اور اُسکا نام "کیننگ کالج" رکھا جائے۔

اس کے بعد ۲۲ رنومبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے فرمایا کہ اس خبر کی شہرت حکام تک پہونچ گئی ہے کہ آپ اپنے سچے محسن و مربّی یعنی لارڈ کیننگ بالقابہ کی یادگار میں بطور اظہار شکر گزاری ایک کالج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا اب اس کالج کے قائم کرنے کے لیئے عملی تدابیر اختیار کرنا چاہیئے۔ جملہ حاضرین نے اس سے اتفاق کرتے ہوے یہ تجویز کیا کہ کیننگ کالج کے لیئے ایک عمارت قیصر باغ میں جسے لارڈ کیننگ نے تعلقداروں کو عطا کیا تھا تعمیر کی جاے۔

۷ ردسمبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں یہ طے ہوا کہ ہر ایک ممبر انجمن یعنی تعلقداران اپنی صدر جمع یعنی مالگزاری پر آٹھ آنہ فی صدی سالانہ کیننگ کالج کے مصارف کے لیئے دینا منظور کریں اور گورنمنٹ سے بذریعہ چیف کمشنر صاحب یہ استدعا کی جائے کہ وہ براہ مہربانی ایک رقم جو تعلقداران کے چندہ کے برابر ہو، سالانہ کیننگ کالج کے مصارف کے لیئے منظور فرمائے۔

گورنمنٹ سے اسکی بابت تحریک کی گئی اور ۲۴ ر دسمبر ۱۸۶۳ء کو مراسلہ صاحب وزیر ہند امی نواب گورنر جنرل بہادر موصول ہوا جس کا فقرہ پنجم حسب ذیل ہے۔

" تعلقداروں کے ارادے کی کیفیت سُن کر ہمیں نہایت خوشی ہوئی کہ وہ ایک کالج بطور یادگار لارڈ کیننگ مرحوم بمقام لکھنؤ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مجوزہ کیننگ کالج۔ جس کے واسطے آپ نے نہایت مناسب تجویز کی ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اُس مقدار کی امداد عطا کی جائے۔ جو تعلقداران اودھ کے سالانہ چندہ کے برابر ہو۔ ایک خاص درسگاہ اس صوبہ میں ہو جائیگی۔ اور اگرچہ بانیان کی خواہش کے بموجب یہ مناسب ہوگا کہ ایک شعبہ تعلیم زمینداران و تعلقداران کی اولاد کے واسطے علیحدہ رکھا جائے۔ تاہم یہ بہتر ہوگا کہ عوام کو اسکی ممانعت نہ ہو۔ کہ جو ابتدائی تعلیم اُنھوں نے سرکاری ضلع اسکولوں میں پائی ہے۔ اُسکی یہاں تکمیل کر سکیں"

۲۷ ر فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں انجمن نے یہ طے کیا کہ امداد و استحکام کیننگ کالج کے لیے یہ ضروری ہے کہ تعلقدار صاحبان ایک ایسے وقف نامہ کی تکمیل کردیں جس میں یہ درج ہو کہ وہ اور اُن کے جانشین ایک روپیہ فی صدی اپنے علاقہ کی صدر جمع پر سالانہ دیا کرینگے یعنی آٹھ آنہ کیننگ کالج کے واسطے اور آٹھ آنہ انجمن کے مصارف کے لئے غرضکہ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور مفصلہ ذیل وقف نامہ پر سب صاحبوں نے رضامندی کے دستخط کر دیئے

مسودہ وقف نامہ

" ہم لوگ بحالت صحت نفس اور ثبات عقل اپنے کے بخوشی تمام ایک روپیہ سیکڑہ صدر مالگزاری علاقہ اپنے اپنے پر کہ حسب تفصیل ذیل ہمیشہ کے لئے ہے واسطے

صرف مفصلۂ ذیل کے وقف مقرر کرتے ہیں۔ منجملہ اُسکے آٹھ آنہ سیکڑہ اسکول میں۔ اور آٹھ آنہ سیکڑہ انجمن ہند میں خرچ ہوگا۔ لہذا اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص علاقہ مذکورہ ہمارے پر وقتاً فوقتاً قابض و متصرف ہوں اُن کو بند کرنے فی صدی مذکورہ کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ روپیہ وقتاً فوقتاً جو جمع سرکار سے قرار پائیگی۔ اُس پر فی صدی مذکورہ برابر سہ ماہی سہ ماہی یعنی اول ماہ اگھن، دوئم ماہ پھاگن، سوئم ماہ جیٹھ، چہارم ماہ بھادوں تاریخ ۱۵ سہ ماہی کو داخل ہوتا رہیگا۔ اور صاحب مہتمم حسب رائے کمیٹی کیننگ کالج، و کمیٹی انجمن ہند صرف کرتے رہیں۔ اور حساب اخراجات مذکورہ کا بعد سال تمام کے صاحب مہتمم کمیٹی انجمن ہند میں داخل کرتے رہیں گے۔ اور مہتمم اُسکے عہدۂ آنریری سکرٹری انجمن پر جو صاحب رہیں گے ہوا کرینگے۔ جس وقت صاحب مہتمم موصوف کو اس اہتمام سے مستعفی ہونے کی خواہش ہوگی۔ اُس وقت حسب پسند کمیٹی کیننگ کالج و کمیٹی انجمن ہند ایک شخص دیگر اپنی جگہ پر مقرر کر کے مستعفی ہونگے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ وقف واسطے کار خیر کے ہے۔ لہذا کوئی صاحب مہتمم حال خواہ آئندہ اس میں زر محنتانہ کے مستحق نہ ہونگے۔ لہذا یہ چند کلمہ بطریق وقف نامہ کے لکھدیئے کہ سند ہو اور وقت حاجت کے کام آوے۔ المرقوم ۲۷ر فروری ۱۸۶۴ء"

بعد تکملۂ وقف نامہ جنرل بیرو صاحب چیف کمشنر نے اسکی تصدیق فرمائی۔

یکم مئی ۱۸۶۴ء کو کیننگ کالج عارضی طور پر کوٹھی حسین آباد میں کھولا گیا۔

۲۴ر جنوری ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں یہ طے ہوا کہ چیف کمشنر صاحب سے درخواست کی جائے کہ چندہ جات انجمن و کیننگ کالج جو بذریعہ وقف نامہ مقرر ہوئے ہیں وہ ہر

تعلقدار کی مالگزاری کے ساتھ اضلاع میں وصول کیے جائیں - چنانچہ گورنمنٹ نے کالج کے چندہ کے متعلق یہ حکم دیدیا کہ وہ مالگزاری کے ساتھ ہر ضلع میں وصول کر لیا جائے۔

دو سال تک کیننگ کالج زیر نگرانی مسٹر ٹامس صاحب پرنسپل آگرہ کالج محض ہائی اسکول رہا۔ اور کلکتہ یونیورسٹی کے درجۂ انٹرنس تک تعلیم دیتا رہا۔ ۱۸۶۶ء میں کالج کلاس کھولے گئے۔ جس میں صرف آٹھ طالبعلم تھے۔ اور وارڈ کلاس کے طلبا عوام کے لڑکوں کے ساتھ تعلیم پاتے تھے۔

تجویز تقرر ممبران کالج کمیٹی

۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کے جلسۂ انجمن میں مراسلت کمشنر صاحب لکھنؤ متعلق تقرری ممبران کالج کمیٹی پیش ہوئی اور سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ اب تک کالج کمیٹی کے ممبروں کے تقرر کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ اس وقت کمشنر صاحب لکھنؤ کالج کمیٹی کے پریسیڈنٹ اور سکریٹری انجمن کالج کمیٹی کے سکریٹری ہیں۔ اور کمشنر صاحب کی رائے ہے کہ اس کمیٹی کے بارہ ممبر مقرر ہونا چاہیے۔ جن میں سے چھ اشخاص علاوہ پریسیڈنٹ کے منجانب گورنمنٹ ہوں۔ اور چھ اشخاص بشمول سکریٹری انجمن منجانب انجمن ہند اودھ مقرر کیے جائیں۔ بعد غور و بحث یہ طے پایا کہ :-

"چونکہ گورنمنٹ مصارف کالج کا نصف روپیہ دیتی ہے۔ اس لیے وہ نصف ممبر بھی مقرر کر سکتی ہے اور انصافاً ایسا ہونا بھی چاہیے۔ تاکہ ہر دو جانب کی قوت مساوی رہے۔ اور جس طرح چھ ممبر علاوہ پریسیڈنٹ کے منجانب گورنمنٹ مقرر ہوں۔ اسی طرح چھ ممبر علاوہ سکریٹری کے منجانب انجمن ہونا چاہیے۔ اور کرنیل بیرو صاحب جو اس کالج کے

محسن اور سرپرست ہیں وہ منجانب انجمن مقرر کیئے جائیں۔ اور مہاراجہ مان سنگھ صاحب بھی اس کمیٹی کے ممبر ہوں۔ اسی کے مطابق کمشنر صاحب کی مراسلت کا جواب بھیجا گیا۔

بعدازاں ۹ ردسمبر ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں مفصلہ ذیل اصحاب منجانب انجمن ممبر کالج کمیٹی مقرر ہوئے۔

(۱) کرنیل بیرو صاحب بذات خاص۔

(۲) معتمد صاحب کپورتھلہ متعینہ لکھنؤ۔

(۳) راجہ محمد امیر حسن خان صاحب۔

(۴) داروغہ میر واجد علی صاحب۔

(۵) راجہ کاشی پرشاد صاحب۔

(۶) مرزا عباس بیگ صاحب سکریٹری انجمن۔

یکم نومبر ۱۸۷۱ء کے جلسہ میں رزولیوشن کالج کمیٹی مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۸۷۱ء مشعر اس امر کے پیش ہوا کہ عمارت کیننگ کالج قیصر باغ میں نہ بنائی جائے اور اُس کے متعلق بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ چونکہ نواب گورنر جنرل بہادر قیصر باغ میں اس عمارت کا سنگ بنیاد نصب فرما چکے ہیں۔ لہذا اب اُس میں کوئی تبدیلی مناسب نہیں ہے۔

۲ر نومبر ۱۸۷۱ء کے جلسہ میں جنرل بیرو صاحب کی جگہ پر راجہ مادھو سنگھ صاحب تعلقدار امیٹھی ممبر کالج کمیٹی مقرر ہوئے اور چونکہ انجمن کی یہ تجویز منظور ہوئی کہ علاوہ سکریٹری کے چھ ممبران انجمن کی جانب سے کالج کمیٹی میں رہیں گے۔ لہذا راجہ فرزند علی خاں صاحب جدید ممبر مقرر کیئے گئے۔

۱۸۶۹ء میں کرنیل بیرو صاحب نے بوقت تقسیم انعام اپنی اسپیچ میں یہ کہا تھا کہ گزشتہ پانچ سال میں طلبا کی تعداد حسب ذیل تھی۔

۱۸۶۵ء	میں	۳۷۷
۱۸۶۶ء	میں	۵۱۸
۱۸۶۷ء	میں	۵۲۳
۱۸۶۸ء	میں	۶۲۱
۱۸۶۹ء	میں	۶۶۶

گویا کیننگ کالج نے تمام شہر لکھنؤ کی تعلیم شروع کردی تھی۔ آہستہ آہستہ امریکن میتھوڈسٹ مشن اور ہندوستانی مارٹینیر کلاس بھی اس میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۸۸۲ء میں منجملہ ۸۵۳ طلبا کے ۶۱۲ صیغۂ اسکول میں تعلیم پاتے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں ابتدائی درجے توڑ دیئے گئے۔ اور ۱۸۸۷ء میں مڈل اسکول اس سے علیحدہ کر کے دیگر اشخاص کے سپرد کر دیا گیا۔ اور ۱۸۹۱ء میں ہائی اسکول کے درجے جوبلی ہائی اسکول کو دیدیئے گئے۔ اور وارڈس اور وثیقہ داراں کی اولاد کی تعلیم کے لیئے جو درجہ ۱۸۷۷ء میں قائم ہوا تھا۔ وہ کالون اسکول کے افتتاح تک قائم رہا۔ اور تعلیم قانون کے درجے جو ۱۸۷۷ء میں قائم ہوئے تھے وہ بدستور قائم ہیں۔ ۱۸۷۳ء تک یہ کالج امین آباد کی کوٹھی میں رہا۔ اور عمارت کے مخدوش ہونے کی وجہ سے تبدیل مقام کی ضرورت ہوئی۔ ایک سال تک کالج لال بارہ دری میں رہا۔ بعد ازاں لال باغ کی ایک عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔ اس مکان کی تنگی جگہ کا

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کالج کے چار درجے اور دفتر اور پرنسپل اور پروفیسران کے کمرے ایک ایسے مکان میں تھے جس کا کل رقبہ موجودہ عمارت کالج کے دو کمروں کے برابر تھا۔ ایسی حالت میں ایک خاص عمارت کے تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی غرضکہ چار سال کے بعد قیصر باغ میں کالج کی عمارت تیار ہوئی۔

تعلقداروں کی خواہش کے بموجب قیصر باغ کا شمالی حصہ مستقل طور پر کالج کے لئے علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن چونکہ یہ حصہ ناقابل مرمت تھا۔ لہذا وہ منہدم کر ڈالا گیا۔ اور اسی مقام پر کالج کی عمارت تعمیر ہوئی۔ اس عمارت کا بنیادی پتھر لارڈ لارنس وائسرائے و گورنر جنرل نے ۱۸۶۷ء میں رکھا تھا۔ اور انہدام عمارت سابقہ ۱۸۶۹ء میں شروع ہوا۔

۳۰ ستمبر ۱۸۷۱ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب لکھنؤ نے انجمن کو لکھا کہ کالج کی عمارت کے لئے قیصر باغ سے باہر کوئی دوسری جگہ تجویز کریں۔ کیونکہ آئندہ کالج کی توسیع کے لئے قیصر باغ میں کافی گنجائش نہیں ہے۔ مگر تعلقداروں نے اس سے قطعی انکار کیا۔

۳۱ مئی ۱۸۷۲ء کو انجمن میں اس معاملہ پر دوبارہ غور ہوا۔ اور یہ طے ہوا کہ کوٹھی قیصر پسند خرید کر لی جائے۔ مگر گورنمنٹ نے اُسکی علیحدگی منظور نہ کی۔ لہذا انجمن اپنے اصلی ارادے پر قائم رہی۔

۵ جون ۱۸۷۵ء کو راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب و دیگر تعلقداروں کی یہ رائے ہوئی کہ مقام مجوزہ غیر مناسب ہے۔ اور بالآخر انجمن ہند و کیننگ کالج کمیٹی نے یہ طے کیا کہ اسی مقام یعنی قیصر باغ میں عمارت کالج کی تعمیر شروع کر دی جائے۔ کیونکہ لارڈ لارنس

اس عمارت کا بنیادی پتھر قیصر باغ میں رکھ چکے ہیں۔

عمارت کا پہلا نقشہ ۱۸۶۵ء میں تیار ہوا تھا۔ لیکن اس کو کالج کمیٹی نے نامنظور کیا۔ اور پانچ ہزار روپیہ باہمی صلح کے طور پر اُسکی اجرت دینا پڑی۔ دوسرا نقشہ ۱۸۶۹ء میں تیار ہوا۔ اور اُس میں ایک ہزار طلبا کی گنجائش رکھی گئی جسمیں اسکول اور کالج دونوں شامل تھے۔ لیکن کمیٹی کیننگ کالج نے ۲۶ مئی ۱۸۷۰ء کو یہ تجویز کیا کہ اس نقشہ کے بموجب کام شروع کیا جائے۔ بشرطیکہ تیس ہزار روپیہ گورنمنٹ اور ایک لاکھ روپیہ تعلقداران بطور مزید چندہ کے دیں۔ لیکن تعلقداروں نے مزید چندہ دینے سے انکار کیا۔ بعدازاں کیننگ کالج کمیٹی نے ۲۲ فروری ۱۸۷۱ء کو یہ طے کیا کہ ایک عمارت کالج کے واسطے جس میں تین سو طلبا تعلیم پاسکیں تعمیر کرائی جائے۔ چنانچہ انجینیر سے اسکے مطابق نقشہ اور تخمینہ طلب کیا گیا۔

۲۶ اگست ۱۸۷۱ء کو کیننگ کالج کمیٹی نے گورنمنٹ سے مزید امداد کی درخواست کی۔ اور یہ بھی خواہش کی کہ ایک سرکاری انجینیر نگرانی کے لیئے دیا جائے۔ اور یہ بھی تجویز ہوا کہ کالج اور اسکول کی عمارتیں علیحدہ علیحدہ رکھی جائیں۔ لیکن تعلقداروں نے اس پر اصرار کیا کہ اسکول اور کالج ایک ہی عمارت میں رہیں۔

بالآخر مئی ۱۸۷۵ء میں کالج کمیٹی نے یہ طے کیا کہ جس قدر روپیہ موجود ہے اُس میں کام شروع کر دیا جائے۔ نقشوں کی تیاری کے لیئے اشتہار دیا گیا۔ اور انجینیر صاحبان کی ایک کمیٹی نے نقشہ مرتبہ ٹیکارام نقشہ نویس پسند کیا۔ اور فرزوقی کمپنی کا تخمینہ منظور ہوا۔ اور مئی ۱۸۷۶ء میں تعمیر کا کام شروع ہوا۔

۱۸۷۷ء میں سرکاری امداد میں اضافہ کے لئے پھر تحریک کی گئی اور یہ لکھا گیا کہ گورنمنٹ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جو تعداد چندہ تعلقداران کی ہوگی۔ اُسی قدر امداد سالاً گورنمنٹ عطا کریگی۔ اور چونکہ بندوبست کی وجہ سے مالگزاری کے ساتھ چندہ میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اب اُسکی تعداد چالیس ہزار تک پہونچ گئی ہے لہٰذا گورنمنٹ کو بھی امداد میں اضافہ کرنا چاہئیے۔

اسکے جواب میں گورنمنٹ نے چالیس ہزار روپیہ تعمیر عمارت کے لئے دینا منظور کیا۔ لیکن مستقل سالانہ امداد میں اضافہ کرنے کی بابت کوئی حکم نہیں دیا۔

بہرحال عمارت کالج چالیس ہزار روپیہ کی سرکاری امداد اور کالج فنڈ کی بچت سے تیار ہوگئی۔ نومبر ۱۸۷۸ء میں سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر نے ایک جلسہ عام میں اسکا افتتاح کیا۔ اسی کے ساتھ ایک بورڈنگ ہوس بھی جس میں ۳۰ طلبار کے رہنے کی جگہ تھی کالج فنڈ سے تعمیر ہوا۔ اور دونوں عمارتوں کی تعمیر میں ۲ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔

صاحب وزیر ہند کی تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کالج صوبۂ اودھ کی خاص تعلیمگاہ سمجھی گئی تھی۔ اور حسب خواہش تعلقداران ایک خاص درجہ اُنکی اولاد کی تعلیم کے لئے علیحدہ رکھنا تجویز ہوا تھا۔ کچھ دنوں اسکول کی وجہ سے کالج اچھی طرح ترقی نہ کرسکا۔ کیننگ کلیجٹ اسکول کی عمدہ تعلیم نے جس کے واقف کار ریورہیں نگراں تھے۔ آہستہ آہستہ اور سب اسکولوں کو دبا لیا۔ کیونکہ اُس وقت فیس بھی بہت کم تھی۔

جس وقت کالج کی عمارت قریب اختتام پہونچی تو کالج کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ اسکول بند کردیا جائے۔ اور صرف کالج اور ایک درجہ خاص تعلقداروں کی اولاد کی

تعلیم کے لئے رکھا جائے۔ لیکن تعلقداروں نے اس پر پھر اعتراض کیا اور اُنکی خواہش کے بموجب ۱۰ر جون ۱۸۸۰ء کو کالج کمیٹی نے کالج کے ساتھ اورنٹیل ڈپارٹمنٹ رکھنا منظور کرلیا۔ تعلقداروں نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ اور یہ تاکید کی کہ ابتدائی درجوں سے بی، اے، تک کُل درجے قائم رکھے جائیں۔ اور چونکہ کالج کی عمارت میں اتنی گنجائش نہ تھی۔ لہذا ۱۳ر اپریل ۱۸۸۱ء کو کالج کمیٹی نے یہ منظور کیا کہ جس وقت روپیہ فراہم ہوجائے تو کالج کے متصل ایک اسکول بھی تعمیر کیا جائے۔

اسکے بعد مسٹر نسفیلڈ صاحب انسپکٹر مدارس نے ایک تجویز پیش کی جس سے پانچ سو طلباء کی تعلیم اُسی ہزار روپیہ کے صرف میں ہوسکتی تھی اور چند تعلقداروں نے بیس ہزار روپیہ اس شرط پر دینا منظور کیا تھا کہ اس اسکول کا نام سر جارج کوپر کے نام پر رکھا جائے۔ لیکن کالج کمیٹی نے اُس وقت تک اسکی ذمہ داری سے انکار کیا۔ جب تک چندہ کی مضبوطی اور اُسکے اغراض و مقاصد صاف طور پر ظاہر نہ کیئے جائیں۔

۱۵ر نومبر ۱۸۸۲ء کو کالج کمیٹی نے انجمن سے اِس مسئلہ پر دوبارہ غور کرنے کی درخواست کی کہ ابتدائی اور مڈل اسکول کی تعلیم علیحدہ کردی جائے۔ پہلے لکھنؤ میونسپل بورڈ سے دریافت کیا گیا کہ وہ ابتدائی اور مڈل اسکول کا انتظام اپنے ذمہ لے لے۔ لیکن میونسپل بورڈ نے یہ جواب دیا کہ جب تک لوکل سلف گورنمنٹ کے جدید قواعد نہ ہوجائیں یہ مسئلہ ملتوی رکھا جائے۔ چونکہ لکھنؤ میں بعض اصحاب ابتدائی تعلیم کے انتظام کا بار اُٹھانے کو موجود تھے۔ لہذا منشی کالی پرشاد صاحب وکیل کو برانچ اسکول اس شرط پر دے دیا گیا کہ وہ اپنے طور پر اُسے قائم رکھیں۔ انجمن کو یہ انتظام بھی پسند نہیں آیا اور خود برانچ اسکول کا

انتظام کرنے پر مستعدی ظاہر کی۔

غرضکہ ۹ رجولائی ۱۸۶۴ء کو برانچ اسکول انجمن کے سپرد کردیا گیا۔ اسکے بعد کالج کی تعلیم میں وسعت ہوئی اور اسکی وجہ سے جگہ کی قلت محسوس ہوئی۔ آخرکار ۱۸۷۰ء میں درجہ سوم بند کردیا گیا۔ اور بعد ازاں ۱۹۰۱ء میں جیسا کہ اوپر ظاہر کیا گیا ہے ہائی اسکول کے درجے جوبلی اسکول کو دے دیئے گئے۔ باوجود اسکے کالج کی عمارت میں جگہ کی قلت رہی۔ اور اورنیٹل ڈپارٹمنٹ کے درجے بورڈنگ ہوس کی عمارت میں منتقل کردیئے گئے۔ اس پر بھی جب گنجائش کی قلت محسوس ہوئی تو یہ تجویز ہوا کہ قیصر باغ کے باہر کسی موزوں و مناسب مقام پر جدید عمارت کالج کی ضرورت کے لحاظ سے تعمیر کیجائے۔ چنانچہ بادشاہ باغ جو ہزہائنس مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی ملکیت میں تھا وہ اُن سے گورنمنٹ نے خرید کرلیا۔ اور ہزآنر سر جیمس لاٹوش صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُسکا استمراری پٹہ کالج کمیٹی کے نام بغرض تعمیر کالج ہوسٹل وغیرہ عنایت کیا۔ اور گورنمنٹ کی ملکیت قائم رکھنے کے خیال سے ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر بادشاہ باغ کے مکانات و آراضی کالج کمیٹی کو دے دیئے۔

جدید عمارت کیننگ کالج

اس کے بعد اپریل ۱۹۰۶ء میں ایک کمیٹی کالج کی مالی حالت اور دیگر ضروریات پر غور کرنے کے لیئے مقرر ہوئی۔ اور کمیٹی مذکور نے یہ رپورٹ کی کہ:۔

"کالج کے لیئے اس وقت ایک وسیع بورڈنگ ہوس کی ضرورت ہے جس میں سو طالبعلم رہ سکیں۔ اور اس بورڈنگ ہوس کی تعمیر کا تخمینہ ایک لاکھ

پچھتر ہزار روپیہ کیا جاتا ہے - اور پرنسپل کے مکان کی ضروری مرمت کا تخمینہ بیس ہزار روپیہ ہے - اور یہ دونوں کام بہت ضروری ہیں اور انھیں جلد سے جلد ختم ہونا چاہئے۔

اصلی عمارت کالج کا تخمینہ تین لاکھ روپیہ ہے - اور ایک لاکھ روپیہ اُسکی آراستگی و دیگر سامان ضروری کی فراہمی میں صرف ہوگا - پروفیسران کی سکونت کے مکانات اسکے علاوہ ہونگے - اور بادشاہ باغ میں کالج کی مکمل تیاری میں حسب تفصیل ذیل سات لاکھ پچھتر ہزار روپیہ صرف ہوگا۔

(۱) بورڈنگ ہوس	ایک لاکھ پچھتر ہزار روپیہ
(۲) مرمت مکان پرنسپل	بیس ہزار روپیہ
(۳) عمارت کالج	تین لاکھ روپیہ
(۴) دیگر سامان ضروری	ایک لاکھ روپیہ
(۵) مکانات یوروپین پروفیسران	ساٹھ ہزار روپیہ
(۶) مکانات پروفیسران ہندوستانی	بیس ہزار روپیہ
میزان کل	سات لاکھ پچھتر ہزار روپیہ

اس وقت کمیٹی کالج کے پاس صرف تین لاکھ اسّی ہزار روپیہ موجود ہے یعنی اسّی ہزار کے پرامیسری نوٹ - اور تین لاکھ روپیہ جسے سر مہاراجہ صاحب بلرام پور نے بہ اقساط تین سال میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے - اور موجودہ حالت میں پبلک سے چندہ کی کوئی امید نہیں ہے - ایسی حالت میں بجز اسکے کوئی چارہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ سے

مدد کی درخواست کی جائے۔ کالج کمیٹی اس بات پر تیار ہے کہ کالج کی عمارت واقع قیصر باغ گورنمنٹ کو دیدے۔ اور اسکے ساتھ گورنمنٹ سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ کالج کے سالانہ عطیہ میں پچیس ہزار روپیہ کا اضافہ کردے۔

۱۳ر اپریل ۱۹۰۸ء کو کمشنر صاحب لکھنؤ و پریسیڈنٹ کیننگ کالج کمیٹی نے نقول کارروائی کمیٹی و یادداشت پرنسپل کالج بطلب رائے انجمن میں بھیجکر اس بات پر توجہ دلائی کہ موجودہ سرمایہ کالج کی ضروریات کے لئے ناکافی ہے۔ اگر تعلقدار صاحبان چاہتے ہیں کہ موجودہ انتظام قائم رہے۔ تو انھیں یا تو بارہ لاکھ روپیہ یکمشت دینا چاہیے یا بیتالیس ہزار روپیہ سالانہ چندہ میں اضافہ کرنا چاہیے۔ اور اگر تعلقداران اسے پسند نہیں کرتے ہیں تو انھیں کالج کے انتظام کو گورنمنٹ کے ہاتھ میں دیدینا چاہیے ورنہ اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ جب ضرورت کے موافق کافی سامان اور سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کیننگ کالج یونیورسٹی کے قواعد کے بموجب تعلیم نہ دے سکیگا۔ تو وہ یونیورسٹی سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔

چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم تھا۔ لہذا جملہ کاغذات ترجمہ کرا کے تعلقدار صاحبان کے پاس بطلب رائے بھیجے گئے۔ اور ۷ر جولائی ۱۹۰۸ء کو یہ مسئلہ اگزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہوکر بغرض غور ایک سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔

اسکے بعد ۳۰ر جنوری ۱۹۰۹ء کو کمشنر صاحب لکھنؤ و پریسیڈنٹ کالج کمیٹی نے بذریعہ مراسلت یہ اطلاع دی کہ ۱۳ر مارچ ۱۹۰۹ء کو سر جان ہیوٹ لفٹنٹ گورنر صوبجات ہذا۔ جدید عمارت کیننگ کالج کا بمقام بادشاہ باغ سنگ بنیاد نصب فرمائینگے

تعلقدار صاحبان کو اس تقریب کی اطلاع دی گئی اور اکثر تعلقدار صاحبان اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ سکریٹری صاحب پرنسپل کیننگ کالج نے ایڈرس پڑھا۔ اور طلبا نے عربی، فارسی اور سنسکرت میں قصائد پڑھے۔ اور ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر نے اُسکے جواب میں تعلقداروں کو مخاطب کرکے یہ فرمایا۔

"میں نہایت خوش ہوں کہ آج اُس نئی عمارت کا بنیادی پتھر رکھا جائیگا جو لارڈ کیننگ، ہندوستان کے پہلے وایسرائے کی یادگار میں تعلقداران اودھ نے قائم کیا تھا۔ جدید عمارت کی تعمیر کا مسئلہ میرے پیشرو حکمراں یعنی سر جیمس لاٹوش کے عہد میں پیش ہوا تھا۔ اس کالج کی عمارت جسکی بنیاد لارڈ لارنس سابق وایسرائے و گورنر جنرل نے نصف صدی پہلے قیصر باغ میں رکھی تھی وہ اب موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لیۓ بالکل ناکافی سمجھی جاتی ہے۔ جس آراضی پر یہ جدید عمارت ہوگی۔ اُس کا استمراری پٹہ سر جیمس لاٹوش نے دیا تھا۔ اور قبل اسکے کہ میں اس عہدہ کا چارج لوں مہاراجہ سر بھگوتی پرشاد سنگھ صاحب آف بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن ہند اودھ اپنے فیاضانہ عطیہ یعنی تین لاکھ روپیہ کا اعلان کرچکے تھے۔

کالج کی آیندہ ضرورتوں کے لحاظ سے میں نے اپنے خیالات جنوری ۱۹۰۹ء کے دربار میں ظاہر کیۓ تھے اور تعلقداروں سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنے موجودہ چندہ یعنی آٹھ آنہ فی صدی میں چار آنہ فی صدی کا اور اضافہ کردیں۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ انجمن کی کمیٹی انتظامیہ نے چار آنہ فی صدی کا اضافہ اس شرط پر منظور کیا ہے کہ گورنمنٹ کالج کے نصف مصارف برداشت کرے۔ میں تعلقداروں کی اس پبلک اسپرٹ پر

اُنھیں مبارکباد دیتا ہوں۔ جو اُنھوں نے میری تحریک کو بخوشی قبول کر کے ظاہر کیا ہے اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جب تک انجمن اس کالج کا نصف خرچہ برداشت کرتی رہیگی۔ تو لوکل گورنمنٹ بھی اُس خرچہ کا نصف حصہ برابر دیتی رہیگی "

بعد ادائے رسم سنگ بنیاد۔ مسٹر سانڈرس صاحب کمشنر لکھنؤ و پریسیڈنٹ کالج کمیٹی کی جانب سے گارڈن پارٹی ہوئی۔

۸ اگست ۱۹۰۹ء کو ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے ممبران اگزیکیوٹف کمیٹی انجمن کو طلب فرما کر اُن سے یہ کہا کہ اس وقت بغرض تکملہ عمارت جدید و دیگر سامان ضروری چار لاکھ تیس ہزار کی ضرورت ہے۔ منجملہ اسکے پُرانی عمارت کیننگ کالج واقع قیصر باغ کی قیمت کے طور پر دو لاکھ دس ہزار روپیہ گورنمنٹ دیگی۔ اور علاوہ اس کے گورنمنٹ تیس ہزار روپیہ بطور چندہ کے دینے کے لئے تیار ہے۔ ان دونوں رقوم کے ساتھ بقیہ چندہ ذگی مہاراجہ بلرام پور شامل کرنے سے بھی ایک لاکھ تیس ہزار کی کمی ہوتی ہے۔ اور اُس کے انتظام کی ضرورت ہے۔

گورنمنٹ ہوس سے واپسی کے بعد پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے بذریعہ یادداشت تعلقدار صاحبان کو اس ضرورت کی جانب توجہ دلائی۔ اور مختلف تعلقدار صاحبان نے دو ہزار چھ سو پچھتر روپیہ بطور چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۰۹ء کو یہ مسئلہ پھر کمیٹی انتظامیہ انجمن کے سامنے پیش ہوا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ تعلقداروں کو پھر بحوالہ تحریر سابقہ یاددہانی کیجائے۔ اور پرنسپل کالج کو لکھا جائے کہ وہ کالج کے پُرانے طلبا سے بھی چندہ طلب کریں۔ اس کے بعد یکم فروری ۱۹۱۰ء کو کمشنر صاحب لکھنؤ و پریسیڈنٹ کالج کمیٹی نے

خلاصہ کارروائی کالج کمیٹی منعقدہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء بغرض اطلاع انجمن میں بھیجی اور یہ تحریر کیا کہ اگر انجمن ایک سال کے اندر ایک لاکھ روپیہ کی فراہمی کا انتظام کرے تو کالج کی مالی ضروریات قابل اطمینان پوری ہو سکتی ہیں۔ بعد ازاں ۸ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے ممبران اکزیکیوٹف کمیٹی انجمن کو بغرض مشورہ فراہمی چندہ طلب فرمایا۔ یہ جلسۂ شوریٰ کیننگ کالج میں بہ موجودگی کمشنر صاحب لکھنؤ منعقد ہوا۔ اور بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ کیننگ کالج کمیٹی اس وقت ایک لاکھ روپیہ چند روز کے لیئے گورنمنٹ سے قرض لے لے اور اکزیکیوٹف کمیٹی انجمن اس بات کی ذمہ داری کرتی ہے کہ وہ حتی الامکان اس امر میں پوری کوشش کریگی کہ وہ تعلقداران کو اس بات پر راضی کرے کہ وہ محض اس کام کے لیئے خاص کر آٹھ آنہ فی صدی کے حساب سے اپنی مالگزاری پر ایک سال کا چندہ ادا کردیں جسکی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار روپیہ ہوگی۔ اور گورنمنٹ سے استدعا کی جائے کہ وہ بھی پچاس ہزار روپیہ خاص اس ضرورت کے لیئے عطا فرمائے۔

۱۷ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کو سر جان ہیوٹ لفٹنٹ گورنر نے جدید عمارت کیننگ کالج کا افتتاح کیا۔ اور جو اسپیچ اس موقع پر ارشاد فرمائی اُس میں تعلقداروں کو مخاطب کرکے یہ فرمایا

"ایڈرس میں جو مالی حالت کی تفصیل درج ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ کی رقم انجمن تعلقداران کے ذمہ باقی ہے۔ جب بنیادی پتھر اس عمارت کا رکھا گیا تھا تو میں نے یہ کہا تھا کہ اگر کوئی تعلقدار صاحب اودھ کی فلاح و بہبود میں مدد کرنا چاہتے ہوں تو اُن کے لیئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہ ہوگا۔ کہ وہ اس کالج کی ضرورتوں کے

لحاظ سے اسکی مدد کریں۔ اور میں نے دربار کی اپسیچ میں جسے دو سال کا عرصہ ہوا۔ اسکے متعلق خاص طور پر تعلقداروں کو توجہ دلایا تھا لیکن مجھے یہ دیکھکر بڑی مایوسی ہوئی کہ اس وقت تک سوائے مہاراجہ بلرام پور اور راجہ صاحب نانپارہ کے اور کسی تعلقدار نے کالج کی عمارت کے فنڈ میں چندہ نہیں دیا۔ میں اس موقع پر اُن الفاظ کو دُہرانا نہیں چاہتا جو میں نے اُس وقت کہے تھے۔ اور نہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلقداران اگر ملک میں اپنا جائز درجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انھیں اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہئیے بہرحال مجھے امید ہے کہ انجمن تعلقداران بہت جلد ایک لاکھ روپیہ کی ادائی کے انتظام میں ناکام نہ ہوگی۔ یہ آخری موقع ہے کہ اس کے متعلق میں کہہ رہا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے الفاظ بے اثر ثابت نہ ہونگے"۔

۱۰ر فروری ۱۹۱۲ء کے جلسہ عام میں مسئلہ چندہ خاص متعلق تعمیر کیننگ کالج پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ :-

بعد منہائی رقم وصول شدہ مبلغ پچاس ہزار روپیہ اس وقت انجمن سے بھیجدیا جائے اور یہ رقم نزدات میں رکھی جائے۔ اور تعلقدار صاحبان سے استدعا کی جائے کہ وہ اپنا اپنا چندہ بہت جلد ادا کردیں اور خطوط جو تعلقداروں کے پاس بھیجے جائیں اُس میں تعداد چندہ لکھدی جائے۔

غرضکہ بہ تعمیل رزولیوشن جلسہ عام انجمن کی تحویل سے روپیہ بھیجدیا گیا۔

کیننگ کالج میں عُلوم مشرقی کی تعلیم

۱۷ر اگست ۱۹۰۳ء کے جلسہ میں مراسلت کمشنر صاحب لکھنؤ و پریسیڈنٹ کیننگ کالج

کمیٹی پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ علوم مشرقی یعنی عربی، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم کے درجے خاص کر مذہبی تعلیم کے متعلق ہیں اور یونیورسٹی پنجاب کے اصول کے بموجب قائم کیے گئے ہیں اور وہاں بھی ان درجوں کے طلبا سے فیس نہیں لیجاتی ہے۔ اور نہ یہاں کبھی فیس لی گئی ہے۔ لہذا اب بھی اُن طلبا سے فیس نہ لینا چاہیے۔ اور عربی و سنسکرت کے درجے بحالت موجودہ ضرور قائم رہنا چاہیے۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے بنارس کالج میں بھی ایسے طلبا سے فیس نہیں لی جاتی ہے۔ غرضکہ تجویز مذکورہ بالا کے مطابق کمشنر صاحب کی مراسلت کا جواب بھیجدیا گیا۔

چندہ جات انجمن وکیننگ کالج

انجمن قائم ہونے کے بعد اُسکے مصارف کے لیے تعلقداروں سے چندہ کرنے کی مختلف تجاویز پیش ہوئیں لیکن عرصہ تک اس تجویز نے کوئی عملی صورت اختیار نہیں کی۔ آخر کار ۱۸۶۲ء میں جب لارڈ کیننگ کی یادگار میں ایک کالج قائم کرنے کی تجویز منظور ہوئی تو اُسکے مصارف کے لیئے یہ تجویز ہوا کہ تعلقداروں سے ایک وقف نامہ لکھایا جائے۔ اُسی سلسلہ میں یہ بھی تجویز ہوا کہ اب تک اس انجمن کے جملہ مصارف پریسیڈنٹ و وائس پریسیڈنٹ انجمن یعنی مہاراجہ صاحبان بلرام پور و راجہ دھیاں نے اپنی جیب خاص سے کیئے ہیں۔ اور انجمن سے جو فوائد عام طور پر باشندگان اودھ اور خاص طور پر طبقہ تعلقداران کو پہونچے ہیں اُس سے جملہ تعلقداران بخوبی واقف ہیں۔ اور چونکہ انجمن سے جملہ تعلقداران یکساں فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس لیئے کوئی وجہ نہیں

معلوم ہوتی کہ سب صاحب اُسکے مصارف میں کیوں نہ حصہ لیں۔

غرضکہ ۲۷ فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں ان چندہ جات کے متعلق یہ تجویز ہوا کہ تعلقدار صاحبان سے ایک وقف نامہ لکھایا جائے کہ ہر تعلقدار اپنی صدر مالگزاری پر ایک روپیہ فی صدی سالانہ یعنی آٹھ آنہ کیننگ کالج اور آٹھ آنہ انجمن کے مصارف کے لئے ہمیشہ کے واسطے دینا منظور کرے۔ چونکہ تعلقداروں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہذا اُسی جلسہ میں وقف نامہ کا جس کا مسودہ پہلے سے تیار تھا۔ تکملہ ہوگیا۔ اور جنرل بیرڈ صاحب چیف کمشنر نے جنکے روبرو اس دستاویز کا تکملہ ہوا تھا۔ بطور تصدیق اپنے دستخط فرما دیئے۔

تحریک وصول چندہ ہمراہ مالگزاری

اسکے بعد ۲۴ جنوری ۱۸۶۵ء کو حسب تجویز کمیٹی چیف کمشنر صاحب بہادر سے یہ درخواست کی گئی کہ چندہ جات انجمن و کیننگ کالج جو ایک ہی دستاویز وقف نامہ کے ذریعہ سے مقرر کیئے گئے ہیں وہ ہر تعلقدار کی مالگزاری کے ساتھ بخیال سہولت ہر ضلع میں وصول کر لیئے جایا کریں۔ چنانچہ کالج کے چندہ کے متعلق حسب خواہش انجمن احکام نافذ ہو گئے۔ لیکن انجمن کے چندہ کے متعلق کوئی حکم جاری نہیں ہوا۔

۲۰ اگست ۱۸۶۵ء کو اس مسئلہ میں فنانشل کمشنر صاحب کو پھر توجہ دلائی گئی اور یہ لکھا گیا کہ:۔

مسٹر جان اسٹریچی صاحب چیف کمشنر نے یہ فرمایا تھا کہ انجمن کا چندہ بھی ہمراہ چندہ کیننگ کالج کے سرکاری مالگزاری کے ساتھ ہر ایک ضلع میں وصول کیا جائیگا۔ اور چونکہ انجمن واسطے

رفاہ عام کے ہے۔ اس لیئے اُمید ہے کہ فنانشل کمشنر صاحب بعد منظوری چیف کمشنر صاحب اس کا مناسب بندوبست فرمادینگے۔

غرضکہ فنانشل کمشنر صاحب نے اسکے متعلق چیف کمشنر صاحب کو یہ تحریر فرمایا کہ:-

" انجمن تعلقداران اودھ کی یہ درخواست ہے کہ چندہ انجمن بھی کیننگ کالج کے چندہ کے ساتھ بوساطت افسران گورنمنٹ وصول کیا جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک جزو اُس وقف کا ہے جسے تعلقداروں نے ۲۷ فروری ۱۸۶۴ء کو بغرض اجرائے کیننگ کالج تحریر کیا تھا۔ اسکے متعلق کتاب روئداد کمیٹی تعلقداران اودھ کے صفحات ۱۵۶ و ۱۶۳۔ قابل ملاحظہ و لحاظ ہیں جس میں اس وقف کا مفصل حال درج ہے۔ دستاویز وقف نامہ جس کا روئداد کمیٹی میں ذکر ہے۔ وہ حسب ضابطہ مرتب ہوئی۔ اور اُس پر ہر ایک تعلقدار کے دستخط ہوئے۔ اس دستاویز پر صرف اُنھیں تعلقداروں نے دستخط نہیں کیئے ہیں جو تحریر دستاویز کے وقت جلسہ میں حاضر تھے۔ بلکہ اس پر ہر ایک تعلقدار نے دستخط کیئے ہیں جن کا تعلقداری اودھ سے تعلق ہے۔ جنرل بیرو صاحب نے اس دستاویز کی تصدیق کی ہے۔ اور وقف نامہ پر اپنے دستخط کیئے ہیں۔ اور یہ دستاویز باضابطہ سرکاری خزانہ میں بطور امانت رکھی ہوئی ہیں۔ میری رائے میں تعلقداروں کی یہ درخواست قابل منظوری ہے۔ کیونکہ اس میں اور بہت سے فوائد مضمر ہیں۔ مثلاً جب مقررہ طور پر یہ چندہ وصول ہوتا رہیگا تو اُس سے انجمن تعلقداران کی قوت اور زیادہ ہوگی۔ اور وہ بوقت ضرورت امورات عامہ میں روپیہ خرچ کر سکینگے۔ بغیر اسکے بوقت ضرورت روپیہ فراہم کرنے میں دقت ہوگی تعلقدار کہتے ہیں کہ چیف کمشنر صاحب سابق نے اُنکی اس درخواست کو منظور کیا تھا۔ چونکہ اس

وقف کا ایک حصہ بذریعہ سرکار مالگزاری کے ہمراہ وصول ہوتا ہے اور یہ وقف واسطے بہبودی عامہ خلائق کے ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ باوجود تحصیل ہونے ایک نصف کے۔ دوسرا نصف حصہ جو انجمن کے فائدے کے لیئے ہے وہ متروک کیا جائے۔ مخصوص اُس صورت میں کہ وقف ایک ہی ہو اور تحصیل مختلف طور سے کی جائے۔ اگر تعلقداروں کی یہ درخواست منظور کی جائے۔ تو ایک خاص قاعدہ اس آمدنی کے حساب رکھنے کے متعلق انجمن سے طلب کیا جائے۔ اِس لیئے کہ وہ سب لوگ جو اس چندہ کو دینے کے لیئے رضامند ہیں وہ آئندہ بھی راضی رہیں اور اُنھیں یہ معلوم ہوسکے کہ روپیہ جو وصول کیا جاتا ہے وہ اُسی کام میں صرف کیا جاتا ہے جس کے لیئے وہ دیا گیا تھا۔"

۳۰ نومبر ۱۸۷۰ء کو گورنمنٹ کی ایک تحریر موصول ہوئی۔ کہ اگر انجمن کا چندہ افسران سرکاری کے ذریعہ سے وصول کیا جائیگا تو انجمن کے حسابات کی جانچ کے لیئے کوئی سرکاری افسر مقرر کیا جائیگا۔ اسکا انجمن سے یہ جواب بھیجا گیا کہ انجمن کو اس میں کوئی عذر نہیں ہے کہ خود چیف کمشنر صاحب یا فنانشل کمشنر صاحب انجمن کے حساب کی جانچ فرمائیں۔ اور صاحبان موصوف کو ایسی رقم کی نامنظوری کا اختیار ہوگا جو کسی شخص واحد کے نفع کے لیئے صرف کی گئی ہو۔ اور جو رقوم انجمن کے فوائد کے لحاظ سے کمیٹی کی منظوری سے صرف ہوئی ہیں اُن میں کسی قسم کی دست اندازی کا اختیار نہ ہوگا۔

اسکے بعد ۳ نومبر ۱۸۷۱ء کے جلسہ میں مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن سے یہ دریافت کیا گیا کہ:-

"یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا عباس بیگ صاحب سابق سکریٹری انجمن نے آپکے حکم سے کوئی تحریر چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں اس مضمون کی بھیجی ہے کہ زرچندہ انجمن کسی معاملہ میں گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف نہ کیا جائیگا۔ حالانکہ کمیٹی سے صرف اس قدر طے ہوا تھا کہ جو مصارف ایسے ہونگے جن کا اظہار حکام کے سامنے مناسب سمجھا جائیگا۔ انکی نسبت ممبرانِ انجمن کی منظوری کافی سمجھی جائیگی۔

یہ سُن کر سر مہاراجہ صاحب بہادر بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن نے یہ فرمایا کہ میں نے سکریٹری صاحب کو ایسی کوئی تحریر بھیجنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے غلطی سے ایسا لکھدیا ہوگا۔

چنانچہ یہ طے ہوا کہ نقل روئیداد کمیٹی چیف کمشنر صاحب کے ملاحظہ کے لیے بھیجکر گذارش کی جائے۔ کہ مرزا عباس بیگ صاحب نے جو تحریر بھیجی ہے وہ صحیح نہیں ہے چیف کمشنر صاحب کو حسب تجویز کمیٹی اسکے متعلق لکھا گیا۔ اور اُنھوں نے اسکے جواب میں یہ اطمینان دلایا کہ سابق کی تحریر پر عملدرآمد نہ ہوگا۔

اسکے بعد مراسلت گورنمنٹ متعلق فیس وصول چندہ انجمن تعدادی ایک روپیہ فی صدی پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ انجمن کو ایک روپیہ سیکڑا فیس منی آرڈر دینا پڑتی ہے۔ اسکے متعلق چیف کمشنر صاحب سے عرض کیا گیا اور اُنھوں نے براہ مہربانی فیس وصول چندہ انجمن معاف فرمادی۔

بعدازاں فہرست بقایا چندہ انجمن پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ اگر رقم بقایا و حال دونوں ایک ساتھ تعلقداروں سے وصول کی جائیگی تو اُنھیں دشواری ہوگی۔ لہذا افسران ضلع کو

یہ لکھا جائے کہ سنہ ۱۲۸۷ فصلی سے چندہ انجمن سال بہ سال ہمراہ مالگزاری وصول کیا کریں۔ اور بقایا کے واسطے آخر پھاگن تک مہلت دیدیں اور باقی داروں کو یہ ہدایت کردیں کہ وہ بقایا کا تصفیہ انجمن سے کرالیں۔ اور جن تعلقداروں کے ذمہ بقایا کی تعداد زیادہ ہے اُن سے زر بقایا بہ اقساط وصول کیا جائے۔

۳۰ اپریل سنہ ۱۸۸۰ع کو گورنمنٹ نے کمشنران قسمت کے نام ایک حکم جاری فرمایا۔ کہ افسران ضلع کو ہدایت کی جائے کہ آیندہ وہ چندہ انجمن بھی مثل چندہ کیننگ کالج کے مالگزاری کے ساتھ بطور ابواب کے وصول کیا کریں۔

تجدید وقف نامہ چندہ جات

چندہ جات انجمن و کیننگ کالج کے متعلق وقف نامہ سنہ ۱۸۶۴ع میں یہ شرط ہے کہ وقتاً فوقتاً جو صدر مالگزاری ہوگی۔ اُس پر چندہ جات انجمن و کیننگ کالج لیئے جائیں گے۔ لیکن ۳۰ مارچ سنہ ۱۸۹۳ع کو جلسۂ عام میں قواعد انجمن میں جو ترمیم ہوئی اُسکی دفعہ ۶۹ کا یہ منشا تھا کہ :-

" چندہ موجودہ سنہ ۱۸۹۱-۹۲ع بابت انجمن ہند و کیننگ کالج دوامی طور پر اُن شرکا سے انجمن و کالج کے لیئے لینا واجب و لازم ہوگا جو جدید وقف نامجات کی تکمیل و رجسٹری بقدر تعداد چندہ مذکورہ کرادینگے اور وہ لوگ پابند وقف نامہ سابقہ نہ رہیں گے۔ اور دفعات ۶۴-۶۵ و ۶۶ کے اثر سے یہ دفعہ ہمیشہ محفوظ و مستثنیٰ رہے گی۔"

بہ تعمیل دفعہ مذکورہ بالا قواعد انجمن مفصلۂ ذیل مسودہ جدید وقف نامہ کا تیار کرایا گیا۔ اور جملہ تعلقداران کو اس کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ اکثر تعلقداروں نے

اپنے فائدہ کے لحاظ سے جدید وقف نامجات تحریر کر دیئے اور اُسکے بموجب اب اُن سے انجمن کا چندہ ۹۲-۱۸۹۱ء کی جمع پر لیا جاتا ہے۔

کیننگ کالج کمیٹی کو جب انجمن کی اس تجویز کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اُس پر اعتراض کیا اور یہ لکھا کہ انجمن کی اس تجویز سے کالج کی آمدنی کی ترقی مسدود ہو جائیگی۔ لیکن باوجود اسکے کالج کمیٹی انجمن کی تجویز سے اختلاف کرنا نہیں چاہتی۔ بشرطیکہ انجمن اسکا وعدہ کرے کہ جس وقت کالج کو مالی ضرورت پیش آئیگی تو انجمن اُس کی فراہمی کا انتظام کرے گی۔

نقل وقف نامہ جدید

منکہ تعلقدار ضلع اقرار کرتا ہوں کہ وقف نامہ ہذا میرا نوشتہ ہے۔ جو کہ بتاریخ ۲۷ر فروری ۱۸۶۴ء ایک قطعہ وقف نامہ (جسکی نقل ثبتہ حرف الف منسلک ہے) نے تحریر کیا تھا۔ اور جو کہ ممکن ہے کہ میرے علاقہ کی صدر جمع ہر بندوبست میں زیادہ ہو۔ اور جو کہ ایک روپیہ فیصدی جمع ۹۲-۱۸۹۱ء پر اُن تعلقداروں سے جنھوں نے وقف نامہ مورخہ ۲۷ر فروری ۱۸۶۴ء تحریر کیا تھا۔ کارہائے وقف کے واسطے لیا جانا کافی خیال کیا گیا ہے اور جو کہ انجمن ہند اور کیننگ کالج نے (جن کی رجسٹری بموجب ایکٹ نمبر ۲۱۔ ۱۸۶۰ء ہو گئی ہے) جو اُس وقف سے مستفید ہیں بموجب رزولیوشن نمبری ۵۔ مورخہ ۳۰ر مارچ ۱۸۹۴ء انجمن ہند و سنڈیکیشن کمیٹی کیننگ کالج منعقدہ ۱۹ر اگست ۱۸۹۵ء اس وقف نامہ کی تحریر پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ لہذا بجائے ایک روپیہ فی صدی کے جو صدر مالگزاری پر وقتاً فوقتاً مقرر ہو۔

مَیں منجانب خود و اپنے ورثا و جانشینان کے اقرار کرتا ہوں کہ صاحب پریسیڈنٹ و
صاحب وائس پریسیڈنٹ انجمن ہند کو و صاحب پریسیڈنٹ کیننگ کالج کمیٹی کو بہ حیثیت
اُنکے کیننگ کالج کمیٹی کے متولی ہونے کے اپنے علاقہ کی صدر مالگزاری بابت ۹۲-۱۸۹۱ء
پر جو مبلغ ہے (جیسا کہ نقشہ مثبتہ حرف ب سے معلوم ہوگا) ایک روپیہ فی صدی
ہمیشہ ادا کرتا رہونگا۔ اور میں بذریعہ تحریر ہذا بحق و مقابلہ صاحبان پریسیڈنٹ و وائس پریسیڈنٹ
انجمن ہند و صاحب پریسیڈنٹ کیننگ کالج کمیٹی اقرار کرتا ہوں کہ مبلغ چار ساوی
قسطوں میں اپنے علاقہ کی سرکاری مالگزاری کے ساتھ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع کو انھیں
اوقات میں جب کہ مالگزاری واجب الادا ہوتی ہے دیتا رہونگا۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر
موصوف کو بذریعہ تحریر ہذا مجاز کرتا ہوں کہ مبالغ مذکور کو ایک جز مالگزاری سرکار کا خیال کرکے
اُنھیں طریقوں سے جن سے سرکاری مالگزاری وصول ہوسکتی ہے وصول کرلیا کریں اور
بطور ضمانت واسطے ادائے مبالغ مذکور کے اپنے علاقہ کے ہر ایک موضع کو (جن کی
فہرست نقشہ مثبتہ حرف ب منسلکہ میں درج ہے) واسطے فی صدی مشخصہ ہر موضع کے
جو نقشہ مذکورہ سے معلوم ہوتی ہے رہن کرتا ہوں۔ اور مبالغ مذکور ہمیشہ قابض علاقہ
کے ذمہ واجب الادا رہیں گے۔ اور صاحبان پریسیڈنٹ و وائس پریسیڈنٹ انجمن ہند
کو نصف منجملہ مبلغ بطور وقف کے اغراض انجمن ہند میں بموجب ہدایت
کمیٹی منتظم صرف کرنے کے واسطے ملیں گے اور صاحب پریسیڈنٹ کیننگ کالج کو
نصف منجملہ مبلغ واسطے صرف کرنے اغراض کیننگ کالج کے بموجب ہدایت
کمیٹی منتظم ملا کرینگے۔ لہذا یہ دستاویز وقف نامہ حسب دفعہ ۶۹۔ دستور العمل انجمن ہند

مصدرہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء تحریر کر دیا۔ اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ وقف نامہ ہذا میرا نوشتہ ہے۔ میں نے آج بتاریخ ماہ سنہ ۱۸ء دستخط کر دیا۔

نقشہ حرف (ب) مواضعات

نام ضلع	نام موضع	تعداد مالگذاری	رقم واجب الادا چندہ انجمن	رقم واجب الادا چندہ کنگ کالج	میزان رقم چندہ	

۱۸ دسمبر ۱۸۹۷ء کو وقف نامہ جدید کے تکملہ کا مسئلہ جلسۂ عام انجمن میں پیش ہو کر تجویز ہوا کہ جدید وقف نامجات کی تحریر کی میعاد ایک سال رکھی جائے اور چندہ کالج کے تصفیہ کے متعلق گورنمنٹ سے تحریک کی جائے۔

اسکے بعد ۱۷ فروری ۱۸۹۸ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا اور یہ طے پایا کہ حسب تجویز پریسیڈنٹ صاحب بجائے تحریر بھیجنے کے یہ مناسب ہو گا کہ ایک ڈپوٹیشن تعلقداروں کا ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کو طے کرے۔

غرضکہ گورنمنٹ کو اسکے متعلق لکھا گیا۔ اور ۱۶ ر مارچ ۱۹۰۹ء کو بمقام گورنمنٹ ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے ڈپوٹیشن سے ملاقات کی۔

مہاراجہ صاحب اجودھیا پریسیڈنٹ انجمن نے ہز آنر سے کہا کہ "اس وقت تعلقداران اپنی مالگزاری پر آٹھ آنہ فی صدی انجمن کو اور آٹھ آنہ فی صدی کالج کو چندہ دیتے ہیں۔ اور یہ چندہ جات مالگزاری کے ساتھ بذریعہ افسران ضلع وصول ہوتے ہیں۔ ان چندہ جات کے متعلق ۱۸۶۴ء میں تعلقداروں نے ایک وقف نامہ لکھ دیا تھا۔ چندہ کی تعداد جو در اصل بندوبست سرسری میں مقرر ہوئی تھی۔ وہ اب بندوبست پختہ میں مالگزاری میں اضافہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔ یعنی اب اُس کی تعداد چوراسی ہزار سالانہ تک پہونچ چکی ہے جس میں سے بیالیس ہزار انجمن کو اور بیالیس ہزار کالج کو ملتے ہیں۔ اور کالون اسکول جب سے قائم ہوا ہے تو اسکے مصارف بھی انھیں چندہ جات سے دیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ رقم جو کالج کے چندہ میں اضافہ ہو وہ کالون اسکول کے اخراجات کے لیئے دی جائے۔ تو تعلقداروں کو کیننگ کالج کا چندہ بڑھانے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن چندہ موجودہ یعنی بیالیس ہزار روپیہ انجمن کی ضروریات کے لیئے کافی ہے۔ لہذا انجمن کی خواہش یہ ہے کہ بجائے قدیم وقف نامہ ۱۸۶۴ء کے جو بعض مقامات پر ناقص ہے۔ اور جدید حالات کے مناسب نہیں ہے۔ لہذا ایک جدید وقف نامہ تحریر کرایا جائے۔ جس کا مسودہ تیار کیا گیا ہے۔ اور اس وقت تک سترہ تعلقدار صاحبان نے اُس کا تکملہ بھی کرا دیا ہے۔ انجمن چاہتی ہے کہ حال کی تجویز ایک جدید دستاویز کے ذریعہ سے منضبط ہو جائے۔ اور جو تعلقدار جدید وقف نامہ

لکھدیں وہ اسکے پابند رہیں اور جو نہ لکھیں وہ سابق وقف نامہ کے بموجب وقتاً فوقتاً
جو اُنکی مالگزاری قرار پائے اُس پر چندہ دیتے رہیں۔
اسکے متعلق انجمن کی تجاویز حسب ذیل ہیں۔
(۱) کیننگ کالج کا آٹھ آنہ فیصدی چندہ اُس مالگزاری پر جو بندوبست حال میں تشخیص ہو۔ کالج اور کالون اسکول کے مصارف کے لئے وصول کیا جائے۔
(۲) جو تعلقدار وقف نامہ جدید کا تکملہ نہ کرائیں وہ بدستور بموجب وقف نامہ ۱۸۶۴ء ایک روپیہ فی صدی اپنے علاقہ کی مالگزاری پر جو وقتاً فوقتاً تشخیص ہو دیتے رہیں۔
(۳) بعد نفاذ تجویز ہذا جب اضافہ شدہ چندہ واجب الادا ہو تو کالون اسکول کے جملہ مصارف کیننگ کالج کے سرمایہ سے دیئے جائیں۔
(۴) جو تعلقدار وقف نامہ جدید کا تکملہ کرادیں اُن سے آٹھ آنہ فی صدی چندہ انجمن ۱۸۹۱-۹۲ء یعنی بندوبست سابق کی جمع پر لیا جائے۔
(۵) امداد گورنمنٹ جو پچیس ہزار سالانہ ہے وہ بدستور قائم رہے۔
ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے عموماً انجمن کی تجاویز سے اتفاق کیا۔ آخر میں مہاراجہ صاحب نے یہ بھی کہا کہ
(۱) کیننگ کالج میں علوم مشرقی کی تعلیم کا شعبہ قائم رکھا جائے۔
(۲) خرچہ تعلیم مذہبی کالون اسکول کیننگ کالج سے دیا جائے۔
(۳) کالج کمیٹی میں آیندہ کوئی شخص جو سرمایہ کالج سے مستفید ہوتا ہے شریک کیا جائے۔
ان امور کے بابت ہز آنر نے فرمایا کہ انکی بابت علیحدہ تحریک ہونا چاہئیے۔

۲۲ مارچ ۱۸۹۹ء کو ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر نے بعض تعلقداروں کی شکایت پر تعلقداروں کی ایک کانفرنس بمقام چھتر منزل منعقد فرمائی - اور انجمن کے انتظامی معاملات میں بعض امور کے متعلق دوستانہ مشورہ دیا۔

حضور ممدوح کی تقریر سے جو کانفرنس میں ہوئی اور نیز اُس یادداشت سے جسے چیف سکریٹری صاحب نے متعلق کارروائی کانفرنس انجمن میں بھیجا- یہ معلوم ہوا کہ ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر نے چار قسم کے امور کی بابت تعلقداروں کو توجہ دلائی تھی۔

(۱) امور اطلاعی۔

(۲) امور لائق صلاح و مشورہ۔

(۳) امور لائق تجویز کمیٹی انجمن۔

(۴) امور جنکی تعمیل کی ضرورت تھی۔

خلاصہ تقریر ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر

"میں نے آپ لوگوں کو آج اس لئے تکلیف دی ہے۔ کہ میری دانست میں یہ مناسب ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً لفٹننٹ گورنر سے ملتے رہیں۔ اس وقت میں آپ کو بعض امور کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں جن سے گورنمنٹ اور انجمن دونوں کا تعلق ہے۔

جو چندہ گورنمنٹ آپ کے لیئے وصول کرتی ہے۔ اُسکا تعلق آپکی انجمن کی مالی حالت سے بہت زیادہ ہے۔ کاغذات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اقرارنامہ میں جسے آپ نے تحریر کیا تھا یہ درج ہے کہ ایک روپیہ فی صدی آپ کی صدر مالگزاری پر جو وقتاً فوقتاً ہو- وصول کیا جائے۔ اس چندہ کی آمدنی سے ایک وقف

قائم ہوا۔جو انجمن اور کیننگ کالج کے درمیان بحصۂ مساوی تقسیم ہوا۔ دستاویز مذکورہ کی تحریر کے بعد کالون اسکول قائم ہوا۔ اور اس وقف کی آمدنی سے ایک رقم کی اُسکے اخراجات کے لیئے ضرورت پیش آئی۔ اور اس اسکول کے قائم ہونے سے انجمن کے سرمایہ پر ایک مزید بار ہوا جس وقت بند و بست شروع ہوا۔ تو ظاہرا یہ خیال کیا گیا۔ کہ اضافہ شدہ جمع پر ایک روپیہ فی صدی کا چندہ وقف کے کاموں کے لیئے ضرورت سے زیادہ ہے۔ اور اسی وجہ سے جلسۂ عام انجمن نے ۱۸۹۳ء میں بوقت ترمیم قواعد انجمن بذریعۂ رزولیوشن یہ طے کیا کہ آئندہ اُن ممبران سے جو وقف نامہ جدید تحریر کر دیں۔ چندہ ہمیشہ کے لیئے ۱۸۹۱-۹۲ء کی جمع پر وصول کیا جائے۔ اور یہ ممبران قدیم وقف نامہ کے پابند نہ رہیں۔

قدیم وقف نامہ میں جو تغیر کیا گیا۔ اُسکی اطلاع گورنمنٹ کو نہیں دی گئی۔ اور ۱۸۹۵ء میں بے ضابطہ طور پر گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہوئی۔ اس کے بعد انجمن و کالج کمیٹی میں اسکے متعلق بحث شروع ہوئی۔ اور بالآخر مارچ ۱۸۹۰ء میں یہ تجویز گورنمنٹ کے روبرو پیش ہو کر منظور ہوئی۔ کہ چندہ انجمن اُن ممبران سے جنھوں نے وقف نامہ جدید تحریر کر دیا ہے۔ ۱۸۹۱-۹۲ء کی جمع پر وصول کیا جائے۔ اور چندہ کیننگ کالج و کالون اسکول بحساب آٹھ آنہ فی صدی حال کی جمع پر وصول ہوتا رہے۔ آپ کی انجمن کے ایک ممبر نے یہ سوال کیا ہے کہ جس ڈپوٹیشن نے اس معاملہ پر ۱۸۹۰ء میں بحث کی آیا اُس کو یہ اختیار تھا کہ وہ ۱۸۹۳ء کی تجویز جلسۂ عام سے تجاوز کرے۔ یہ آپ سمجھ لیں کہ جو انتظام ۱۸۹۰ء میں تجویز ہوا تھا اُس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور ۱۸۹۰ء کی تجویز جو ایک

ڈپوٹیشن کے ذریعہ سے پیش ہوئی تھی اور جسے میں سمجھتا تھا کہ کل انجمن کی جانب سے ہے اور جس میں اکزیکیوٹف کمیٹی کے ممبر شامل تھے۔ وہ یہ تھی کہ:-

(۱) آٹھ آنہ فی صدی حال کی جمع پر کالج اور کالون اسکول کے لئے

(۲) آٹھ آنہ فی صدی جمع بندوبست سابق انجمن کے لئے۔ چندہ وصول کیا جائے۔

اس وقت یہ سوال ہے کہ آپ ۱۹۰۳ء کی تجویز کی پابندی کرنا چاہتے ہیں۔ یا ۱۹۰۸ء کی تجویز کی۔ اور اگر آپ مجھ سے مشورہ لیں تو میں یہ صلاح دونگا کہ جو تجویز آپ نے ۱۹۰۸ء میں کی تھی وہ زیادہ مناسب تھی۔ اور آپ کو اُسکی پابندی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بندوبست سابق کی جمع پر آٹھ آنہ فی صدی چاہے انجمن کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ لیکن میری دانست میں کالج اور کالون اسکول کی ضروریات کے لحاظ سے آٹھ آنہ فی صدی بہت کم ہے۔ اور اس رقم سے کم میں جو حال کی جمع پر آٹھ آنہ فی صدی کے حساب سے ہوگی۔ کالج اور اسکول کا کام نہیں چلا سکتے۔

میری رائے ہے کہ ان چندہ جات کے متعلق آپ پھر ایک جلسۂ عام طلب کرکے اس مسئلہ کو مختتم طور پر طے کرلیں تاکہ ۱۹۰۳ء کی تجویز ۱۹۰۸ء کی تجویز سے مطابق ہوجائے۔

ابھی تک مجھے آپ کے مصارف کا حساب نہیں ملا۔ لیکن ۱۹۰۷ء کی سالانہ رپورٹ انجمن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انجمن بنگال بنک کی ستائیس ہزار سے زیادہ کی مقروض ہے۔ اور اب یہ قرضہ اور بھی زیادہ ہوگیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کے پاس پرامیسری نوٹ اس قرضہ کی ادائی کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔

لیکن یہ مناسب نہوگا کہ آپ یہ سب نوٹ فروخت کرڈالیں۔ بجائے نوٹ فروخت کرنے کے آپ کو قرضہ کی ادائی کے لئے کوئی اور انتظام کرنا چاہیے۔ اور کم سے کم پچیس ہزار کے نوٹ آپ کو بدستور قائم رکھنا چاہیے"

۹ر دسمبر ۱۸۹۹ء کے جلسۂ عام میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ چندہ کیننگ کالج بموجب شرائط وقف نامہ ۲۷ر فروری ۱۸۶۴ء صدر مالگزاری پر جو وقتاً فوقتاً تشخیص ہوگی لیا جائیگا۔ اور چندہ انجمن اُن تعلقداران سے جو جدید وقف نامہ کا تکملہ کرادینگے بندوبست سابق یعنی ۹۲-۱۸۹۱ء کی جمع پر لیا جائیگا۔ اور جنھوں نے وقف نامہ تحریر نہیں کیا ہے وہ وقف نامہ ۱۸۶۴ء کے پابند رہیں گے۔

تعلقداروں کے مواضعات بحالت انتقال بھی ادائی چندہ جات کے پابند ہیں

۱۰ر جولائی ۱۹۰۵ء کے جلسہ میں اُن مواضعات کے چندہ کا مسئلہ پیش ہوا جو بذریعہ بیع یا نیلام منتقل ہوگئے تھے۔ اور یہ تجویز ہوا کہ ریاست گڑھا کے جو مواضعات منتقل ہوگئے ہیں اُن میں سے ایک موضع کے چندہ کی بابت انجمن کی جانب سے امتحاناً دعوے کیا جائے۔

۳۱ر جولائی ۱۹۰۶ء کے جلسہ میں یہ دریافت کرکے کہ علاقہ پٹی سیف آباد ضلع پرتاب گڑھ کے جو مواضعات نیلام ہوئے ہیں۔ خریداران نیلام اُن مواضعات پر چندہ جات انجمن و کالج کے دینے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ تجویز ہوا کہ انجمن اور کالج کی جانب سے خریداران نیلام کو نوٹس دیا جائے اور ممبران بورڈ مال سے درخواست کی جائے

کہ آیندہ سے تعلقداری جائداد منجانب کورٹ آف وارڈس جو نیلام یا فروخت کی جائے تو نقشہ نیلام میں ان چندہ جات کے بار کا اعلان کر دیا جایا کرے چنانچہ بورڈ مال کی منظوری سے اس پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔

اضافہ چندہ کیننگ کالج

۲۰ر جنوری ۱۹۰۹ء کے جلسہ میں نوٹ مرتبہ صاحب چیف سکرٹری گورنمنٹ مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۰۹ء متعلق امداد کیننگ کالج و کالون اسکول پیش ہو کر بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ :-

"یہ کمیٹی جلسۂ عام سے اس بات کی سفارش کرتی ہے کہ کیننگ کالج کے موجودہ چندہ پر چار آنہ فی صدی کا اضافہ مالگزاری پر ربیع ۱۳۱۶ فصلی - یعنی اپریل ۱۹۰۹ء سے تعلقداران قبول کریں اور چونکہ یہ رقم سالانہ قریب پچیس ہزار کے ہوگی - اس لیئے جو ضروریات کالون اسکول کے اس وقت ہیں یا آیندہ ہوں وہ سب کیننگ کالج کو پورے کرنے ہونگے - اور یہ اضافہ اس شرط سے دیا جائیگا کہ گورنمنٹ اپنے موجودہ گرینٹ اِن ایڈ کو اس قدر بڑھا دے کہ اُسکی تعداد برابر اُس چندہ کیننگ کالج کے ہو جو کالج میں صرف ہوتا ہے یا آیندہ صرف ہوگا"

جملہ تعلقدار صاحبان نے جو اُس جلسہ میں شریک تھے - اضافہ چندہ کے متعلق اپنی منظوری کے دستخط کر دیئے - اور وہ لوگ جو جلسہ میں موجود نہ تھے اُن کے دستخط تحریری بذریعہ خطوط یا اہلکاران انجمن کو اُنکی خدمت میں بھیج کر حاصل کیئے گئے - اور ریاستہائے زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس کی جانب سے ڈپٹی کمشنران ضلاع نے

بعد منظوری بورڈ مال یہ اضافہ منظور کر لیا۔ غرضکہ بہت جلد بشمول ریاستہائے کورٹ آف وارڈس ۲۵۲ تعلقدار صاحبان نے دستخط کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ بقیہ تعلقدار صاحبان کے بھی دستخط حاصل کیئے گئے۔

۱۲ر فروری سنہ ۱۹۱۰ء کو راجہ سر ہرنام سنگھ اہلو والیہ کے، سی، آئی، ای آنریری لائف سکریٹری انجمن نے ایک یادداشت جاری فرمائی کہ چونکہ تقریباً کل تعلقدار صاحبان نے اپنے سابق چندہ یعنی ایک روپیہ فی صدی میں چار آنہ فی صدی کا اضافہ منظور کر لیا ہے۔ اِس لیئے یہ مناسب ہوگا کہ جدید وقف نامے تعلقداروں سے لکھائے جائیں۔ لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اکثر تعلقداران دوبارہ وقف نامہ کی تحریر میں شاید اس وجہ سے پس و پیش کریں کہ اُن پر اسٹامپ اور رجسٹری کے مصارف کا بار پڑیگا۔ اور چونکہ وقف ناموں کا تکملہ محض انجمن و کیننگ کالج کے فوائد کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ اس لیئے کل مصارف جو تکملہ وقف نامہ کی بابت ہوں انجمن و کیننگ کالج کو حصہ رسدی دینا چاہیے۔

اِس یادداشت سے دیگر عہدہ داران انجمن نے اتفاق کیا۔

بعد ازاں ۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو یہ مسئلہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہوا اور یہ طے پایا کہ وقف ناموں کا تکملہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۲۰ر فروری سنہ ۱۹۱۲ء کو یہ مسئلہ مع رزولیوشن اکزیکیوٹف کمیٹی جلسۂ عام انجمن میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ انجمن کو جدید وقف نامہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کالج کے چندہ میں اضافہ ہوا ہے۔ اور جس وقت کالج کی جانب سے کوئی تحریک ہوگی تو

اس کے متعلق تجویز کیا جائیگا۔

اس کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۱۴ء کو وائس پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے پھر ایک یادداشت متعلق تکملہ وقف ناجات جدید جاری فرمائی۔ اور اُس میں یہ ظاہر کیا کہ "چونکہ اکثر مواضعات تعلقداری غیر تعلقداروں کے پاس بذریعہ رہن و بیع منتقل ہوئے ہیں۔ اور ایسے خریداران یا منتقل الیہم سے انجمن و کالج کے چندہ جات کی وصولیابی میں دقت ہوتی ہے اور حسب تجویز کمیٹی منعقدہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۹ء تعلقدار صاحبان نے اپنے چندہ سابق یعنی ایک روپیہ فیصدی میں چار آنہ فیصدی کا اضافہ منظور کرلیا ہے۔ اس لئے اب اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ایک جدید وقف نامہ جسمیں ایک روپیہ چار آنہ فیصدی کے حساب سے چندہ کا اندراج ہو۔ تعلقداروں سے تحریر کرایا جائے لیکن ایسے وقف ناجات کے تکملہ میں اسٹامپ و رجسٹری میں جو صرف ہو وہ سب انجمن و کالج بحصّہ رسدی ادا کرے۔

قانون چندہ جات انجمن وکیننگ کالج

یادداشت مذکورہ پریسیڈنٹ صاحب انجمن کے ملاحظہ میں پیش ہوئی اور اُنھوں نے یہ تحریر فرمایا کہ :-

"مجھے اس یادداشت سے اتفاق ہے۔ موجودہ حالت میں وقف ناجات کا تکملہ نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس سے قبل آنریبل ڈاکٹر پنڈت سندرلعل صاحب کی رائے متعلق تحفظ چندہ جات انجمن وکیننگ کالج میرے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ رائے دی ہے کہ یا تو وقف ناجات کا تکملہ کرایا جائے یا گورنمنٹ سے استدعا کرکے ایک مختصر قانون متعلق چندہ جات انجمن و

کالج پاس کرالیا جائے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کی آخرالذکر تجویز مجھے پسند ہے۔ اور میرے خیال میں گورنمنٹ کو تعلقداروں کی خواہش کے بموجب ایسے قانون کے نفاذ میں غالباً تامل نہ ہوگا۔ اور بعد استصواب رائے ممبران اگزیکیوٹف کمیٹی گورنمنٹ سے ایسی استدعا کرنے کے متعلق میں اپنی رائے دے چکا ہوں۔ اور ایسے قانون کے نافذ ہو جانے کے بعد وقف ناموں کے تکملہ کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ لہذا میری رائے میں تا حصول جواب گورنمنٹ متعلق نفاذ ایکٹ مذکور کارروائی وقف نامجات ملتوی رکھی جائے۔

۱۱؍ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ اور کمیٹی نے بالاتفاق پریسیڈنٹ صاحب کی تجویز کو منظور کیا۔ اور یہ تجویز کیا کہ حسب تجویز پریسیڈنٹ صاحب گورنمنٹ میں اسکے متعلق ایک عرضداشت بھیجی جائے۔ اور چودھری مجتبے حسین صاحب آنریری مشیر قانونی انجمن مسودہ عرضداشت بہت جلد تیار کرکے پریسیڈنٹ صاحب کے ملاحظہ کے لئے بھیجدیں۔ ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو جملہ کاغذات آنریری مشیر قانونی کے پاس بغرض تحریر مسودہ عرضداشت بھیجے گئے۔ لیکن باوجود متواتر طلب و تقاضا کے صاحب موصوف نے نہ تو مسودہ تحریر کیا اور نہ کاغذات واپس کئے۔ غرض اسی لیت و لعل میں چار سال کا عرصہ گزر گیا۔ آخرکار ۱۲؍ جولائی ۱۹۱۸ء کو مشیر قانونی صاحب نے کاغذات معہ ایک مختصر مسودہ کے واپس کئے۔ جسے پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے ناپسند کیا۔ اور تیاری مسودہ قانون کے لیے انھوں نے ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو کو تجویز کیا اور اسسٹنٹ سکریٹری انجمن کو حکم دیا کہ نفاذ قانون چندہ جات کے متعلق وہ ایک مفصل نوٹ تحریر کرکے پیش کریں جس سے ڈاکٹر صاحب کو تیاری مسودہ میں مدد ملے بغرضکہ اسسٹنٹ سکریٹری نے

مفصلہ ذیل نوٹ تحریر کرکے پریسیڈنٹ صاحب کے ملاحظہ میں پیش کیا جسے پریسیڈنٹ صاحب نے پسند فرماکر یہ حکم دیا کہ اسسٹنٹ سکریٹری خود اس نوٹ کو لے جاکر ڈاکٹر صاحب کو دکھائیں اور زبانی بھی انھیں انجمن کے اغراض و نیز اُن امور سے جنھیں وہ دریافت کریں مطلع کریں۔

نوٹ مرتبہ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن

"سنہ ۱۸۶۴ء میں تعلقداران اودھ نے ایک وقف نامہ تحریر کیا تھا۔ جس کی روسے اُنھوں نے اپنے علاقہ کے ہر جزو کل کی مالگزاری پر ایک روپیہ فی صدی یعنی آٹھ آنہ انجمن، اور آٹھ آنہ کیننگ کالج کے مصارف کے لیے دینا منظور کیا تھا۔ وقف نامہ میں یہ شرط ہے کہ:-

"جو شخص ہمارے علاقہ پر وقتاً فوقتاً قابض و متصرف ہو اسکو بند کرنے فی صدی مذکورہ کا اختیار حاصل نہ ہوگا"

یہی عملدرآمد اب تک جاری ہے۔ بلکہ غیر تعلقدار بھی جو تعلقداری جائدا دخرید کرتے ہیں وہ برابر چندہ انجمن و کیننگ کالج دیتے ہیں۔ گو وہ انجمن کے ممبر نہیں ہیں۔ اور کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ سے جو مواضعات تعلقداری فروخت کیے جاتے ہیں۔ اُن میں ان چندہ جات کے بار کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ اور خریداران یہ سمجھکر کہ ان مواضعات پر چندہ جات انجمن و کالج کا بار ہے اُسے خرید کرتے ہیں۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں تعلقداروں نے کالج کے چندہ میں چار آنہ فی صدی کا اضافہ اور منظور کیا۔ جسے وہ بخوشی ادا کرتے ہیں۔ یعنی اب بجائے ایک روپیہ فی صدی کے وہ ایک روپیہ چار آنہ فی صدی چندہ اپنی مالگزاری پر دیتے ہیں۔

چونکہ بعض اشخاص نے جو تعلقدار نہیں ہیں۔ لیکن تعلقداروں کی جائداد پر
بذریعہ رہن وبیع قابض ہیں اُنھوں نے ان چندہ جات کے دینے سے انکار کیا۔ اور
چندہ میں اضافہ کی وجہ سے اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ تعلقداروں سے ایک جدید
وقف نامہ ایک روپیہ چار آنہ فی صدی چندہ کی بابت لکھایا جائے۔ لہٰذا بخیال سہولت
وتحفظ فوائد انجمن وکیننگ کالج یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ان چندہ جات کی بابت ایک قانون
نافذ کرادیا جائے۔ اور گورنمنٹ کو ایسے قانون کے نافذ کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے
انجمن کا یہ منشا ہے کہ ایک روپیہ چار آنہ فی صدی مالگزاری کے حساب سے
چندہ جات انجمن وکالج کا حسب تفصیل ذیل قانون میں تحفظ کیا جائے۔

(۱) آٹھ آنہ فی صدی کے حساب سے سنہ ۹۲-۱۸۹۱ء کی مالگزاری پر اُن تعلقدار صاحبان
سے انجمن کا چندہ دواماً لیا جائے جنھوں نے وقف نامہ جدید کا تکملہ کر دیا ہے۔

(۲) جن تعلقداروں نے جدید وقف نامے نہیں لکھے ہیں اُن سے اُس مالگزاری پر جو
وقتاً فوقتاً وہ گورنمنٹ کو ادا کرینگے۔ آٹھ آنہ فی صدی کے حساب سے انجمن کا چندہ لیا جائیگا۔

(۳) جملہ تعلقداروں سے اُنکی مالگزاری پر جو وقتاً فوقتاً وہ گورنمنٹ کو ادا کرینگے بارہ آنہ
فی صدی کے حساب سے کیننگ کالج کا چندہ لیا جائیگا۔

(۴) تعلقداری جائداد کا ہر جزو کل ان چندہ جات کی ادائی کا پابند سمجھا جائیگا۔

(۵) اگر کوئی شخص جو تعلقدار نہیں ہے کسی تعلقدار کے علاقہ کا کوئی موضع یا پٹی خرید
کریگا۔ یا کسی اور طریقہ سے یعنی بذریعہ ہبہ نامہ یا وصیت نامہ اُس پر قابض ہوگا۔
تو وہ اُس موضع یا پٹی کی مالگزاری پر ان چندہ جات کی ادائی کا پابند سمجھا جائیگا۔

(۲) جو لوگ غیر تعلقدار بوقت نفاذ ایکٹ چندہ جات انجمن و کیننگ کالج ادا کرتے تھے وہ بدستور ان چندہ جات کی ادائی کے ذمہ دار رہیں گے۔

غرضکہ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن بہ تعمیل حکم پریسیڈنٹ صاحب انجمن ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو سے بمقام الہ آباد ملے۔ اور اُنھیں جملہ کاغذات متعلقہ دکھائے۔ اور جو جو باتیں ڈاکٹر صاحب نے دریافت فرمائیں اُن سے اُنھیں مطلع کیا۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے حسب خواہش انجمن مسودہ قانون مع اُسکے مقاصد و اغراض کے تیار کر دیا۔

۲۶ مارچ سنہ ۱۹۱۹ع کے جلسہ میں یہ مسودہ قانون پیش ہو کر تجویز ہوا کہ نقل مسودہ قانون بغرض اطلاع و طلب رائے جملہ تعلقداران کی خدمت میں بھیجی جائے۔ اور ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۹ع تک اُنکی رائے طلب کی جائے۔ اور بعد حصول آرائے تعلقداران پریسیڈنٹ صاحب انجمن اس مسودہ کو گورنمنٹ میں پیش کریں۔ چنانچہ پریسیڈنٹ صاحب نے آنریبل پنڈت جگت نرائن صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ کے ذریعہ سے یہ مسودہ قانون کونسل میں پیش کرایا۔ جو سنہ ۱۹۲۰ع میں کونسل سے پاس ہو کر بعد منظوری ہز اکسلنسی گورنر و ہز اکسلنسی گورنر جنرل نافذ ہوا۔

---

۵ نومبر سنہ ۱۹۲۵ع کے جلسہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں درخواست بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب پسر رائے بہادر بھیا گنگا بخش سنگھ صاحب جو انجمن کے اڈیشنل ممبر تھے باستدعائے اندراج نام بذمرہ اڈیشنل ممبران انجمن پیش ہو کر یہ تجویز ہوا تھا کہ اندراج نام کے لیئے جنرل کمیٹی سے سفارش کی جائے۔ اور ۸ نومبر سنہ ۱۹۲۵ع کے جلسۂ عام سے یہ طے ہوا تھا

کہ بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب سے وقف نامہ لکھایا جائے اور بعد تکملہ وقف نامہ اُن کا نام بطور اڈیشنل ممبر درج کیا جائے۔ تحریر وقف نامہ کے متعلق بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب نے یہ درخواست کی کہ بجائے وقف نامہ تحریر کرنے کے وہ اس بات پر طیار ہیں کہ کسی بنک میں امانت مستقل کے طور پر وہ اتنا روپیہ جمع کردیں جس کے منافع سے سالانہ چندہ ادا ہوتا رہے۔

۶ رجنوری ۱۹۲۹ء کو درخواست مذکورہ بالا انجمن کے جلسہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ:۔

"بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب کو یہ لکھا جائے کہ چندہ جات انجمن وکیننگ کالج کی ادائی کے لیے بجائے امانت مستقل میں روپیہ جمع کرنے کے وہ بقدر ضرورت پرامیسری نوٹ خرید کرکے انجمن کے نام اس شرط پر منتقل کردیں کہ انجمن اُن کے سود سے چندہ انجمن وکیننگ کالج وصول کرلیا کرے اور اُسکے متعلق ایک اقرارنامہ لکھایا جائے۔"

غرضکہ مسودہ اقرارنامہ مرسلہ بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب، رجون ۱۹۲۹ء کے جلسۂ عام میں پیش ہو کر یہ طے ہوا کہ مسودہ مناسب ہے۔ صرف اس ترمیم کی ضرورت ہے کہ کاتب اقرارنامہ کی وفات کے بعد اگر ایک سے زیادہ وارث ہونگے تو اُن میں سے صرف اولاد اکبر کو انجمن کی ممبری کا حق حاصل ہوگا۔

۵ رنومبر ۱۹۲۹ء کو بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب نے دستاویز اقرارنامہ رجسٹری شدہ مع چار قطعہ پرامیسری نوٹ مالیتی مبلغ سترہ سو روپیہ انجمن میں بھیجدیئے۔ جو حسب ہدایت پریسیڈنٹ صاحب انجمن امپریل بنک لکھنؤ کی سیف کسٹڈی میں رکھا دیئے گئے۔ اور

بھیا درگا پرشاد سنگھ صاحب کا نام بطور اڈیشنل ممبر درج فہرست کرلیا گیا۔

---

۵ رجولائی ۱۹۲۹ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب بارہ بنکی نے یہ دریافت کیا تھا کہ چونکہ امسال بوجہ خشک سالی گورنمنٹ نے اس ضلع میں بعض مواضعات کی مالگزاری معاف کردی ہے۔ اس لئے چند تعلقداروں نے یہ درخواست کی ہے کہ اُسی مناسبت سے چندہ انجمن میں بھی معافی ہونا چاہیئے۔ اسکے متعلق انجمن کی کیا رائے ہے ؟

۲۲ رجولائی ۱۹۲۹ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب بارہ بنکی سے یہ دریافت کیا گیا کہ جن مواضعات کی مالگزاری معاف ہوئی ہے۔ کیا گورنمنٹ نے اُسکے متعلق ابواب بھی معاف کردیئے ہیں ؟ ۲۴ رجولائی ۱۹۲۹ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب بارہ بنکی نے یہ جواب دیا کہ بموجب فقرہ ۱۶۲ رونیومینول گورنمنٹ نے ابواب کی بابت کوئی معافی نہیں دی ہے۔

۲۲ راگست ۱۹۲۹ء کے جلسۂ اگزیکیوٹف کمیٹی میں یہ مسئلہ مع کاغذات متعلقہ پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ "چندہ جات انجمن و کیننگ کالج بطور ابواب مالگزاری کے ساتھ وصول ہوتے ہیں۔ اور چونکہ گورنمنٹ نے ابواب میں کوئی تخفیف یا معافی نہیں کی ہے۔ اس لیئے چندہ جات انجمن و کیننگ کالج میں بھی کوئی تخفیف نہ ہونا چاہیے"

۲ رستمبر ۱۹۲۹ء کو نقل رزولیوشن ڈپٹی کمشنر صاحب بارہ بنکی کے پاس بھیجدی گئی۔

اُسی تاریخ نوٹس ہنٹر صاحب منجانب اپر انڈیا بنک خریدار علاقہ بھلول خانپور مشعر وا پسی چندہ جات انجمن و کیننگ کالج جو اُن سے مالگزاری کے ساتھ وصول کرلیئے

گئے تھے پیش ہوا۔ اور یہ طے پایا کہ یہ معاملہ نہایت اہم ہے اور چونکہ اس سے ایک خراب مثال پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہذا پریسیڈنٹ صاحب بلالحاظ مصارف اس معاملہ میں بہتر سے بہتر قانونی مشورہ جن وکلاء سے وہ مناسب سمجھیں حاصل کریں۔ اور اگر مقدمہ دائر ہو تو اُسکی معقول پیروی کا انتظام مناسب طریقہ سے فرمائیں۔

۱۸ استمبر ۱۹۲۹ء کو منجانب انجمن نوٹس کا جواب رجسٹری شدہ بھیج دیا گیا۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر رائے بریلی و بارہ بنکی کو جو منجانب سکریٹری آف اسٹیٹ اس مقدمہ میں علاوہ کیننگ کالج و کالون اسکول کمیٹی کے مدعا علیہ تھے۔ نقل وقف نامہ نوشتہ چودھری سرفراز احمد صاحب تعلقدار بھلول مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۶۴ء و وقف نامہ نوشتہ مسٹر ہوپ ڈپٹی کمشنر بارہ بنکی و مینجر کورٹ آف وارڈس مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۹۶ء مع مختصر حالات کے بغرض ملاحظہ و اطلاع مشیر قانونی صاحب گورنمنٹ بھیجدی گئی۔

یکم مارچ سنہ ۱۹۳۰ء کو سب جج صاحب بارہ بنکی کے اجلاس میں مقدمہ دائر ہوا اور حسب تجویز صاحبان پریسیڈنٹ و وائس پریسیڈنٹ بابو رام چندر صاحب و منشی مختار احمد صاحب وکلائے بارہ بنکی پیروی مقدمہ کے لئے مقرر کئے گئے۔ اور اُن کے علاوہ مسٹر محمد وسیم صاحب بیرسٹرایٹ لا خاص طور پر پیروی مقدمہ کے ذمہ دار کئے گئے۔ اور لکھنؤ یونیورسٹی کی جانب سے پنڈت جگ موہن ناتھ چک صاحب بیرسٹر کا تقرر ہوا۔ چونکہ بموجب فیصلہ پریوی کونسل علاقہ بھلول تعلقداری نہیں قرار پایا تھا۔ اور اس وجہ سے چودھری شفیق الزماں صاحب موجودہ تعلقدار کی حیثیت تعلقداری باقی نہیں رہی تھی۔ اس وجہ سے مقدمہ میں بہت پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن سب جج صاحب بارہ بنکی نے

یہ فیصلہ کیا کہ انجمن وکلا کو بجائے ایک روپیہ چار آنہ فی صدی کے ایک روپیہ فیصدی مالگزاری پر چندہ ملنا چاہیئے اور چار آنہ چندہ کا اس وجہ سے نہیں دلایا کہ اسکے متعلق کوئی باضابطہ وقف نامہ یا اقرارنامہ نہیں تھا۔

اس فیصلہ کے خلاف ہنٹر صاحب اور انجمن دونوں کی جانب سے عدالت چیف کورٹ میں اپیل دائر ہوا۔ اور ۴ دسمبر ۱۹۳۲ء کو عدالت چیف کورٹ نے سب جج صاحب بارہ بنکی کا فیصلہ بحال رکھا اور انجمن کو حصہ رسدی خرچہ کی ڈگری دی۔

قانون وراثت تعلقداران

لارڈ کیننگ کی یہ خواہش تھی کہ اودھ میں بھی مثل یورپ کے امراء کی حکومت جاری کریں اور اسی خیال سے انھوں نے تمام صوبہ اودھ کی ضبطی کا حکم دے دیا تھا۔ تاکہ ملک اودھ میں کسی کا کوئی حق باقی نہ رہے۔ اس اعلان سے اودھ میں سخت غلط فہمی اور بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن ضبطی کے اعلان کے بعد جب علاقہ جات بطور عطیہ سلطانی تعلقداروں کو واپس مل گئے تو وہ بے اطمینانی رفع ہوگئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کل علاقہ جات اسی حالت میں رہتے جیسے کہ عہد شاہی میں تھے۔ علاقہ جات کی سندیں عطا کرنے کے بعد لارڈ صاحب موصوف کو یہ خیال ہوا کہ ایسی فرید تدابیر اختیار کی جائیں جس سے تعلقداروں کو بقائے دوام حاصل ہو۔ اور وہ جمیع آفات سے محفوظ رہیں۔

غرضکہ انجمن سے استصواب رائے کے بعد ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ء کو چیف کمشنر صاحب نے

ایک سرکلر جاری کیا۔ اور اُنھیں تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ایک مسودہ قانون تیار کرا کے بطلب رائے انجمن میں بھیجا گیا۔

انجمن نے مسودۂ قانون کو دیکھکر یہ تجویز کیا کہ۔ مسودہ قانون میں علاقہ کے علاوہ دیگر اسباب، جواہرات اور ہاتھی گھوڑوں کے متعلق کچھ درج نہیں ہے۔ اور نقد روپیہ کی بابت بھی کوئی حوالہ نہیں ہے۔ بغیر اس سب سامان کے محض علاقہ تعلقدار پر ایک بار ہوگا۔

مسلمان تعلقداروں نے یہ اعتراض کیا کہ قانون میں ایک دفعہ ایسی ہے کہ تعلقدار کے اگر کوئی وارث نہ ہو تو اُس کا علاقہ اُسکی زوجہ کو دیا جائے۔ مسلمانوں میں چونکہ اکثر ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔ لہندا یہ شرط ہونا چاہیے کہ اُنکے بعد اُن کا علاقہ اُس زوجہ کو دیا جائے جو نجیب الطرفین ہو۔ اور اگر نجیب الطرفین ازواج کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو علاقہ اُس زوجہ کو دیا جائے جو علاوہ نجیب الطرفین ہونے کے سب میں بڑی اور سینیر ہو۔

۱۵ نومبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ عام میں اس مسودہ قانون پر بحث ہوئی۔ اور مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب نے کہا کہ:۔

سرکار نے ہماری ریاستوں کے استحکام اور ترقی کے لیے جو تدابیر اختیار کی ہیں اُسکا ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے۔ لارڈ کیننگ ہماری ریاستوں کے تحفظ و استحکام کے لیئے ایک مسودہ قانون چھوڑ گئے ہیں۔ اور جس وقت اس قانون کا باضابطہ نفاذ ہوگا۔ تو اس سے تعلقداروں کو بیحد نفع پہونچے گا۔

قبل ازیں وکلاء۔ مختاران عدالت دیوانی۔ اور خوشامدی اور خود غرض کارندوں نے انتظام ریاست میں ایسے فتور و فساد برپا کیے کہ اُس سے ہندوستان کی اکثر بڑی بڑی ریاستیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جن ریاستوں میں ایسے فسادات پیدا ہوتے ہیں وہاں عزیز و اقارب کے درمیان اتفاق و اتحاد قائم نہیں رہتا اور اُس کا انسداد اُس وقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ قانون کے نفاذ سے اُسکا تدارک نہ کیا جائے۔

مجھے خوب معلوم ہے کہ چند اصحاب ان وسیع اختیارات کو جو بذریعۂ قانون تعلقداروں کو حاصل ہونے والے ہیں پسند نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان اختیارات کی وجہ سے جو تعلقدار چاہیگا اپنی ریاست غیر خاندان والے کو دیدیگا لیکن میں اور بہت سے ممبران جو اس وقت موجود ہیں وہ اس سے متفق نہیں ہیں۔ کیونکہ علاقہ کے حاصل کرنے کی خاص غرض یہ ہے کہ اصل مالک کا نام ہمیشہ قائم رہے۔ جائداد محفوظ رہے۔ اور اسی کے ساتھ رشتہ داروں کی بھی پرورش ہوتی رہے۔ اور جائداد باہم تقسیم ہوکر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ چند لوگ ایسے بھی ہونگے جو اپنی بے عقلی سے کامل اختیار کا ناجائز استعمال کرکے اپنے علاقوں کو تباہ و برباد کر ڈالیں گے۔ لیکن چند ایسے اشخاص کی وجہ سے جملہ تعلقداران اس قانون کے فوائد سے محروم کردیئے جائیں۔ یہ امر خلاف مصلحت و ناواجب ہے۔ کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جس میں خانگی جھگڑے نہ ہوں۔ یا پیدا نہ ہوسکتے ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں جھگڑوں سے علاقے برباد ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اگر ریاض بخش خاں اپنے علاقے پر کامل اختیار نہ رکھتے ہوتے تو اُن کا علاقہ اُنکی

لونڈی کے قبضہ میں چلا جاتا۔ علیٰ ہذالقیاس اگر نواب منور الدولہ بہادر اور امین الدولہ بہادر کو یہ اختیار حاصل ہوتا تو اُنکے بڑے بڑے علاقے برباد نہ ہوتے۔ اور قانون زیر بحث ان امراض کی دوا ہے۔

ممکن ہے کہ بعض اصحاب میری رائے سے متفق نہ ہوں لیکن وہ اگر غور و تامل سے دیکھیں گے تو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اُنکا مقصد اس قانون سے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اس مسودہ قانون کے ضمن ثانی سے ظاہر ہے کہ :-

"ہر ایک تعلقدار یا عطیہ دار وصیت کے ذریعہ سے جو کچھ وہ چاہے اپنے ورثار کو ہمیشہ کے لیئے دے سکتا ہے"

اِس تقریر کے بعد جملہ حاضرین جلسہ نے اِس سے اتفاق کیا کہ مسودہ قانون بعد ضروری ترمیم کے منظور کیا جائے۔ غرضکہ یادداشت متعلق ترمیم مسودہ قانون پیش ہو کر منظور ہوئی۔

اسکے بعد ۲۲ فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں راجہ ہنونت سنگھ صاحب تعلقدار کالاکانکر نے یہ بیان کیا کہ میرے پاس ایک تحریر ہے جس پر ایک سو ایک تعلقداروں کے دستخط ہیں اور اُسے میں آیندہ جلسہ میں پیش کرونگا۔ اس پر بابو دکھنا رنجن مکرجی سکریٹری انجمن نے کہا کہ ، نومبر ۱۸۶۱ء کے جلسہ عام میں راجہ صاحب نے اس مسئلہ پر مزید غور کرنے کی صلاح دی تھی۔ چنانچہ اُسی دن اور اُسکے بعد ۹ نومبر ۱۸۶۱ء کو اس مسئلہ پر کافی غور ہو چکا ہے۔ اور پریسیڈنٹ صاحب نے راجہ صاحب سے اُس موقع پر یہ کہدیا تھا کہ تعلقداران اودھ کی خواہش کے مطابق جو قطعی فیصلہ نواب

گورنر جنرل بہادر کا بموجب سرکلر چیف کمشنر مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۱ء کو مشتہر ہوا تھا وہ نہایت مناسب ہے اور اُس فیصلہ کے خلاف اب درخواست کرنا غیر ضروری ہے"۔

بعد ازاں اگست ۱۸۶۲ء میں اِس قانون کے کل مدارج پر غور ہوا تھا اسکے بعد نومبر ۱۸۶۲ء میں جب انجمن کی یادداشت متعلق ترمیم قانون مذکور جلسۂ عام میں پیش ہوئی تھی تب بھی اس بارہ میں مزید غور ہوا تھا۔ لیکن اب چونکہ ہمارے دوست راجہ ہنونت سنگھ صاحب نے پھر وہی معاملہ پیش کیا ہے تو ہماری اُن سے یہ گزارش ہے کہ جب تک جلسۂ عام منعقد نہ ہو اس مسئلہ کو ملتوی رکھیں تاکہ جلسۂ عام سے یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے طے ہو جائے اور بار بار اُس پر مباحثہ کی ضرورت نہ رہے۔

راجہ ہنونت سنگھ صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہمارے نزدیک کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس معاملہ کو زیادہ عرصہ تک ملتوی رکھیں۔ غرضکہ ۲۵ فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور سکریٹری صاحب انجمن نے بیان کیا کہ :۔

"لارڈ کیننگ نے از روئے سند تعلقداروں کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ جس کو چاہیں اپنے علاقہ کا وارث مقرر کریں۔ لیکن راجہ ہنونت سنگھ صاحب اور چند تعلقداران ضلع پرتاب گڑھ کو اس غیر محدود اختیار پر عذر ہے کہ یہ حق تعلقدار موصی یا واہب کے اولاد آبائی میں قائم رہے۔ جلسہ ہائے ۲۹ نومبر ۱۸۶۱ء و اگست ۱۸۶۲ء کو اسکے متعلق مباحثہ ہوا تھا اور ممبران نے یہ تجویز کیا تھا کہ چیف کمشنر صاحب کا سرکلر مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۱ء جس میں فیصلہ گورنمنٹ ہند کا درج ہے وہ ہمارے جمیع مطالب کے لئے کافی ہے۔ لیکن چیف کمشنر صاحب اب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ

جن تعلقداروں کو راجہ ہنونت سنگھ صاحب کی رائے سے اتفاق ہو وہ اپنی تحریری رائے بھیجیں۔ غرضکہ اسکے متعلق تعلقدار صاحبان کی رائے طلب کی گئی۔ اور زیادہ تر تعلقداروں نے راجہ ہنونت سنگھ صاحب کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ آخرکار باہم تبادلۂ خیال سے جو اختلاف اس مسئلہ کے متعلق تھا وہ رفع ہو گیا اور سب صاحب اس بات پر متفق ہو گئے کہ مسودۂ قانون وراثت کی بالاتفاق تائید کی جائے۔

غرضکہ بعد اتفاق رائے تعلقداران جب یہ مسودہ قانون کونسل میں پیش ہونے والا تھا۔ تو سرہنری ڈیورنڈ نے یہ تجویز پیش کی کہ کوئی قائم مقام تعلقداران اودھ کا اس کونسل کا ممبر مقرر کیا جائے۔ جو انکی جانب سے گفتگو کرنے کا مجاز ہو اور جس کا کلام مستند سمجھا جائے۔ چنانچہ آنریبل سر مہاراجہ صاحب بہادر بلرام پور وائسرائے کی کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ اور جس وقت یہ مسودہ قانون وراثت وائیسرائے کی کونسل میں پیش ہونے والا تھا۔ تو حسب الطلب ممبران کونسل مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب، راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب، راجہ سید نواب علیخانصاحب راجہ فرزند علی خاں صاحب، راجہ تجمل حسین خاں صاحب اور دیوان نیہال سنگھ صاحب منیجر ریاست کپورتھلہ و قائم مقام سکریٹری انجمن بہمراہی مسٹر ڈیوس صاحب قائم مقام چیف کمشنر اودھ کلکتہ تشریف لے گئے اور ممبرانِ کونسل سے ملے۔ اور مسودہ کی ترمیم کے متعلق تعلقداروں کے نقطۂ خیال کو پیش کیا۔ اور سر مہاراجہ صاحب بلرام پور نے اس مسودۂ قانون کے متعلق کونسل میں مفصلہ ذیل تقریر فرمائی۔

"جب بندوبست پختہ ہونے لگا۔ اُس وقت ہمارے قرابت داروں،

یعنی مالکان ادنے اور کاشتکاروں نے بکثرت نالشیں دائر کیں اور سب نے یہ چاہا کہ اُن کے حقوق انصافاً مقرر کردیئے جائیں۔ اُس وقت آنریبل سر جان سٹریچی سرہنری ڈیوس اور کرنیل بیرو صاحب نے گورنمنٹ ہند کی ہدایت کے بموجب تعلقداروں کی اعانت واتفاق سے یہ مسودہ قانون تیار کیا تھا جو اس وقت زیر تجویز ہے۔

تعلقداروں کی رائے میں اس قانون سے اُنکے حقوق نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ مقرر ہوجائیں گے اور اس سے تمام شکوک وتنازعات جو ہمارے حقوق کی نسبت ہیں دفع ہوجائیں گے۔

اِس قانون کے شرائط سے تعلقداروں کے حقوق کو نہایت تقویت ہوگی اور اگر یہ قانون پاس نہ ہوا۔ تو لارڈ کیننگ کا مقصود اصلی جیسا خود اُنھوں نے بیان کیا ہے فوت ہوجائیگا۔ یعنی ایک ذی اقتدار گروہ مالکان آراضی جس کو قائم کرنا لارڈ صاحب ممدوح کا مقصود اصلی تھا وہ ایک ہی پشت کے بعد فنا ہوجائیگا۔"

اسکے بعد ۸ رفروری ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب نے یہ تقریر کی کہ:۔

"میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں اور مبارکباد دیتا ہوں کہ قانون وراثت تعلقداران یعنی ایکٹ ا ۱۸۶۹ء وایسرائے کی کونسل سے منظور ہوگیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس قانون کا مسودہ ابتدا لارڈ کیننگ بالقابہ نے مرتب فرماکر کونسل کی منظوری کے لیئے پیش کیا تھا۔ لیکن جناب ممدوح کے ولایت تشریف لے جانے کے

بعدیہ مسئلہ معرض التوا میں آگیا۔

اسکے بعد لارڈ الگن وائسرائے وگورنر جنرل نے اسکی جانب توجہ فرمائی۔ لیکن ہم لوگوں میں اس قانون کے متعلق اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے مزید کارروائی ملتوی کردی گئی۔

تیسری مرتبہ جب ہمارے آپس کا اختلاف رفع ہوگیا تو انجمن نے پھر اس کے متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ اُس وقت چیف کمشنر صاحب نے پھر مسودہ قانون کی نظر ثانی کر کے اُسے گورنمنٹ آف انڈیا کی کونسل میں پیش کیا۔ جو گورنمنٹ آف انڈیا گزٹ میں شایع ہوا۔ اور چیف کمشنر صاحب نے ایما فرمایا کہ چند تعلقداران کلکتہ جاکر ممبران کونسل کے سامنے انجمن کی جانب سے قانون کے متعلق جو عذرات وہ مناسب سمجھیں پیش کریں۔ غرضکہ ہم لوگوں نے چیف کمشنر صاحب کے ہمراہ کلکتہ جاکر اپنے عذرات پیش کیے۔ اور میں نہایت شکرگزار ہوں کہ مسودہ ترمیم شدہ جس میں ہماری تجاویز شامل تھیں، کونسل ہند نے بکمال مہربانی منظور کر کے پاس کیا۔ ہمیں گورنمنٹ آف انڈیا کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ لارڈ کیننگ کے وہ کل احکامات جو ضرورت اور موقع کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً نافذ ہوئے تھے۔ اُن کو اس قانون نے جمع کر کے بعد رفع شکوک جو بعض اصحاب کو اس قانون کے متعلق تھے۔ ایک مستقل و مستحکم بنیاد پر حقوق تعلقداری کو قائم کردیا۔ جس میں اب کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا۔

آپ لوگ اگر ایکٹ مذکور کو بغور دیکھیں گے تو یہ ظاہر ہوگا کہ یہ قانون جملہ حقوق تعلقداری کا جامع اور محافظ ہے۔ اور اب تعلقداروں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیئے

کسی دوسرے قانون کی حاجت نہیں ہے۔ اسکے بعد ۹ مئی ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے کہا کہ :-

" باوجودیکہ قانون وراثت تعلقداران پاس ہوگیا۔ لیکن تعلقداروں کی فہرست کی ترتیب کا کام ابھی باقی ہے اور یہ کام نہایت اہم ہے۔ بہرحال حسب منشائے دفعہ ۸۔ ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء یہ فہرستیں مرتب ہوکر یکم جون ۱۸۶۹ء تک چیف کمشنر صاحب کے ملاحظہ میں پیش ہوجانا چاہیئے۔ چیف کمشنر صاحب نے ان فہرستوں کی ترتیب کا کام کرنیل بیرو صاحب کمشنر لکھنؤ کے سپرد کیا ہے۔ اور ہمیں بھی اس کام میں اُنکا شریک کیا ہے۔

۲۷ جولائی ۱۸۶۹ء کو ڈیوس صاحب چیف کمشنر نے قیصر باغ بارہ دری میں ایک دربار منعقد کیا۔ اُس دربار میں تعلقداروں نے ایک ایڈرس پیش کیا۔ اور چیف کمشنر صاحب نے اُسکے جواب میں مہاراجہ مان سنگھ صاحب و دیگر ممبران کمیٹی کی عالی حوصلگی محنت اور مشقت کا اعتراف کرتے ہوے ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کے نفاذ۔ فہرست تعلقداران کی ترتیب اور گزارہ داران کے فیصلہ کی تکمیل پر مبارکباد دی۔ ڈیوس صاحب چیف کمشنر کی اسپیچ کا خلاصہ "فیصلہ گزارہ داران کے حالات" میں درج ہے۔

ترمیم ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء

۷ نومبر ۱۸۷۴ء کو سکریٹری صاحب گورنمنٹ نے ایک مسودہ قانون متعلق ترمیم ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء بابت رجسٹری وصیت نامجات بطلب رائے انجمن میں

بھیجا تھا۔ جو ۲۷ نومبر ۱۸۸۴ء کے جلسہ کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا تھا کہ :۔

"ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کی ترمیم کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اور بمقابلہ بند رجسٹری کے انجمن کھلی ہوئی رجسٹری پسند کرتی ہے۔ اس سے پہلے جو انجمن سے تحریک کی گئی تھی وہ قانون رجسٹری کی ترمیم کے متعلق تھی۔ اور اسکو ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کی ترمیم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور چونکہ بعد فیصلہ پریوی کونسل جس قدر وصیت نامے لکھے گئے ہیں وہ لفافوں سے نکال کر حسب فیصلہ پریوی کونسل درست ہو گئے ہیں۔ اور پشت وصیت نامجات پر رجسٹری کرا دی گئی ہے۔ اور اس مسودۂ قانون میں مقدمات متدائرہ اور منفصلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا۔ ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کی ترمیم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

اسکے بعد حسب تجویز کمیٹی منعقدہ ۔ ۵ دسمبر ۱۸۸۴ء وصیت نامہ کے لفافے کی رجسٹری کے متعلق عذر داری کی گئی۔

مذکورہ بالا تجویز کے مطابق گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجدیا گیا۔ لیکن ۱۰ اپریل ۱۸۸۵ء کو گورنمنٹ کی ایک تحریر موصول ہوئی کہ :۔

"تعلقداروں کی درخواست کے بموجب پریوی کونسل میں جو پہلے تحریک کی گئی تھی۔ اُسکے خلاف اب انجمن دوسری تحریک کرتی ہے۔ علاوہ اس کے لارڈ کیننگ نے تعلقداروں کے اختیارات وصیت میں جو وسعت عطا فرمائی تھی اب جوڈیشل کارروائی سے وہ محدود ہوئی جاتی ہے۔ لہذا انجمن اس مسئلہ پر مزید غور کر کے جواب بھیجے۔"

۱۹ر اپریل ۱۸۸۵ء کو مذکورہ بالا مراسلت گورنمنٹ انجمن کے جلسہ میں پیش ہوئی اور یہ طے پایا کہ :-

"بہتر ہے مسودۂ قانون ترمیم ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء جو گورنمنٹ نے تیار کیا ہے، وہ پاس کر دیا جائے - انجمن کو اُس میں اب کوئی اعتراض نہیں ہے - صرف اس قدر ترمیم ہو جائے کہ تاریخ نفاذ جو ۲۳ر اکتوبر ۱۸۸۴ء رکھی گئی ہے وہ تبدیل ہو جائے - اور بجائے اسکے یہ درج کیا جائے کہ تاریخ نفاذ سے اس کا اثر ہوگا -

اسکے مطابق گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجدیا گیا -

اسکے بعد ۲ رجون ۱۹۰۵ء کو سر راجہ صاحب جہانگیر آباد وائس پریسیڈنٹ انجمن نے بعض دفعات ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کی ترمیم کی ضرورت محسوس کر کے ایک یادداشت جاری فرمائی جو بطلب رائے تعلقدار صاحبان کی خدمت میں بھیجی گئی - مشیر قانونی انجمن سے بھی رائے لی گئی - اور ، فروری ۱۹۰۶ء کو یہ مسئلہ جلسۂ عام انجمن میں پیش ہو کر تجویز ہوا کہ شیخ شاہد حسین صاحب تعلقدار و بیرسٹر جملہ نظائر و فیصلہ پریوی کونسل کو یک جا کر کے آئندہ جلسۂ کمیٹی میں اپنی رائے کے ساتھ پیش کریں -

۶ر اگست ۱۹۰۶ء کو تعلقداروں کے ایک ڈیپوٹیشن نے ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ بعض نظائر کی وجہ سے جو خاص کر دفعہ ۱۴ و ۱۵ - ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کے متعلق ہیں اصل منشا ایکٹ مذکور بالکل کالعدم ہو گیا ہے - اور اسی وجہ سے ایکٹ کی ترمیم ضروری ہو گئی ہے اس وقت مفصل یہ عرض نہیں کیا جا سکتا کہ کن ترمیمات کی ضرورت ہے - بالآخر یہ طے ہوا کہ مفصلہ

ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی بغرض تیاری مسودۂ ترمیمات مقرر کی جائے۔

(۱) راجہ محمد تصدق رسول خاں صاحب سی، ایس، آئی، تعلقدار جہانگیرآباد۔

(۲) راجہ محمد علی محمد خاں خان بہادر تعلقدار محمودآباد

(۳) آنریبل رائے سری رام بہادر تعلقدار رسول پور

(۴) مسٹر شمیر صاحب جوڈیشل کمشنر اودھ

(۵) مسٹر ہارکورٹ بٹلر صاحب ڈپٹی کمشنر لکھنؤ

یہ بھی تجویز ہوا کہ ممبران مذکورۂ بالا اور اشخاص کو بھی جنھیں اودھ کے قوانین سے خاص واقفیت ہو، اس کمیٹی میں شریک کر سکتے ہیں اور پریسیڈنٹ صاحب انجمن بھی ایک کمیٹی ممبران انجمن کی مقرر کریں جو بمشورہ ہر سہ تعلقدار صاحبان ممبر کمیٹی مذکورہ بالا قانون کی ضروری ترمیمات کی ایک یادداشت مرتب کرے۔ اور جب یہ یادداشت تیار ہو جائے تو انجمن بعد غور و پسند اُس یادداشت کو گورنمنٹ میں بھیجدے۔

۱۱ رمئی ۱۹۰۷ء کو انجمن کی سلکٹ کمیٹی نے اس بات پر اتفاق رائے کیا۔ کہ ایکٹ ۱ ۱۸۶۹ء کی منسوخی اور جدید قانون کا نفاذ۔ اور فہرست تعلقداران اور علاقہ جات کی از سر نو ترتیب مناسب نہیں ہے۔ لہذا جملہ ممبران کمیٹی کی تجاویز پر غور کر کے مفصلہ ذیل امور منظور ہوے۔

(۱) لفظ علاقہ کی ترمیم اس طور پر کی جائے۔ کہ اُس میں جائداد غیر منقولہ مکسوبہ جو تعلقدار۔ اُسکے وارث یا موصی لہ کو بذریعہ بیع یا ہبہ نامہ یا وراثت حاصل ہوئی ہو شامل ہو جائے۔

(۲) لفظ وارث یا موصی لہٗ کی ترمیم اس طرح ہونا چاہیے۔ تاکہ اُس میں وہ اشخاص بھی شامل ہو جائیں۔ جو جانشین علاقہ یا جزو علاقہ بذریعہ وراثت یا وصیت کسی تعلقدار یا عطیہ دار کے عین وارث مابعد ہونے کی حیثیت سے قبل نفاذ ایکٹ ہذا ہوئے ہوں۔ موجودہ تعریفات صرف تعلقدار یا عطیہ دار کے عین وارث مابعد پر محدود ہیں۔

(۳) فقرات ۱ و ۲۔ دفعہ (۱۳) منسوخ ہونا چاہیے۔ اور بجائے اُسکے فقرہ ذیل درج ہونا چاہیے۔

(الف) کسی واہب یا وصی کی اولاد پسری یا دختری۔

(ب) کوئی شخص جو نجیب الطرفین ہو اور جو بحالت نہ ہونے کسی وارث قریب ترکے۔ ایسے علاقے یا اُسکے کسی جز یا اُس میں کسی حق پر بحالت تعلقدار یا عطیہ دار یا اُسکے وارث یا موصی لہٗ کے بلا وصیت فوت ہونے پر قابض ہو۔

(۴) دفعہ (۱۳) میں الفاظ ذیل اضافہ کیے جائیں۔

"بموجب قانون نافذ الوقت بابت رجسٹری دستاویزات"

(۵) دفعہ (۱۳) کے بعد ایک شرط حسب ذیل اضافہ کی جائے۔

"کوئی وارث جائز بذریعہ کسی وصیت نامہ کے محروم نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ ایک یا کسی دیگر طریقہ مندرجہ ایکٹ ہذا۔ جسکی ترمیم بذریعہ ایکٹ ۱۰ ۱۸۸۵ء ہوئی ہے۔ وصیت نامہ کی رجسٹری نہ ہوئی ہو"

(۶) الفاظ "اور ایسا چھوٹا بیٹا وغیرہ وغیرہ" مندرجہ دفعہ (۱۴) منسوخ کیے جائیں۔ اور بجائے اُنکے الفاظ ذیل درج ہوں۔

"یا کسی منتقل کنندہ یا وصی یا کوئی دیگر شخص نجیب الطرفین کے (جو بحالت عدم موجودگی کسی وارث قریب تر کے کسی علاقہ یا اُسکے جز یا اُسمیں کسی حق پر قابض ہوا ہو) لڑکی کے لڑکے ایسی حالت میں جب منتقل کنندہ یا وصی۔ انتقال یا وصیت کے وقت بلا وصیت فوت ہوا ہو۔

(۷) الفاظ "وارث نہ ہوا ہو وغیرہ" منسوخ کیے جائیں اور بجائے اُنکے الفاظ ذیل درج ہوں۔

"جو بوقت انتقال یا وصیت اقسام مندرجہ نفرات ۱ و ۲۔ دفعہ (۱۳) میں نہ آتا ہو"

(۸) لفظ "بیوہ" دفعہ (۲۱) میں ماقبل لفظ "لڑکے" کے درج ہو۔ اور آخر کے سترہ الفاظ خارج کیے جائیں۔

(۹) فقرات ۴ و ۱۰۔ دفعہ (۲۲) منسوخ کیے جائیں اور یہ صاف طور پر واضح کر دیا جائے۔ کہ فقرہ ۵۔ صرف مسلمانوں سے متعلق ہے۔ اور الفاظ "یا اولاد" فقرہ۔ ۷ میں بعد لفظ "بھائی" کے درج ہوں۔ اور یہ کہ دستاویز رجسٹری شدہ اس شہادت کا ایک ضروری جزو قرار دیا جائے۔ جسکے ذریعہ سے کسی ہندو تعلقدار یا عطیہ دار یا اُسکے وارث یا موصی لہٗ کی تبنیت کے ثبوت میں جو بعد نفاذ ایکٹ ترمیم شدہ عمل میں آئے۔ پیش کی جاے۔

(۱۰) قانون میں ایک شرط اس مضمون کی بڑھائی جائے جسکی روسے لوکل گورنمنٹ کو یہ اختیار ہو کہ قابض علاقہ کی درخواست پر اگر وہ مناسب خیال کرے تو بذریعہ نوٹیفیکیشن گزٹ کسی علاقہ کو فہرست ۴ سے فہرست نمبر ۲ میں منتقل کر دے۔

(۱۱) سٹلڈ اسٹیٹس ایکٹ کی بھی مناسب مقامات پر ایسی ترمیم کی جائے کہ وہ ایکٹ ۱ سنہ ۶۹ء ترمیم شدہ کے مطابق ہو جائے۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ تجاویز مذکورۂ بالا کے مطابق۔ شمیر صاحب، گریون صاحب، اور آنریبل رائے سری رام بہادر ایک مسودہ تیار کریں اور علاوہ انکے اور جن ترمیمات کی وہ ضرورت سمجھیں اُنھیں بھی اپنے مسودہ میں شامل کر دیں۔

۴ر فروری سنہ ۱۹۰۸ء کو مسودہ ترمیمات گورنمنٹ میں بھیجا گیا۔ اور ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۰۹ء کے جلسۂ عام میں یہ تجویز ہوا کہ گورنمنٹ سے یہ درخواست کی جائے کہ ایکٹ ۱ سنہ ۶۹ء جسکی ترمیم تجویز ہوئی ہے وہ براہ مہربانی بہت جلد پاس کر دیا جائے۔

۱۲ر مئی سنہ ۱۹۰۹ء کو مسودہ ترمیم ایکٹ مذکورہ بذریعہ مراسلت صاحب جوڈیشل سکریٹری گورنمنٹ بطلب رائے انجمن موصول ہوا۔ ۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۰۹ء کو سلکٹ کمیٹی لیجسلیٹف کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔ اور تمام تجاویز پر جو موصول ہوئی تھیں غور کر کے ایک دوسرا مسودہ تیار کیا گیا۔ جو ۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کے جلسۂ لیجسلیٹف کونسل میں پیش ہو کر پاس ہوا۔ اور بعد منظوری حضور وائسرائے بہادر ۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کے جلسۂ عام میں پیش ہو کر تجویز ہوا کہ ایکٹ مذکور جو بعد ترمیم پاس ہوا ہے وہ چھپوایا جائے اور اُسکی نقلیں جملہ تعلقداران کی خدمت میں بھیجی جائیں۔

اسکے بعد ۲۹ر نومبر ۱۹۱۵ء کو صاحب چیف سکریٹری گورنمنٹ نے ایک تحریر متعلق ترمیم دفعہ ۲۲- ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء بطلب رائے انجمن میں بھیجی۔ چنانچہ نقل مراسلت گورنمنٹ و رائے مشیر قانونی انجمن کی نقل اُن تعلقداروں کے پاس بھیجی گئی جن کا مجوزہ ترمیم سے تعلق تھا۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۱۶ء کو جملہ کاغذات اکزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ اس دفعہ کی ترمیم کا اثر صرف اُن مسلمان تعلقداروں پر ہوتا ہے جنکے نام فہرست ۴- میں ہیں۔ اور اگر وہ اس ترمیم کو منظور کریں تو گورنمنٹ سے سفارش کی جائے۔ تاکہ یہ لوگ بھی قانون تحفظ جائداد سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ غرضکہ تعلقداران مندرجۂ فہرست ۴- سے استصواب رائے کے بعد ۲ر نومبر ۱۹۱۶ء کو گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجدیا گیا۔

بعد ازاں ۲۲ر اپریل ۱۹۲۴ء کو والیس پریسیڈنٹ انجمن نے ایک یادداشت جاری فرمائی کہ اخبار "لیڈر" مورخۂ ۱۲ر اپریل ۱۹۲۴ء میں آنریبل جسٹس پنڈت کنھیالال صاحب کی شہادت شایع ہوئی ہے۔ جس میں ممدوح نے یہ بیان دیا ہے کہ تعلقداروں کی وراثت کے مقدمات میں تخفیف کرنے کے لئے ایک معقول طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ تعلقداروں کو یاد دلا دیا کرے کہ اُن کو وصیت کرنے کا اختیار ہے۔ اور یہ مناسب ہوگا کہ وہ اپنی وصیت اچھی طرح سمجھ بوجھ کے رجسٹری کرا دیں۔ پنڈت صاحب کی یہ رائے نہایت مناسب اور سود مند معلوم ہوتی ہے۔ ۲۰ر جولائی ۱۹۲۴ء کو یادداشت مذکورہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ انجمن کی جانب سے ایسے تعلقداروں کو جو لاولد ہیں اپنی حیات میں وصیت نامہ تحریر کرنے کے

متعلق وقتاً فوقتاً یاد دہانی کی جایا کرے۔

۱۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء کے جلسۂ اکزیکیوٹف کمیٹی میں مسئلہ ترمیم ایکٹ ۱۸۶۹ء مع رپورٹ سلکٹ کمیٹی پھر پیش ہوا۔ اور یہ طے پایا کہ یہ مسئلہ بغرض غور ایک سلکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ ۱۳ر مارچ ۱۹۲۵ء کو سلکٹ کمیٹی نے یہ رپورٹ پیش کی کہ

"ہم سب اس رائے پر متفق ہیں کہ اس ترمیم سے ہر مسلمان تعلقدار کو بلالحاظ وقید فہرست نفع پہونچنا چاہیئے۔ اور جو مسودہ چودھری رشید الدین اشرف صاحب نے کونسل میں پیش کیا ہے وہ ہمارے نزدیک بہت مناسب ہے۔ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب نے یہ رائے دی کہ اس ترمیم میں غیر مسلم تعلقداروں کو بھی شریک ہونا چاہیئے۔

۳ر اپریل ۱۹۲۵ء کے جلسۂ اکزیکیوٹف کمیٹی میں مذکورۂ بالا رپوٹ سلکٹ کمیٹی پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ :۔

"چونکہ مسلمان تعلقداروں کو مجوزہ ترمیم قانون سے اتفاق ہے اور یہ مسئلہ محض اختیاری ہے۔ کسی تعلقدار کو اس سے پابندی نہیں ہوتی ہے۔ لہذا مجوزہ ترمیم سے ہر مسلمان تعلقدار کو اگر اُسکی خواہش ہے بلالحاظ وقید فہرست جس میں اُسکا نام درج ہے مستفید ہونا چاہیئے۔ ۱۰ر اپریل ۱۹۲۵ء کو اسی تجویز کے مطابق گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجا گیا۔ اور ۲۳ر مئی ۱۹۲۵ء کو صاحب سکریٹری گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ :۔

"مسودۂ قانون کی ترمیم جو حسب تجویز خان بہادر چودھری رشید الدین اشرف سلکٹ کمیٹی نے کی ہے اُس سے انجمن کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ مجوزہ ترمیم سے

صرف وہ تعلقدار و عطیہ دار مستفید ہونگے۔ جن کا حوالہ دفعہ (۲۲) ایکٹ مذکور میں ہے یعنی صرف وہ لوگ جنکے نام فہرست ۲-۳ و ۵ میں درج ہیں۔ اور یہ صاف نہیں ہے کہ اس سے وہ تعلقدار بھی مستفید ہو سکینگے جنکے نام فہرست ۴ و ۶ میں درج ہیں۔

دفعہ (۳۱-الف) میں کوئی ترمیم تجویز نہیں کیگئی ہے اور اس دفعہ کی رو سے مسلمان تعلقداران و عطیہ داران مندرجۂ فہرست ۴ و ۶ یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ اُنکی ریاستوں میں بھی جانشینی حسب دفعہ (۲۲) ایکٹ تعلقداری ہوگی۔ اور اس طرح اُن تعلقداروں میں شامل ہو سکتے ہیں، جن کا حوالہ دفعہ (۲۲) میں ہے۔ کیونکہ اُنکے نام اُس فہرست میں درج ہیں جنکا ذکر دفعہ (۳۱-الف) میں ہے۔ اس لئے نئی شرط متعلق دفعہ (۲۲) اُن سے بھی متعلق ہوتی ہے۔ اور اُنھیں مجاز کرتی ہے کہ وہ اس بات کا اعلان کرسکیں کہ اُنکی ریاستوں کی جانشینی مطابق دفعہ (۲۲) ہونا چاہیے۔ یہ کہ بموجب دفعہ (۲۲) جسکی ترمیم دفعہ (۲۲-الف) سے ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس کارروائی میں یہ دشواری ہے۔ کہ وہ پہلے یہ اعلان کریں کہ اُنکی جانشینی مطابق دفعہ (۲۲) ہوا کرے۔ اور پھر مزید اعلان اس بات کا کریں۔ کہ جانشینی مطابق دفعہ (۲۲) جسکی ترمیم دفعہ (۲۲-الف) سے ہوئی ہے۔ ہوا کرے۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ چاہتی ہے کہ انجمن ایک مسودہ قانون ایسا مرتب کرکے گورنمنٹ میں ارسال کرے۔ جس سے اُس کا مقصد پورا ہو سکے"

۵ رنومبر ۱۹۲۵ء کو مراسلت گورنمنٹ اگزیکیوٹف کمیٹی کے جلسہ میں پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ:-

راجہ صاحب جہانگیر آباد۔ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب اور چودھری رشید الدین اشرف صاحب سے اسکے متعلق رائے لی جائے۔

۷ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو راجہ صاحب جہانگیر آباد نے یہ تحریر کیا کہ مسودہ مرتبہ مشیر قانونی انجمن مع مسودہ مرتبہ چودھری رشید الدین اشرف صاحب گورنمنٹ میں بھیج دیا جائے۔ غرضکہ بعد منظوری کمیٹی منعقدہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۲۵ء ہر دو مسودات گورنمنٹ میں بھیج دیئے گئے۔

۲۸ر جنوری ۱۹۲۶ء کو صاحب چیف سکریٹری گورنمنٹ نے ایک اور مسودہ ترمیم قانون مذکورہ بھیجکر یہ دریافت کیا کہ آیا اس مسودہ سے انجمن کی اغراض پوری ہوتی ہیں یا نہیں۔

۱۵ر مئی ۱۹۲۶ء کو یہ مسودہ اکزیکیوٹف کمیٹی انجمن میں پیش ہوکر پسند کیا گیا اور حسب تجویز کمیٹی گورنمنٹ کو یہ جواب بھیجا گیا کہ انجمن اس مسودہ کو پسند کرتی ہے اسی کے مطابق قانون کی ترمیم کرادی جائے۔

تخفیف مصارف شادی قوم چھتریان

۲۸ر مئی ۱۸۶۳ء کے جلسہ میں چھتری اقوام میں شادی بیاہ کے مصارف کے متعلق جو قواعد مرتب کیئے گئے تھے۔ وہ ۲۵ فروری ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں پیش ہوکر حسب تفصیل ذیل منظور ہوے۔

(۱) شادی بیاہ کے متعلق کوئی چھتری کسی دوسرے شخص سے سامان جلوس مثل

زنجیر، فیل و اسپ و شتر مستعار نہ لیوے اور نہ کسی کو دلائے۔

(۲) دولھا کا باپ دولھن کے باپ سے جس قدر روپیہ واسطے مصارف برات کے کافی ہو، اُس سے زیادہ نہ لے۔

(۳) چھتری اپنی لڑکی کی شادی سوائے ہمسر و برابر کے اور کسی کے ساتھ نہ کریں۔

(۴) شادی کرنے والوں کی جس قدر آمدنی سال بھر کی ہو اُس کے نصف سے زیادہ شادی میں صرف نہ کریں۔

(۵) دو برس تک پابندی ان قواعد کی کیجائے۔ بلالحاظ اسکے کہ اضلاع مغربی و شمالی کے چھتری اسکی پابندی کرتے ہیں یا نہیں۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ سکریٹری صاحب انجمن خط و کتابت کر کے اضلاع مغربی و شمالی کے چھتریوں کو بھی ان قواعد کی پابندی پر راضی کریں۔ اور یہ دریافت کریں کہ وہ لوگ اِس معاملہ میں ہماری رائے سے متفق ہیں یا نہیں۔

۲۴ ر جنوری ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں مراسلت صاحب سکریٹری چیف کمشنر صاحب اودھ دربارۂ تخفیف مصارف شادی دختران چھتریان پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ انجمن نہایت خوشی سے مصارف شادی کے لئے فریقین کی سالانہ آمدنی کا پانچواں حصہ مقرر کرنے پر رضامند ہے۔ بشرطیکہ جو چھتری گورکھپور کے جلسہ میں شریک تھے وہ اپنے اقرار کے بموجب اس پر کاربند ہوں۔

ذمہ داری مالکان آراضی متعلق مال مسروقہ مسافران

۲۸ فروری ۱۹۲۶ء کے جلسہ میں مسافروں کی چوری کے متعلق تعلقداروں کی ذمہ داری کا مسئلہ پیش ہوا اور یہ بیان کیا گیا کہ حال میں گورنمنٹ نے ایک سرکلر جاری کیا ہے۔ کہ اگر کسی مسافر کا اسباب کسی تعلقدار یا زمیندار کے گانوں یا اُسکے ملحقہ سڑک یا جنگل میں چوری ہو جائے۔ تو باوجود اسکے کہ تعلقدار یا زمیندار کو مسافر کے وہاں آنے یا شب باش ہونے کا علم نہ ہو۔ تاہم وہ اسباب مسروقہ کی قیمت کی ادائی کا ذمہ دار اور جواب دہ سمجھا جائیگا۔ چونکہ اس سرکلر کا عام تعلقداروں اور زمینداروں پر بہت خراب اثر ہوگا۔ لہذا اسکے متعلق کارروائی مناسب انجمن کی جانب سے ہونا چاہیے۔

تجویز مذکورۂ بالا کے متعلق منجانب انجمن گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔

بندوبست سرسری

الحاق اودھ کے بعد پہلا سرسری بندوبست ۱۸۵۶ء میں اس اصول پر ہوا تھا کہ اُس زمانہ میں جو موضع جس شخص کے قبضہ میں پایا گیا اُس کا بندوبست اُسی کے ساتھ کر دیا گیا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ گورنمنٹ کا یہ منشاء ہے کہ وہ اصل قابضان آراضی سے بغیر کسی درمیانی شخص کی وساطت کے اپنا تعلق رکھنا چاہتی ہے۔ اس بندوبست کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۸۵۶ء میں منجملہ ۲۳۵۴۳ موضعات کے

جوالحاق اودھ کے وقت شامل تعلقہ جات سمجھے جاتے تھے ۱۳۰۴۰ ۔مواضعات کا بندوبست جنکی جمع پینتیس لاکھ چھ ہزار پانچ سو اُنیس روپیہ تھی تعلقداروں کے ساتھ کیا گیا۔ اور ۹۹۰۳ مواضعات کا بندوبست جنکی جمع بتیس لاکھ آٹھ ہزار تین سو اُنیس تھی۔ اُن اشخاص کے ساتھ کیا گیا جو تعلقدار نہیں تھے۔ اس انتظام سے مہاراجہ مان سنگھ صاحب تعلقدار مہدونہ کے علاقہ میں صرف تین موضع ایسے تھے جن کا انتظام اُنکے نام سے ہوا۔ بقیہ کُل مواضعات کا بندوبست دیگر اشخاص کے ساتھ بہ حیثیت قابضان مواضعات کردیا گیا۔

۳۰ رمئی ۱۸۵۷ء کو لکھنؤ میں غدر کا آغاز ہوا۔ اور ۱۰ رجون ۱۸۵۷ء تک تمام اضلاع برٹش گورنمنٹ کے قبضہ سے نکل گئے۔ اور ایک سال کے بعد سر رابرٹ ماٹگمری جو اس وقت چیف کمشنر تھے اُنھوں نے یہ محسوس کیا کہ اُنکے پاس صرف افسروں کا اسٹاف باقی رہ گیا ہے۔ اور صوبہ پر اُنکی کوئی حکومت نہیں ہے۔ اُس وقت اُنھوں نے تعلقداروں کو خود بُلایا۔ اور آخر سال تک دو ثلث تعلقدار اُن کی طلب پر حاضر ہوے۔ اور ۱۸۵۸ء کے موسم سرما تک تعلقداروں کی مدد سے ملک میں بہت کچھ تسلط ہوگیا۔ صرف ترائی کے حصول میں کچھ عرصہ تک لڑائی کا سلسلہ قائم رہا۔

۶ راکتوبر ۱۸۵۸ء کو لارڈ کیننگ نے سر رابرٹ ماٹگمری کو یہ لکھا کہ زمینداروں کے حالات اور افعال سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ تعلقداروں کے ماتحت اور مطیع ہیں۔ اور تعلقداری کا طریقہ بہت پُرانا ہے جسے تمام ملک کے لوگ پسند کرتے ہیں۔ انھیں وجوہ سے اور نیز اس سبب سے کہ گورنمنٹ برطانیہ کو اودھ میں تسلط اور حکومت قائم کرنے میں تعلقداروں سے

بہت مدد ملی۔ گورنر جنرل بہادر نے بالآخر یہ رائے قائم کی کہ تالیفِ قلوب سے تعلقداروں کو رضامند کرنا چاہیئے اور الحاقِ اودھ کے وقت جو مواضعات جس تعلقدار کے قبضہ میں تھے اُنکا بندوبست اُسی تعلقدار کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور اُن سب مواضعات کی سرکاری مالگزاری اُسی تعلقدار کے ذریعہ سے وصول ہونا چاہیئے۔

غرضکہ چیف کمشنر صاحب نے تعلقداروں کو بُلاکر اُنھیں اُنکے علاقہ میں حقوق مالکانہ عطا کیئے اور اُس کے بعد دوسرا سرسری بندوبست شروع ہوا۔ اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ۱۸۵۶-۵۷ء کے بندوبست میں منجملہ ۲۳۵۴۳ مواضعات کے ۱۳۶۴۰ کا بندوبست تعلقداروں کے ساتھ ہوا تھا۔ اور ۹۹۰۳ مواضعات کا بندوبست دیگر اشخاص کے ساتھ ہوا تھا۔ لیکن ۱۸۵۸-۵۹ء میں جو بندوبست ہوا۔ اُس میں ۲۲۶۲۳ مواضعات کا بندوبست تعلقداروں کے ساتھ ہوا۔ اور صرف ۹۰۷ مواضعات کا بندوبست دیگر اشخاص کے ساتھ ہوا۔ اور جون ۱۸۵۹ء میں میجر بیرڈ صاحب اسپشل کمشنر نے جو نقشہ اودھ کی تقسیم اراضی کا تیار کیا تھا وہ حسبِ ذیل تھا۔

(۱) مواضعات تعلقداری ۲۳۱۵۷ - جنکی جمع ۶۵ لاکھ [illegible] تھی

(۲) ″ زمینداری ۷۲۰۱ ″ ۲۸ لاکھ [illegible] تھی

(۳) ″ پٹی داری ۴۵۳۹ ″ ۱۸ لاکھ [illegible] تھی

۳۴۸۹۷ ایک کرور ۱۲ لاکھ [illegible]

دوسرا سرسری بندوبست وسط ۱۸۵۹ء میں ختم ہوا۔ مئی ۱۸۵۹ء میں سر چارلس

وِنگفیلڈ صاحب بجائے سر رابرٹ مانٹگمری صاحب اودھ کے چیف کمشنر ہوئے - اور جون ۱۸۵۹ء میں اُنھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا میں یہ رپورٹ کی کہ سرسری بندوبست کی وجہ سے عام طور پر صوبہ میں ایک قسم کی بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے اور تعلقداروں کو یہ خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آیندہ بندوبست میں پھر کوئی تغیر و تبدل ہو جائے - اور اسی وجہ سے اسکی اشد ضرورت ہے کہ دوسرے بندوبست سرسری کو گورنمنٹ آف انڈیا کی منظوری سے دوام و ثبات حاصل ہو جائے اور تعلقداروں کی بے اطمینانی اور خوف رفع ہو جائے۔ غرضکہ گورنمنٹ آف انڈیا نے چیف کمشنر صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی مراسلت نمبری ۶۲۶۸ مورخہ ۱۰ راکتوبر ۱۸۵۹ء کے ذریعہ سے یہ حکم صادر فرمایا کہ - ہر ایک تعلقدار جس کے ساتھ سرسری بندوبست کیا گیا ہے اُسکو اپنے علاقہ میں دوامی، موروثی اور قابل انتقال حق حاصل ہو گیا ہے - چیف کمشنر کو اس مراسلت میں یہ بھی ہدایت کی گئی تھی - کہ وہ تعلقداروں کی ایک فہرست تیار کریں اور سندیں بھی مکمل کرلیں - جو گورنر جنرل کے لکھنؤ تشریف لانے پر تقسیم کی جائینگی -

۲۵ ر فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ "۲۳ ر مئی ۱۸۶۳ء کی تجویز کے مطابق چیف کمشنر صاحب سے یہ عرض کیا گیا تھا کہ

(۱) اہلکاران بندوبست او سر زمیں کو مزروعہ آراضی میں شامل کر دیتے ہیں -

(۲) تعلقدار کو لگان مروجہ دیہات قرب و جوار کے مطابق اضافہ لگان کا اختیار نہیں دیا جاتا -

(۳) حقوق پختہ داری میں تمیز کرنے کے لئے کوئی قاعدہ معین نہیں ہے -

(۴) مذکورۂ بالا امور کی وجہ سے جمع سرکاری اس قدر زیادہ ہو جائیگی کہ اُس سے گورنمنٹ کا وہ منشا پورا نہ ہوگا۔ جو جمع واجب کے تعین کے متعلق ہے۔"

چنانچہ ان امور کو سن کر چیف کمشنر صاحب نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جن تعلقداروں کو یہ شکایت ہے وہ حکام ضلع کو اسکے تدارک کے متعلق درخواست دیں۔

۲۶ر فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں تعلقداران ضلع رائے بریلی نے مفصلۂ ذیل شکایات پیش کیں۔

(۱) مساحت کے امینوں کا یہ دستور ہے کہ جہاں کہیں درخت پاتے ہیں تو اوسر زمین کو آراضی قابل زراعت میں شامل کر دیتے ہیں۔

(۲) اگر کسی گانوں میں ایک تالاب بھی ہوتا ہے تو امین لوگ اُس موضع کی کل آراضی کو آراضی آب پاشی قرار دیتے ہیں۔

(۳) جہاں سیکڑوں بیگہہ کی جھیلیں ہیں۔ اور جن سے برسات میں گرد و پیش کی آراضی میں پانی بھر جاتا ہے۔ اور مارچ اپریل تک خشک نہیں ہوتا۔ اور اُس وقت تخمریزی کا زمانہ باقی نہیں رہتا۔ تاہم امین لوگ ایسی آراضی کو بھی آراضی مزروعہ میں شامل کر دیتے ہیں۔

(۴) چری کی آراضی کو آراضی مزروعہ شمار کرتے ہیں۔

(۵) جس موضع میں بڑے درخت بکثرت ہوتے ہیں تو جس مقام پر درخت ہوتے ہیں وہاں کی کل آراضی کو مزروعہ میں شامل کرتے ہیں۔"

غرضکہ ان جملہ امور کی اطلاع گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اور ۲۰ مارچ ۱۸۶۴ء کو

اس مسئلہ پر پھر غور ہوا اور یہ طے پایا کہ مہاراجہ مان سنگھ صاحب اسکے متعلق کوشش کریں۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب نے اسے منظور کیا اور یہ کہا کہ کارنگی صاحب جو بندوبست کر رہے ہیں۔ اُنکے قواعد تقرر جمع میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ اُنکے قاعدہ کے بموجب جہاں گورنمنٹ کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے وہاں تعلقدار کے حقوق میں بھی کسی طرح کی دست اندازی نہیں ہوتی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر جملہ مہتمان بندوبست کارنگی صاحب کے قاعدے کی پابندی کریں تو جو شکایات ممبران انجمن نے کی ہیں وہ باقی نہ رہیں۔

قانون بندوبست ماتحتی ۱۸۶۶ء

۱۶ ستمبر ۱۸۶۶ء کو قانون بندوبست ماتحتی کے متعلق نواب گورنر جنرل بہادر نے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ :۔

"ہم نے اُس انتظام کو بخوبی قبول کیا جو سر جان اسٹریچی صاحب نے اودھ میں ہماری منظوری سے کیا ہے اور ہم کو یہ منظور نہیں ہے کہ اُس انتظام میں بحث کی جائے۔ اور ہمیں امید ہے کہ اس انتظام سے تمام فرقوں کے حقوق تعلقداروں سے لیکر ادنے کاشتکار تک محفوظ رہیں گے۔"

اسکے بعد اکتوبر ۱۸۶۶ء میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا۔ جو بعد کو ایکٹ بندوبست ماتحتی اودھ ۱۸۶۶ء کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ ایکٹ بہت مختصر تھا اور اس میں صرف تین دفعہ تھیں جن میں سے پہلی دفعہ کی یہ عبارت تھی کہ :۔

"یہ قواعد اُن شرائط کو مقرر کرنے کے لیے تجویز کیے گئے ہیں جسکے بموجب وہ اشخاص جو اِس ملک کے علاقوں میں حقوق ملکیت رکھتے ہیں۔ جو چیف کمشنر اودھ کے

زیر اہتمام ہیں۔ اس امر کے مستحق ہونگے کہ اُنکے ساتھ بندوبست ماتحتی اُس آراضی یا دیہات مسلم یا اُنکی پٹیات کا کیا جائے جو اُنکے قبضہ میں بماتحتی تعلقداران ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء کو یا اُس سے پیشتر رہے ہوں اور واسطے تشخیص کرنے اُن رقوم کے جو ایسے مالکان ادنیٰ اُنکو تعلقداروں کو ادا کرنا چاہیئے۔ یہ قواعد چیف کمشنر صاحب اودھ نے بنائے ہیں۔ اور نواب گورنر بہادر بہ اجلاس کونسل نے اُنکو منظور فرمایا ہے۔ اور جو گزٹ آف انڈیا مطبوعہ یکم ستمبر ۱۸۶۶ء میں مشتہر کیئے گئے ہیں اور بذریعہ تحریر ہذا۔ اُنکو قوت قانونی بخشی جاتی ہے"

جس قانون کے بموجب مالکان سابق کی اولاد کے حقوق مشخص کیئے گئے ہیں وہ ایکٹ لگان یا ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء کے نام سے مشہور ہے۔ اس قانون کے بموجب اُن لوگوں کی اولاد کو جو عملداری سرکار سے تیس سال پیشتر اُس موضع پر قبضہ مالکانہ رکھتے تھے جس میں وہ آراضی واقع ہے حق قبضہ داری قابل توریث حاصل ہے مگر جائز الانتقال نہیں ہے۔ جو کاشتکار حق قبضہ داری رکھتے ہیں وہ چند رعایتی شرائط پر آراضی پر قابض ہیں یعنی اُن سے ساڑھے بارہ فی صدی یا فی روپیہ دو آنہ اُس لگان سے کم لیا جاتا ہے جو قرب وجوار کے کھیتوں پر معمولی کاشتکار دیتے ہیں۔

جو قواعد بندوبست ماتحتی وحقوق ملکیت ادنےٰ کے متعلق بنائے گئے تھے اور جن کو ایکٹ ۲۶ ۱۸۶۶ء نے قوت قانونی بخشی تھی وہ اکثر اُن مقدمات پر جاری تھے جو تعلقداران اور مالکان ادنےٰ کے مراتب مشترکہ سے متعلق تھے۔ تاہم چند مقدمات

ایسے تھے جن پر اس ایکٹ کا کچھ اثر نہ ہوا تھا اور ایسی صورتیں بھی وقوع میں آئی تھیں جن میں انعام دینا مقصود تھا۔ بلکہ اُس بدعملی کے زمانہ میں بعض دیہات کا بندوبست سرسری کسی نہ کسی وجہ سے تعلقدار کے ساتھ کر دیا گیا تھا اور وہ مواضعات اُسکی سند میں داخل کر دیئے گئے تھے۔ حالانکہ قبل عملداری سرکار وہ اُسکے تعلقہ میں شامل نہ تھے۔

ایسی حالت میں تعلقدار اپنی سند کی رو سے بلا شرکت غیرے مالک تھا۔ اور مالک سابق اپنے تمام حقوق سے محروم ہو گیا تھا۔

جب بندوبست ماتحتی اور حقوق قبضہ داری کی بحثوں کا تصفیہ ہو گیا۔ تو تعلقداروں کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ ایسے مالکان سابق کے متعلق جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کیا تدبیر کی جائے۔ لہذا اُنھوں نے اپنی خوشی سے وہ تجاویز پیش کیں جن کے متعلق چیف کمشنر صاحب نے یہ لکھا تھا کہ :۔

"یہ تجویزیں نہایت فیاضانہ ہیں۔ علی الخصوص جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے واسطے یہ تجویزیں کی گئی ہیں اُنکو کسی قسم کا حق قانونی حاصل نہ تھا اور اب اُن کو کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ اگر ان تجاویز پر نیک نیتی سے عملدرآمد کیا جائے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ مالکان سابق جن کے حقوق گورنمنٹ کی ۱۸۵۶ء کی کارروائی سے زائل ہو گئے تھے۔ وہ اب دوبارہ اُنکو مل گئے۔ اگر تعلقداران برضا و رغبت خود اور بکمال دریا دلی و فیاضی اُنکے ساتھ ایسی رعایت اور مروت نہ کرتے تو مالکان سابق کو اپنے حقوق کا جسکے وہ مدعی ہیں ایک شمہ بھی نہ ملتا۔

چیف کمشنر صاحب نے اُن تجاویز کو جنھیں تعلقداروں نے پیش کیا تھا نواب

گورنر جنرل بہادر کے ملاحظہ کے لیئے ارسال کیا تھا۔ اور یہ لکھا تھا کہ :۔

"ان تجاویز سے تعلقداران اودھ اور بالخصوص مہاراجہ سرمان سنگھ جن کی کوشش بلیغ کا یہ نتیجہ ہے سزاوار تحسین و آفریں ہیں۔ جو لوگ بندوبست تعلقداری پر ناحق نکتہ چینی کرتے ہیں وہ جو چاہیں سو کہیں۔ لیکن تعلقداروں کی نسبت یہ قول صادق نہیں آتا کہ اپنے اسناد کے لفظی معنی پر بھروسہ کر کے اُنھوں نے دوسروں کے واجبی حق سے چشم پوشی کی ہے۔ تعلقداروں نے ہر موقع پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو پالیسی لارڈ کیننگ نے اودھ میں جاری کی تھی۔ اُس سے نہایت عمدہ نتائج پیدا ہوئے"

الغرض نواب گورنر جنرل بہادر نے اُس انتظام کو منظور کیا۔ جو تعلقداروں نے مالکان سابق کے متعلق تجویز کیا تھا۔ اور تعلقداروں سے خطاب کر کے یہ فرمایا تھا کہ:۔

"جو رعایتیں آپ نے مالکان سابق کے ساتھ کی ہیں وہ لائق صد آفریں ہیں"۔

مسودۂ قانون مالگزاری

۳۱ر اگست ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب وائس پریسیڈنٹ انجمن نے مسودۂ قانون مالگزاری و بندوبست کو پیش کر کے یہ کہا کہ اس مسودہ کو چیف کمشنر صاحب کے سکریٹری نے مرتب کیا ہے۔ اور نقل اُسکی انجمن میں تعلقداروں کی رائے دریافت کرنے کے لیئے بھیجی گئی ہے۔ چنانچہ ایک سلکٹ کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ وہ مسودہ قانون کو بغور دیکھکر جو امور حقوق تعلقداری کے مضر ہوں اُنکی بابت عذرات تحریر کر کے پیش کریں۔ مفصلہ ذیل اصحاب اس سلکٹ کمیٹی کے ممبر مقرر کیئے گئے۔

(۱) راجہ مادھو سنگھ صاحب تعلقدار امیٹھی

(۲) راجہ کاشی پرشاد صاحب تعلقدار سسینڈی

(۳) راما شنکر بخش سنگھ صاحب " کھجور گاؤں

(۴) راجہ کاظم حسین خاں صاحب " بلہرہ

(۵) مولوی فضل رسول صاحب " جلال پور

(۶) راجہ سید نواب علی خاں صاحب " سلیم پور

(۷) راجہ فرزند علی خاں صاحب " جہانگیر آباد

(۸) شیخ عنایت اللہ صاحب " سیدن پور

(۹) منشی عبد العلی صاحب وکیل

۲۰ اکتوبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ قاضی احمد علی خاں صاحب وکیل عذر داری تحریر کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں اور اہتمام تیاری عذر داری راجہ فرزند علیخاں صاحب۔ شیخ عنایت اللہ صاحب اور دیوان بنال صاحب سکریٹری انجمن کے سپرد کیا جائے۔

۱۲ نومبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں مسودہ عذر داری دفعہ وار پیش ہو کر منظور ہوا۔ اور ترجمہ اسکا گورنمنٹ میں بھیجا گیا۔ اور ۱۲ نومبر سے ۱۵ دسمبر ۱۸۶۲ء تک پریذیڈنٹ وائس پریسیڈنٹ اور سکریٹری انجمن مع چند تعلقداروں کے چیف کمشنر صاحب کی کوٹھی پر وقتاً فوقتاً جاتے رہے۔ اور اکثر مدات کے متعلق چیف کمشنر صاحب کے پرسنل اسسٹنٹ سے مباحثے ہوتے رہے۔ اور ۱۶ دسمبر ۱۸۶۲ء کے جلسہ میں سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ:-

"مہاراجہ صاحب بلرام پور یعنی پریسیڈنٹ انجمن دفعہ (۲۰) قانون مذکورہ کے متعلق کوئی عذر کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور اگر آپ لوگوں نے انکی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا تو وہ اس معاملہ میں آپ کا ساتھ نہ دینگے۔"

یہ سُن کر اکثر ممبران نے یہ کہا کہ بلا وجہ کسی عذر کو ترک کر دینا ہمیں منظور نہیں ہے اور ۱۲ر نومبر ۱۸۶۰ء کو جو طے ہو چکا ہے اُس پر ہم مضبوطی سے قائم ہیں۔

اسکے بعد یہ تجویز ہوا کہ آج شام کو پریسیڈنٹ صاحب کی کوٹھی پر ممبران انجمن کا ایک جلسہ منعقد کیا جائے۔ وائس پریسیڈنٹ صاحب نے اس موقع پر یہ کہا کہ ہمیں ایک حاکم کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اگر دفعہ (۲۰) میں یہ مضمون اضافہ کر دیا جائے کہ "جن شرائط پر بندوبست میں سماعت ہوئی تھی اُنھیں شرائط پر عدالت دیوانی میں بھی سماعت ہو" تو تعلقدار اس دفعہ کو قبول کر لیں گے۔

غرضکہ یہ طے ہوا کہ جملہ امور آج شام کو پریسیڈنٹ صاحب کے مواجہہ میں طے کیئے جائیں۔ چنانچہ شام کو سب صاحب پریسیڈنٹ صاحب کی کوٹھی پر جمع ہوئے۔ اور مسودہ قانون کی عذر داری کا مسئلہ پیش ہوا۔

پریسیڈنٹ صاحب نے یہ فرمایا کہ اس مسئلہ میں ایک بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ لوگ خوشنودی حکام کو مقدم سمجھتے ہیں یا عذر داری کو۔

اسکے جواب میں راجہ کاظم حسین خاں صاحب نے کہا کہ "گورنمنٹ کے سامنے کسی معاملے میں اپنے حق کے لیئے عذر کرنا گورنمنٹ کی نافرمانی یا مخاصمت نہیں سمجھی جا سکتی۔ اور نہ اس میں گورنمنٹ کی ناراضی کا کوئی موقع ہے ہمیں عذر داری

کرنا چاہیئے۔ منظوری اور نامنظوری گورنمنٹ کے اختیار میں ہے۔ اور اسی وجہ سے ہماری یہ درخواست ہے کہ پریسیڈنٹ صاحب اور وائس پریسیڈنٹ صاحب جن پر اعتماد کر کے ہم نے اپنا افسر بنایا ہے وہ اس میں امکانی کوشش فرمائیں۔ تاکہ ہمیں اس کا افسوس نہ رہے کہ ہماری جانب سے اس معاملہ میں کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

راجہ ہنونت سنگھ صاحب کی تائید سے یہ تحریک بالاتفاق منظور ہوئی۔

اسکے بعد پریسیڈنٹ صاحب نے فرمایا کہ دفعہ (۲۰) کے متعلق جو یہ عذر کیا گیا ہے کہ " عدالت دیوانی سے ہمارے حقوق محفوظ رکھے گئے ہیں اب بھی ہم ویسا ہی تحفظ چاہتے ہیں۔ اس عذر کو ترک کرنا آپ منظور کرتے ہیں یا نہیں" کیونکہ بجائے اس عذر کے اگر یہ لکھا جائے کہ " ہم کو اس دفعہ سے بہت خوف ہے۔ لہذا یہ دفعہ قانون سے نکال ڈالی جائے" تو شاید حکام اسے منظور کر لیں۔

اس پر راجہ دکھنا رنجن مکرجی صاحب سابق سکرٹری انجمن نے یہ کہا کہ " بجائے مشرح اور مفصل عذر کے ایک مبہم عذر کرنا اپنے ہاتھ سے اپنے حقوق کو زائل کرنا ہے۔ اس لیئے ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ براہ مہربانی حکام کی ناخوشی کو رفع کرتے ہوئے ہمارے کل عذرات کو جو دفعہ (۲۰) یا دیگر دفعات کے متعلق ہیں اُنھیں گورنمنٹ میں پیش کریں"

راجہ مادھو سنگھ صاحب نے اسکی تائید کرتے ہوئے یہ کہا کہ " جب تک ہم اپنے عذرات کو مشرح اور مفصل طور پر پیش نہ کرینگے تو اس قانون کے نقائص حکام پر

کیونکر ظاہر ہونگے۔"

غرضکہ حاضرین جلسہ نے بالاتفاق اس تحریک کو بھی منظور کیا۔

اسکے بعد پریسیڈنٹ صاحب نے فرمایاکہ " میں بھی اس دفعہ کو مضر سمجھتا ہوں۔ اور چونکہ میری ریاست بڑی ہے۔ لہذا بمقابلہ دوسرے اصحاب کے مجھے اس سے زیادہ نقصان پہونچیگا لیکن حکام کی خوشنودی کے لحاظ سے میں بذات خود اس نقصان کو برداشت کرنے کے لیئے تیار ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں آپ سب صاحبوں سے جدا ہوتا ہوں۔ اور بہ حیثیت پریسیڈنٹ آپکی رائے سے اختلاف کرتا ہوں۔ میں بذات خود دفعہ (۲۰) کو منظور کرونگا۔ دیگر عذرات میں آپ کا میں شریک ہوں۔ مگر صرف وہاں تک کہ حکام کی رضاجوئی کے خلاف نہو"

دیگر تعلقداران نے مہاراجہ صاحب کے اس اظہار خیال پر افسوس کیا اور بالاتفاق یہ طے پایا کہ منظوری عذرات کے متعلق قانونی تدابیر عمل میں لائے جائیں۔

اسکے بعد ۱۸ ر دسمبر ۱۸۷۲ء کے جلسہ میں بھیا جنگ بہادر سنگھ صاحب خلف مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن نے نقل اس تحریر کی جسے مہاراجہ صاحب نے متعلق منظوری دفعہ (۲۰) چیف کمشنر صاحب کو لکھا تھا، پیش کی۔ اور یہ کہا کہ چیف کمشنر صاحب نے اس تحریر کو میری معرفت آپکی اطلاع کے لیئے بھیجا ہے۔ کہ اس پر آپ لوگ بھی اپنی منظوری کے دستخط کردیں۔

۲۲ ر دسمبر ۱۸۷۲ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ:۔

"چونکہ اس معاملہ میں عذرداری کے متعلق پریسیڈنٹ صاحب نے اپنی

نااتفاقی ظاہر کی ہے۔ اور دفعہ (۲۰) کے متعلق اپنی تنہا منظوری دیدی ہے۔ لہذا کسی ایک متنفس کا فعل کل انجمن کو پابند نہیں کرسکتا۔ اور نہ انجمن اُس کی پابند ہوسکتی ہے۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ مکمل اور مشرح عذرداری چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں بھیجی جائے۔

۵ رجنوری ۱۸۷۳ء کے جلسہ میں وائس پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے کہا کہ چیف کمشنر صاحب کے پرسنل اسسٹنٹ نے یہ لکھا ہے کہ۔ اگر آپ لوگوں کی خواہش ہو تو مسودۂ قانون بندوبست و مالگزاری میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھادی جائے کہ "ڈپٹی کمشنران اضلاع وہ مطالبہ جو ماتحت داران کے ذمہ ہے اُسے بھی حسب درخواست تعلقداران مالگزاری کے ساتھ وصول کریں۔ اور دفعہ (۱۲۶) ایکٹ لگان اودھ منسوخ کی جائے"۔

اس پر یہ تجویز ہوا کہ جب ہم اپنے لیئے دفعات ۵۲ - ۵۳ و ۵۴ - خلاف انصاف سمجھتے ہیں تو اوروں کے لیئے کیونکر اُسے مناسب سمجھ سکتے ہیں۔ لہذا دفعات ۵۲ - ۵۳ و ۵۴ قانون سے نکال ڈالی جائیں۔ اور دفعہ - ۱۲۶ منسوخ نہ کی جائے۔ بدستور قائم رہے۔

غرضکہ مسودۂ قانون مع عذرات انجمن و رپورٹ چیف کمشنر صاحب کونسل میں پیش ہوا۔

۲۸ رنومبر ۱۸۷۳ء کے جلسہ میں خط مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن

مع مراسلت میجر آرسکن صاحب پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر اودھ اسمی پریسیڈنٹ صاحب انجمن پیش ہوا جس میں یہ تحریر تھا کہ :-

(۱) حسب الحکم چیف کمشنر صاحب اطلاعاً تحریر ہے کہ تھوڑا عرصہ ہوا۔ ایک یادداشت مورخہ ۲۵ راگست ۱۸۷۳ء جس پر چودھری نعمت خاں قائم مقام سکریٹری کے دستخط ہیں موصول ہوئی۔ یہ یادداشت متعلق شرائط مسودۂ مال صوبۂ اودھ ہے۔ اور اسکے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسے کمیٹی انجمن نے منظور کیا ہے۔

(۲) سر جارج کوپر صاحب کو اسکے متعلق یہ خیال ہے کہ اس عرضداشت میں خاص اعتراض اُس امر کی بابت کیا گیا ہے جسے صاحب موصوف نے سال گزشتہ میں خود وائس پریسیڈنٹ انجمن کی زبان بندی کے لیے قلمبند کیا تھا۔ یعنی " جس شخص نے اپنے قبضۂ آراضی کے متعلق بندوبست پختہ میں عدالتانہ تجویز اور فیصلہ نہیں کرالیا ہے۔ اُس نے ہمیشہ کے لئے اُس آراضی میں اپنے استحقاق کو کھودیا۔ اور اُسکی حیثیت پاہی کاشت کی ہے "۔

(۳) چیف کمشنر صاحب مراسلت مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۸۷۳ء میں جو گورنمنٹ آف انڈیا کو دربارۂ مسودۂ مال لکھی گئی ہے یہ تحریر فرمایا ہے کہ " انھیں یہ یقین نہیں ہے کہ وائس پریسیڈنٹ انجمن اس عرضداشت میں اُن تعلقداروں کی بھی رائے ظاہر کرتے ہیں جن سے مشورہ کرنے کا اُنھیں موقع نہیں ملا۔ اور اسی وجہ سے چیف کمشنر صاحب کو یہ شبہہ پیدا ہوا۔ کہ آیا عرضداشت مذکور جسکے متعلق لکھا گیا ہے کہ یہ تعلقداروں کی جانب سے ہے۔ فی الحقیقت جملہ تعلقداروں کی رائے

ومنشا کے مطابق ہے۔ اور اسی وجہ سے صاحب ممدوح نے اس امر کو آپ کے لکھنؤ آنے پر ملتوی رکھا تھا۔

(۴) آپ کے اس بیان سے کہ آپ نے اس عرضداشت کو نہیں دیکھا۔ اور نہ اُسکے مضمون سے آپ کو علم ہے چیف کمشنر صاحب کے شبہہ کو اور بھی تقویت ہوئی

(۵) ایسی حالت میں چیف کمشنر صاحب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ بہ حیثیت پریسیڈنٹ انجمن۔ ممبران انجمن کو طلب کرکے استفسار کریں کہ کیا چیف کمشنر صاحب گورنمنٹ ہند میں یہ تحریر کردیں کہ تعلقداروں کی یہ رائے اور خواہش ہے کہ:۔

" جس شخص نے اپنے قبضہ آراضی کی نسبت بندوبست پختہ میں عدالتانہ تجویز یا فیصلہ نہیں کرالیا ہے اُسے ہمیشہ کے لئے اپنا استحقاق اُس اراضی کی بابت جس پر وہ برضامندی تعلقدار قابض ہے کھودیا ہے "

اس مراسلت کے سننے کے بعد بالاتفاق تجویز ہوا کہ اس کا جواب لکھا جائے چنانچہ مفصلہ ذیل جواب تحریر کیا گیا۔

" بجواب آپکی تحریر مورخہ ۱۳ ر نومبر ۱۸۷۳ء اسمی پریسیڈنٹ صاحب انجمن التماس ہے کہ اس وقت تک جو عذرات چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں بغرض روانگی بحضور گورنمنٹ آف انڈیا ارسال کئے گئے ہیں۔ اُسکے متعلق یہ کمیٹی سمجھتی ہے کہ وہ باضابطہ اور واجب ہیں۔ اور اُنکی روانگی بھی باضابطہ اور نیک نیتی سے ہوئی ہے۔ اِس خیال سے کہ کسی کو اس شکایت کا موقع نہ رہے کہ ہمیشہ کے لئے

عدالت کا دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ کمیٹی انجمن بعد ختم بندوبست ماتحت داران قابض کو تین سال کی مہلت دینا منظور کرتی ہے۔ اس شرط سے کہ مفصلۂ ذیل عبارت مسودۂ قانون میں درج کردی جائے۔ کیونکہ اصل غرض ہم لوگوں کی یہ ہے کہ ہمارے اور ماتحت داران کے درمیان ہمیشہ کے لئے نزاع باقی نہ رہے۔

"اُن ماتحت داران کے دعاوی جو اس وقت تک قابض ہیں اور کسی وجہ معقول سے اُنھوں نے دعوے نہیں کیا ہے تو بعد ختم بندوبست تین سال تک اُنکے دعاوی سماعت ہو کر بموجب شرائط ایکٹ ۲۶ ۱۸۶۶ء اُن کا فیصلہ کیا جائیگا اور بعد گزرنے میعاد مرقومۂ بالا کے پھر دعوے خلاف تعلقداران قابل سماعت نہ ہوگا۔"

اس مسودۂ جواب پر سب صاحبوں نے جو جلسہ میں موجود تھے دستخط کئے اور یہ بھی تجویز ہوا کہ اسی مسودہ کے مطابق جواب تحریر ہو کر پریسیڈنٹ صاحب کی خدمت میں بھیجا جائے کہ اور وہ اُسے براہ مہربانی چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔

ایکٹ مالگزاری ۱۸۷۶ء

ایکٹ مالگزاری کا جو ایکٹ ۱۷، ۱۸۷۶ء کے نام سے موسوم ہے۔ مختصراً یہ منشا رہے کہ اُس قانون کا استحکام کیا جائے جو بندوبست اراضی اور تحصیل مالگزاری اودھ سے متعلق ہے۔ دراصل یہ ایکٹ اُن قواعد کا مجموعہ ہے جو سابق میں قوانین اور احکام کی شکل میں تھے۔

جس زمانہ میں مسودۂ قانون لگان اودھ یعنی ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء کونسل میں پیش تھا۔ اُس وقت تعلقداروں کو ایک قسم کا تردد و انتشار تھا۔ کہ بعض حقوق

واختیارات اُن سے سلب کرلیئے جائیں گے ۔ چنانچہ انجمن ہند اودھ نے اس مسودۂ قانون کے متعلق حسب ذیل عذرات کیئے ۔

"انجمن نے اُن قوانین وقواعد تحصیل و تشخیص مالگزاری کے متعلق جو بالفعل اس صوبہ میں جاری ہیں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ بلکہ صرف اُن جدید قواعد کے جاری ہونے میں عذر کیا ہے جو لارڈ کیننگ کی پالیسی کے مخالف ہیں ۔ اور جن کا اثر اُن حقوق پر پہونچتا ہے جسکی ضمانت حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے فرمائی ہے ۔ تعلقداران اودھ اپنی عزت کو اپنی جان ومال سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اُنکی دلی خواہش ہے کہ قابضان ادنے اور رعایا سے مصالحت اور موافقت رکھیں ۔ وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تمام جھگڑے اور فساد جلد طے ہوجائیں جن سے سب فرقوں میں ایک قسم کا انتشار واضطرار ہے ۔

۱۸۶۶ء میں سرجان اسٹریچی نے یہ فرمایا تھا کہ ہمیں امید ہے کہ بیفائدہ جھگڑے اور بحثیں جنھوں نے اس صوبہ کے باشندوں کو عرصۂ دراز سے پریشان کر رکھا ہے جلد موقوف ہوجائیں گے ۔ اس کو بھی چھ برس گزر گئے مگر اب تک وہ جھگڑے موقوف نہیں ہوے ۔

تعلقداروں کو اب تک اس کا موقع نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے علاقوں کی آمدنی سے متمتع ہوں اور اپنے علاقوں کی ترقی اور رعایا کی اصلاح حال کی کوشش کریں ۔ اُن کی راحت اور اطمینان میں خلل ڈالنے کے لیئے اودھ میں قانون پر قانون جاری کیئے گئے ۔

سنہ ۱۸۶۱ء میں صاحب وزیر ہند نے یہ فرمایا تھا کہ :-

"حقوق تعلقداری اُسی مضبوطی اور استحکام کے ساتھ مقرر کیئے جائیں جو استحکام کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو حاصل ہے - اور جسکی حفاظت میں تعلقدار اپنے علاقوں پر قابض ہیں"۔

غرضکہ جو ضروری تغیرات و ترمیم تعلقداروں نے اس مسودۂ قانون کے متعلق پیش کئے تھے وہ تقریباً منظور ہوئے تھے اور اُنکی پریشانی کم ہو گئی تھی -

آنریبل جان انگلش صاحب نے اُس مدد و اعانت کا کونسل میں اعتراف کیا تھا جو سلکٹ کمیٹی کو تعلقداروں سے ملی تھی - اور یہ فرمایا تھا کہ

"اس موقع پر میں بہ حیثیت قائم مقام چیف کمشنر اودھ اُس ایمانداری اور دریا دلی کی تعریف کرتا ہوں جو تعلقداروں نے بہ حیثیت مجموعی اُن ضروری امور کے تصفیہ میں ظاہر کی ہے جو اُنکے حقوق اور فوائد سے متعلق ہیں - علی الخصوص میں اپنے دوست سر مہاراجہ صاحب بہادر بلرام پور کا جو اس کونسل کے ممبر ہیں، و نیز راجہ امیر حسن خاں صاحب بہادر کا جو انجمن کے وائس پریسیڈنٹ ہیں نہایت شکر گزار ہوں - اور اُن تعلقداروں کا بھی ممنون ہوں جو اس قانون کی آخری بحث میں شریک ہونے کے لیئے شملہ آئے ہیں"۔

اسکے بعد نواب گورنر جنرل بہادر نے گورنمنٹ ہند کی جانب سے دوستانہ مبارکباد دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ :-

"میں نہایت گرمجوشی سے سر مہاراجہ صاحب بہادر بلرام پور اور اُن معزز اور موقر رؤسا و شرفائے اودھ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی دانشمندانہ اعانت

اور غیر متعصبانہ نکتہ چینی سے گورنمنٹ ہند کو اُس بڑی کوشش میں مدد ملی جو اس قانون کے نفاذ میں ہوئی ہے"

التوائے مالگزاری

۱۴ر نومبر ۱۸۷۷ء کے جلسہ میں مسودہ عرضداشت متعلق التوائے مالگزاری پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ گورنمنٹ کو امور ذیل کی جانب توجہ دلائی جائے۔

(۱) امسال بہ سبب قلت بارش وخشک سالی جو دقتیں انتظام ریاست میں تعلقداروں کو پیش آئی ہیں۔ اور جس قدر مصارف کثیر کا بار اُن پر پڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہین ہے۔ بلکہ عام طور پر گورنمنٹ اور رعایا کو اسکا علم ہے۔

(۲) بارش نہ ہونے کی وجہ سے فصل خریف بالکل پیدا نہیں ہوئی جس سے بہت نقصان ہوا۔ اور رعایا کو غلہ اور نقد کی اتنی کافی مدد دینا پڑی کہ اُنھیں کہیں بھاگ کر جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

(۳) فصل ربیع کی کاشت کے لیئے جس قدر غلہ کی تخم ریزی کے لیئے ضرورت تھی، وہ سب کاشتکاروں کو دیا گیا۔ اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو فصل ربیع کی کاشت غیر ممکن تھی۔

(۴) غلہ اور دیگر اشیائے ضروری کی گرانی کے سبب سے ہمارے ذاتی مصارف بھی دو چند اور سہ چند ہو گئے۔

(۵) ٹھیکہ داروں سے کوئی قسط وصول نہیں ہوئی۔

بوجوہات بالا ہماری گزارش ہے کہ گورنمنٹ ہر ضلع کی حالت کے متعلق تحقیقات

کرکے کوئی ایسی تجویز فرمائے کہ ہم لوگ زیر باری سے بچ جائیں۔

اسکے بعد کالون صاحب کے عہد حکومت میں تعلقداروں کے ایک ڈیپوٹیشن نے قواعد بند وبست کے نقائص کے متعلق حضور ممدوح کو توجہ دلائی۔ اور صاحب ممدوح نے تعلقداروں کے عذرات کو نہایت توجہ سے ساعت فرماکر اُس کے متعلق اطمینان دلایا۔

بعدازاں ۶ر نومبر ۱۸۹۲ء کے جلسۂ عام میں یہ تجویز ہوا کہ چونکہ عنقریب بندوبست کے متعلق عذرداری پر بحث کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا ایک ڈیپوٹیشن دوبارہ لفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں جانا چاہیئے۔ چنانچہ ۲۷ر نومبر ۱۸۹۲ء کو یہ ڈیپوٹیشن لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور ۳ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو چیف سکریٹری صاحب گورنمنٹ کی ایک تحریر موصول ہوئی کہ بہ لحاظ اُس مباحثہ کے جو تعلقداران اودھ کے ڈیپوٹیشن اور لفٹنٹ گورنر بہادر سابق کے درمیان ۲۷ر نومبر ۱۸۹۲ء کو ہوا تھا۔ موجودہ لفٹنٹ گورنر کا یہ ارشاد ہے کہ قواعد مجوزہ تشخیص مالگزاری اودھ بموجب دفعہ ۱۵۔ ایکٹ ۱۷، ۱۸۷۶ء انجمن میں بہ طلب رائے بھیجے جائیں۔ چنانچہ قواعد مذکورہ بالا کی نقل بھیجی جاتی ہے۔ کمیٹی انجمن میں یہ قواعد پیش کرکے انجمن کی رائے سے گورنمنٹ کو بہت جلد آگاہ کیجیے۔

درباب تشخیص مالگزاری آراضی سیر لفٹنٹ گورنر بہادر کا مصمم ارادہ ہے کہ گورنمنٹ ہند سے اس بات کی سفارش کریں کہ جملہ آراضیات سیر جو کاغذات میں مندرج ہیں۔ چاہے اُنکی کاشت کسی طریقہ سے ہوتی ہو۔ چھوٹ دی جائے۔

کنکر کے متعلق زمینداروں کے حقوق کی ونیز یہ کہ اسکی بابت اب تک کیا عملدرآمد رہا ہے تحقیقات کی جائیگی۔ اور لفٹننٹ گورنر بہادر نے قاعدہ (۲۴) کو واسطے تشخیص مالگزاری اراضی مقبوضہ پختہ داران و مالکان ادنے امنظور کرلیا ہے اور انجمن کو مذکورۂ بالا امور کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵ مارچ ۱۸۹۳ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ۔ بندوبست کے معاملے کو پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ صاحب کی رائے پر چھوڑ دینا چاہئیے۔ اور انھیں اختیار دینا چاہیئے کہ وہ جس طرح چاہیں اس معاملے کو طے کریں اور جن ممبران سے چاہیں رائے لیں۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ مسئلہ بندوبست کے متعلق ایک کمیٹی انتظامیہ علیحدہ مقرر کی جائے جو صاحبان پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ کے ساتھ کام کرے۔ اور اس کمیٹی انتظامیہ کے پندرہ ممبر مقرر کیے جائیں اور وہ ایسے ہوں جو آسانی سے کمیٹی میں شریک ہوسکیں اور کورم اس کمیٹی کا پانچ ممبروں کا رکھا جائے۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ چند تعلقداروں کا ایک کمیشن اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ وہ ضلع اناؤ میں جاکر جہاں اس وقت بندوبست ہورہا ہے۔ جملہ مراتب متعلقہ بندوبست کی پوری جانچ و تحقیقات کرے۔ اور اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھے کہ آیا کاغذات دستور دیہی سے واجب العرض بندوبست گزشتہ منسوخ ہوگئے یا نہیں۔ اور اگر نہیں منسوخ ہوئے ہیں تو اُن کا واجب العرض پر کیا اثر ہوگا۔ چنانچہ مفصلۂ ذیل اصحاب ممبران کمیشن منتخب ہوئے۔

(۱) کنور امام علی خاں صاحب۔

(۲) کنور درگا پرشاد صاحب۔

(۳) چودھری محمد عظیم صاحب۔

(۴) چودھری نصرت علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن۔

۱۰ر مارچ ۱۸۹۳ء کو یہ کمیشن اناؤ روانہ ہوا۔ اور بعد تحقیقات ایک مفصل رپورٹ پیش کی۔ ۱۲ر مارچ ۱۸۹۳ء کو یہ رپورٹ مشیر قانونی انجمن کے سپرد ہوئی تاکہ قواعد تشخیص مالگزاری کے متعلق انجمن کی جانب سے عذر داری تحریر کریں۔ غرض کہ ہر دفعہ کے متعلق مفصل عذر داری تیار ہو کر گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اور ۱۸۹۴ء میں تعلقداران پرتاب گڑھ اور اناؤ سے جس وقت مزید حالات متعلق کارروائی بندوبست معلوم ہوئے۔ اور امینوں کے زائد مصارف کے متعلق اطلاع ہوئی۔ تو ۲۶ر جنوری ۱۸۹۴ء کو ایک اور عذر داری امینوں کی برخاستگی کے متعلق گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ یہ عذر داری منظور ہوئی۔ اور امینوں کی موقوفی اور پیمائش کا کام بند کرنے کے متعلق احکام جاری ہوئے۔ اور یہ تجویز ہوا کہ موجودہ مصدقہ جمعبندی کے بموجب مالگزاری تشخیص کی جائے۔

اس سے قبل دو مرتبہ قواعد بندوبست کے متعلق جو عذر داریاں انجمن کی جانب سے گورنمنٹ میں بھیجی گئی تھیں اُن پر کامل غور کیا گیا۔ اور اکثر باتیں گورنمنٹ نے منظور کر لیں۔

علاقہ جات اودھ کے استحکام اور بقا کے لئے بندوبست سے زیادہ اہم کوئی دوسرا مسئلہ نہیں تھا اور نکاسی خام کی بیشی سے اضافہ مالگزاری کا جو خوف تھا

وہ ظاہر ہے۔ خصوصاً جس وقت ضلع اناؤ کے بندوبست کے لئے قواعد نافذ ہوئے اور پرتاب گڑھ میں اُنھیں قواعد کے بموجب۔ تصدیق کا غذات واندراج اقسام آراضی و تشخیص مالگزاری کا کام شروع ہوا۔ تو تعلقداروں کو بڑی مایوسی و پریشانی ہوئی۔ یہ دیکھکر انجمن نے ایک سلکٹ کمیٹی مقرر کی۔ اور قواعد نافذہ پر غور کر کے اُنکے نقائص کے متعلق ایک یادداشت مرتب کی گئی۔ اور سر آکلینڈ کالون صاحب لفٹنٹ گورنر کے حضور میں وہ پیش کی گئی۔ اور بالمواجہہ تعلقداروں سے بحث ہوکر یہ تجویز ہوا کہ نینی تال میں سب صاحب جمع ہوکر اسکے متعلق بحث کریں۔ اس یکجائی کے بعد قواعد بندوبست جو تیار ہوئے تھے اُسکی ایک نقل اطلاعاً انجمن میں بھیجی گئی۔ لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُس میں ترمیمات مجوزہ انجمن داخل نہیں تھیں۔

اسکے بعد تعلقداروں کا ایک ڈیپوٹیشن لفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں بمقام الہ آباد پھر حاضر ہوا۔ اور ہر ایک مسئلہ پر انجمن کے عذرات کو سماعت فرماکر حضور ممدوح نے خود ایک یادداشت قلمبند فرمائی۔ اور اُسی یادداشت کے بموجب دوبارہ قواعد مرتب کر کے انجمن میں بغرض تصدیق بھیجے گئے۔ جس سے جدید مراتب و مسائل کے متعلق عذر کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ بوادیہ حالات عہدہ داران انجمن بھی بہت مضطر اور سراسیمہ تھے۔ لیکن سر چارلس کراستھویٹ لفٹنٹ گورنر نے بڑی عنایت کی۔ اور تیسری مرتبہ جو عذرداری اُن کے سامنے پیش کی گئی اُسے اُنھوں نے منظور فرمایا۔ اور جدید قواعد جو اُنکے حکم سے مرتب ہوئے۔ اُن سے تعلقداروں کی بہت کچھ اشک شوئی ہوگئی۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان ترمیم شدہ قواعد سے ایک

حد تک ریاستوں کا بقا اور استحکام ہو گیا۔ مختصر یہ ہے کہ آئین سب برخاست کر دیئے گئے۔ اور پیمائش جو ہو رہی تھی وہ موقوف کر دی گئی۔ بعض اقسام کی ڈگریات سابق متعلقہ لگان کا بھی اندراج ہو گیا جسکی کوئی امید نہیں تھی۔ اور سب سے زیادہ اہم اور پیچیدہ مسئلہ تشخیص و اضافہ لگان ماتحت داران اور سیر داران کا تھا۔ اور جسکی نسبت انجمن کو زیادہ توجہ بھی نہ تھی۔ لیکن آخر عذر داری میں بحوالہ دفعہ (۴۱) ایکٹ ۱۷، ۱۸۷۶ء اسکے متعلق بھی عرض کر دیا گیا تھا۔ وہ بھی منظور ہو گیا۔ اور تشخیص مالگزاری کا معیار بموجب جمعبندی مصدقہ قرار پایا۔ اور سیر داران کے لگان میں جو پیشتر پندرہ روپیہ کی چھوٹ تھی وہ پچیس روپیہ تک ہو گئی لیکن کو مالکان اراضی کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ اور اندراج اقسام آراضی و ترتیب کاغذات کے وقت مالکان آراضی کو حاضری اور موجودگی کی اجازت دی گئی۔ جس کی بابت پیشتر کوئی ہدایت نہ تھی۔ واجب العرض کا اثر اپنے حال پر بدستور قائم رہا۔ کاغذات رسومات دیہی کا مرتب ہونا اور آراضیات معافی کے متعلق احکام کا جاری ہونا غرضکہ یہ سب باتیں جو تعلقداروں کے لئے مفید تھیں طے پا گئیں۔ یہ اُس کوشش اور پیروی کا نتیجہ تھا جو اس مسئلہ میں یہاں سے لیکر کلکتہ تک کی گئی۔

اس کے بعد ۱۹ دسمبر ۱۸۹۷ء کے جلسہ میں قواعد تشخیص مالگزاری پیش ہوئے جنھیں گورنمنٹ نے حکام بندوبست کی ہدایت کے لئے حسب دفعہ (۴۰) ایکٹ ۱۷، ۱۸۷۶ء جاری فرمائے تھے۔ اور یہ تجویز ہوا کہ بعد ادائے شکریہ گورنمنٹ سے یہ استدعا کی جائے کہ اکثر اضلاع اودھ کا بندوبست ختم ہو چکا ہے یا قریب اختتام

ہے۔ اور وہاں کے مالکان آراضی ان قواعد سے مستفید نہ ہوسکیں گے۔ لہذا ایسے ضلاع میں بھی نفاذ اُن قواعد کا کیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔ لیکن کسی غلط فہمی سے گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ جو مقدمات قبل نفاذ سرکلر یہ ہو دفیصل ہو چکے ہیں وہ ازسرنو شروع نہیں کیے جا سکتے۔ اِس پر لائف پریسیڈنٹ انجمن نے یہ تجویز کیا کہ اسکے متعلق بجویز ثانی کے ذریعہ سے اصلاح کرائی جائے۔

ترمیم دفعہ ۱۵۸۔ قانون مالگزاری

۵ار فروری ۱۸۹۹ء کے جلسہ عام انجمن میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بموجب دفعہ (۱۵۸) ایکٹ ۱۸۷۶،۱۷ء تعلقداروں کو بہ حیثیت مالک اعلیٰ وہ مالگزاری بھی وقت معینہ پر ادا کرنی پڑتی ہے۔ جو دراصل مالکان دنے اُسے واجب الادا ہوتی ہے۔ لہذا اسکے متعلق گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنا چاہیئے۔ کہ تعلقداروں کی درخواست پیش ہونے پر تحصیلدار صاحبان بقایا کے صحت کی جانچ کر لیا کریں۔ اور بقایا کو مالکان ادنے سے براہ راست مثل مالگزاری کے وصول کر لیا کریں۔ یا دوران وصولِ مالگزاری میں بقدر اُس تعداد کے مالکانِ اعلیٰ سے وصول کرنا ملتوی کردیا کریں۔

ہنوز اس رزولیوشن کی تعمیل نہیں ہوئی تھی کہ راجہ صاحب ڈیرہ کی ایک تحریر مع نقل عرضداشت موصول ہوئی جسے اُنھوں نے گورنمنٹ میں بھیجا تھا اور جس کے متعلق اُنھیں یہ ہدایت ہوئی تھی کہ اُسے انجمن میں پیش کریں۔ غرضکہ مراسلت راجہ صاحب ڈیرہ مع یادداشت مشیر قانونی انجمن ۲۴ر جولائی ۱۸۹۹ء کے جلسہ میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ راجہ صاحب ڈیرہ کی عرضداشت میں نہایت معقول دلائل درج ہیں۔ لہذا یہی

عرضداشت انجمن کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے۔ چنانچہ وہ عرضداشت گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اور ۱۲ رمئی ۱۹۰۱ء کو چیف سکرٹری صاحب گورنمنٹ نے اُسکا یہ جواب دیا کہ :-

" انجمن نے دفعہ (۱۵۸) ایکٹ ۱۸۷۶ء کی ترمیم کے متعلق دو تجویزیں پیش کی ہیں۔

(۱) یہ کہ جس وقت مالک اعلیٰ حسب دفعہ (۱۵۸) ایکٹ مالگزاری اودھ بغرض وصولیابی بقایا لگان درخواست دے۔ تو یا تو اُسی حدتک گورنمنٹ کی مالگزاری میں کمی کردی جائے۔ یا

(۲) یہ کہ وصولیابی مالگزاری تا وصولیابی بقایا لگان ملتوی کردی جائے۔

ان تجاویز پر ہنر آنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے غور فرمایا۔ اور اُنکی یہ رائے ہے کہ پہلی تجویز سے تعلقداران اپنی ذمہ داری سے بالکل سبکدوش ہوجائیں گے۔ اور افسران گورنمنٹ بطور اُنکے ایجنٹ کے اُنکے روپیہ کی وصول تحصیل کرینگے۔ اور اگر یہ تجویز منظور کی جائے تو اُس سے جو حالت پیدا ہوگی وہ بالکل اُس ذمہ داری کے خلاف ہے جو سرکاری مالگزاری کی ادائی کے متعلق ہے۔ اور جو اصل اصول طریقہ تعلقداری ہے۔

تعلقداروں کے لئے لگان کی وصولیابی کے دو طریقے ہیں۔ ایک عام طریقہ بموجب قانون لگان ہے۔ دوسرا طریقہ جو مخصوص تعلقداروں کے لئے ہے وہ بذریعہ دفعہ (۱۵۸) ایکٹ مالگزاری اُنھیں حاصل ہے۔ لہٰذا وصول لگان کے خیال سے تعلقداروں کی حالت ممالک مغربی و شمالی کے زمینداروں سے بہت اچھی ہے

اب اس حد سے تجاوز کرنا۔ اور مالگزاری کی ادائی کی غرض سے اُن کو قرض لینے سے سبکدوش کرنا۔ اور اُنکی سند کی اصلی شرط کو ترمیم کرنا۔ اور اُنکے ماتحت داران کے درمیان۔ جو در اصل لگان ادا کرتے ہیں کہ مالگزاری۔ رشتۂ قدیم میں خلل ڈالنا۔ ایک جدید اور خوفناک اصول انتظام میں قائم کرنا ہے

انجمن کی دوسری تجویز کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دفعہ (۱۵۸) میں جو بطور ضمیمۂ ایکٹ لگان کے ہے تعلقداروں کے ساتھ رعایت کی گئی ہے۔ اور یہ رعایت ایسی ہے کہ اس سے خاص خاص موقعوں پر فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ نہ کہ معمولاً وصولیابی لگان میں ہمیشہ اس پر عمل کرنا چاہئے۔

ماتحت داران سے جو کچھ لیا جاتا ہے وہ بطور لگان کے ہے نہ کہ مثل مالگزاری کے اور اگر گورنمنٹ انجمن کی تجویز کو منظور کرے تو پابندی وقت کے ساتھ مالگزاری کے وصول میں دشواری ہوگی۔ اور اگر تعلقداروں کی یہ درخواست منظور کی جائے۔ تو کیا وجہ ہے کہ زمینداران صوبۂ متحدہ کے ساتھ یہ برتاؤ نہ کیا جائے۔

انجمن کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ جب کسی موسم کی خرابی و دیگر اسباب سے حالت اسکی مقتضی ہوتی ہے تو گورنمنٹ ہمیشہ التوائے مالگزاری کر دیتی ہے۔ گورنمنٹ نے یہ کوشش کی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہیگی کہ دفعہ (۱۵۰) کے منشا اور مفہوم کی عملی حالت زیادہ اثر پذیر ہو جائے۔ اور اُسکی نسبت شکایت کا موقع باقی نہ رہے۔ لیکن انجمن کی تجویز کا جو اصول ہے اُسے گورنمنٹ نہ تو پسند کرتی ہے۔ اور نہ اُسے منظور کر سکتی ہے۔

۱۰ ر دسمبر ۱۸۹۹ء کو مسودہ قانون ترمیم ایکٹ ۱۹ سنہ ۱۸۷۶ء جو بطلب رائے انجمن میں آیا تھا۔ اُس کا جواب حسب تجویز کمیٹی گورنمنٹ میں بھیجدیا گیا۔

بعد ازاں ۲۰ دسمبر ۱۸۹۹ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ چونکہ اودھ میں قانون مالگزاری کی ترمیم ہو رہی ہے۔ لہٰذا جن اضلاع میں بندوبست ختم ہو چکا ہے اگر مالک آراضی موقع وحالت دکھا سکے تو وہاں سے حد معینہ اضافہ لگان دُور کردی جائے۔ اور گورنمنٹ بھی منجملہ رقم اضافہ شدہ کے بقیہ میعاد بندوبست کے لئے کسی قدر حصہ رسدی مالگزاری میں اضافہ کرلے۔ اس اضافہ کو معمولی ہفت سالہ اضافہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور نفاذ اس کارروائی کا مالکان آراضی کی درخواست پر ہوتا رہے۔ نہ کہ منجانب گورنمنٹ۔

نقل تجویز مذکورۂ بالا گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اسکے جواب میں ۲ مارچ ۱۹۰۰ء کو گورنمنٹ نے یہ تحریر فرمایا کہ :-

" دوران بندوبست میں ازسرنو ایک دوسرا بندوبست شروع کرنا کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔ اس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ بندوبست کا کچھ بھی قیام اور استحکام نہیں ہے۔ اس لئے قانون مالگزاری میں اس کے متعلق کوئی تجویز نہیں ہوسکتی۔ البتہ قانون لگان کی ترمیم کے وقت اس پر اگر ضرورت ہوئی تو لحاظ کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال گورنمنٹ کی رائے میں یہ کارروائی آخر میں نقصان رساں ثابت ہوگی۔ اور ممالک مغربی وشمالی سے علیحدہ۔ خاص اودھ کے لیے ایسی کارروائی مناسب نہ ہوگی۔ اور زمینداران ممالک مغربی وشمالی اس تجویز سے

اتفاق نہ کرینگے۔ گورنمنٹ کی رائے میں اصول مندرجہ تجویز انجمن قابل مباحثہ ہیں۔

انجمن چاہتی ہے کہ بعض حالتوں میں مقررہ ایکٹ لگان اودھ سے زیادہ اضافہ کرنے کی کارروائی میں آسانی پیدا کی جائے۔ بموجب دفعہ (۵۱) ایکٹ لگان لوکل گورنمنٹ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی خاص مقام کے واسطے حد اضافہ زیادہ کردے۔ لیکن چونکہ اس دفعہ کے بموجب کارروائی کرنے میں بہت دقتیں تھیں۔ لہذا اس کے بموجب کبھی کارروائی نہیں ہوئی۔ ترمیم شدہ مسودہ لگان صوبہ مغربی و شمالی جو اس وقت گورنمنٹ کے سامنے پیش ہے۔ اُس میں یہ مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ مالکان آراضی کے اختیارات اضافہ لگان پر جو خلاف مرضی کاشتکاران ہوں۔ کسی طرح کی روک رکھی جائے۔ لہذا بحالت اختلاف رائے مالک آراضی و کاشتکار کلکٹر کو دست اندازی کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ وہ مناسب لگان مقرر کرے۔

گورنمنٹ کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ ایسی ہی کارروائی اودھ کے واسطے کرنا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ یہ بہتر ہوگا کہ دفعہ (۵۱) ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء پر غور کیا جائے۔ اور اگر انجمن کی خواہش ہو تو اس دفعہ کی ترمیم کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا سے خط و کتابت کی جاسکتی ہے۔ کہ کافی وجوہ پیش کرنے پر اضافہ کی حد قانونی بشرائط ذیل زیادہ کردی جائے۔

(۱) سات سال کے بعد ایک آنہ فی روپیہ سے زیادہ اضافہ بغیر منظوری افسر مال نہو۔

(۲) اضافہ شدہ لگان دس سال تک قائم رہے۔

(۳) مالک آراضی اس کارروائی کے جملہ اخراجات برداشت کرے۔

اسکے علاوہ ان امور پر بھی لحاظ ضروری ہوگا یعنی اس طرح پر جو لگان اضافہ ہوا اسکی کوئی حد معین کی جائے یا نہیں۔ یا جن وجوہ سے اضافہ ہوا ہے اُنکا اندراج کاغذات میں مناسب ہوگا یا نہیں۔ اور یہ ایسے امور ہیں جن پر انجمن کو اپنی رائے دینا چاہئے۔

اب تک گورنمنٹ نے اسے مناسب نہیں سمجھا کہ بندوبست کے وقت مالکان آراضی اور کاشتکاران غیر قبضہ دار کے درمیان کوئی دست اندازی کرے لیکن گورنمنٹ کو اس میں کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ سلکٹ کمیٹی کو کسی ایسی تجویز پر غور کرنے کی اجازت دے جس سے کاشتکاران غیر قبضہ دار کے لگان کا تقرر ایک میعاد کے واسطے ہو جائے۔ بشرطیکہ ایسی تجویز تعلقداروں کی جانب سے پیش ہو۔ آنریبل سر مہاراجہ صاحب اجودھیا۔ اور آنریبل رائے سری رام بہادر دونوں سلکٹ کمیٹی کے ممبر ہیں اور اُنھیں اختیار ہے کہ وہ ایسی تجویز سلکٹ کمیٹی میں پیش کریں۔

۹ مارچ سنہ ۱۹۰۰ء کے جلسہ میں مذکورۂ بالا جواب گورنمنٹ میں پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ :-

جو ممبر صاحبان اس وقت لکھنؤ میں موجود ہیں وہ اصول تجویز انجمن پر غور کر کے ایسے دفعات کا مسودہ مرتب کریں۔ اور چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے لہذا جملہ تعلقدار صاحبان سے رائے لیکر اس معاملہ میں مزید کارروائی کی جائے۔

۲۵ نومبر سنہ ۱۹۰۰ء کے جلسہ عام میں یہ مسئلہ پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ گورنمنٹ سے یہ درخواست کی جائے کہ ایکٹ لگان اودھ میں دفعہ (۵۱) کے بعد ایک دفعہ

حسب ذیل بڑھائی جائے۔

(۱) مالک اراضی کو اختیار اضافہ لگان حسب حیثیت محال یا جزو محال کے دیا جائے۔ اور نفاذ اس اختیار کا بذریعہ یا بوساطت حاکم مال ہو جو خاص کرا سکے لئے نامزد کیا گیا ہو۔

(۲) کوئی حد اضافہ لگان کی محدود نہ کی جائے۔

(۳) جو حاکم تجویز اضافہ لگان کے لئے مقرر کیا جائے۔ اسکو موجودہ لگان میں کمی کرنے کا کسی حالت میں اختیار نہ ہو۔

(۴) ایسی کارروائی محال یا جزو محال میں صرف مالک اراضی کی درخواست پر ہوگی۔

(۵) صرفہ کی تعداد بحساب پرتہ فی صدی اضافہ کے محدود ہونا چاہئے۔

(۶) جن کاشتکاروں پر اس طریقہ سے اضافہ کیا جائے۔ اُن پر اول مرتبہ دس سال تک کوئی اضافہ نہ ہو سکے گا۔ اور بعد انقضائے میعاد مذکورہ حسب قانون موجودہ ہفت سالہ اضافہ ہوتا رہیگا۔ اور اگر مالک اراضی مجوزہ اضافہ نہ کرے تو حق اضافہ قانون موجودہ زائل نہ ہوگا۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ حسب دفعات (۴۸) و (۵۰) قانون لگان مالک اراضی کو جو حقوق اس وقت حاصل ہیں اُس میں کوئی فرق نہ پیدا ہوگا۔

دفعہ (۱۵۸) قانون مالگزاری کے متعلق یہ تجویز ہوا کہ۔ ماتحت داران سے اُسی طرح سود دلوایا جائے جیسا کہ عام کاشتکاران سے دلایا جاتا ہے۔ کیونکہ مالکان

آراضی کو بالعوض اُنکے مالگزاری وقت پر دینا پڑتی ہے۔

گورنمنٹ میں اسکے متعلق عرضداشت بھیجی گئی اور اُسکا یہ جواب آیا کہ قانون لگان کی ترمیم کے وقت اس مسئلہ پر غور کیا جائیگا۔ اور دفعہ (۵۱) قانون لگان اودھ یعنی ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء کی ترمیم کے متعلق گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ انجمن جن ترمیمات کے متعلق توجہ دلاتی ہے وہ نہایت اہم ہیں۔ اور اسکی ضرورت ہے کہ اسکے متعلق نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل اور صاحب وزیر ہند کی منظوری حاصل کی جائے۔ اور اسکے متعلق گورنمنٹ آئندہ کسی مناسب موقع پر غور کرے گی۔ اور گورنمنٹ ہند سے تحریک کریگی

التوائے مالگزاری

۱۹۰۵ء میں غیر معمولی برف باری کی وجہ سے اکثر اضلاع اودھ میں زراعت فصل ربیع کو بہت نقصان پہونچ گیا تھا۔ چنانچہ ہزآنر سر جیمس لاٹوش صاحب لفٹنٹ گورنر نے عین اُس حالت میں جب کہ مالکان اراضی اور کاشتکاروں میں عام طور پر تشویش تھی۔ ۲۵ مارچ ۱۹۰۵ء کے سرکاری گزٹ میں ہر ضلع کی حالت کے لحاظ سے ایک رقم کثیر کی معافی و التوا کا اعلان کیا۔ اور ۲ اپریل ۱۹۰۵ء کے جلسہ میں جناب ممدوح کا اس مہربانی کے لئے شکریہ ادا کیا گیا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ بموجب احکام مصدورہ عام طور پر یکساں لگان معاف کیا گیا ہے۔ جس سے مالکان آراضی کو نقصان پہونچنے کا احتمال ہے کیونکہ ایسے کاشتکاروں سے جن کا پورا نقصان ہو گیا ہے بقیہ لگان وصول ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

کیونکہ اُنھیں اپنی زندگی بسر کرنا محال ہوگا۔ وہ لگان کیونکر ادا کر سکیں گے۔ اِس لئے کاشتکاروں کے لگان میں معافی مالکان آراضی کے مشورے سے ہونا چاہیے چنانچہ گورنمنٹ میں اسکے متعلق ایک عرضداشت بھیجی گئی۔ جس کا جواب گورنمنٹ نے یہ دیا کہ انجمن کی تجاویز پر لحاظ کیا جائیگا۔ اور در اصل اس پر لحاظ بھی ہوا۔

۲۹ جنوری ۱۹۱۰ء کو صاحب سکریٹری گورنمنٹ نے بذریعہ مراسلت یہ اطلاع دی کہ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں فصل خریف نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری مالگزاری ملتوی کرنے کی تجاویز پر غور ہو رہا ہے۔ صوبۂ آگرہ میں بموجب دفعہ (۵۱) آگرہ ٹیننسی ایکٹ اُس حالت میں جب کہ مالگزاری ملتوی یا معاف کیجائے تو کاشتکاروں کو بھی ویسی ہی مراعات دلانے کا اختیار گورنمنٹ کو حاصل ہے۔ صوبۂ اودھ کے قانون لگان میں ایسی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ اور صرف اُس حالت میں جب کاشتکار پر بقایا لگان کا دعویٰ کیا جائے تو دفعہ (۱۹) ایکٹ لگان اودھ کے بموجب کوئی مداخلت ہو سکتی ہے۔ ۹۷-۱۸۹۶ء کے قحط سے گورنمنٹ کی یہ پالیسی رہی ہے کہ جب کبھی گورنمنٹ کی جانب سے کوئی امداد مالگزاری کی التوا یا معافی کی شکل میں دی جائے تو اودھ کے مالکان آراضی اُسی تناسب سے اپنے کاشتکاروں کا لگان بھی ملتوی یا معاف کریں۔ اس قسم کی امداد قحط زدہ مواضعات کے کاشتکاروں کو یکساں طور پر دینا چاہیے، نہ کہ چند منتخب کاشتکاروں کو۔ یہ پالیسی جس کا آغاز ۹۷-۱۸۹۶ء میں ہوا تھا۔ اُسکی پابندی ۱۹۰۵ء میں جب کہ پالہ زدگی سے فصل کو نقصان پہونچا تھا۔ اور بعد ازاں ۱۹۰۶ء و ۱۴-۱۹۱۳ء میں کی گئی تھی

ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر نے اب بھی اُسی پالیسی پر عملدرآمد کرنا طے فرمایا ہے جس پر ایک مدت سے عمل ہو رہا ہے اور اُس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے میں اُنھیں پس و پیش ہے۔ اور ہز آنر سر ہارکورٹ بٹلر یہ امید کرتے ہیں کہ تعلقدار صاحبان بھی اس پالیسی کو منظور کرینگے اور حتی الامکان اپنے علاقہ جات کی رعایا کی تکالیف دُور کرنے اور اُنکی مدد کرنے میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائیں گے۔ ترجمہ مراسلت مذکورۂ بالا جملہ تعلقداروں کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور ۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو یہ مسئلہ مع آراءِ تعلقداران اگزیکیوٹو کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ گزشتہ قحط کے موقعوں پر جو کارروائی انجمن کی جانب سے ہوئی ہے۔ اُسے دیکھکر پریسیڈنٹ صاحب انجمن گورنمنٹ کی مراسلت کا مناسب جواب بھیج دیں۔

اس کے بعد بارش ہو جانے اور فصل کی حالت درست ہو جانے کی وجہ سے مالگزاری میں التوا یا معافی کی ضرورت نہیں رہی۔

۱۴ جون ۱۹۲۲ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ جو کمیٹی بندوبست کے مسائل پر غور کرنے کے لیئے مقرر ہوئی ہے۔ اُس میں پریسیڈنٹ صاحب انجمن بطور قائم مقام انجمن کے شریک کیئے جائیں۔ ۰ ۲ جون ۱۹۲۲ء کو اس رزولیوشن کی نقل گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اور ۱۷ جون ۱۹۲۲ء کو اس کا یہ جواب آیا۔ کہ بندوبست کی کمیٹی میں کل ممبر وہی ہیں جو صوبہ کی لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہیں۔ اور کمیٹی مذکورہ میں تین تعلقدار ہیں۔ اگر پریسیڈنٹ انجمن صوبہ کی کونسل کے ممبر ہوتے۔ تو وہ ضرور اس کمیٹی میں شریک کیے جاتے۔ جو تجویز انجمن بندوبست کے متعلق بھیجے گی وہ بغرض غور

بندوبست کمیٹی میں بھیجدی جائیگی۔

کارروائی کمیٹی بندوبست

۱۰ ار دسمبر ۱۹۲۳ء کو صاحب پریسیڈنٹ انجمن نے بعد اتفاق رائے صاحب وائس پریسیڈنٹ یہ حکم صادر فرمایا کہ کمیٹی بندوبست کی کارروائی گزٹ میں شایع ہو گئی ہے۔ پوری کارروائی کا ترجمہ شایع کرانے میں بہت طوالت ہے۔ لہذا اُسکا ایک خلاصہ تیار ہونا چاہیے۔ جس میں بندوبست کے متعلق جتنی تجاویز کمیٹی مذکور نے کی ہیں وہ اُس خلاصہ میں آجائیں۔ اور یہ خلاصہ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن تیار کر کے آیندہ جلسۂ عام میں پیش کریں۔

اسسٹنٹ سکریٹری نے خلاصہ رپورٹ کمیٹی بندوبست بہت عجلت کے ساتھ تیار کر کے ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء کے جلسۂ عام میں پیش کیا۔ اور حسب خواہش تعلقدار صاحبان اُسے پڑھ کر سُنایا۔ اور جلسۂ عام میں بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ خلاصہ رپورٹ کمیٹی بندوبست نہایت مفصل اور بہت کارآمد ہے جس سے اسسٹنٹ سکریٹری کی محنت اور قابلیت کا اظہار ہوتا ہے اور جلسۂ عام انجمن اُس سے اپنی مسرت اور طمانیت کا اظہار کرتا ہے۔ خلاصۂ رپورٹ مذکورۂ بالا حسب ذیل ہے۔

خلاصہ رپورٹ سلکٹ کمیٹی متعلق بندوبست
مرتبہ صاحب اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ہند

"جوائنٹ سلکٹ کمیٹی نے جسے ہاوس آف لارڈس و ہاوس آف کامنس نے گورنمنٹ آف انڈیا بل پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اُسے تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ

ہندوستان میں رعایا پر بعض اقسام کے ٹیکس محض اگزیکیوٹو اختیارات سے عائد کر دئے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے کمیٹی مذکور نے یہ سفارش کی کہ ایسے ٹیکسوں کی شرح یا ان کا طریقہ تشخیص بذریعۂ قانون مقرر ہونا چاہیے اور رفتہ رفتہ انھیں کونسل واضع آئین و قوانین کی نگرانی میں دینا چاہیے۔ اور بغیر اس امر کے طے کئے ہوئے کہ آیا مالگزاری بطور لگان کے ہے یا بطور ٹیکس کے کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی کہ بندوبست کے قواعد کی ترمیم بھی بذریعۂ قانون ہونا چاہئیے اور وہ اصول جن کے مطابق مالگزاری تشخیص کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) مالیت کا قائم کرنا۔

(۲) انتہائی تشخیص۔

(۳) میعاد بندوبست۔

(۴) اضافہ سنہ ٹریہی و دیگر قواعد جن سے رعایا کی بہبود پر اثر پڑے بذریعۂ قانون ہونا چاہیے۔

صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کی کونسل میں اکثر رزولیوشن متعلق بندوبست ۳۰ رجنوری ۱۹۲۲ء و یکم مارچ ۱۹۲۲ء کو پیش ہوئے تھے اور گورنمنٹ نے وعدہ کیا تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق پوری تحقیقات کرنے کی غرض سے وہ ایک کمیٹی مقرر کریگی۔ چنانچہ گورنمنٹ نے حسب وعدہ چند اصحاب کی ایک سلکٹ کمیٹی مقرر فرمائی۔ اور علاوہ اُن اُمور کے جو دوران بحث میں پیدا ہوں، بالخصوص امور مندرجہ ذیل کے تحقیقات کی ہدایت فرمائی۔

(الف) آیا فوراً ترمیم قواعد بندوبست ہونا چاہیئے یا بندوبست حال کی میعاد میں چند روزہ وسعت دینا چاہیئے؟

(ب) آئندہ بندوبست کس میعاد کے واسطے کرنا چاہیئے؟

(ج) کن طریقوں پر آمدنی قائم کرنا چاہیئے۔ اور آمدنی کا کون حصہ بطور مالگزاری سمجھنا چاہیئے؟۔

(د) زراعتی ترقی کیونکر ہو سکتی ہے؟۔

(ہ) مطالبہ موجودہ کے مقابلہ میں جدید اضافہ کس حد تک ہونا چاہیے؟

(و) بندوبست کی کارروائی میں آسانی کیونکر ہو سکتی ہے؟۔

(ز) کس حد تک اور کن ذرائع سے لیجسلیٹو کونسل اور پبلک کو اظہار رائے کا موقع امور ذیل کے متعلق دیا جا سکتا ہے؛

(۱) تجاویز نسبت ترمیم بندوبست۔ (۲) رپورٹ دربارہ شرح لگان مہتمم بندوبست۔ (۳) مختتم تجاویز مرتبۂ مہتمم بندوبست۔ (۴) انصافانہ تقرر لگان جو دوران بندوبست میں مقرر ہونا چاہیئے۔ (۵) دیگر ضروری امور جن سے زراعت کی بہبودی مقصود ہو۔ (۵) مسودۂ قانون ترمیم ایکٹ مالگزاری مرتبۂ بورڈ مال جن کے ذریعے سے اصول عامہ ایکٹ مذکورہ میں شامل ہو جائیں۔

سلکٹ کمیٹی کا اجلاس نینی تال میں ۱۹ر جون سے ۲۳ر جون تک۔ ۲۲ر اگست سے ۲۹ر اگست تک۔ ۱۱ر ستمبر سے ۲۲ر ستمبر تک۔ اور لکھنؤ میں ۹ر اکتوبر سے

۱۲ر اکتوبر تک اور ۳ر جنوری سے ۲ر جنوری ۱۹۲۳ء تک ہوا
سلکٹ کمیٹی نے مفصلۂ ذیل امور بالاتفاق یا کثرت رائے سے منظور کیئے :-

(۱) بندوبست کے خاص اصول درج قانون کردیئے جائیں اور بالکل اگزیکیوٹو قواعد کے مطابق بندوبست عمل میں نہ آیا کرے۔ کمیٹی نے مسودہ مرتبہ بورڈ مال پر غور کرکے اس کی ترمیم کی سفارش کی ہے۔

کمیٹی کی یہ تجویز ہے کہ بندوبست کے متعلق جملہ احکام ایک علیحدہ ایکٹ میں شامل کرکے پاس کرائے جائیں۔

سب سے زیادہ اہم مسئلہ جو کمیٹی کے سپرد ہوا ہے وہ آمدنی کا ہے اور یہ گویا بندوبست کی جان ہے۔ کیونکہ اسی پر بندوبست کا انحصار ہے۔

(۲) آمدنی قائم کرنے کے لیئے مہتمم بندوبست کو چاہیئے کہ کل نکاسی خام جو مالک آراضی بندوبست کے وقت کارروائی اضافہ لگان کے لئے وصول کرتا ہے یا جو وصول کرسکتا ہے قائم کرے۔ لگان مندرجۂ کاغذات اپنی حالت پر قائم نہیں رہتا اور اسی وجہ سے وہ غیر صحیح اور ناکافی ہے۔ اسی غرض سے اسکی جانچ ہوتی ہے اور کاشتکاران قبضہ دار اور ساقط الملکیت کا لگان اسٹینڈرڈ سرکل ریٹ کے مطابق قائم ہوکر پھر آراضی کی حیثیت کے لحاظ سے کم وبیش کیا جاتا ہے۔

اودھ میں جملہ اقسام کے لگان اور صوبۂ آگرہ میں ہر قسم کے لگان بجز لگان اسامیان قبضہ دار کی جانچ کے لیئے اسٹینڈرڈ سرکل ریٹ آمدنی قائم کرنے کی

کسوٹی ہے۔ جن کو مہتمم بندوبست کو قابل اعتبار سمجھنا چاہیئے۔ اُن کھیتوں کے لیے جن کا کوئی نقدی لگان درج نہیں ہے۔ ان کی مالیت بھی اسٹینڈرڈ ریٹ کے مطابق قائم کی جاتی ہے۔ سائر کی آمدنی جو معدنیات سے ہوتی ہے اس میں اضافہ کی جاتی ہے اور ان سب کی میزان نکاسی خام سمجھی جاتی ہے۔ اس نکاسی خام سے بعض رقوم منہا ہوتے ہیں۔ یعنی کاشت زمینداران سے پچیس روپیہ فی صدی اور دس روپیہ فی صدی ان تغیرات کے واسطے جو حیثیت آراضی کی ترقی کی غرض سے کی جائیں۔ بعد منہائی ان رقوم کے جو باقی رہے وہ واقعی آمدنی سمجھی جاتی ہے۔ اور اسی پر مالگزاری تشخیص کی جاتی ہے۔

تشخیص آمدنی کے متعلق امور ذیل قابل لحاظ ہیں۔

(۱) لگان مندرجہ کہاں تک قابل اعتبار ہیں۔

(۲) کس بنا پر اور زیادہ سے زیادہ کس حد تک اسٹینڈرڈ ریٹ قائم ہونا چاہیئے۔

(۳) صوبہ آگرہ میں آراضیات غیر قبضہ داری کے تشخیص کا بہترین طریقہ کیا ہے۔

(۴) لگان مندرجہ کی منظوری یا نامنظوری یا ترمیم اور جن قطعات کا کوئی نقدی لگان درج نہین ہے انکی تشخیص کس طرح ہونا چاہیے۔

(۵) آراضیات کا بلحاظ حیثیت قسم وار کرنا اور بالخصوص کس طریقہ پر خشک و تر آراضی کی تقسیم ہونا چاہیئے۔

(۶) کس رقبہ پر تشخیص آمدنی ہونا چاہیئے۔

(۷) آیا سائر آمدنی پر تشخیص مالگزاری ہونا چاہیئے۔

(۸) کس حدتک آراضیات خود کاشت کی بابت منہائی ہونا چاہئے۔

(۹) اصلاحات کی بابت بہترین طریقہ کمی کا کیا ہے۔

رائے بہادر بابو شنکر دیال کی رائے میں پیداوار کو تشخیص آمدنی کا معیار رکھنا چاہئیے۔ لیکن بقیہ ممبران کی رائے ہے کہ لگان ہی کو آمدنی کا معیار قائم کرنا چاہیے

(۳) کمیٹی کی رائے میں اسٹینڈرڈ ریٹ کے متعلق جو اصول اودھ میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس میں کسی ترمیم یا تغیر کی ضرورت نہیں ہے اور کمیٹی اپنی رائے کا انھیں الفاظ میں اظہار کرتی ہے جو ایکٹ لگان اودھ میں درج ہے یعنی:۔

اودھ میں اسٹینڈرڈ ریٹ واقعی اور کافی اور مستقل لگان پر مبنی ہے جو متمول اور اوسط درجہ کے وہ کاشتکار ادا کرتے ہیں جو ہوشیاری اور محنت سے کام کرنے والے ہیں اور جن کی گزر اوقات انکی کاشت کی پیداوار سے ہوتی ہے۔ (دفعہ ۶۳ (۳)

صوبۂ آگرہ کے واسطے کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ:۔

معمولاً اسٹینڈرڈ ریٹ اُن لگانوں کی بنا پر مقرر کئے جائیں جو ایسے کاشتکار ادا کرتے ہیں جن کو حق قبضہ داری بندوبست سابق کے بعد حاصل ہوا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کاشتکاروں کے لگان کا بھی لحاظ رکھ لیا جائے جن کو حق قبضہ داری ملے ہوئے بیس سال یا اس سے زیادہ عرصہ ہوا ہے اور نیز اُن کاشتکاروں کے لگان کا جن کو بارہ سال سے زیادہ اور بیس سال سے کم عرصہ ہوا ہے۔ بغرض تحفظ حقوق کاشتکاران کمیٹی کی یہ بھی

رائے ہے کہ کسی ایک وقت میں کسی کاشتکار کے لگان میں بذریعہ ڈگری تینتیس ۳۳ فیصدی سے زیادہ اضافہ نہ ہو سکے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لگان مقررہ اس اوسط آمدنی سے جو بموجب شرح دہی یا اسٹینڈرڈ ریٹ قائم ہوئی ہے کسی حالت میں کم نہ ہو۔ کثرت رائے اس طرف تھی کہ پچاس فیصدی ہونا چاہئے۔ لیکن مسٹر برن۔ مسٹر الگزنڈر اور مسٹر لین نے پچھتر فیصدی مقرر کئے۔

(۴) ایسی صورت میں جب غیر قبضہ داری لگانوں کی جانچ کے واسطے اسٹینڈرڈ ریٹ نامناسب ہوں تو کمیٹی کی رائے میں غیر قبضہ داری سرکل ریٹ قائم کئے جائیں جو ایسے محال کی اوسط وصولیابی پر قائم ہونگے جن کا انتظام اچھا ہے اور لگان مندرجہ کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ اس ریٹ کے قائم کرنے میں ریاستہائے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس کی مثال نہایت ہوشیاری سے لینا چاہیئے۔ کیونکہ وصول تحصیل کی بابت جو سہولت اور ذرائع کورٹ آف وارڈس کو حاصل ہیں وہ پرائیوٹ اشخاص کو نہیں ہیں۔

سرکل ریٹ کے متعلق ایک اور امر قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر موضع کی خاص حالت کے لحاظ سے اس میں ترمیم ہونا چاہیئے۔

اعلیٰ اقوام کے کاشتکاروں کے لگان سے کوئی جزو جو انکے حقوق کے لحاظ سے مناسب ہو اسٹینڈرڈ ریٹ سے منہا ہونا چاہیئے۔

سرکل ریٹ کے ساتھ ساتھ دیگر مختلف اقسام کے لگان کی جانب بھی توجہ لازمی ہے۔ اور ایسے لگان کے پانچ اقسام ہیں یعنی فریبی دھوکے والا

لگان غیر صحیح ناکافی۔ زیادہ سخت اور غیر مستقل۔

کمیٹی کی رائے میں فریبی کا لفظ مسودۂ قانون سے نکال ڈالنا چاہیئے۔ اور لفظ غیر صحیح کی تعریف اس طرح پر کی جائے کہ مہتمم بندوبست جس لگان کی نسبت اُسکو شک ہو اسکا تدارک بعد غور مناسب کر سکے۔

نقدی لگان مندرجہ اُس وقت غیر صحیح ہے "جب وہ کُل لگان قابل ادائی نہیں ہے۔ یا جب کوئی نذرانہ دیا گیا ہے۔ یا جب اسکی مقدار ترمیم بندوبست کے خوف سے کم درج کی گئی ہے۔ جب ترمیم بندوبست کے خوف سے آراضی زیر کاشت نہیں رکھی گئی ہے۔"

کمیٹی کی رائے میں زیادہ اور غیر مستقل لگان میں چونکہ بہت کم فرق ہے لہذا مسودۂ قانون سے اُسے نکال ڈالنا چاہیے۔

ناکافی لگان کے متعلق کمیٹی کی رائے ہے کہ مہتمم بندوبست کی رائے پر کسی لگان کو ناکافی قرار دینا نہ چھوڑنا چاہیے۔ کمیٹی نے ایک مقدار قائم کر دی ہے کہ اس سے زیادہ مقدار کے لگان کو مہتمم بندوبست ناکافی قرار نہ دے سکے۔ اور یہ قانون میں درج کر دیا گیا ہے کہ غیر قبضہ دار کاشتکاران صوبہ آگرہ یا قانونی کاشتکاران اودھ کے لگان ناکافی نہ قرار دئیے جائیں۔ اگر اُن کی تعداد اسٹینڈرڈ ریٹ یا سرکل ریٹ کے برابر یا اُس سے زیادہ ہو مگر شرط یہ ہے کہ اگر ہر مہتمم بندوبست کے نزدیک کاشتکاران کو آراضی پر بعد ادائے نذرانہ یا بوجہ کسی قرضے کے دی گئی ہے تو البتہ اُسکو ایسے لگان کے ناکافی قرار دینے کا اختیار ہوگا۔

(۵) کمیٹی کی رائے میں مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے لیئے مفید ہے کہ پہلے اضافہ لگان ہو اور اسکے بعد مالگزاری تشخیص کی جائے۔ مہتمم بندوبست کا فرض ہوگا کہ ایسے کُل لگانوں میں بطور خود بلا کسی درخواست کے اضافہ کرے۔

کمیٹی کی رائے میں یہ کارروائی اودھ میں قانونی کاشتکاران کے متعلق عمل میں لانا چاہیئے۔ اور اسی لحاظ سے قانون لگان اودھ میں مزید ترمیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بحالت موجودہ مہتمم بندوبست کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ قانونی کاشتکاران کے لگان میں کوئی دست اندازی کرے۔ مہتمم بندوبست کا صرف اس قدر فرض رکھا گیا ہے کہ وہ صرف شرح معین کردے جس کے مطابق عدالتہائے ضلع سے آئندہ دس سال کے عرصہ میں کارروائی کی جائے کمیٹی کے نزدیک لگان کا تصفیہ عدالتہائے بندوبست سے ہونا چاہیئے۔

(۶) تقرر لگان میں مہتمم بندوبست امور ذیل کا لحاظ کریگا۔

(الف) کاشتکاران ساقط الملکیت کے متعلق منشائے دفعہ ۱۰۔ ایکٹ لگان آگرہ ۱۹۲۶ء یا دفعہ ۷۔ الف۔ ایکٹ لگان اودھ ۱۸۸۶ء جیسی کہ حالت ہو۔

(ب) قبضہ دار کاشتکاران کے متعلق :-

(۱) صوبۂ آگرہ میں اسٹینڈرڈ۔ سرکل ریٹ یا دیہی ریٹ جو مہتمم بندوبست کے نزدیک مناسب ہو۔

(۲) اودھ میں دفعہ ۳۳۔ ایکٹ لگان اودھ ۱۸۸۶ء۔

(ج) معمولی کاشتکاران کے متعلق اسٹینڈرڈ۔ سرکل یا دیہی ریٹ جو حسب دفعہ ۶۳ (۳) اور ۶۳ ب (۲) قائم کیا گیا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو کہ بوجہ کسی مقامی رواج کے:-

(۱) کاشتکاران کے لگان کے مقرر کرنے میں قومیت کا لحاظ ہوتا ہے۔ یا

(۲) کسی قسم کے اشخاص کے پاس آراضی رعائتی لگان پر ہے تو ایسے رواج کے لحاظ سے مقرر کیا جائیگا۔ مگر کسی حالت میں ایسا لگان اصلی لگان سے جو معمولی کاشتکاران کے لئے مقرر کیا گیا ہے نصف سے کم نہ ہوگا۔ ایسے کاشتکاران کے لگان کے اضافہ کے لئے مہتمم بندوبست کو لازم ہے کہ دفعہ ۴۴۔ ایکٹ لگان آگرہ یا دفعہ ۵۱۔ الف ایکٹ لگان اودھ کی جیسی حالت ہو پابندی کرے۔ کسی کاشتکار کے لگان میں ۲۵ فیصدی سے زیادہ کا اضافہ نہ ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ لگان مقررہ اسٹینڈرڈ سرکل ریٹ یا دیہی ریٹ کے نصف سے کم نہ ہوگا۔

جب کاشتکار یہ ثابت کرے کہ آراضی کی قیمت جزاً یا کلاً ایسی اصلاح سے بڑھ گئی ہے جو اس نے کی ہے یا اسکے خرچ سے ہوئی ہے۔ تو اس وقت مہتمم بندوبست لگان میں صرف اسی قدر اضافہ کریگا۔ جو علاوہ اصلاح کے اور وجوہ سے بڑھا ہے۔

(۷) چوتھا مسئلہ جو مالیت قائم کرنے کے متعلق ہے وہ آراضی کے اقسام اور انکو مفروضہ حلقہ جات میں تقسیم کرنا ہے۔ اسکے متعلق کمیٹی صرف اصول عامہ بیان کرتی ہے یعنی اقسام آراضی اور حلقہ جات کی تقسیم نہ صرف آراضی کی قسم کے لحاظ سے ہوگی بلکہ ایسے وجوہ کا بھی جو خواہ قدرتی ہوں یا مصنوعی، جن سے مالیت پر اثر پڑتا ہے لحاظ کیا جائے گا۔

تقسیم آراضی میں ایک امر زیادہ قابل لحاظ ہے یعنی آراضی خشک و تر، اس کے متعلق قانون میں ایسے احکام درج ہونا چاہیئے تاکہ "تر" آراضی صرف وہی درج کی جائے۔ جس میں واقعی آبپاشی ہوتی ہے۔ اسکے متعلق کمیٹی میں بہت بحث ہوئی اور بالآخر یہ طے پایا کہ :-

" جب تر اور خشک آراضی کے ریٹ میں تفریق کرنا لازمی ہو تو کوئی آراضی اس وقت تک "تر" درج نہ کی جائے۔ جب تک کہ معمولی حالت کے چار سالوں میں سے جن کا خاتمہ سال مندرجہ پر ہو کم ازکم دو سال تک آبپاشی نہ کی گئی ہو۔ مگر لوکل گورنمنٹ کو یہ اختیار ہے کہ خاص وجوہ پر یہ اعلان کردے کہ کسی ضلع یا جزو ضلع میں کوئی آراضی "تر" اس وقت تک درج نہ کی جائیگی جب تک کہ اس میں دو سال تک آبپاشی نہ ہوئی ہو۔

آمدنی کے متعلق جن امور پر لحاظ ہونا چاہیئے اُن میں سے ایک رقبہ "آراضی" بھی ہے کمیٹی کے نزدیک قانون کے ذریعہ سے بعض اقسام کی آراضی جو زراعت کے لئے نہیں استعمال کی جاتی ہے۔ اور جس سے مالک آراضی کو

بطور لگان کے کچھ وصول نہیں ہوتا مستثنیٰ ہونا چاہئے۔ ایسے رقبہ جات حسب ذیل ہیں۔

(۱) آراضی جن پر مکانات تعمیر ہیں وہ نیز جو اُن مکانوں کے متعلق ہے۔

(۲) مستقل کھلیان۔

(۳) آراضی چراگاہ جن کا نہ کوئی لگان لیا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کی فیس لیجاتی ہے۔

(۴) بازار۔

(۵) قبرستان اور مرگھٹ۔

(۶) سڑکیں اور راستے۔

(۷) پرتی قدیم یعنی وہ آراضی جو سال اندراج کے تین سال پہلے مزروعہ نہیں تھی۔ سال اندراج سے وہ آخری سال مراد ہے جسکے اندراجات کے مطابق بندوبست کیا گیا ہے۔

چراگاہ کے متعلق کمیٹی نے کامل غور کیا اور ایک تجویز کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی کہ ہر موضع میں جہاں قابل کاشت آراضی ہے اس میں سے ایک جزو چراگاہ کے لئے علیحدہ کردی جائے اور تعداد رقبہ آراضی ہر موضع کی حالت کے لحاظ سے رکھی جائے۔ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور گورنمنٹ کو چاہئے کہ انجمن زمینداران و کاشتکاران و دیگر ماہرین سے رائے حاصل کرے اور بعد غور کامل اگر اس کے نزدیک مناسب ہو تو قانون نافذ کرے۔

(۹) آمدنی سائر آمدنی کی دوسری شاخ ہے۔ موجودہ عملدرآمد میں کمیٹی کوئی تغیر و

تبدل تجویز نہیں کرتی۔ مگر اس خیال سے کہ باغات کس حد تک اداۓ مالگزاری کے ذمہ دار ہیں۔ کمیٹی نے اسکے متعلق ایک شرط اضافہ کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ باغوں کی مالگزاری اسٹینڈرڈ یا سرکل ریٹ کے مطابق تشخیص ہوگی۔ نہ کہ پھلوں کی سالانہ آمدنی پر یہ رقم ایسی آراضی کی ہرگز نہ سمجھی جائیگی جیسی کہ اوکھ کی فصل کی قیمت معمولی کھیت کی آمدنی نہیں تصور کیجاتی۔

(۱۰) نکاسی خام سے منہائی اولاً اُس کاشت کی ہوگی جو خود مالک کی ہے کمیٹی کے نزدیک مالک آراضی کو یہ حق حاصل ہونا چاہئیے کہ وہ اس منہائی کے متعلق بطور اپنے حق کے دعوے کر سکے اور اس سے چھوٹے اور بڑے مالکان آراضی یکساں مستفید ہوں۔ اس سے یہ امید کی جاتی ہے کہ بڑے اور دولتمند مالکانِ آراضی امتحانی فارم کھولیں گے جس سے زراعت میں ترقی ہوگی۔ کثیر تعداد ممبران کی یہ رائے ہے کہ مہتمم بندوبست پر لازم کر دیا جائے کہ وہ کم سے کم دس فیصدی مالکان آراضی کی کاشت میں رعایت کرے اور اسکو اختیار دیا جائے کہ پچیس (۲۵) فیصدی تک وہ رعایت کر سکے۔

(۱۱) منہائی یا رعایت بابت اصلاحات۔ اس میں تین اقسام قابل لحاظ ہیں۔

(۱) آراضی اوسر کا زیر کاشت لانا۔

(۲) ذرائع آبپاشی۔

(۳) دیگر اصلاحات۔

اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ مہتمم بندوبست کو چاہئیے کہ ایسی رقم

اضافہ آمدنی کو جو اصلاح کی وجہ سے ہوئی ہے نظرانداز کر دے اور وہ آمدنی قائم کرے جو اقسام آراضی کی شرح کے مطابق بحالت کسی اصلاح نہ ہونے کے ہوتی۔ اگر یہ اصلاحات رعایا نے کی ہیں تو جس آراضی پر اس کا اثر پڑا ہے اسکی آمدنی اس طرح پر قائم کیجائیگی کہ گویا کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔

(آمدنی پر مالگزاری کا پرتہ)

(۱۲) جب آمدنی قائم ہو گئی تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پر کس قدر مالگزاری لینا چاہئے۔ اس اہم مسئلہ کے متعلق تاریخی واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گورنمنٹ کی برابر یہ پالیسی رہی ہے کہ مالگزاری کا پرتہ ملائم رکھا جائے۔

بنگال میں جو بندوبست بذریعۂ ریگولیشن ۲ - سنہ ۱۷۹۳ء ہوا - اور جو بالآخر استمراری قرار دیا گیا - اس میں گورنمنٹ کا حصہ بعد منہائی اخراجات تحصیل وصول ۱۰/۱۱ تھا - اور مالکان آراضی کو ۱/۱۱ ملتا تھا - یہ فیصدی زمانۂ قدیم سے چلی آتی تھی - ان صوبجات کی قسمت بنارس میں کسی قدر مختلف طریقہ رائج تھا - پرگنوں کی مالیت مثل صوبۂ بنگال کے قائم کر کے عاملوں کو ٹھیکہ نامہ لکھدئے جاتے تھے - اور ان کو اختیار تھا کہ منجملہ اس مالیت کے ۱/۱۰ حصہ بطور منافع اور صرفہ کے منہا کرلیں - صوبۂ آگرہ کے باقی حصہ میں جو برٹش حکومت میں سنہ ۱۸۰۱ و سنہ ۱۸۰۳ء میں آیا تھا - پہلے بندوبست میں وہی جمع قائم رکھی گئی - اور حسب ریگولیشن ۲۷ ر سنہ ۱۸۰۳ء ۵ فیصدی عاملوں کا حصہ مقرر ہوا - گورنمنٹ کو یہ رقم عملاً ناقابل وصول پائی گئی - اور ریگولیشن ۷ ر سنہ ۱۸۲۲ء کے بموجب ۵ فیصدی -

رگیولیشن ۹ - سنہ ۱۸۲۳ء کے بموجب ۲/۳ حصہ اور قواعد سہارنپور سنہ ۱۸۵۵ء کے بموجب نکاسی پختہ کا نصف حصہ قائم ہوا - اور اصولاً یہ مالگزاری زمانہ حال تک قائم رہی - اگرچہ حال کے بند وبستوں میں واقعی رقم حسب ذیل قائم ہوئی -

بلندشہر سنہ ۱۹۱۹ء	ملعہ	فیصدی
بستی سنہ ۱۹۱۹ء	للوللعہ ۵/	"
گورکھپور سنہ ۱۹۱۹ء	سہ للعہ ۴/	"
سہارنپور سنہ ۱۹۲۱ء	ملعہ	"
مظفرنگر سنہ ۱۹۲۱ء	للوللعہ ۸/	"
متھرا تحصیل مہابن سنہ ۱۹۲۲ء	للوللعہ ۲/	"

چونکہ موجودہ عملدرآمد نے جمع کی تعداد سہ للعہ اور ملعہ فی صدی کے درمیان مقرر کردی - لہذا اصول شرح صہ فیصدی کا قائم رکھنا فضول ہے - اس کے متعلق کمیٹی کے سامنے پانچ تجویزیں پیش کی گئی ہیں جسمیں یہ فیصدی سہ اور صہ فیصدی کے درمیان مقرر ہوئی ہے -

کمیٹی کی رائے میں سہ فیصدی مالگزاری کا ہونا ایک خیالی بات ہے - اور صہ فیصدی بہت زیادہ ہے ہر پہلو پر بحث کرنے کے بعد کمیٹی نے کثرت رائے سے مسٹر برن کی تجویز جو سر ہارکورٹ بٹلر کی تجویز پر مبنی ہے منظور کی - چھ ممبر اس رائے کی تائید کرتے ہیں - اور باقی کی تائید بجز تجویز کنندہ کوئی نہیں کرتا - غیر سرکاری ممبران چاہتے ہیں کہ یہ بات تحریر میں آجائے کہ ان کا اس تجویز سے

اتفاق محض اس وجہ سے ہے کہ کوئی بھی تجویز ایسی ہو جس پر کمیٹی کا اتفاق ہو۔ کمیٹی کی تجویز جس نے ایک درمیانی راستہ نکالا ہے حسب ذیل ہے۔

بعد منہائی اخراجات ہر محال کی آمدنی کا ۴۵ فیصدی بطور مالگذاری قائم کیا جائے۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد ۴۰ فیصدی سے ۵۵ فی صدی ہو جائے۔ یا کم سے کم ۳۰ فی صدی ہو جائے بشرطیکہ امور مفصلہ ذیل کے لحاظ سے یہ مناسب ہو۔

(۱) تعداد و حیثیت مالکان۔

(۲) مالکانہ کی تعداد میں زیادتی۔

(۳) مالکان پر زیادہ اضافہ کا اثر۔

مگر شرط یہ ہے کہ بعد منہائی اخراجات آمدنی پر ۵۵ فی صدی سے زیادہ مالگذاری نہ ہوگی بجز ذیل کی حالتوں کے۔

(۱) بغرض ایک رقم قائم کرنے کے۔

(۲) موجودہ مالگذاری میں جہاں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ کمی کو پورا کرنے کے واسطے۔

ایسی حالت میں ممکن ہے کہ اس کی شرح ۶۵ فیصدی تک ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ اودھ میں وہ محال جس میں ماتحتی بندوبست ہوا ہے یا جو استمراری پٹہ پر دئے گئے ہیں۔ اُنکی مالگذاری کی شرح ان قواعد کے بموجب تشخیص ہوگی جو حسب دفعہ ۲۳۴ مرتب ہوئی ہیں۔ (دفعہ ۶۳ (۱)

اسی سلسلہ میں کمیٹی کو یہ بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر مالگذاری کی شرح ۵۰ فی صدی سے کم رکھی جائیگی تو سالانہ آمدنی کی جو تعریف ڈسٹرکٹ بورڈ ایکٹ میں درج ہے اس پر اثر پڑیگا اور نیز اُن قواعد پر جو معافی لگان کے متعلق مرتب ہوئے ہیں۔ کمیٹی کے نزدیک ان پر کسی قسم کا مباحثہ اُن کے اختیار سے باہر ہے اور بعض ممبران کا خیال ہے اور شرح کی کمی سے لفظ سالانہ آمدنی کی تعریف یا قواعد متذکرۂ بالا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(مالگذاری کے اضافہ کی انتہا)

(۱۳) چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آئندہ مطالبہ میں بمقابلہ موجودہ مطالبہ کے کس قدر اضافہ ہونا چاہیے۔

قواعد موجودہ کے رُو سے کسی ضلع میں ۳۳ فی صدی سے زیادہ اضافہ بلا منظوری گورنمنٹ آف انڈیا نہیں ہو سکتا (مینول آف گورنمنٹ آرڈرس) ضلع سے کم حصہ میں اضافہ کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے صوبۂ آگرہ کے بعض محال میں جہاں زیادہ آراضی غیر قبضہ داری ہے اضافہ سو فیصدی سے زیادہ تک ہو جاتا ہے۔ اور یکبارگی اس قدر اضافہ سے مالک آراضی کی آمدنی بہت کم ہو جاتی ہے۔

اضافہ کی انتہائی حد کے بارہ میں کمیٹی کی کثرت رائے ہے کہ گزشتہ بندوبست کے مطالبہ کا ۳۳ فی صدی رکھنا چاہیئے۔ علاوہ بریں کمیٹی کے زیادہ ممبر اوسط آمدنی ۱/۲ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔

اضافہ مالگذاری کی حد قائم کرنے کے لئے زیادہ ممبران کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) مہتمم بندوبست کسی محال کی مالگذاری میں گزشتہ بندوبست کی جمع سے ۵۰ فیصدی سے زیادہ اضافہ نہ کریگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ:-

۱- بموجب احکام دفعہ ۶۳ ج یہ تصور نہ کیا جائیگا۔ کہ مہتمم بندوبست مجاز ہے کہ کسی محال کی مالگذاری اسکی خالص آمدنی کے $\frac{1}{3}$ حصہ سے کم تشخیص کیجائے۔

۲- جب کہ بوجہ ترمیم بندوبست کوئی مالک آراضی شرح کے مطابق ادائی سے سبکدوش کر دیا گیا ہو تو سمجھا جائیگا کہ ختم ہونے والی مالگذاری یا اضافہ اوسط جو وہ سالانہ ادا کرتا ہے واقعی مالگذاری ہے۔

راجہ پرانند صاحب نے ذیل کی تجویز پیش کی۔ جسکی تائید نواب صاحب چھتاری اور رائے بہادر ٹھاکر مشعل سنگھ نے کی۔

کسی مالگذاری کی حالت میں (جس میں خاندان مشترکہ اہل ہنود شامل ہے) اضافہ مالگذاری اسکے کل علاقہ یا ایسے جزو کی بابت جو ایک علیحدہ تشخیص شدہ رقبہ میں واقع ہے۔ موجودہ مالگذاری پر ۲۵ فی صدی سے زیادہ اضافہ نہ ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ قاعدہ اُن دیہات سے متعلق نہ ہوگا۔

(الف) جس میں گزشتہ بندوبست کے بعد رقبہ زیر کاشت دس فیصدی سے زیادہ ہوا ہے۔

(ب) جس میں آراضی کی قیمت بوجہ ایسی اصلاحات تعمیر کردہ گورنمنٹ کے

بڑھ گئی ہے۔
رائے شنکر دیال صاحب نے کثرت رائے سے اختلاف کیا۔ انکی رائے میں مالگذاری میں ۵۰ فیصدی سے زیادہ اضافہ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۴) کثیر اضافہ مالگذاری کے اثر کو کم کرنے والا ایک طریقہ سنہ بڑہی کا ہے۔ کمیٹی کے نزدیک اس میں کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں ہے۔ بجز ایک مقام کے (سرکلر بورڈ۔ ۱۔ ۱۔ دفعات ۳۲ و ۳۳)
ایسے محالوں میں جہاں زیادہ پٹی دار ہوں سنہ بڑہی کا طریقہ رکھنے سے تین مرتبہ تقسیم کی ضرورت رہیگی۔ یعنی اول دوم پنج سالہ کے لیئے اور پھر بقیہ میعاد بندوبست کے لیئے ایسی صورتوں میں یہ مناسب ہوگا کہ کل بندوبست کے لیے رعایت کی جائے اور یہ رعایت اس قدر ہو جو سنہ بڑہی کے حساب سے پٹی دار کو اول دس سال میں مل سکے۔ ایسی رعایت کے لیئے بھی احکام درج کر دیئے گئے ہیں۔

(میعاد بندوبست)

طریقہ تشخیص آمدنی اور تعداد مالگذاری کے تعین کے بعد میعاد بندوبست کا مسئلہ پیش آتا ہے۔ ۱۸۰۲ء میں ایک اعلان شائع کیا گیا تھا کہ تین تین سال کے دو بندوبست اور بعد ازاں ایک چار سال کا بندوبست کیا جائیگا۔ اور اس کے بعد استمراری بندوبست ہوگا۔ ۱۸۱۲ء میں بنگال کے استمراری بندوبست کے نقائص ظاہر ہوئے اور بورڈ آف ڈائرکٹران نے بندوبست استمراری کی منظوری نہیں دی۔

لہذا پھر دو بندوبست پنج سالہ کئے گئے اور بموجب ریگیولیشن ۹ ۱۸۳۳ء بندوبست کی میعاد تیس سال کی مقرر ہوئی۔ ۱۸۶۱ء میں جب قحط پڑا تو کرنل بیرڈ اسمتھ بغرض تحقیقات وجوہ قحط مقرر ہوئے اور اُنھوں نے یہ ظاہر کیا کہ قحط کا علاج بندوبست استمراری ہے۔

۱۸۶۲ء میں سکریٹری آف اسٹیٹ نے اس رائے پر عمل کر کے یہ اعلان کیا کہ کل ہندوستان کا بندوبست استمراری ہوگا۔ اور یہ بھی تجویز ہوا کہ صوبجات ہذا میں اوّل استمراری بندوبست کیا جائے۔ کیونکہ اس وقت یہاں بندوبست کی کارروائی ہو رہی تھی۔

۱۸۶۵ء میں یہ حکم اُن قطعات کے واسطے محدود کیا گیا جہاں زراعت انتہائی حد تک پہونچ چکی تھی۔ انتہائی حد کی تشریح یہ کی گئی کہ جس قطعہ میں آراضی قابل زراعت ۸۰ فیصدی زیر کاشت ہو گئی ہو۔

آئندہ چند سالوں میں ملازمان سرکاری کی رائے بندوبست استمراری کے مخالف ہو گئی۔ کیونکہ اس سے آئندہ مالی نقصان سمجھا گیا۔

۱۸۶۷ء میں یہ حکم ہوا کہ علاوہ اُن قطعات کے جہاں آراضی قابل زراعت کی کاشت انتہائی حد تک نہیں پہونچی ہے۔ اُن قطعات کا بھی استمراری بندوبست نہ کیا جائے جہاں تیس سال کے اندر نہر سے آبپاشی ہونے کا گمان ہو۔ اور جہاں موجودہ آمدنی میں تیس فیصدی کے اضافہ کی اُمید ہو۔

۱۸۷۱ء میں صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ نے بپابندی سلکٹ کمیٹی ہوس آف کامنز اس وقت تک کے لئے بندوبست استمراری کی کارروائی ملتوی کی

جب تک کہ اسکے موافق مزید شہادتیں مہیا نہ ہوں۔ دریافت کرنے پر لفٹنٹ گورنر صوبۂ آگرہ و پنجاب و چیف کمشنر اودھ نے بندوبست استمراری کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی۔

۱۸۷۶ء میں چاندی کا نرخ گھٹ جانے سے یہ ثابت ہوا کہ نقدی تشخیص کے استعمال پر کہاں تک بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۷۹ء میں میعاد بندوبست تیس سال سے کم کرنے کی جانب توجہ ہوئی۔ اور اس پر بہت مباحثہ رہا۔ بالآخر ۱۸۹۶ء میں یہ حکم ہوا

ممالک متحدہ کے زیادہ حصہ میں	۳۰ سال
پنجاب کے زیادہ حصہ میں	۲۰ سال
ممالک متوسط میں	۲۰ سال

آئندہ پالیسی کے بابتہ جو مباحثہ کمیٹی میں ہوا وہ یہ تھا۔

بندوبست سے غرض یہ ہے کہ آراضی سے جو کچھ آمدنی ہو وہ مالک آراضی کاشتکار اور گورنمنٹ کے درمیان مناسب طریقہ پر تقسیم کیجائے۔

اگر مالگذاری کی تعداد میں کمی ہوتی ہے تو عام ٹیکس دہندگان پر زیادہ بار پڑتا ہے۔ میعاد بندوبست بڑھانے سے مالکان آراضی کا فائدہ اور گورنمنٹ کا نقصان ہوتا ہے۔

مالکانِ آراضی کی یہ خواہش ہے کہ میعاد بندوبست بڑھ جائے اور عام ٹیکس دہندگان کے لئے یہ مفید ہے کہ اگر میعاد بندوبست میں کمی نہ ہو تو کم سے کم موجودہ میعاد قائم رکھی جائے۔

مالکان آراضی کی خواہش کا اظہار راجہ پرمانند صاحب کے ایک نوٹ سے

ہوا۔ جس پر ٹھاکر مشعل سنگھ۔ رائے سیتارام اور نواب صاحب چھتاری کے بھی دستخط ہیں۔ اور اسکا مضمون حسب ذیل ہے۔

کاغذات بندوبست سے بندوبست کی ترمیم کے جو نقائص ظاہر ہوتے ہیں اُن میں سب سے اہم یہ ہیں۔

(۱) بے اطمینانی سے بےچینی۔

(۲) زراعت پیشہ لوگوں کو تکلیف۔

(۳) بےچینی جو غلط تشخیص سے ہوتی ہے۔

(۴) اصلاحات کے اخراجات میں کمی ہوتی ہے۔

(۵) میعاد کے آخر سال میں زراعت کی خرابی۔

جب کہ تمام آراضی قابل زراعت کاشت میں آگئی اور مالگذاری اس حد تک پہونچ گئی جس سے زیادہ کرنا خلاف انصاف ہوگا تو ظاہراً جہاں تک اضافہ کا تعلق ہے وہ خود استمراری ہو گیا۔ بعض اصحاب کی رائے ہے کہ اب وہ حد پہونچ گئی۔ اور بندوبست استمراری واجب ہو گیا۔ مگر بلحاظ اختلاف رائے بعض اشخاص اور اس اُمید پر کہ کل صوبہ کے واسطے بندوبست استمراری آئندہ ہوگا۔ اس وقت ہم اس امر پر زور دیتے ہیں کہ بندوبست کی میعاد تیس سال سے کہیں زیادہ ہونا چاہیے۔

اس بحث کے مطابق یہ تجویز ہوئی کہ بندوبست ۴۰۔ ۵۰۔ اور ۶۰ سال کا ہونا چاہیے۔ رائے بہادر شنکر دیال اگرچہ بندوبست استمراری کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بندوبست پچاس سال کا نہ ہونا چاہیے۔

مسٹر اجودھیا داس کی خواہش تھی کہ ۴۰ سال کا بندوبست کیا جائے مگر ان مقامات پر جہاں آراضی ساقط الملکیت۔ یا قبضہ دار یا قانونی کاشتکاران کے قبضہ میں ہے اور جہاں ۷۰ فیصدی آراضی زیر کاشت ہے وہاں بندوبست کی میعاد ۶۰ سال ہونا چاہیئے۔

رائے سیتارام صاحب نے یہ رائے دی کہ تمام اضلاع کے واسطے آئندہ بندوبست ۶۰ سال کا ہونا چاہیے اور ان اضلاع میں جہاں بندوبست گزشتہ دس سال کے اندر کیا گیا ہے یعنی اٹاوہ۔ فتحپور۔ الٰہ آباد۔ پیلی بھیت۔ گورکھپور۔ بستی۔ بلند شہر۔ سہارنپور و مظفر نگر میں میعاد پچاس سال جسکا آغاز سال ترمیم سے ہو رکھی جاے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہر محال میں جہاں مستقل ذرائع آبپاشی گورنمنٹ کے صرفہ سے بعد بندوبست ہوئے ہیں جن سے نکاسی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ وہاں کی میعاد کم کردیجائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ مشکوک مقامات پر میعاد بندوبست کم نہ ہو۔

اس بحث کے جواب میں مخالف ممبران یہ کہتے ہیں کہ ترمیم بندوبست کے نقائص جو کاغذات میں موجود ہیں وہ اُس وقت صحیح تھے۔ جب وہ لکھے گئے تھے مگر اب وہ حالت باقی نہیں ہے۔ کارروائی بندوبست اس زمانہ میں بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اب غیر اطمینانی حالت و دیگر تکالیف میں بھی کمی ہو گئی ہے۔

غلطیوں کی صحت میعاد بندوبست بڑھ جانے سے نہیں ہو سکتی۔ اصلاحات کے اخراجات میں کمی بحالت کمی میعاد بندوبست محض خیالی ہے۔ اگر یہ بات واقعی ہوتی تو بلا لگانی محال میں بمقابلہ لگانی محال کے زراعت کی حالت اچھی ہوتی اور کاشتکار

خوش و خورم ہوتے۔

بندوبست کے آخر سال میں زراعتی خرابی اب نہیں ہوتی۔ زمین کی حالت خراب کر کے مہتمم بندوبست کو دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور جنھوں نے ایسی کوشش کی۔ انھیں نقصان ہوا۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں میعاد بندوبست کم کرنے کے بابت جو وجوہ پیش کئے گئے تھے وہی اب زیادہ سختی سے پیش کئے جاتے ہیں۔ بمقابلہ گزشتہ زمانہ کے اب ترمیم بندوبست سے زیادہ فائدہ ہے۔ مثلاً

آگرہ میں سنہ ۷۲-۱۸۷۱ء میں آٹھ لاکھ سے کسی قدر زیادہ صرفہ میں پونے دو لاکھ کا اضافہ ہوا۔

سنہ ۱۹-۱۹۱۶ء کے بندوبست میں پونے تین لاکھ کے خرچہ سے مالگذاری میں سوا سات لاکھ روپیہ کا اضافہ ہوا۔

علاوہ بریں کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ تشخیص میں سختی نہ ہونا چاہئیے تشخیص علیحدہ علیحدہ محال کی کر دی گئی ہے۔ اور شرح مالگذاری میں کمی ہو گئی ہے۔ اگر کمیٹی کی سفارش کا پورا نفاذ ہوا تو ترمیم بندوبست سے گورنمنٹ کو بہت کم فائدہ ہوگا۔

کمیٹی کے کسی ممبر نے بندوبست استمراری کے لئے زور نہیں دیا ممبران نے کثرت رائے سے جو بحث اُن کے خلاف تھی منظور کر لی۔

(۱) بندوبست استمراری مالگذاری کو محدود کر دیتا ہے۔ حالانکہ گورنمنٹ کے اخراجات بمقابلہ آمدنی بڑھتے جاتے ہیں۔

(۲) اس سے آراضی میں حقوق کے شکمی انتقالات بہت ہوجاتے ہیں۔

(۳) اس سے اچھے اور بُرے مالی تغیرات کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا۔ مثلاً

نرخ بازار اصلاحات یا خرابی آراضی کی حالت میں۔

میعاد بندوبست کے لیے چھ ممبران موجودہ نے بعد بحث یہ رائے قائم کی کہ

میعاد تیس سال سے بڑھنا چاہیے۔

مسٹر برن کی مفصلۂ ذیل تجویز پانچ ممبران نے منظور کی کہ میعاد بندوبست

تیس سال کی ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ لوکل گورنمنٹ بمنظوری گورنمنٹ آف انڈیا

اس مُدت سے زیادہ میعاد کا بندوبست کرے۔

بلحاظ زیادتی آبادی۔ بلحاظ زیادتی آراضی قابل زراعت زیر کاشت ہونے

کے اور نیز بلحاظ اِس کے کہ لگان کی مقدار پوری ہوچکی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے

کہ لوکل گورنمنٹ خاص وجوہ سے مثلاً

خرابی آراضی۔ آمدنی کا اخفا یا عمداً آراضی کاشت نہ کرنا۔ کم میعاد کی

بندوبست کا حکم صادر کرے گی۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ قطعات جہاں دریا برد و برآر کا خیال ہے۔ لوکل

گورنمنٹ کم میعاد کا بندوبست کرے۔

اس امر کے تصفیہ کے لیے کہ آیا کوئی ضلع یا مقامی رقبہ کا بندوبست کیا

جائے۔ لوکل گورنمنٹ کو امور ذیل کا لحاظ کرنا چاہیے۔

(۱) آیا بمقابلہ اخراجات کے مالگذاری میں معتدبہ فائدہ ہوگا۔

(۲) ایسی حالت میں کہ جب اضافہ کی اُمید ہو تو ترمیم بندوبست کے التوا کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں۔

(۳) آیا موجودہ تشخیص مناسب یا زیادہ سخت ہے اور کافی وجوہ اس امر کے ہیں کہ بلا اُمید اضافۂ مالگذاری ترمیم بندوبست کی کارروائی کیجائے
کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ ذیل کی دفعہ مسودۂ قانون میں بڑھائی جائے۔

(۱) جب کسی ضلع کے بندوبست کی مقررہ میعاد قریب اختتام ہو تو لوکل گورنمنٹ یہ حکم صادر کرے گی کہ ایک ابتدائی نقشہ تخمینہ حسب قواعد مندرجہ دفعہ ۲۳۴-جس سے معلوم ہو سکے کہ ترمیم بندوبست سے کیا نیتجہ ہوگا لیجسلیٹو کونسل کی میز پر رکھدے اور ایک تاریخ مقرر کیجائیگی جسکے بعد گورنمنٹ وہ تمام اعتراضات یا تجاویز کو جو اسکی بابت کی گئی ہوں غور کرکے فیصلہ کریگی کہ آیا اُس ضلع یا مقامی رقبہ کی ترمیم بندوبست کی کارروائی ہوگی یا نہیں۔

(۲) اس ابتدائی نقشہ تخمینہ کے ترتیب کے قواعد اور امور ذیل کے نتائج کے متعلق بھی احکام ہونگے۔

(الف) آراضی زیر کاشت کے رقبہ میں تغیر و تبدل۔

(ب) رقبۂ آراضی جس میں ذرائع آبپاشی ہیں اس میں کیا تغیر ہوا۔
مع اس تصریح کے کہ کسی آراضی کے اصلاح میں گورنمنٹ نے روپیہ صرف کیا ہے۔ اور زمیندار یا کاشتکار کے مصارف سے

کہاں اصلاح ہوئی ہے۔

(ج) آمدنی کا تغیر۔

(د) نرخ کا تغیر۔

(ہ) شرح لگان کی حالت۔

(و) آیا ضلع یا مقامی رقبہ کی کوئی مستقل حالت ہے یا تغیر پذیر ہے۔

(ز) تقسیم مالگذاری۔

(ح) کاغذات دیہی کی حالت۔

(ط) آمد و رفت کے ذرائع میں کیا اصلاح ہوئی۔

(ی) پیداوار کے جمع کرنے اور کاٹنے کے طریقہ میں کوئی تغیر ہوا۔

(ک) مالکان و کاشتکاران کی مالی حالت کیا ہے۔

ترمیم قانون مالگذاری

۲۴ر اگست ۱۹۲۶ء کے جلسۂ کونسل میں بمقام نینی تال مسئلہ "ترمیم قانون مالگذاری" پیش ہوا۔ اور اس موقع پر خان بہادر صدیق احمد اسسٹنٹ سکریٹری انجمن نے حسب ذیل تقریر کی۔

جب کبھی ملک کے افلاس اور غربت اور زراعت پیشہ لوگوں کی حالت زار دکھا کر گورنمنٹ سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ سرکاری مالگذاری میں کچھ تخفیف ہونی چاہیے۔ تو گورنمنٹ ہمیشہ جنرل ٹیکس پیرز یعنی عام ٹیکس دہندگان کی آڑ

پکڑ کر یہ عذر کر دیتی ہے کہ کسی خاص فرقہ کے فائدے کے لئے عام ٹیکس دہندگان کو نقصان نہیں پہونچایا جا سکتا۔ اور جب تک کہ عام ٹیکس دہندگان کا نقصان نہ کیا جائے کسی خاص فرقہ کو فائدہ نہیں پہونچایا جا سکتا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ عام ٹیکس دہندگان سے گورنمنٹ کا کیا مطلب ہے۔

جس حالت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس صوبہ کی مجموعی آبادی میں پچھتر فیصدی وہ لوگ ہیں جو یا تو خود زراعت پیشہ ہیں۔ یا جنکی بسر اوقات زراعت کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

سال حال کے صوبہ کے بجٹ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ اُس کل آمدنی کے جو ٹیکس سے وصول ہوئی ہے (علاوہ نہروں کی آمدنی کے) اَڑسٹھ فیصدی زراعت پیشہ ادا کرتے ہیں۔ اور دیہات کی کُل آبادی جو تقریباً نواسی فیصدی ہے۔ وہ ہر قسم کے ٹیکس جو مُلک میں رائج ہیں دیتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صوبہ میں زراعت پیشہ ہی لوگ ایسے ہیں جو ہر کام میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔

وہ ہندوستان کی دودھاری گائیں ہیں۔ اور اس صوبہ کی آمدنی کی ریڑھ کی ہڈی کہے جانے کے مستحق ہیں۔ اور وہی اس صوبہ کی مجموعی ٹیکس کی آمدنی کا ⅔ حصہ ادا کرتے ہیں۔ اور اسکے علاوہ عام آمدنی میں بھی نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ ان وجوہات سے یہ کیونکر ممکن ہے کہ عام ٹیکس دہندگان کی فہرست سے اُن کا نام خارج کیا جائے جب یہ امر واقعہ ہے کہ زراعت پیشہ ہی لوگ ملک کی کسی دوسری جماعت یا فرقہ کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ٹیکس ادا کرتے ہیں تو یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ دراصل زراعت پیشہ ہی لوگ عام ٹیکس دہندگان ہیں۔ اور یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے

کہ جو رعایت زراعت پیشہ لوگوں کے ساتھ کیجائیگی۔ اُس سے عام ٹیکس دہندگان کو نقصان پہونچیگا۔ یا کسی دوسرے فرقہ کی اُس سے حق تلفی ہوگی۔

اس موقع پر یہ بات بھی قابل گزارش ہے۔ کہ عام ٹیکس دہندگان جو اس صوبہ میں زراعت پیشہ لوگوں سے علیحدہ کوئی جماعت سمجھی جاتی ہے اور گورنمنٹ ہمیشہ جسکا ہوّا بناکر پیش کرتی ہے۔ اُسکی تعداد اس صوبہ میں صرف گیارہ فیصدی ہے۔ اور اس گیارہ فیصدی کے تحفظ کے حیلہ سے نواسی ۸۹ فیصدی کا خون کیا جاتا ہے۔ کیا یہ قرین انصاف ہے؟۔

زراعت کا مسئلہ دراصل زراعت پیشہ لوگوں کی موت اور زیست کا مسئلہ ہے۔ اور جسکے مناسب طریقہ سے حل کرنے پر اس صوبہ کی چالیس ملین آبادی کی فلاح اور بہبود کا دارومدار ہے۔

رپورٹ مردم شماری ۱۹۲۱ء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ پچاس سال میں یعنی ۱۸۷۲ء سے ۱۹۲۱ء تک ان صوبجات کی آبادی میں سینتیس ۳۷ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔ اور اگر طاعون اور انفلوئنزا کی وجہ سے تقریباً اُنیس ۱۹ لاکھ آدمی نذر اجل نہ ہو جاتے۔ تو آبادی کے اضافہ کی تعداد سینتیس ۳۷ لاکھ سے کہیں زیادہ ہوتی۔ بہرحال جو موت کے مُنہ سے بچ گئے۔ اُنکے حساب سے بھی ہر سال چھہتر ۷۶ ہزار یعنی دو سو ۲۰۰ یومیہ کھانے والوں کی تعداد اس صوبہ میں بڑھتی رہتی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس صوبہ میں رقبۂ آراضی قابل کاشت کس قدر ہے۔ صوبہ کی موسم اور فصل کی رپورٹ ۲۵-۱۹۲۴ء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس

صوبہ میں رقبہ قابل کاشت ۳۵۰۶۹۰۰۰ ایکڑ ہے۔ جس میں آفات ارضی و سماوی کی وجہ سے ۱۰۳۳۳۰۰۰ ایکڑ زیر کاشت نہیں ہوتا ہے۔

اسکے علاوہ ہز اکسلنسی سر ہار کورٹ بٹلر نے اپنے مشہور و معروف میمورنیڈم میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس بات کا صحیح اندازہ کرنا بہت مشکل ہے کہ منجملہ رقبہ قابل کاشت کے کس قدر آراضی زیر کاشت آئی۔ کیونکہ بڑے بڑے اوسر کے میدان ہمارے موجودہ نقشہ جات میں قابل کاشت آراضی کے تحت میں دکھائے گئے ہیں۔

اپریل ۱۹۱۰ء میں صاحب چیف سکریٹری گورنمنٹ نے ایک سوال کے جواب میں جو مجموعی رقبہ زیر کاشت کے متعلق کونسل میں پیش ہوا تھا۔ اُس کا یہ جواب دیا تھا کہ:۔

مفصلۂ ذیل اکیس اضلاع میں منجملہ رقبۂ قابل کاشت کے اسّی فی صدی یا اُس سے زیادہ زیر کاشت آچکا ہے۔ وہ اضلاع یہ ہیں۔

سہارنپور۔ مظفر نگر۔ میرٹھ۔ بلند شہر۔ علی گڑھ۔ مین پوری۔ بریلی۔ بدایوں۔ مراد آباد۔ شاہجہانپور۔ بنارس۔ بلیا۔ گورکھپور۔ بستی۔ سیتاپور۔ فیض آباد۔ سُلطانپور۔ پرتاب گڑھ۔ بارہ بنکی۔

۱۹۱۰ء کے بعد یقیناً آراضی کی مانگ بہت زیادہ رہی ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ بعض اضلاع میں اب کُل رقبۂ کاشت زیر کاشت آگیا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حالت میں جو ملک کی ہو رہی ہے۔ کیا اس صوبہ کی پیداوار روز افزوں آبادی کی پرورش کے لئے کفایت کرسکتی ہے؟۔

اگر نہیں کر سکتی تو اسکا اثر سوائے عام تباہی پریشانی اور بے اطمینانی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

جب تک گورنمنٹ کوئی ایسی اسکیم نہ بنائیگی جس سے زراعت پیشہ لوگ اپنے قرض سے سبکدوش ہو کر فارغ البال نہ ہو جائیں اور اپنی ضروریات مہیا کرنیکے بعد کچھ پس انداز نہ کر سکیں اور جب تک گورنمنٹ میعاد بندوبست میں معتدبہ اضافہ اور تشخیص مالگذاری میں معقول تخفیف نہیں کرگی اور اسی کے ساتھ مالکان آراضی وصول واضافہ لگان میں نرمی اور ملائمت کا برتاؤ نہ کرینگے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اور دوسرا طریقہ زراعت پیشہ لوگوں کی آئندہ فلاح کا کیا ہو سکتا ہے۔

اسکے متعلق حال میں ہمارے وائسرائے لارڈ اردن نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"گورنمنٹ کا پہلا فرض، اصل مقصد اور خاص غرض یہ ہونی چاہیئے کہ زراعت پیشہ لوگ خوشحال اور مطمئن ہو جائیں"

اِس جگہ یہ عرض کرنا شاید بے موقع نہ ہوگا۔ اور جیسا کہ میرے دوست نے اس سے قبل ظاہر کیا تھا کہ :-

"انگلستان میں آراضی کا ٹیکس چار شلنگ فی پونڈ یعنی بیس فیصدی ہے۔ جب انگلستان جیسے زرخیز ملک میں بیس فیصدی آراضی کا ٹیکس کافی اور مناسب سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر ہندوستان کے لیئے جو مسلمہ طور پر نہایت غریب اور مفلس ملک ہے وہ کیوں ناموزوں اور نامناسب سمجھا جاتا ہے۔ اور یہاں کیوں ۴۵- ۴۰- اور ۵۰ فیصدی پر اصرار کیا جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ گورنمنٹ ان مشکلات کے حل کرنے میں بشرطیکہ وہ چاہے

کامیاب ہوگی۔ اور پرپتہ اور شرح مالگزاری اور میعاد بندوبست کے قائم کرنے میں وہ رعایا کی ہمدردی اور اُنکی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی فیاضی کا ثبوت دیگی۔ جیسا کہ ہر موقع پر وہ مالکان آراضی کی فیاضی کے حوالہ سے اپیل کیا کرتی ہے اور کبھی اُسکی اپیل خالی نہیں جاتی۔

مجھے اسکا ذاتی علم ہے کہ بعض مالکان آراضی کو باوجود مقروض ہونکے گورنمنٹ کی ایسی اپیل کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے اور اُنھوں نے نہایت خوش دلی اور سیر چشمی سے اپنی واقعی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔

مجھے نہایت خوشی ہے کہ ہمارے اُن دوستوں نے بھی جو موقع اور بے موقع جا اور بیجا مالکان آراضی کی مخالفت پر آمادہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ آگرہ ٹیننسی ایکٹ کے موقع پر پیش آچکا ہے۔ اِس مسئلہ میں مالکان آراضی کی حمایت کی ہے۔ میں اپنے اُنھیں دوستوں کو و نیز گورنمنٹ کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مالکان آراضی کے پاس جو روپیہ اُنکی روز افزوں ضروریات سے بچ جاتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں ملک کے فائدے اور پبلک کے کاموں میں صرف ہوتا رہتا ہے۔ اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ ان صوبجات میں صدہا اسکول و کالج۔ شفاخانہ و اسپتال یتیم خانے اور محتاج خانے وغیرہ وغیرہ انھیں مالکان آراضی کے روپیہ سے قائم ہوئے ہیں اور چلائے جارہے ہیں۔ اگر مالکان آراضی کی خدانخواستہ حالت سقیم ہوئی۔ اور اُنکی آمدنی کے ذرائع محدود ہوگئے۔ اور وہ کچھ پس انداز نہ کرسکے تو وہ مجبوراً ایسے کار خیر میں جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ شرکت سے معذور رہیں گے۔ اور اُس وقت

گورنمنٹ کی وہ اپیلیں جو چندوں کے لیے آئے دن ہوا کرتی ہیں بے اثر ہو جائینگی۔ اور ہمارے بہت سے احباب بڑے بڑے محتتانے، شکرانے اور فیسوں سے جو انھیں زیادہ تر مالکانِ آراضی سے وصول ہوتی ہیں محروم ہو جائیں گے۔

آج مالکان آراضی گورنمنٹ کی فیاضی، رحم دلی اور مراحم خسروانہ سے اپیل کرتے ہیں۔ اور وہی چلتا ہوا جادو جس سے وہ ہمیشہ خود مسخر ہو جاتے ہیں۔ گورنمنٹ کے مقابلہ میں استعمال کر کے یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا اسکا اثر کچھ گورنمنٹ پر بھی ہوتا ہی یا نہیں باوجود اسکے کہ گورنمنٹ نے ابھی مالکان آراضی کے ساتھ، انتہائی سختی یا نامہربانی، اور بہاڑ پر ہونے کی وجہ سے ایک حد تک سنگدلی کا برتاؤ کیا ہے۔ تاہم اُنھیں یہ اُمید ہے کہ گورنمنٹ اس مسئلہ کا فیصلہ محض اضافۂ مالگذاری کے نقطہ نظر سے نہیں کریگی۔ کیونکہ اس مسئلہ میں رعایا کا یا کسی دوسرے فریق کا بیر درمیان میں نہیں ہے، اور یہ مسئلہ محض مالکان آراضی اور گورنمنٹ کے درمیان ہے۔ اور اِس میں گورنمنٹ مالکان آراضی کے ساتھ جو کچھ رعایت کریگی۔ اُس سے کسی کی حق تلفی کا اندیشہ نہیں ہے۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کے تصفیہ میں گورنمنٹ اپنے فرض اولین کو نہ بھول جائیگی جسکا حضور وایسرائے نے اپنی تقریر میں اعادہ فرمایا ہے۔"

غرضکہ دفعہ ۶۳ (ب) کے فقرۂ دوم سے رقم پچاس روپیہ کی خارج ہو کر پینتالیس منظور ہوئی۔

بعض اضلاع میں جہاں بندوبست کا کام جاری تھا وہاں یہ شکایت تھی کہ ریکارڈ افسرانِ شکمی کاشتکار کو بطور اصلی کاشتکار کے صحیح کر دیتے ہیں۔ ۲۶ مئی ۱۹۲۶ء کو

پریسیڈنٹ صاحب انجمن نے کمشنر صاحب بندوبست کو اس بے ضابطگی کی جانب توجہ دلائی۔ اور ۲؍جون ۱۹۲۷ء کو کمشنر صاحب بندوبست نے اُس تحریر کا یہ جواب دیا کہ :-

"مہتمانِ بندوبست سے دریافت کرنے پر یہ معلوم ہوا ہے کہ ریکارڈ افسران کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس بات کی تحقیقات کریں کہ اصلی پٹے کون ہیں اور رعایتی لگان پر کون پٹے دیئے گئے ہیں۔ اِس قسم کی تحقیقات بہت ضروری ہے۔ کیونکہ صرف اودھ ہی میں نہیں بلکہ صوبۂ آگرہ میں بھی یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ مالکانِ آراضی اصلی لگان کے اخفا نیز اس خیال سے کہ حق کاشتکاری نہ پیدا ہو۔ اپنے عزیزوں اور متوسلین کے نام فرضی پٹے کر دیتے ہیں۔ جن تعلقداروں کو اسکی شکایت ہو۔ اُنکے لئے چارہ کار یہ ہے کہ وہ کمشنران قسمت کے یہاں ریکارڈ افسران کے فیصلہ کا اپیل کریں۔"

نقل مراسلت کمشنر صاحب بندوبست تعلقداروں کے پاس اطلاعاً بھیجدی گئی۔ اور یہ درخواست کی گئی کہ ایک فہرست ایسے مقدمات کی وہ دفتر انجمن میں بھیجدیں۔ تاکہ بشرط ضرورت انجمن کی جانب سے مزید کارروائی کی جائے۔

اسکے بعد یہ مسئلہ ۹؍اگست ۱۹۲۷ء کے جلسۂ اگزیکیوٹف کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ انجمن ہند اودھ کو اس خبر سے نہایت تشویش پیدا ہو گئی ہے کہ بعض اضلاع میں جہاں بندوبست کی کارروائی جاری ہے۔ وہاں ریکارڈ افسران نے بعض پٹوں کو جو مالکانِ آراضی کے اعزا اور ملازمان کے نام تھے اُنھیں ناجائز قرار دے کے شکمی

کاشتکاروں کو بغیر اُن کی درخواست یا عذرواری کے بطور اصلی کاشتکار کے درج کردیا ہے۔ ریکارڈ افسران کی یہ کارروائی خلاف اصول اور مالکان آراضی کے حقوق و اختیارات کے منافی ہے۔ اور اُنکے اعزا و ملازمان کو اُنکی مقبوضہ اراضی سے محروم کرتی ہے۔ اِس کارروائی سے یقیناً بلا ضرورت فساد اور مقدمہ بازی شروع ہوگی۔ جسے گورنمنٹ ہمیشہ روکنا چاہتی ہے۔ بوجوہات بالا کاغذات دیہی میں ایسے غلط اندراج سے انجمن سخت اختلاف کرتی ہے اور یہ درخواست کرتی ہے کہ بورڈ مال براہ مہربانی ریکارڈ افسران کو یہ ہدایت کردے کہ وہ ایسی ناجائز اور خلاف ضابطہ کارروائی کریں۔

نقل رزولیوشن مذکورۂ بالا ۱۰ اگست ۱۹۲۷ء کو بورڈ مال کی خدمت میں بھیجی گئی۔ جس کے جواب میں کیم ستمبر ۱۹۲۷ء کو کمشنر صاحب بندوبست کی تحریر مورخہ ۲ جون ۱۹۲۷ء کا حوالہ دیتے ہوئے سکریٹری بورڈ مال نے یہ تحریر کیا کہ بورڈ اس معاملہ میں کوئی مزید کارروائی نہیں کرسکتا جن اشخاص کو شکایت ہے انھیں یا تو کمشنر صاحب کے یہاں اپیل کرنا چاہیے۔ یا کسی خاص مقدمہ کا جسمیں وہ بے ضابطگی سمجھتے ہیں۔ حوالہ دینا چاہیے۔

مسودۂ قانون مالگذاری وبندوبست

۳۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء کے جلسۂ اکزیکیو ٹو کمیٹی میں مسودۂ قانون مالگزاری وبندوبست مشتہرہ گورنمنٹ گزٹ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ۔ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء معہ خط سکریٹری صاحب یو۔پی۔ زمیندار ایسوسی ایشن پیش ہوکر تجویز ہوا کہ :۔

(۱) تعلقداروں کو اس بات کا افسوس ہے کہ خلاف عملدرآمد قدیم گورنمنٹ نے

مسودۂ قانون مالگذاری و بندوبست کے متعلق اُن سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔

(۲) مالگذاری و بندوبست کے اصول و قواعد متعلق کارروائی کو قانون کی شکل میں لانے کے لئے تعلقداروں کو اُسی قدر انہماک ہے جتنا کہ گورنمنٹ کو۔

(۳) تعلقداروں کی یہ رائے ہے کہ موجودہ مسودۂ قانون نہایت مختصر اور بعض باتوں میں بالکل ناکافی ہے۔

(۴) اس موقع پر تفصیل سے قطع نظر کرکے تعلقداران گورنمنٹ کے ساتھ اشتراک عمل کرنے اور جہاں تک ممکن ہو اُسکی خواہشات کی متابعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ گورنمنٹ براہ عنایت اُنکے مطالبات پر جن کا اثر مالگزاری ادا کرنے والوں کی فلاح و بہبود پر پڑتا ہے۔ ہمدردی سے توجہ فرمائے۔

(۵) نقل اس رزولیوشن کی بغرض اطلاع گورنمنٹ میں و نیز سکرٹری صاحب یو، پی، زمیندار ایسوسی ایشن مظفرنگر کے پاس بھیجی جائے۔

(۶) اس خیال سے کہ مسودۂ قانون مالگزاری و بندوبست کونسل میں پیش ہونے والا ہے۔ یہ بھی تجویز ہوا کہ ایک سلکٹ کمیٹی اِس غرض سے مقرر کیجائے کہ وہ مسودۂ قانون مذکورۂ بالا کی ترمیمات پر غور کرکے ایک یادداشت مرتب کرے۔ اور سلکٹ کمیٹی کو یہ بھی اختیار دیا جائے کہ اگر ضرورت ہو تو منجانب انجمن وہ اس معاملہ کو گورنمنٹ میں پیش کرے۔

۳۱ راکتوبر ۱۹۲۷ء کو نقل رزولیوشن مذکورۂ بالا گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ جسکے جواب میں رونیو سکرٹری گورنمنٹ نے بذریعۂ مراسلت مورخہ ۴ رنومبر ۱۹۲۷ء یہ دریافت

کیا کہ مسودۂ قانون میں جو نقائص انجمن سمجھتی ہے اور جن ترمیموں کی ضرورت خیال کرتی ہے اُنھیں مفصل تحریر کرنا چاہیئے۔

۱۴ر نومبر ۱۹۲۷ء کو مراسلت گورنمنٹ پر غور کرنے اور ترمیمات کی یادداشت تیار کرنے کی غرض سے سلکٹ کمیٹی مذکورۂ بالا کا ایک جلسہ ہوا جس میں یادداشت ترمیمات مرتب کی گئی۔ اور ۱۹ر نومبر ۱۹۲۷ء کو گورنمنٹ کی مراسلت کا مفصل جواب بھیجا گیا۔ اس تحریر کا کوئی جواب نہیں آیا۔ لیکن یکم اگست ۱۹۲۸ء کو آنریبل فنانس ممبر نے مسودۂ قانون پر مشورہ کرنے کی غرض سے چند تعلقداروں کو نینی تال میں بلایا۔

آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب۔ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب۔ اور راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب جو اُس وقت وزیر تعلیم تھے اِس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اور مالکان اراضی کے نقطۂ خیال سے جن ترمیموں کی ضرورت مسودۂ قانون میں وہ سمجھتے تھے اُنھیں بالتفصیل ظاہر کیا۔ اور آنریبل فنانس ممبر نے اُن پر غور اور لحاظ فرمانے کا وعدہ کیا۔

۸ر اگست ۱۹۲۸ء کو مسلۂ ترمیم قانون بندوبست و مالگزاری مع نقل کارروائی جلسہ جو بموجودگی آنریبل فنانس ممبر بمقام نینی تال بتاریخ یکم اگست ۱۹۲۸ء منعقد ہوا تھا۔ وہ اگزیکیوٹو کمیٹی انجمن کے جلسہ میں پیش ہو کر یہ طے پایا کہ ایک اور سلکٹ کمیٹی مسودہ قانون پر ایک مفصل نوٹ مرتب کرنے کی غرض سے مقرر کیجائے۔

۲۷ر اگست ۱۹۲۸ء کو اس سلکٹ کمیٹی کا جلسہ ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ وہ نوٹ جسے شیخ محمد حبیب اللہ صاحب نے تیار کیا ہے وہ نہایت مناسب ہے۔ آئندہ جب

گورنمنٹ دوسرا مسودہ قانون کونسل میں پیش کرنے کی غرض سے مرتب کرکے شایع کرے۔ اُس وقت یہ دیکھکر کہ گورنمنٹ نے اُن ضروری امور کو جنکی بابت توجہ دلائی گئی ہے۔ مسودۂ قانون میں اضافہ کیاہے یانہیں۔ یہ کمیٹی اپنی تجویز بعد غور پیش کرسکتی ہے۔ فی الحال یہ مسئلہ بہ انتظار جدید مسودۂ قانون ملتوی رہے۔

یکم ستمبر ۱۹۲۸ء کو یہ مسودۂ قانون پھر گزٹ میں شائع ہوا۔ اور یہ دیکھکر کہ اُسمیں کوئی ترمیم حسب خواہش تعلقداران نہیں کی گئی۔ یہ مسئلہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۸ء کو پھر انجمن کی اکزیکیو ٹو کمیٹی میں پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ:-

"مسودۂ قانون بندوبست ومالگزاری جو یکم ستمبر ۱۹۲۸ء کے گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ اور جو اسی مہینہ میں کونسل میں پیش ہونے والا ہے۔ اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جو ۱۹۲۷ء میں شایع ہوا تھا اور جسکی بابت انجمن سے بذریعۂ مراسلت مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء اعتراض کیا گیا تھا اور جس میں چند ضروری واہم ترمیمات کے اضافہ کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کی گئی تھی۔

چونکہ گورنمنٹ نے مسودۂ قانون میں کوئی ترمیم جسکی بابت زبانی وتحریری عرض کیا گیا تھا۔ مسودہ میں نہیں فرمائی ہے۔ اور یہ مسودہ کلیتاً اُن سفارشوں کے مطابق نہیں ہے جنھیں جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی نے اُسکے متعلق کیا تھا۔ لہذا یہ مسودۂ قانون بندوبست ومالگزاری جس صورت میں کہ وہ اس وقت شائع ہوا ہے۔ کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔

یہ جلسہ انجمن ممبران لیجسلیٹو کونسل صوبجات ہذا سے عموماً اور مالکان آراضی

خصوصاً یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا مسودۂ قانون میں اُن ضروری دفعات کے اضافہ اور ترمیم کے متعلق جو ۱۹۲۶ء کے مسودۂ قانون میں موجود تھیں اور جنھیں سلکٹ کمیٹی اور بالآخر کونسل نے منظور کیا تھا۔ پوری جدوجہد کرکے مالکان اراضی کے حقوق کی حفاظت کریں۔

رزولیوشن مذکورۂ بالا کی نقلیں مع پمفلٹ مرتبۂ خان بہادر مولوی فصیح الدین صاحب جس کی تنو کاپیاں انجمن سے خرید کی گئی تھیں جملہ ممبران کونسل کو تقسیم کی گئیں۔ اور اسسٹنٹ سکریٹری انجمن جو اسی غرض سے نینی تال بھیجے گئے تھے وہ ممبران کونسل سے ملے۔ اور ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کو بمقام نینی تال ممبران کونسل کا ایک جلسہ منعقد کرنے کا انتظام کیا جس میں اکثر ممبر صاحبان شریک ہوئے۔ اور یہ جلسہ بصدارت راجہ صاحب سلیم پور ہوا۔ اسسٹنٹ سکریٹری انجمن نے جملہ کاغذات مع تجاویز انجمن ہندا و دیگر متعلق ترمیم مسودۂ قانون پڑھ کر سنائے۔ اور خان بہادر مولوی فصیح الدین صاحب نے موجودہ قانون کے نقائص اور یہ کہ کون کون بات نہایت اہم اور مسودہ میں قابل اضافہ ہے نہایت وضاحت سے بیان کئے۔ اور بعد غور و بحث یہ طے ہوا کہ " مفصلۂ ذیل اصحاب کل گیارہ بجے دن کو آنریبل فنانس ممبر سے مل کر یہ درخواست کریں کہ کمی وقت کی وجہ سے اس مسودۂ قانون پر انھیں باہم پورے طور پر تبادلۂ خیال کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لئے اس سشن میں یہ مسودۂ قانون کونسل میں پیش نہ کیا جائے۔

غرضکہ حسب تجویز بالا۔ راجہ صاحب سلیم پور۔ راجہ بہادر کوشل پال سنگھ صاحب

شیخ محمد حبیب اللہ صاحب، خان بہادر فضل الرحمن خاں صاحب، اور رائے بہادر بابو موہن لال صاحب نے آنریبل فنانس ممبر سے مل کر گفتگو کی۔ آنریبل فنانس ممبر نے کہا کہ وہ بہت جلد اس مسودۂ قانون کو کونسل سے پاس کرانا چاہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اُنھوں نے یہ بھی یقین دلایا کہ مالکانِ آراضی کو وہ کل ترمیمیں جو وہ چاہتے ہیں سلکٹ کمیٹی میں پیش کرنے کی اجازت دی جائیگی۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً ممبران کونسل سے مشورہ ہوا اور بالآخر یہ طے پایا کہ ایک یادداشت اُن اصول ترمیمات کی تیار کر کے آنریبل فنانس ممبر کو دیدی جائے اور جس وقت مسودۂ قانون کونسل میں پیش ہو تو وہ ترمیمات بھی پیش کیجائیں اور اُنکے متعلق آنریبل فنانس ممبر و نیز آنریبل پریسیڈنٹ کونسل سے یہ رولنگ حاصل کی جائے کہ سلکٹ کمیٹی میں اُن ترمیمات کے پیش کرنے کے متعلق کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ اگر فنانس ممبر اور پریسیڈنٹ کونسل بالاتفاق اس بات کا یقین دلائیں کہ مجوزہ ترمیمات کے پیش کرنے میں کوئی اعتراض کسی قسم کا نہ کیا جائیگا تو پھر مسودۂ قانون کی پیشی اور سلکٹ کمیٹی میں سپردگی کی بابت کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر ترمیمات کی پیشی میں کسی دشواری کے لاحق ہونے کا احتمال ہو تو اُس وقت یہ تحریک کیجائے کہ یہ مسودہ بہ طلب رائے مزید پھر گزٹ میں شائع کیا جائے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۲۸ء کو مسودہ قانون کونسل میں پیش ہوا۔ اور خان بہادر مولوی فصیح الدین صاحب اور شیخ محمد حبیب اللہ صاحب نے آنریبل فنانس ممبر و نیز پریسیڈنٹ کونسل سے یہ دریافت کیا کہ وہ ترمیمات جو وہ سلکٹ کمیٹی میں پیش کرنا چاہتے ہیں

اور جسکی تحریری یادداشت آنریبل فنانس ممبر کو دیدی گئی ہے۔ اُن کے زیر بحث لانے میں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ چونکہ آنریبل فنانس ممبر و پریسیڈنٹ کونسل نے یہ یقین دلایا کہ مجوزہ ترمیمات کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ لہذا مسودۂ قانون کی سلکٹ کمیٹی کی سپردگی میں کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ اور مسودۂ مذکور ایک سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا جس میں چار سرکاری ممبر آٹھ مالکان آراضی اور تین پبلک کے نمایندے شامل تھے

۱۰ / اکتوبر ۱۹۲۸ء سے سلکٹ کمیٹی کا جلسہ بمقام نینی تال شروع ہوا۔ اور ۱۳ / اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ملتوی ہو کر یہ طے ہوا کہ اسکے بعد سلکٹ کمیٹی کا جلسہ بمقام لکھنؤ بتاریخ ۲۹ - ۳۰ و ۳۱ - اکتوبر ۱۹۲۸ء منعقد کیا جائے۔ لکھنؤ میں ۲۹ / اکتوبر ۱۹۲۸ء کو سلکٹ کمیٹی نے کام شروع کر کے ۳۰ / اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ختم کر دیا۔

۶ / دسمبر ۱۹۲۸ء کے جلسۂ عام میں راجہ اودھیش سنگھ صاحب تعلقدار کالاکانکر نے یہ تحریک کی کہ :-

(الف) انجمن کا یہ جلسہ مسودۂ قانون مالگزاری سے جو بعد ترمیم سلکٹ کمیٹی شایع ہوا ہے بالکل غیر مطمئن ہے اور اس جلسہ کی رائے میں جب تک مفصلۂ ذیل ترمیمات نہ ہوں، یہ مسودۂ قانون قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

(۱) یہ کہ شرح مالگزاری ۳۰ / فیصدی سے کم اور ۳۵ / فیصدی سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ تاکہ اوسط مالگذاری کا ۳۲ / فیصدی سے زیادہ نہ ہو۔

(۲) میعاد بندوبست جس کا آغاز یا اختتام ۳۱ / دسمبر ۱۹۲۰ء کو ہوا ہے پچاس سال ہونا چاہیے۔

(ب) پریسیڈنٹ انجمن کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے مذکورۂ بالا ہر دو ترمیم کو مسودۂ قانون میں لانے کے متعلق درخواست کریں۔ اور اگر گورنمنٹ ہماری تجویز کے مطابق مسودۂ قانون میں ترمیم کے لیے راضی نہ ہو تو۔

(ج) انجمن کی رائے میں اُن کُل تعلقداروں کو جو کونسل کے ممبر ہیں۔ ہر ممکن طریقہ سے اس مسودۂ قانون کی مخالفت کر کے اسے پاس نہ ہونے دینا چاہیے۔

(د) یہ بھی تجویز ہوا کہ پریسیڈنٹ انجمن اِس مسودۂ قانون کو ناکامیاب بنانے کے لیئے ہر طرح کی ضروری تدابیر اُس کی مخالفت کی اختیار کریں۔

ٹھاکر نکندر بہادر سنگھ صاحب تعلقدار پرتھی گنج ضلع پرتاب گڑھ نے اسکی تائید کی۔

شیخ محمد حبیب اللہ صاحب نے اِس رزولیوشن سے اختلاف کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ سنہ ۱۹۲۶ء میں یہی مسودۂ قانون جو کونسل سے پاس ہو گیا تھا محض اس وجہ سے کہ کونسل نے پرتہ مالگزاری بجائے ۴۵ فیصدی کے ۳۵ فیصدی منظور کیا تھا۔ گورنمنٹ نے واپس لے لیا تھا۔ گزشتہ مسودۂ قانون اور موجودہ مسودۂ قانون جو بعد ترمیم سلکٹ کمیٹی سے پاس ہوا ہے اُن پر جن اصحاب نے غور کیا ہے وہ موجودہ مسودہ قانون کو زمینداروں کے نقطۂ نظر سے بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ اس میں بہت سی مفید باتیں ایسی ہیں جو پہلے مسودۂ قانون میں نہیں تھیں۔ میری رائے میں دیدہ و دانستہ پھر پرتہ مالگزاری اور میعاد بندوبست کے مسئلہ پر ضد کرنا بالکل فضول ہو گا۔ یہ باتیں ایسی ہیں جنھیں لوکل گورنمنٹ بہ اختیار خود منظور نہیں کر سکتی۔ اگر ان باتوں پر آپ کے نمایندوں کی جانب سے اصرار کیا گیا تو اول تو کونسل کے اور ممبر اس سے متفق نہ ہونگے۔

اور اگر بالفرض کثرت رائے سے کوئی بات گورنمنٹ کے اصول کے خلاف کونسل سے پاس بھی ہوئی تو گورنمنٹ پھر اس مسودۂ قانون کو مثل ۱۹۲۶ء کے واپس لے لیگی۔ اور ہمیں جو فوائد بندوبست کے متعلق اس مسودۂ قانون سے پہونچنے والے ہیں اُس سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ بہر حال اس معاملہ میں بغیر کسی ضد کے آپ کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ اور کوئی ایسی بات نہ کرنا چاہیے۔ جس سے بجائے فائدہ کے آپ کا نقصان ہو۔ اودھ کے بعض اضلاع میں بندوبست کا کام جاری ہے اور بعض اضلاع میں عنقریب شروع ہونے والا ہے اور قانون بندوبست کا جلد سے جلد نافذ ہونا اشد ضروری ہے۔

راجہ صاحب کالاکانکر نے کہا کہ ہمیں اپنی خواہش کا اظہار گورنمنٹ سے کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ مانے یا نہ مانے۔ ہمیں خود پرتہ مالگزاری اور میعاد بندوبست کے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار نہ کرنا چاہیئے۔ جس حالت میں کہ اور صوبوں میں پرتہ مالگزاری مسہ فیصدی ہوا ہے تو وہ رعایت ہمارے ساتھ کیوں نہیں کیجاتی۔ اگر ہم نے للعہ فیصدی پرتہ مالگزاری اور ۳۰ سال میعاد بندوبست کو قبول کر لیا تو ہم صرف اپنے تئیں نقصان نہیں پہونچائیں گے۔ بلکہ دوسرے صوبوں کے لیے بھی ایک خراب مثال پیدا کریں گے۔

راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب نے کہا کہ جس ارادے سے راجہ صاحب کالاکانکر نے یہ رزولیوشن پیش کیا ہے اُس سے مجھے اتفاق ہے۔ ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ پرتہ مالگزاری جس قدر کم ہو جائے بہت اچھا ہے۔ لیکن یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیے

کہ گورنمنٹ کو اُسکی خواہش یا ضرورت نہیں ہے کہ مالگزاری اور بندوبست کا قانون پاس ہو۔ دراصل اسکی خواہش اور ضرورت مالکانِ آراضی کو ہے۔ پرتہ مالگزاری کی کمی و بیشی کو میں اتنا اہم نہیں سمجھتا ہوں جس قدر کہ اُن باتوں کو جس سے تشخیص مالگزاری یا کارروائی پر جو مہتمم بندوبست کرتے ہیں اثر پڑتا ہے پرتہ مالگزاری اگر دکھانے کے لئے کم بھی ہو جائے تو مہتمم بندوبست دیگر طریقوں سے اسکی خانہ پُری کر سکتے ہیں اور مالگزاری کو خاطر خواہ بڑھا سکتے ہیں۔ ضرورت اسکی ہے کہ قانون میں ایسی باتیں ہوں کہ مہتمم بندوبست بلا روک ٹوک تشخیص مالگزاری نہ کر سکیں اور قانون کے ذریعہ سے وہ پابند کئے جائیں۔ میں موجودہ مسودۂ قانون کو مالکانِ آراضی کے لئے بہت مفید سمجھتا ہوں۔ پنجاب میں پرتہ مالگزاری ۲۵ فیصدی ہونے کی جو مثال پیش کی گئی ہے اسکی حالت جداگانہ ہے۔ وہاں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے زمیندار ہیں۔ جنکی حیثیت کاشتکاروں کی سی ہے۔ اور پچیس فیصدی انکی پیداوار کا حصہ لیا جاتا ہے۔ اگر ہم سے پچیس فیصدی پیداوار پر طلب کیا جائے تو ہمیں بجائے چالیس فیصدی کے غالباً ساٹھ ستر فیصدی دینا پڑیگا۔ اور میں تو اسکے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ اس بات کو آپ بخوبی سمجھ لیجیے کہ اگر اس وقت یہ مسودۂ قانون پاس نہ ہوا، تو اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ اودھ کے اضلاع کا بندوبست اُسی پُرانے طریقے پر ختم ہو جائیگا۔ اور اگر بفرض محال آئندہ کسی وقت ہم اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوئے اور پرتہ مالگزاری کم ہوا تو اُس سے ہمیں کیا فائدہ پہونچیگا۔ آئندہ ۴۰ سال کے بعد جب دوسرا بندوبست ہوگا تو اُس وقت ممکن ہے کہ آپ کو اس سے کچھ فائدہ ہو

بہرحال راجہ صاحب کالا کانکر کے اصول سے اتفاق کرتے ہوئے میں اُن کے رزولیوشن میں یہ ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انجمن اپنے نمایندوں کو کسی خاص بات کے لئے ایسا مجبور نہ کرے کہ آئندہ موقع و محل کے لحاظ سے اُس میں بخیال مصلحت کوئی کمی و بیشی نہ کرسکیں اور انھیں وجوہ سے میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی ایسی بنائی جائے جو تعلقداروں کے نمایندوں کو جو کونسل میں ہیں ترمیمات کے متعلق ہدایت کرتی رہے اور دوسرے ممبران کونسل سے مل کر اُنھیں اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ ہماری رائے کی تائید کریں اور جہاں تک ممکن ہو قانون کو ایسا پاس کرانے کی کوشش کرے جس سے تعلقداروں کے حقوق کی حفاظت ہو۔

سردار ہیرپال سنگھ صاحب نے کہا کہ میں نے شیخ محمد حبیب اللہ صاحب، راجہ صاحب کالا کانکر اور راجہ جگناتھ بخش صاحب کی تقریروں کو بہت غور سے سُنا۔ میری رائے میں میعاد بندوبست کے مسئلہ کو نہیں چھیڑنا چاہئے۔ اور چونکہ اس میں تغیر و تبدل گورنمنٹ کے اختیار میں نہیں ہے۔ لہذا میعاد بندوبست کے مسئلہ کو مان لینا چاہیئے۔ البتہ شرح مالگزاری میری رائے میں پچیس فیصدی سے زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ اس پر بلا خیال اس کے کہ گورنمنٹ ناراض ہوگی اصرار کرنا چاہئے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں گورنمنٹ کو اس میں ناخوشی اور ناراضی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

رائے بہادر لالہ متھرا پرشاد صاحب نے کہا کہ جہاں تک میں نے موجودہ مسودۂ قانون کو دیکھا ہے مجھے اُس کی اسپرٹ سے لفظ بہ لفظ اتفاق ہے جس وقت

۱۹۲۵ء میں یہ مسودۂ قانون پیش ہوا تھا تو میں نے گورنمنٹ کو وہ خدمات یاد دلائی تھیں جو تعلقداروں اور دیگر مالکان آراضی نے جنگ کے زمانہ میں کی تھیں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ مالکان آراضی غالباً اس بات پر رضامند ہو جائیں گے کہ انکی جائدادیں اُن سے خرید لی جائیں اور کم سے کم میں تو اس بات پر تیار تھا کہ میں اپنی ریاست کو علیحدہ کر دوں اُس وقت مسودۂ قانون کے متعلق میں نے ۴۸ ترمیمات پیش کی تھیں جن میں سے بعض منظور ہوئیں کچھ مجھے واپس لینا پڑیں اور کچھ نامنظور ہو گئیں۔ ترمیمات میں یہ بھی تھا کہ میعاد بندوبست بجائے چالیس سال کے پچاس سال ہونا چاہیئے۔ اور پرتہ مالگزاری بجائے چالیس فیصدی کے پینتیس فیصدی ہونا چاہیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اسی پرتہ مالگزاری کی وجہ سے ۱۹۲۶ء میں مسودۂ قانون گورنمنٹ نے واپس لے لیا تھا۔ بہرحال اس وقت جو مسودۂ قانون ہے میرے خیال میں وہ پہلے مسودۂ قانون کے مقابلہ میں بہت اچھا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ محض پرتہ مالگزاری کو زیادہ اہمیت نہ دیجیے۔ ہم لوگ کونسل میں حتی الامکان پرتہ مالگزاری کم کرانے کی کوشش کرینگے لیکن آپ ہمیں پابند نہ کیجیے کہ ہم کسی قسم کی مصالحت نہ کر سکیں۔ بوجوہات بالا میں راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب کی ترمیم کی تائید کرتا ہوں۔

شیخ مشیر حسین صاحب نے کہا کہ میں ابھی آیا ہوں اس لئے میں نے اور تقریروں کو نہیں سُنا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پچیس فیصدی کے مطالبہ میں کیا حرج ہے۔ گورنمنٹ خواہ مانے خواہ نہ مانے ہمیں یہ مطالبہ ضرور کرنا چاہئے۔ اور ہمیں اپنی جانب سے رضامندی کا اظہار نہ کرنا چاہئے۔ اگر گورنمنٹ نے پھر یہ مسودۂ قانون واپس لے لیا

توہمارا اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ اُن قواعد کے بموجب جو گورنمنٹ نے مرتب کئے ہیں بندوبست ہوگا۔ میعاد بندوبست میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں کاشتکاروں کا بھی فائدہ ہے۔

آنریبل سر راجہ صاحب کوری سدولی نے کہا کہ راجہ صاحب کالاکانکر نے جو رزولیوشن پیش کیا ہے ہم سب کا دل اُس کے ساتھ ہے۔ مالکانِ آراضی میں شاید کوئی شخص ایسا ہو جو یہ نہ چاہتا ہو کہ بندوبست کی میعاد پچاس سال سے بھی زیادہ ہو جائے اور پرتہ مالگزاری پچیس فیصدی سے بھی کم ہو۔ لیکن دُنیا میں سب چیزیں ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہوسکتیں اور پالیٹکس ایسی چیز ہے کہ بغیر سمجھوتہ کے اس میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی۔ یہ ظاہر ہے کہ کونسل میں ۱۲۲ ممبر ہیں۔ جس میں سے ایک بلاک گورنمنٹ کا ہے جسکی ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ مالکانِ آراضی سے جہاں تک اور جس قدر ممکن ہو وصول کیا جائے۔ ایک طبقہ وہ ہے کہ جو زمینداروں کا ہمیشہ مخالف رہتا ہے وہ ہماری فارغ البالی اور موٹر کی سواریوں کی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اُسکی بھی یہ خواہش رہتی ہے کہ ملک کی ضرورتوں کے لئے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو وہ سب مالکانِ آراضی سے لینا چاہئے۔ غرضنکہ ہم چکیوں کے دو پاٹ کے درمیان میں ہیں۔ ایک گورنمنٹ اور دوسرے پبلک کے نمائندے۔ ہمارے نمایندوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کشمکش سے جہاں تک ممکن ہو ہمیں بچائیں۔ اس کونسل میں دراصل آپ کے صرف چار نمایندے ہیں۔ اگر اور تعلقداروں کو جو جنرل کانسٹیٹیوینسی سے منتخب ہو کر گئے ہیں شامل کیا جائے تو زیادہ سے

زیادہ آٹھ کی تعداد ہو جائیگی۔ صوبۂ آگرہ کے زمینداروں کے نمائندے بھی کونسل میں ہیں۔ اگر سب باہم متفق نہ ہوئے اور آپ کی تجویز کو اُنھوں نے پسند نہ کیا تو محض آپ کے نمایندے کونسل میں کیا کر سکتے ہیں۔

جو مسودۂ قانون اِس وقت کونسل کے سامنے ہے۔ اُسکے متعلق میں یہ ضرور کہونگا کہ ایسا موقع نہ دینا چاہیئے کہ گورنمنٹ کسی حیلہ سے اُسے واپس کرلے۔ میں اِس موقع پر اس بات کا اعتراف کرونگا کہ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب کی پُرزور کوششوں کی وجہ سے اس مسودۂ قانون میں چند نئی اور مفید ترمیمات ایسی ہوگئی ہیں جو مالکان آراضی کے لیئے بہت مفید ہیں۔ ہماری انجمن اور اُسکے نمایندوں کو اسکی کوشش کرنا چاہیئے کہ شرح مالگزاری جہاں تک ممکن ہو کم ہو جائے۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ سنہ ۱۹۲۶ء میں آگرہ ٹیننسی ایکٹ جب کونسل میں پیش تھا تو گورنمنٹ نے سوراجسٹ سے مل کر مالکان آراضی کے خلاف اُس قانون میں چند باتیں ایسی پاس کرادیں جو مالکان آراضی کے لیئے سخت مضر ہیں بہرحال میں ضرور کہونگا کہ کسی نمائشی فائدے کے خیال سے آپ اس مسودۂ قانون سے دست بردار نہ ہو جائیں جس میں بہت سی مفید باتیں ہیں۔ کوئی قانون ایسا نہیں ہو سکتا جسمیں سب باتیں آپ ہی کے فائدے کی ہوں۔

بالآخر راجہ صاحب کالا کانکر نے کہا کہ میں سردار بیرپال سنگھ صاحب کی ترمیم کو جو میعاد بندوبست یعنی چالیس سال کی میعاد قائم رکھنے کے متعلق ہے منظور کرتا ہوں۔ کسی کمیٹی کا تقرر کرنا اس مسئلہ کو التوا میں ڈالنے کے برابر ہوگا۔

سردار بیرپال سنگھ صاحب نے کہا کہ اسکا تصفیہ اسی وقت ہو جانا چاہئے۔
شیخ شبیر حسین صاحب نے کہا کہ اگر کمیٹی بنائی جائے تو وہ پچاس آدمیوں سے
کم تعداد کی نہ ہو۔ اور اس میں بڑے بڑے آدمی یعنی راجہ مہاراجہ ہرگز نہ رکھے جائیں۔
کیونکہ انھیں تھوڑے نقصان کا احساس نہیں ہوتا۔

آخرکار یہ طے پایا کہ ووٹ کے ذریعہ سے یہ مسئلہ طے کیا جائے۔ اور ووٹ
تحریری لئے جائیں۔ غرضکہ مفصلۂ ذیل دو تجاویز پر تحریری رائیں لی گئیں۔

(۱) تجویز راجہ صاحب کالا کانکر
مالگذاری کا پرتہ پچیس فیصدی سے
زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر کونسل میں
اس سے زیادہ تجویز ہو تو انجمن کے نمائندے
اسکی تائید نہ کریں اور اس سے اختلاف کریں۔

(۲) ترمیم راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب
ایک کمیٹی ایسی بنائی جائے جو انجمن کے
نمائندوں کو ہدایت کرتی رہے اور
دوسرے ممبران کونسل سے بھی مل کر
اسکی کوشش کرے کہ وہ تعلقداروں
کی رائے کی تائید کریں اور قانون کو
ایسا پاس کرانے کی کوشش کرے
جس سے حتی الامکان تعلقداروں کے
حقوق کی حفاظت ہو۔

بعد حصول آرا ووٹوں کا شمار کیا گیا۔ راجہ صاحب کالا کانکر کی تجویز کے
موافق چالیس ووٹ آئے۔ اور راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب کی ترمیم کے موافق
اکیس ووٹ آئے۔ اور تجویز راجہ صاحب کالا کانکر کثرت رائے سے منظور ہوئی۔

۱۰ ار دسمبر ۱۹۲۸ء کو نقل رزولیوشن مندرجۂ بالا بذریعۂ مراسلت نمبری ۴۷
صاحب چیف سکرٹری گورنمنٹ اور اُن تعلقدار صاحبان کی خدمت میں جو کونسل کے
ممبر ہیں اطلاعاً بھیجدی گئی۔

۱۳ ار دسمبر ۱۹۲۸ء کو رپورٹ سلکٹ کمیٹی متعلق مسودۂ قانون بندوبست
و مالگزاری کونسل میں پیش ہوئی اور مسودۂ قانون کی دفعات پر ایک ایک کرکے
بحث ہوئی اور اُن کے متعلق بہت سی ترمیمات پیش ہوئیں جن میں سے بعض منظور
ہوئیں اور بعض واپس لی گئیں اور بعض کثرت رائے سے خارج ہوگئیں۔ آخرکار
۱۲ ار دسمبر ۱۹۲۸ء کی کونسل میں مسودۂ قانون بعد ترمیمات پاس ہوا۔ بہرحال جس
صورت میں کہ یہ مسودۂ قانون کونسل سے پاس ہوا۔ اُسکے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا
کہ اُس میں وہ کُل باتیں موجود ہیں جو مالکانِ آراضی اپنے نقطۂ نظر یا اپنے فوائد کے
خیال سے اُس میں درج کرانا چاہتے تھے اور نہ ہر طرح پر وہ قابل اطمینان سمجھا
جاتا ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ جس صورت میں یہ قانون پاس ہوا ہے وہ ہر حالت
میں اُن قواعد سے کہیں بہتر ہے جسکے بموجب اس وقت بندوبست ہوتا تھا یا
قانون پاس نہ ہونے کی حالت میں آیندہ ہوتا۔ یہ اُن تجاویز سے بھی اچھا سمجھا
جاتا ہے جنھیں سر ہارکورٹ بٹلر نے اپنی قابل یادگار یادداشت میں اسی قانون
بندوبست و مالگزاری کے متعلق لکھا تھا یہ اُس سے بھی زیادہ مفید ہے جسکی
سٹلمنٹ کمیٹی نے سفارش کی تھی۔ اور بلا شک و شبہ اُس مسودۂ قانون سے بہت
بہتر ہے جسے ۱۹۲۶ء میں کونسل نے بعد ترمیم منظور کیا تھا اور جسے بعد گورنمنٹ نے

محض پر تہ مالگزاری بجائے چالیس فیصدی کے پینتیس فیصدی ہوجانے پر واپس لے لیا تھا۔ حتی کہ اُس مسودہ سے بھی بہتر ہے جو اسی سال سلکٹ کمیٹی سے پاس ہوا تھا۔

غرضکہ اس قانون میں باوجود چند نقائص کے مفصلۂ ذیل خوبیاں ہیں۔

(۱) اس قانون کے بموجب بندوبست کے فور کاسٹ (آیندہ حالت کی پیشین گوئی) پر کونسل میں بحث ہو سکتی ہے۔

(۲) اس میں وہ شرائط اور وجوہ درج ہیں جن کے بموجب آیندہ کسی ضلع کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ اور کونسل کو کسی ضلع کے بندوبست ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

(۳) مہتمم بندوبست اس بات کا پابند ہے کہ کاشتکاروں اور زمینداروں کی موجودگی میں وہ مواضعات کا معائنہ کرے اور اُن سے دریافت حال کرے۔

(۴) سرکل ریٹ کے تعین کے ذرائع محدود ہو گئے ہیں۔

(۵) بارہ سے اُنیس سال سے کاشتکاروں کے لگان پر سرکل ریٹ کا تعین نہیں ہو سکتا جس سے تعین شرح میں معقول کمی ہو جائیگی اور جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کاشتکار اضافۂ لگان اور زمیندار مالگزاری کی تشخیص کی زیادتی سے محفوظ ہو جائے گا۔

(۶) قابل تشخیص رقوم کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے اور اُسکو مہتمم بندوبست کی مرضی اور خوشی پر نہیں چھوڑا گیا ہے۔

(۷) اس کی پوری تشریح کر دی گئی ہے کہ مہتمم بندوبست تشخیص مالگزاری میں

کہاں گھٹا بڑھا سکتے ہیں۔

(۸) بہت سارقبۂ آراضی جو پہلے قابل تشخیص مالگزاری سمجھا جاتا تھا اب اُس سے مستثنےٰ ہے۔

(۹) عمارتی لکڑی۔ تہ بازاری اور ایسی ہی بہت سی چیزیں تشخیص سے مستثنےٰ ہوگئی ہیں۔ اور وہ رقوم جو رواجاً وصول کی جاتی ہیں اُن پر بھی مالگزاری تشخیص نہیں ہوگی۔

(۱۰) مہتمم بندوبست کسی ایسی آمدنی پر جو زمیندار کو بندوبست سے قبل وصول نہیں ہوتی تھی تشخیص مالگزاری نہیں کرسکتے۔ اور جس آمدنی کے آئندہ ہونے کی اُمید ہو اُس پر بھی اب مالگزاری تشخیص نہیں ہوسکتی۔

(۱۱) موجودہ مالگزاری پر بشرطیکہ وہ نکاسی کے ایک ثلث سے کم نہو۔ ایک ثلث سے زیادہ اضافہ نہیں ہوسکتا اور بجائے ایک ثلث یعنی ۳۳ فیصدی کے ۲۵ فیصدی تک اور جہاں گزشتہ بندوبست سے اس وقت تک زیادہ اضافہ ہوچکا ہے وہاں اضافہ کا پرتہ ۱۵ فیصدی تک ہوسکتا ہے۔

(۱۲) نوتوڑ آراضی پر پندرہ سال تک کوئی مالگزاری تشخیص نہیں ہوگی اور بعد پندرہ سال کے ۲۵ فیصدی کے پرتہ سے مالگزاری کی تشخیص شروع ہوگی۔

(۱۳) اُن رقبہ جات اور اضلاع میں جہاں لگان غلّئی ہے وہاں غلّہ کی پیداوار کے پرتہ سے تشخیص ہوگی۔

(۱۴) مہتمم بندوبست کے اختیارات مواضعات کی شرح کے تعین کے متعلق بہت محدود ہوگئے ہیں اور مہتمم بندوبست بلا منظوری بورڈ [illegible] فیصدی سے زیادہ اضافہ سرکل ریٹ میں نہیں کرسکتے۔ اور ہر حالت میں زمینداروں اور کاشتکاروں کو مہتمم بندوبست کی تشخیص کے خلاف اپیل کرنے کا حق حاصل ہے۔

یہ سب مفید ترمیمیں صرف سر جارج لیبرٹ فنانس ممبر گورنمنٹ کی مصالحانہ اور ہمدردانہ طریقِ عمل، دُور اندیشی اور عاقلانہ پالیسی کی وجہ سے ممکن ہوئیں۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ بخلاف سابق فنانس ممبر کے اُنھوں نے بڑی دانشمندی اور قابل تعریف تدبر سے ممبران کونسل کو ہر موقع پر اطمینان دلا کر راضی رکھا۔ اور بہت عجلت سے اس مسودۂ قانون کو ایک سال کے اندر پاس کرادیا۔

اِس قانون کے ذریعہ سے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو اُن کی سیر اور خود کاشت میں [illegible] فیصدی اور بعض حالتوں میں [illegible] فیصدی تک چھوٹ مل سکتی ہے۔ اور بہت سی باتیں جو صرف قواعد میں تھیں اور جس کے وقتاً فوقتاً تبدیل اور ترمیم ہونے کا احتمال تھا وہ سب اِس قانون میں آگئی ہیں۔ اور بمقابلہ مسودۂ قانون سابقہ پانچ فیصدی پرتہ مالگزاری میں بھی کمی ہوگئی ہے۔ یعنی بجائے [illegible]، [illegible]، اور [illegible] فیصدی کے اب پرتہ مالگزاری [illegible]، [illegible] اور [illegible] یا اُسکے قریب رکھا گیا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں کا پرتہ مالگزاری اس سے بھی کم ہے۔

اس سے قبل بموجب شرائط قبولیت کنکر اور معدنیات گورنمنٹ کی ملکیت

سمجھے جاتے تھے لیکن اب قبولیت کے دو فارم رکھے گئے ہیں۔ ایک عام زمینداروں کے لئے اور دوسرا سندیافتہ تعلقداروں کے لئے اور سندیافتہ تعلقداروں کی قبولیت میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ معدنیات ملکیت تعلقداروں کی یا گورنمنٹ کی ہے۔

وہ باغات جو درمیان بندوبست کاٹے جائیں اُنکی آراضی پر بھی مالگزاری تشخیص نہ ہوگی۔

بہرحال موجودہ حالت موقع اور مصلحت کے لحاظ سے جو باتیں ممکن تھیں وہ سب قریب قریب اِس قانون میں آگئی ہیں اور بندوبست کے متعلق بہت کچھ تحفظ ہو گیا ہے۔

قوانین مُلک اَوَدھ

۵ ر دسمبر ۱۸۷۳ء کے جلسہ میں راجہ محمد امیر حسن خانصاحب وائس پریسیڈنٹ انجمن نے مسودۂ قوانین ملک اودھ مشتہرہ گورنمنٹ مورخہ ۱۳ ر ستمبر ۱۸۷۳ء (مع مسودہ جواب مراسلت پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صاحب مورخہ ۱۷ ر دسمبر ۱۸۷۳ء) پیش کیا۔ جو اس امر کے دریافت کرنے کی غرض سے صادر ہوئی تھی کہ

"قانون میں کوئی دفعہ ایسی قائم کی جائے جس سے ماتحت داران اور کاشتکاران غیر قبضہ دار سے باسانی لگان وصول ہو سکے"

مفصلۂ ذیل مسودہ جواب کمیٹی میں پیش ہو کر منظور ہوا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ اسکا

انگریزی ترجمہ گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔

(۱) ہم لوگ چیف کمشنر صاحب اور جوڈیشل کمشنر صاحب کے مشکور ہیں کہ اُنھوں نے براہ مہربانی اُن شکوک کو رفع کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ کون کون قوانین ملک اودھ میں نافذ سمجھے جاتے ہیں۔ مسٹر ہاب ہاوس ممبر کونسل کی تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے قوانین کی تعداد جو اودھ میں نافذ ہیں، ۴۲ ہے۔ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو اس قانون کا نفاذ ہوگا۔ اور وقت اتنا کم ہے کہ جملہ قوانین مروجہ اودھ کے متعلق ہملوگ اس قلیل مدت میں اظہار رائے نہیں کر سکتے۔

گو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے مہربان حکام نے سب باتوں کا لحاظ فرمالیا ہوگا۔ لیکن بلحاظ مختلف ہونے رسم ورواج کے۔ اور اقسام و نوعیت حقوق مالکان و رعایائے ملک اودھ میں تخالف ہونے کی وجہ سے ہمیں خوف ہے۔ کہ جب تک ہر ایک ریگولیشن اور ایکٹ کو اُن قوانین سے جو خصوصاً ملک اودھ کے لئے نافذ کیے گئے تھے۔ مطابقت نہ کرلی جائے اطمینان نہیں ہوسکتا۔ بنظر تحفظ حقوق و رفع احتمال جو اوپر عرض کیا گیا۔ ہماری یہ درخواست ہے۔ کہ دفعہ ۳ میں بعد ضمن (۸) ایک ضمن (۹) اس مضمون کی اضافہ کیجائے۔ کہ اس ایکٹ کی کسی دفعہ کا اثر مفصلۂ ذیل قوانین و احکام کے خلاف کسی حالت میں اثر پذیر نہ ہوگا۔

(۱) ایکٹ ۱ سنہ ۱۸۶۹ء

(۲) ایکٹ ۲۶ سنہ ۱۸۶۶ء

(۳) مراسلت گورنمنٹ آف انڈیا مورخہ ۱۹ ر اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ء۔

(۴) دفعات متعلق قبضہ داران مندرجہ ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء۔

(۵) دیگر معاہدات و مواعید گورنمنٹ ہند جو تعلقداروں کے ساتھ کئے گئے ہیں۔

درباب اُس تعمیم کے جو مسودۂ ہذا کی دفعہ (۳) میں برٹش انڈیا کے عام قوانین کے اودھ میں اجرا کے متعلق رکھی گئی ہے۔ اور جسکی مجموعی تعداد ۲۴۷ بتائی جاتی ہے۔ اُس سے صرف تعلقداروں ہی کو خوف و انتشار نہیں ہے۔ بلکہ اُس سے عام باشندگانِ اودھ جن کو کسی قسم کا تعلق یا واسطہ حقوق و ملکیت سے ہے وہ پریشان ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم یکایک ۲۴۷ قوانین کے پابند کردئے گئے ہیں۔ اور اگر اپنے حقوق کی تلاش میں کسی قانون سے مدد چاہیں تو آسانی سے ہم اُسے تلاش نہیں کر سکتے۔ یہ بھی اُنکا خیال ہے اور حق بجانب ہے کہ قانون مروجہ دیگر ممالک جو اُس وقت جاری ہوئے تھے جب ملک اودھ گورنمنٹ برطانیہ کے قبضہ میں نہیں آیا تھا۔ اور جن قوانین کے متعلق باشندگان اودھ کو عذر کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ اُسکی پابندی اودھ کے باشندگان ایک قسم کی سختی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ اُنھیں بہت عرصہ تک ان قوانین کی تفصیل اور اثر سے آگاہی حاصل نہیں ہوئی۔

قانون مال کے اجرا کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ اودھ میں صرف وہ قوانین جاری ہیں جو اودھ کے واسطے بنائے گئے ہیں یا جن کے اجرا کا کوئی اشتہار دیا گیا تھا۔ اور ایسے قوانین بہت کم ہیں۔

بعض دیگر قوانین کی دفعات ضروری کا ذکر اکثر حکام کے سرکلرات میں ہوتا تھا جس کو ہم سمجھتے تھے کہ کسی خاص قانون کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے۔ آئین مروجہ دیگر ممالک سے کوئی دفعہ بطور انتخاب استنباط کی گئی ہے اور ہم چیف کمشنر صاحب کے سرکلر کی تعمیل کر رہے ہیں مثل ایک دستور العمل کے۔ جسکے اجرا کا مال کی کارروائی میں عاملانہ اختیار لوکل گورنمنٹ یا چیف کمشنر صاحب کو حاصل ہے۔

مسودۂ قانون مالگذاری جو چند روز ہوئے مرتب کیا گیا تھا۔ اور غالباً اب تک زیر تجویز ہے۔ اُس کا چند ترمیمات کے ساتھ جس سے ہمارے حقوق کا تحفظ ہو جائے، جاری ہونا بہتر ہوگا۔ بجائے اسکے کہ صدہا قوانین متفرق کی تلاش کی جائے۔ اور اُنکی مختلف اوقات کی ترمیمات کے مطابقت کرنے میں پریشانی اُٹھائی جائے۔

قانون دیوانی ملک پنجاب کا عملدرآمد اودھ میں کیا گیا تو اُس سے یہ بہت آسان ہوگا کہ بلحاظ مخالف رسم و رواج اودھ۔ کوئی مختصر مجموعہ ملک اودھ کے لئے مرتب کیا جائے۔ اور قبل اجرا کے ہمیں ضروری امور کے متعلق عرض کرنیکا موقع ملجائے۔

قانون کی ہر دفعہ کے مقابلہ میں ہم نے اپنے عذرات لکھدئے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ گورنمنٹ بعد ملاحظہ اُنکی منظوری کی سفارش فرمائیگی۔

۱۸۷۴ء میں بعد نظرثانی ایک دوسرا مسودہ مرتب ہو کر بطلب رائے انجمن میں آیا۔ اور حسب تجویز کمیٹی منشی امتیاز علی صاحب وکیل و مشیر قانونی انجمن نے مسودۂ عذرات تیار کیا۔ جو بعد منظوری کمیٹی گورنمنٹ میں بھیجا گیا۔ اور جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) ہم مشکور ہیں کہ گورنمنٹ نے ہمیں مسودۂ قانون مال واودھ لاز کے متعلق عذرات پیش کرنے کا موقع دیا اور ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے عذرات گورنمنٹ آف انڈیا میں سفارش کے ساتھ بھیجدیئے جائیں گے۔

(۲) ہم یقین دلاتے ہیں کہ عذرات کی تحریر میں ہم نے اسکا خیال رکھا ہے۔ کہ کوئی غیر واجب عذر پیش نہ کیا جائے۔ اور خفیف نقصانات کو ہم نے نظرانداز کردیا ہے۔

(۳) بعض ایسے امور میں ہم نے اظہار رائے کی جرأت کی ہے جو بادی النظر میں خفیف معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن عملدرآمد میں اُن سے نقصان عظیم کا احتمال ہے۔

(۴) کارروائی نیلام اور فسخ بندوبست کے متعلق ہمارے عذرات اس مجبوری سے ہیں کہ ہمارے حقوق دائمی ہیں اُنکی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔

(۵) چوکیداران اور پٹواریان ہمارے قدیم اختیارات سے چھین لئے گئے۔ اور اب ہم بے دست وپا ہوگئے ہیں۔ اِس لئے ہمارا عذر قابل التفات ہے۔

(۶) وصول لگان کے اختیارات کے متعلق جہاں تک آسانی ہوگی۔ اُس سے ہمارا اور ہماری رعایا دونوں کا فائدہ ہے۔ اور اسکا ایک عمدہ نتیجہ یہ بھی ہوگا۔ کہ گورنمنٹ کے مطالبہ کی ادائی میں آسانی ہوگی۔

(۷) تعلقدار کی تعریف کے متعلق ہمارا عذر اس وجہ سے ہے کہ ایکٹ ۱۸۶۹ء اور مراسلت ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء کی اس سے ترمیم ہوتی ہے۔

(۸) تعداد مہر مسلمانان کے متعلق جو رائے ہم نے دی ہے وہ اُس دفعہ کی

تائید میں ہے جو مسودہ میں درج ہے۔

(۹) ہم نے یہ بھی درخواست کی ہے کہ واسطے تعین حد سماعت مقدمات مالکان ادنے و ماتحت داران جواب تک بندوبست پختہ میں پیش نہیں ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ قائم کردی جائے۔ اور یہ درخواست اُس مراسلت کے مطابق ہے جو سال گزشتہ میں منظور ہو چکی ہے۔

(۱۰) دیگر دفعات کے متعلق جو ہم نے جزوی عذرات کئے ہیں وہ فوائد عام کی غرض سے ہیں۔

(۱۱) قوانین بنگال کے اودھ میں اجرا کے متعلق صرف ہمیں کو نہیں بلکہ عام رعایا کو پریشانی ہے۔ اور اسکے متعلق ایک دفعہ کے اضافہ کی ہمنے درخواست کی ہے تاکہ ان قوانین کا اثر محدود ہو جائے۔ اور قوانین مختص الامر و مختص المقام اودھ پر کوئی مخالفانہ اثر قوانین بنگال سے نہ پیدا ہو سکے۔

(۱۲) یہ امر قابل تسلیم ہے کہ اگر فہرست اُن قوانین کی بہ آسانی بن سکتی ہے تو اس قانون کے ضمیمہ کے طور پر اُس کا شامل کر دینا دشوار نہیں ہے۔ اور اگر اُسکے انتخاب و ترتیاری فہرست میں ایسی دقت ہے کہ اُسکی وجہ سے صرف ایک مجمل عبارت قانون میں درج کرنے کی ضرورت ہے تو رعایا جن پر وہ قانون نافذ و مؤثر ہونگے وہ اُنھیں بخوبی سمجھ کر اُن پر کیونکر عملدرآمد کر سکتے ہیں

(۱۳) عرصہ دراز سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عدالتوں کی کارروائی کے وقت قوانین بنگال کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمیشہ دوسرے فریق کو اُنکے عدم اجرا پر

اصرار ہوتا ہے۔ کبھی کوئی عدالت اُن کا اودھ سے متعلق ہونا قیاس کر لیتی ہے اور کبھی غیر متعلق ہونا۔ اسی طرح معاملات نظم و نسق مال و بندوبست میں چیف کمشنر صاحب نے ایکٹ ۷ ۱۸۲۲ء۔ ایکٹ ۹ ۱۸۲۵ء اور ایکٹ ۹ ۱۸۳۳ء سے استنباط کر کے بعد ضروری ترمیم سرکلرات جاری فرمائے ہیں۔ اور اُن پر عملدرآمد بھی ہوا لیکن درحقیقت کبھی باضابطہ طور پر وہ قوانین اودھ میں جاری نہیں کیئے گئے۔ کیونکہ فی الواقع نوعیت ملکیت اور حقوق و عملدرآمد اور انتظام میں ملک بنگال اور اودھ کے درمیان بہت بڑا اختلاف ہے۔

(۱۴) ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اُن قاعدوں پر عمل نہ کیا جائے جو اب تک مُلک اودھ سے متعلق رہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو حقوق اور عزت لارڈ کیننگ کی تدابیر ملکی کے لحاظ سے ہمیں حاصل ہوئے اور جو بمنظوری گورنمنٹ برطانیہ بحال رکھے گئے۔ اُسکے خلاف کسی قاعدہ اور قانون کے ہم پابند نہ کیے جائیں"۔

یہ قانون ۱۸۶۹ء سے ملک اودھ کے واسطے زیر تجویز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان مسودات کی تیاری اور ترتیب میں خود گورنمنٹ اور ممبران کونسل گورنر جنرل و نیز ممبران انجمن کو جو مشکلات پیش آئیں اُسکی تشریح نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ ہند کو بلحاظ مختلف قوانین اور متعدد رزولیوشن اور ہدایات قدیم مروجہ و نافذہ ممالک مغربی و شمالی و بنگال و ممالک متوسط وغیرہ جن کے نفاذ سے گورنمنٹ کو اُسکے نفع و نقصان کا تجربہ ہو چکا تھا۔ مختلف اقسام کے قواعد بنانے اور مخصوص ملک اودھ میں اُنھیں بطور قانون جاری کرنے میں اندیشہ تھا۔ اور تعلقداران اور

کارکنان ایسے قوانین کو جو سراسر مخالف حقوق و اختیارات و تحفظ عزت و مرتبت تعلقداران و باشندگان اودھ تھے قبول نہیں کرسکتے تھے۔ لہذا ایسے ایسے مباحثات دقیق اور پیچیدہ پیش آئے کہ اسکی بہت کم امید تھی کہ ہر دو فریق کی رضامندی سے یہ قانون پاس ہوسکیں۔ لیکن سرجان انگلس قائم مقام چیف کمشنر نے ایسی کوشش کی کہ تعلقداروں کے عذرات پر بھی انصاف کے ساتھ لحاظ ہوا۔ اور گورنمنٹ کے فوائد اور مصالح ملکی میں بھی کوئی نقص نہیں آیا۔ اور دونوں قانون نواب گورنر جنرل بہادر کی عنایت اور سرچارلس کری صاحب جوڈیشل کمشنر اودھ۔ اور ڈیوس صاحب لفٹنٹ گورنر پنجاب اور ممبران کونسل کی توجہ سے پاس ہو گئے۔

اس وقت مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن کونسل کے ممبر تھے۔ اور راجہ صاحب محمود آباد وائس پریسیڈنٹ۔ دیوان متھرا داس سکرٹری انجمن۔ راجہ فرزند علی خاں صاحب تعلقدار جہانگیر آباد۔ راجہ کاظم حسین خانصاحب تعلقدار بلہرہ۔ راجہ مادھو سنگھ صاحب تعلقدار امیٹھی۔ راجہ شمشیر بہادر سنگھ صاحب تعلقدار سعادت نگر۔ راجہ جگ موہن سنگھ صاحب تعلقدار چنداپور۔ رانا شنکر بخش سنگھ صاحب تعلقدار کھجور گاؤں۔ شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقدار سیدن پور۔ شیخ اکرام علی صاحب تعلقدار شیخپور اور منشی امتیاز علی صاحب مشیر قانونی انجمن بغرض امداد مہاراجہ صاحب بلرام پور و ممبران کونسل شملہ تشریف لے گئے تھے۔ غرضکہ ان اصحاب کی متفقہ کوشش سے ۹ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو یہ قانون کونسل سے منظور ہوا۔

دفعہ ۱۸- ایکٹ ۳۲ سنہ ۱۸۷۱ء کے اجراء سے جو تکلیف مقدمات دیوانی میں اودھ کے لوگوں کو ہوتی تھی اور جسکے متعلق سنہ ۱۸۷۱ء سے برابر بذریعۂ متواتر عرضداشت گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی تھی وہ دفعہ بھی تعلقداروں کی کوشش اور چیف کمشنر اور جوڈیشل کمشنر کی اعانت سے منسوخ ہوگئی۔ اور بجائے اُس کے ایک سال کے اندر جوڈیشل کمشنر کو نظر ثانی کا اختیار عطا ہوا۔

ان قوانین کے پاس ہونے کے بعد ۹ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ء کو تعلقداروں نے بمقام شملہ حضور وائسرائے کی خدمت میں ایک ایڈرس پیش کیا۔ جس کا جواب حضور ممدوح نے حسب ذیل دیا۔

"تعلقدارانِ اودھ!

جو ایڈرس آپ لوگوں نے پیش کیا ہے اُسکو میں بخوشی تمام منظور کرتا ہوں اور میں اپنے تئیں خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ ایسے امرا اور رؤسا سے ملاقات حاصل ہونے کا عمدہ موقع میسر آیا جنھوں نے اُس محبت اور اعتقاد سے جو عملداری سرکار برطانیہ کے ساتھ اُنھیں ہے ایسا ایڈریس پیش کیا ہے جس میں الفاظ خیر خواہی اور جوش طبیعت مندرج ہیں۔

آپ لوگوں نے جو صوبۂ اودھ کے عروج ترقی اور اختلاط فیمابین کا ذکر اپنے ایڈریس میں کیا ہے اور آپ لوگ اُن فوائد کو عزیز سمجھتے ہیں اُس کے سُننے سے مجھ کو کمال فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ لوگوں نے جو لکھا ہے کہ وہ رشتہ جسکے باعث سے ہم کو محبت اور اعتقاد سلطنت ملکہ معظمہ کے ساتھ ہے اور جو بوجہ اُن

کوششوں کے جو گورنمنٹ ہند نے جمیع باشندگان اودھ کے حقوق قائم رکھنے اور اُنکی خوشی کے ترقی دینے کے واسطے کیں اور کرتی ہے اور ہمیشہ کریگی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اسکے بھی سُننے سے ہم کو نہایت خوشی حاصل ہوتی ہے

آپ لوگ جو اپنی زبان سے فرماتے ہیں کہ یہ مسودات جو بالفعل قانون قرار دیئے گئے ہیں اور جو آپ لوگوں کی عمدہ رائے دینے سے بہت مفید ہو گئے ہیں اور آپ لوگوں کی رائے میں اُن سے بہبودی تمام رعایائے اودھ متصور ہے۔ اُسکے بھی سُننے سے ہمکو زیادہ تر خوشی ہوتی ہے۔

آپ لوگ جو ایڈریس بخیال محبت و روابط قدیم ملک ہندوستان بہ اظہار شکر گزاری دربار شاہی میں بمقام دہلی بخدمت جناب ملکہ معظمہ واسطے قبول فرمانے خطاب شہنشاہی پیش کرنا چاہتے ہیں اُسکے لینے اور ملکہ معظمہ کی خدمت میں روانہ کردینے میں ہم کو کمال خوشی ہوگی۔

آپ لوگوں کو اس امر کا یقین دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ خاص رسوم اور حالات کاشتکاری جو قدیم اور عمدہ صوبہ اودھ میں رواج پذیر ہیں اور جن کا ذکر آپ لوگوں نے اپنے سپاس نامہ میں کیا ہے گورنمنٹ ہند کو جو آپ کے موروثی حقوق اور فوائد کا پاس رکھتی ہے اور جن کو بہر حال خیال باشندگانِ اودھ کی دلجوئی اور تالیف قلوب کا ہے بدل و جان لحاظ رہیگا۔ اور بالفعل یہ میری پیش نظر اور زیر تجویز ہے کہ کس قدر ممالک مغربی و شمالی کا انتظام اودھ سے اِس نہج پر شتمل کر دیا جائے کہ دونوں مُلک کو فوائد حاصل رہیں اور اُن امور کا خیال جنکا

میں اوپر حوالہ دے چکا ہوں ضرور ملحوظ رہے اور بہ وقت انفصال اس امر کے میں اُن دلائل اور وجوہات پر جو آپ کے سپاسنامہ میں مندرج ہیں ضرور غور اور لحاظ مناسب کرونگا۔"

اسکے بعد ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۰ء کے جلسۂ انجمن میں مہاراجہ صاحب بلرام پور نے اُن تعلقداروں کی جو شملہ گئے تھے محنت و کوشش کا اعتراف کرتے ہوے اُنکا شکریہ ادا کیا۔ اور ان قوانین کے پاس ہونے پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا کہ تعلقداروں کو عام طور پر حکام کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

ایکٹ ۱۸۶۲ء

اس ایکٹ کے ذریعے سے ہر پٹہ وقبولیٹ اور رسید پر اسٹامپ لگانیکا حکم جاری ہُوا تھا۔ اور افسران ضلع ٹھیکہ داران، پختہ داران، شنکلپ داران، برت داران اور سیر داران وغیرہ کو پٹے لینے کے لئے مجبور کرتے تھے۔

انجمن سے اسکے متعلق یہ عذر کیا گیا کہ کسی کو پٹہ لینے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔ جس کو غرض ہو وہ اسٹامپ کا خرچ گوارا کر کے پٹہ حاصل کرے۔ ورنہ قدیم دستور کے مطابق صرف جمعبندی کے بموجب فیصلہ ہوا کرے۔ اور اگر کسی فائدے کے لحاظ سے اجراے پٹہ کی تعمیل ضروری ہے تو بند وبست پختہ کے وقت تک نفاذ ایکٹ مذکور درباب اسٹامپ پٹہ وقبولیٹ ورسید ملتوی رکھا جائے۔

۲۵ فروری ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ بعد اجراے ایکٹ ۱۸۶۲ء تعلقداروں نے ناواقفیت کی وجہ سے مستاجروں کو سادے کاغذ پر جو پٹے لکھدیے ہیں

اُسکے متعلق قیمت اسٹامپ کا بست گونہ بطور جرمانہ اُن سے طلب کیا جاتا ہے۔ چونکہ ایکٹ ترمیم شدہ اس صوبہ میں بخوبی مشتہر نہیں ہوا تھا۔ اس لئے بوجہ ناواقفیت سیکڑوں پٹے سادے کاغذ پر دئیے گئے ہیں۔ اور اگر یہ جرمانہ تعلقداروں سے وصول کیا گیا تو اُنکا بڑا نقصان ہوگا۔ لہٰذا اُسکے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہیئے۔

قانون کورٹ آف وارڈس

"۲۶ فروری ۱۹۲۴ء کو ٹھکرائن امید کنور صاحبہ بیوہ دیوان رنجیت سنگھ صاحب تعلقدار ریاست سیف آباد ضلع پرتاب گڑھ کی ایک درخواست انجمن میں آئی جس سے معلوم ہوا کہ دیوان رنجیت سنگھ صاحب کے انتقال کے بعد اُنکا علاقہ کورٹ آف وارڈس کے اہتمام میں آیا۔ اور بوجہ ناواقفیت سربراہ کار علاقہ کے صدہا آدمیوں نے جھوٹے دعوے کر کے حکام بندوبست سے ڈگری حاصل کر لی۔ اور مواضعات میں مستاجر مقرر ہوگئے جو اپنے فائدے کے مقابلہ میں رعایا کی بہبود کا کچھ خیال نہیں کرتے جسکا نتیجہ ہوا کہ اکثر گاؤں ویران ہوگئے ہیں۔ سربراہ کار کو خاندان کے رسوم سے واقفیت نہیں ہے اور جو لوگ علاقہ سے گزارہ پانے کے مستحق ہیں۔ اُنکے حقوق کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور نابالغ وارث ریاست کی ماں اور دادی کو بیحد تکلیف ہے۔ وہ کھانے کو محتاج ہوگئی ہیں۔ اور ذرا ذرا سی باتوں میں اُنکی ہتک اور توہین کی جاتی ہے۔"

درخواست مذکورۂ بالا انجمن میں پیش ہو کر تجویز ہوا کہ گورنمنٹ کو اسکے متعلق توجہ دلا کر اسکی چارہ جوئی کی جائے۔ چنانچہ گورنمنٹ کو اس بدنظمی کی بابت توجہ دلا کر

اُس کی مناسب اصلاح کرادی گئی۔
اسکے بعد ۲۳ جون ۱۸۹۵ء کو گورنمنٹ کی ایک مراسلت کے جواب میں انجمن سے یہ لکھا گیا کہ :۔
"موجودہ قانون کورٹ آف وارڈس سے اُن تعلقداروں کو فائدہ نہیں پہونچ سکتا جنکے علاقوں پر اُنکے فضول خرچ مورثوں نے قرضہ کا اتنا بار کردیا ہے کہ اُنکے ورثا بغیر بیرونی امداد کے اُسے ادا نہیں کرسکتے۔ اِس لیئے ایسی ریاستوں کو بربادی سے بچانے کے لیئے یہ بہتر ہوگا کہ وہ علاقے کورٹ کرلیے جائیں۔ اور جو تعلقدار خوشی سے اپنا علاقہ کورٹ کے انتظام میں دینا نہ چاہے تو اُس کے لئے گورنمنٹ کو یہ اختیار رہنا چاہیئے کہ وہ ایسی ریاستوں کو بہ اختیار خود، یا تعلقدار کے اعزا کی درخواست یا انجمن کی تحریک پر کورٹ کرلے۔ اور انجمن کی یہ قطعی رائے ہے کہ موجودہ قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے۔"
یکم جولائی ۱۸۹۵ء کو گورنمنٹ نے بذریعۂ مراسلت انجمن کی رائے متعلق باب نہم مسودۂ قانون کورٹ آف وارڈس دریافت کیا کہ اس مسودۂ قانون میں تعلقداروں کے نزدیک جو اُمور قابل اعتراض ہوں تو اُنکی اطلاع گورنمنٹ کو دی جائے۔ انجمن سے اس مراسلت کا جواب دینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ۲۸ اگست ۱۸۹۵ء کو گورنمنٹ نے یہ اطلاع دی کہ ہزآنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ کورٹ آف وارڈس کے متعلق ایک دوسرا مسودۂ قانون تیار کیا جائے۔ چنانچہ وہ مسودہ قریب قریب تیار ہے۔ اور پرائیویٹ طور پر اُسکی چند

کاپیاں انجمن کی اطلاع کے لئے بھیجی جائینگی۔ اور کونسل میں پیش ہونے کے بعد اس مسودہ قانون کے متعلق انجمن کی رائے لیجائیگی۔ چونکہ پُرانے اور جدید مسودہ قانون میں بہت اختلاف ہے۔ اِس لئے پہلے مسودہ کے متعلق انجمن اپنی رائے اُس وقت تک ملتوی رکھے جبتک کہ ترمیم شدہ مسودہ انجمن کے پاس نہ پہونچے۔

اسکے بعد ۱۹ مئی ۱۹۰۷ء کو چیف سکرٹری گورنمنٹ نے یہ تحریر کیا کہ:۔

"تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ عموماً علاقہ جات اُس وقت کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں آتے ہیں جب وہ بیحد مقروض ہو جاتے ہیں۔ اور چند سال کے بعد جب وہ قرضے سے پاک ہو کر مالکان کو واپس دیے جاتے ہیں۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں بوجہ بدانتظامی مالکان وہی علاقے پھر مقروض ہو جاتے ہیں۔

اس خیال سے کہ ایسی ناقابل اطمینان حالت پیدا نہ ہونے پائے۔ یہ تجویز کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مالک جسکا علاقہ قانوناً ناقابل ہونے کے علاوہ کسی اور سبب سے کورٹ ہوا ہو تو بوقت واپسی علاقہ ایسا اعلان کر دیا جائے کہ دوبارہ اُس پر قرضہ کا بار نہ پیدا کیا جاسکے۔ انجمن کی اسکے متعلق کیا رائے ہے۔ عام طور پر لوگ اس تجویز کو پسند کرینگے۔ یا اس سے مالکان کو اپنا علاقہ کورٹ کرانے میں تامل ہوگا۔ اور یہ تجویز اُن مالکان سے متعلق نہ ہوگی جنکے علاقہ جات قانونی ناقابلیت مثلاً نابالغی یا جنون کے سبب سے کورٹ ہوئے ہیں۔

دوسری بات جو دریافت طلب ہے وہ فضول خرچ مالکان کے علاقوں کی بابت ہے، جو بلا خیال اُنکی ذاتی خواہش یا رضامندی کے زیر اہتمام کورٹ لائے جائیں

اور اُسکے متعلق میں انجمن کی تحریر مورخہ ۲۳ر جون ۱۸۹۵ء کا حوالہ دیتا ہوں جسمیں انجمن نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایسا کوئی قانون ہونا چاہیئے کہ بحالت ضرورت گورنمنٹ علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے۔ یا وارث و دیگر اعزا، یا انجمن کی درخواست پر گورنمنٹ کو علاقہ کورٹ کرنے کا اختیار ہو۔ کیا انجمن اب بھی اپنی اُسی راے پر قائم ہے۔ اور کیا انجمن ایسی تجاویز مرتب کریگی جس میں وہ شرائط اور خاص طریقے درج ہوں جن کی بموجب گورنمنٹ کارروائی کرے۔ یہ ضروری ہے کہ خلاف مرضی مالک گورنمنٹ صرف اُس حالت میں دست اندازی کرے۔ جب گورنمنٹ کے اس فعل کی مالک کے اہل خاندان یا حصہ داران علاقہ تائید کریں"۔

۲۶ر اگست ۱۸۹۷ء کو مذکورہ بالا مراسلت گورنمنٹ جلسۂ عام انجمن میں پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ:-

"انجمن گورنمنٹ کی مشکور ہے کہ اُسنے براہ مہربانی تعلقداروں کی فلاح و بہبود کے متعلق اپنا ایسا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ اور اُن نتائج کے لحاظ سے جن کے آیندہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہر دو امور مندرجۂ مراسلت گورنمنٹ کا اجرا و نفاذ نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے انجمن اس بات کی اجازت چاہتی ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ اور تحفظ جائداد کی غرض سے وہ ایک مسودۂ قانون ایکٹ ۲۴ سنہ ۱۸۷۰ء کے اصول کے مطابق مرتب کرکے پیش کرے۔

اسکے بعد ۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو گورنمنٹ نے ایک مسودۂ قانون بطلب راے انجمن میں بھیجا۔ اور ۱۵ر مارچ ۱۸۹۹ء تک راے طلب کی۔ ۱۵ر فروری ۱۸۹۹ء کو

اُسکے متعلق خاص جلسہ طلب کیا گیا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ اس قانون کو پاس کرنے میں عجلت نہ کی جائے۔ کیونکہ اسکا اثر عام تعلقداروں کے حقوق پر پڑتا ہے اور یہ بھی تجویز ہوا کہ اس مسودۂ قانون کے متعلق عذر داری تیار کی جائے۔ اور لائف پریسیڈنٹ انجمن کے ذمہ یہ کام کیا جائے کہ تحفظ حقوق تعلقداری میں پوری کوشش اور پیروی کریں۔ اور اُسکے متعلق جو تدابیر یا جو مصارف ضروری سمجھیں وہ بہ اختیار خود کریں۔ چنانچہ مشیر قانونی انجمن نے عذر داری تیار کی۔ اور قبل اجلاس سلکٹ کمیٹی کونسل ممبر پورڈمال سے اسکے متعلق بحث ہوئی۔ اور سر مہاراجہ صاحب اجودھیا لائف پریسیڈنٹ انجمن سلکٹ کمیٹی میں بمقام الٰہ آباد شریک ہوئے۔

اسکے بعد ۱۳ ؍ مارچ ۱۸۹۹ء کو بمقام چھتر منزل ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر نے تعلقداروں سے یہ کہا کہ :۔

" میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجوزہ قانون کورٹ آف وارڈس سے اِس لیے خائف ہیں کہ یہ شاید آپ کے حقوق خاص کر حقوق تبنیت اور وصیت میں خلل انداز ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو ایسا شک کیوں پیدا ہوا۔ دراصل یہ مسودۂ قانون آپ کے موجودہ اختیارات میں دست اندازی نہیں کرتا ہے۔ وہ صرف بعض اختیارات کے بیجا استعمال کو اُس وقت جبکہ علاقہ کورٹ ہے روکتا ہے۔

ناقابل مالک کے اختیارات وصیت اور تبنیت کے محدود کرنے کی صرف یہی ایک وجہ ہے کہ جب علاقہ زیر نگرانی کورٹ ہے تو زیادہ قرضہ نہ ہو اور اُس کے خاندان والوں کے حقوق زائل نہ ہونے پائیں۔ اگر ان اختیارات کو محدود نہ کیا

جائیگا تو ممکن ہے روپیہ حاصل کرنے کے لیے ناجائز وصیت اور تبنیت کی جائے۔ جو
اُس خاندان کے فوائد کے مضر ہوں۔ جب تک ان اختیارات سے خاندان کی تضحیک
یا بیرونی اشخاص کے شمول سے اُنکی بے عزتی نہ کی جائیگی یا ریاست کو قرضہ سے
پاک کرنے کی کوششوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائیگی۔ اُس وقت تک
ناقابل مالک کے اختیارات وصیت و تبنیت پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مجھے یقین ہے
کہ آپ اس پالیسی کو قبول کرینگے۔ اور اگر آپ منظور کریں تو سلکٹ کمیٹی بآسانی مسودہ
کی ترمیم اُس طرح پر کر سکتی ہے کہ مناسب اعتراضات رفع ہو جائیں۔ آپ یہ سمجھ لیجیے کہ
کہ کورٹ آف وارڈس جب کسی علاقہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو وہ مثل مالک کے
ہو جاتا ہے اور ریاست کے فائدہ کے واسطے کام کرتا ہے۔ اور اگر ایسی حالت میں
آپ اُسکے اختیارات لے لیں گے تو گویا آپ اصل مالک کو کمزور کر دینگے۔ مقدمہ بازی
بڑھیگی۔ اور مالک کے روپیہ سے وکلا فائدہ اُٹھائینگے

کورٹ کے کاموں سے گورنمنٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بجز اس کے کہ قدیم
خاندان قائم اور محفوظ رہیں۔ قانون کورٹ آف وارڈس ایسی ترمیمات کے ساتھ
جن سے یہ ثابت ہو کہ آپ کا خوف بیجا تھا نیز مسودۂ قانون تحفظ علاقہ جات جس کے
اصول کو صاحب وزیر ہند نے منظور کر لیا ہے۔ اگر پاس ہو گئے تو میری دانست میں
ایسے ذرائع مہیا ہونگے جنکی امداد سے آپ اپنے علاقہ اپنے خاندان میں ہمیشہ کے واسطے رکھ سکینگے۔

غرضکہ ۱۹۰۰ء میں قانون کورٹ آف وارڈس پاس ہو گیا جو ایکٹ ۳
۱۹۰۰ء کے نام سے موسوم ہے۔

ایڈوایزری کمیٹی

یکم اپریل ۱۹۰۹ء کے جلسہ میں حسب تحریک آنریبل راجہ سر محمد علی محمد خاں۔ خان بہادر یہ تجویز ہوا کہ "کورٹ آف وارڈس کے انتظام کے متعلق ایک ایڈوائزری کمیٹی بہ ماتحتی بورڈ مال قائم کی جائے" چنانچہ حسب منشائے تجویز بالا ۲ مئی ۱۹۰۹ء کو انجمن کی جانب سے ایک تحریر چیف سکریٹری گورنمنٹ کے نام بھیجی گئی۔ اور اس میں یہ لکھا گیا۔ کہ:۔

"کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں جو ریاستیں ہیں اُنکے انتظام کے متعلق اکثر منجانب پبلک اعتراضات ہوتے ہیں۔ اور جن باتوں پر اعتراضات کیے جاتے ہیں وہ زیادہ تر طریقہ انتظام کے متعلق نہیں ہیں بلکہ وہ منتظمان کی ناواقفیت رسم و رواج کے متعلق ہیں جو مالکان ریاست کے مذہب اور قوم میں جاری ہیں۔ اکثر وارڈس کی شادیاں اُن سے کم درجہ کے خاندانوں میں ہوئی ہیں۔ اور بوجہ ناواقفیت کے اکثر رسوم جو پیدائش۔ شادی اور موت کے وقت ہوتی ہیں وہ پورے طور پر ادا نہیں کی جاتی ہیں۔ چونکہ قانون کورٹ آف وارڈس کی ترمیم گورنمنٹ کے پیش نظر ہے۔ لہذا التماس ہے کہ انجمن کا رزولیوشن اُس کمیٹی کے روبرو پیش کردیا جائے جو قانون کورٹ آف وارڈس کی ترمیم پر غور کرنے والی ہے"۔

۲۰ مارچ ۱۹۲۲ء کے جلسۂ انجمن میں یہ مسئلہ پھر پیش ہوا۔ اور یہ طے پایا کہ "چونکہ اس وقت بورڈ مال کے شکست کرنے اور کورٹ آف وارڈس کے آئندہ انتظام کا مسئلہ گورنمنٹ میں زیر تجویز ہے۔ اس لیے کورٹ آف وارڈس کے

آئندہ انتظام کے مسئلہ پر انجمن کو بھی غور کرکے کوئی تجویز کرنا چاہیئے۔ غرضکہ اس کے لیے ایک سلکٹ کمیٹی مقرر کی گئی۔ اور یہ تجویز ہوا کہ قبل یکم جون سنہ ۱۹۲۲ء سلکٹ کمیٹی اپنی رپورٹ و تجاویز پریسیڈنٹ صاحب انجمن کی خدمت میں بھیجدے۔ کئی مرتبہ سلکٹ کمیٹی کے انعقاد کے لیے نوٹس جاری کیے گئے لیکن کورم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جلسہ نہیں ہوا لیکن منجملہ ممبران سلکٹ کمیٹی کے لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب و راجہ پرتھوی پال سنگھ صاحب نے مفصلہ ذیل تجاویز رزولیوشن کی شکل میں پریسیڈنٹ صاحب انجمن کے پاس بھیجیں۔

تجویز لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب

"انجمن ہندا اودھ کی رائے میں بورڈ مال کے شکست ہونے پر محکمہ کورٹ آف وارڈس زیر نگرانی فنانس ممبر رکھا جائے اور مفصلہ ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی کورٹ آف وارڈس بورڈ کے نام سے مقرر کیجائے۔

(۱) ایک افسر جسکا درجہ ایک سینیر کمشنر کا ہو۔

(۲) ایک قائم مقام تعلقداران اودھ۔

(۳) ایک قائم مقام مالکان اراضی صوبۂ آگرہ۔

مذکورۂ بالا بورڈ مثل ٹرسٹیوں کے کام کرے اور وہ کل فرائض ادا کرے۔ جو اس وقت کورٹ آف وارڈس کے متعلق بورڈ مال انجام دیتا ہے۔ قائم مقاموں کی تنخواہ پندرہ سو روپیہ ماہوار رکھی جائے۔ اور اُس رقم سے دی جائے جو ریاستہائے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس سے وصول کی جاتی ہے۔ اور قائم مقامان کے انتخاب

یا تقرر کے متعلق اُن قواعد کی پابندی کی جائے جو گورنمنٹ اُسکے متعلق نافذ کرے۔
قائم مقامان مالکانِ اراضی صوبۂ آگرہ و اودھ کے انتخاب کا یہ طریقہ مناسب ہوگا۔
کہ انجمن ہند اودھ اور انجمن زمینداران صوبۂ آگرہ چھ چھ نام اپنے اپنے صوبہ سے
منتخب کر کے گورنمنٹ میں بھیجیں اور اُن میں سے گورنمنٹ کسی ایک شخص کو منتخب کرے۔

تجویز راجہ پرتھوی پال سنگھ صاحب

"بورڈ مال کے شکست ہونے پر کورٹ آف وارڈس کا انتظام ایک کمیٹی
کے متعلق کیا جائے جو کورٹ آف وارڈس بورڈ کے نام سے موسوم ہو۔ اور یہ کمیٹی
براہ راست فنانس ممبر گورنمنٹ کے ماتحت ہو۔

(۱) انجمن ہند اودھ چار ممبر منتخب کرے۔

(۲) انجمن زمینداران صوبۂ آگرہ چار ممبر منتخب کرے۔

اور کمیٹی اپنے ممبروں میں سے کسی کو اپنا چیرمین منتخب کرے۔ ہر ممبر تین
سال کے لئے مقرر کیا جائے اور ممبران کو بموجب سول سروس ریگولیشنز بھتہ اور
سفر خرچ دیا جائے۔ بورڈ انتظام کورٹ آف وارڈس کا نگراں رہے۔ اور اُسکے
احکام اور پالیسی کی تعمیل کے لئے ایک اگزیکیوٹو افسر مقرر کیا جائے۔ اور اُسے
اُس رقم سے تنخواہ دی جائے جو ریاستوں سے متعلق انتظام کورٹ وصول کی جاتی
ہے۔ انجمن ہند اودھ اور انجمن زمینداران صوبۂ آگرہ ہر ضلع میں ایک لوکل کمیٹی
مقرر کریں۔ جو کورٹ آف وارڈس ڈسٹرکٹ کمیٹی کے نام سے موسوم ہو۔ اور جسمیں
تعلقدار یا زمیندار ممبر ہوں۔ یہ کمیٹیاں براہ راست مذکورۂ بالا بورڈ کی نگرانی میں کام

کریں اور مقامی معاملات سب اُن سے متعلق رہیں۔ اور ممبران کمیٹی اُس بھتہ اور سفر خرچ کے مستحق ہونگے جو ندکورۂ بالا بورڈ مقرر کرے۔

۵ ؍ اگست ۱۹۲۳ء کے جلسہ میں مراسلت سکریٹری بورڈ مال متعلق ترمیم بعض دفعات قانون کورٹ آف وارڈس جو بطلب رائے انجمن میں آئی تھی پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ :-

"فی الحال سکریٹری صاحب بورڈ مال کی تحریر کا جواب ملتوی رکھا جائے۔ کیونکہ قانون کورٹ آف وارڈس کی اور دفعات بھی ایسی ہیں جن کی ترمیم بہت ضروری ہے۔ لہٰذا سکریٹری بورڈ مال سے یہ دریافت کیا جائے کہ کیا گورنمنٹ اسی کے ساتھ قانون کی دیگر دفعات کی ترمیم کی بھی اجازت دیگی ؟ - اگر اور دفعات کی ترمیم بھی منظور فرمائی جائے تو انجمن اپنی رائے کل ضروری دفعات کی ترمیم کے لیے ایک ساتھ بھیج دے۔

۱۵ ؍ اگست ۱۹۲۳ء کو نقل رزولیوشن سکریٹری صاحب بورڈ مال کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور ۲ ؍ نومبر ۱۹۲۳ء کو سکریٹری صاحب بورڈ مال نے انجمن کی تحریر کا یہ جواب دیا۔ کہ

"یہ ممکن ہے کہ قانون کورٹ آف وارڈس کی مجموعی ترمیم میں ابھی عرصہ لگے۔ اس لئے انجمن اس وقت اپنی رائے مجوزہ ترمیم کی بابت عنایت کرے"

۱۵ ؍ دسمبر ۱۹۲۳ء کو یہ مسئلہ پھر اگزیکیوٹو کمیٹی میں پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ جواب مراسلت صاحب سکریٹری بورڈ مال حسب تجویز پریسیڈنٹ صاحب حسب ذیل بھیجا جائے۔

بورڈ نے اپنی مراسلت میں دو قسم کے معاملات کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) وہ مالکان جو حسب منشاے ایکٹ ناقابل انتظام قرار دیے جا سکتے ہیں اور جنھوں نے اس غرض سے کہ کورٹ آف وارڈس اُنکی جائداد کو اپنے اہتمام میں نہ لے سکے۔ یا کسی اور وجہ سے اپنی جائداد کا ایک ٹرسٹ قائم کرتے ہیں۔

(۲) وہ مالکان جو ٹرسٹ قائم کرنے کے وقت ناقابل انتظام نہیں قرار دئے جا سکتے اور جنھوں نے نیک نیتی سے کوئی ٹرسٹ بغرض انتظام جائداد اپنی حیات و نیز اپنی وفات کے بعد کے لئے قائم کیا ہے۔

قسم اول کی نسبت تجاویز بورڈ بغرض ترمیم قانون بیجا نہیں ہیں۔ کہ لوکل گورنمنٹ ایسے مالکان کو ناقابل انتظام قرار دے سکے۔ باوجودیکہ اُنھوں نے اپنی جائداد ٹرسٹیوں کے سپرد کردی ہو۔ یہ امید ہے کہ گورنمنٹ ایسے مسائل میں اپنے اختیارات کا نفاذ جوڈیشل طریقہ پر یہ لحاظ رکھتے ہوئے کریگی کہ آیا ٹرسٹ نیک نیتی سے جائداد کے تحفظ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یا ایسے ٹرسٹ سے کوئی ناقص اثر جائداد پر پڑتا ہے۔ بلا لحاظ اسکے کہ اعلان ہوگیا ہے یا نہیں۔ اور ایسی حالت میں دفعہ ۸ (۱) کے اضافہ کی نسبت اُن الفاظ میں جو بورڈ کی مراسلت میں درج ہیں۔ انجمن کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

دوسری قسم کے متعلق انجمن کو سخت اعتراض ہے کہ قانون میں کوئی ایسی دفعہ رکھی جائے جس سے اُن اختیارات میں دست اندازی ہو سکے جو مالک جائداد کو

اپنی جائداد کے انتظام و تحفظ کے لئے حاصل ہیں۔ خواہ وہ انتظام اُسکی حیات کے لیے محدود ہو خواہ اُسکا اثر اُسکی وفات کے بعد بھی ہوتا ہو۔ چونکہ مالک اپنی جائداد کا تحفظ اپنے و نیز اپنے ورثا کے لیئے بمقابلہ کورٹ آف وارڈس یا لوکل گورنمنٹ عمدہ طور پر کر سکتا ہے۔ اور اُسکو اپنی بیوہ اور نابالغ بچے کے ساتھ کسی غیر شخص کے مقابلہ میں زیادہ دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اور اُسکو اپنی جائداد کو جس طرح وہ چاہے دینے کا قانونًا حق حاصل ہے۔ لہذا ٹرسٹ قائم کرنے یا کسی دوسرے انتظام کے حق کو محدود کرنا۔ در اصل مالک کے اُس حق میں خلل انداز ہوتا ہے جو اُسکو حاصل ہیں۔ اسکے متعلق نابالغان یا بیوگان کے حقوق کے تحفظ کے خیال سے صرف اسی قدر ضرورت ہے کہ کورٹ آف وارڈس اُس جائداد کی نگرانی اپنے ذمہ لے لے۔ اور اگر ٹرسٹ میں کوئی شدید بدانتظامی پائی جائے جس سے جائداد کا نقصان متصور ہو۔ یا جس سے مالکان کے حق پر مضر اثر پڑتا ہو۔ تو کورٹ آف وارڈس تنسیخ ٹرسٹ کی عدالت دیوانی میں درخواست کرے اور بحالت کامیابی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اسی کے ساتھ یہ امر بھی نظر انداز نہ ہونا چاہئے۔ کہ جائداد کے ٹرسٹی اسکے ذمہ دار ہیں کہ اگر کوئی نقصان یا مضرت اُس جائداد کو پہونچے۔ تو وہ اُس نقصان کو پورا کریں۔

موجودہ قانون میں بعض اور دفعات بھی ایسی ہیں جن میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ انجمن فی الحال اُن دفعات کی نسبت رائے زنی کے حق کو ملتوی رکھتی ہے اور مستدعی ہے کہ جسوقت ایکٹ کی ترمیم کیجائے تو انجمن سے بھی مشورہ کر لیا جائے۔

سنٹرل ایڈوایزری کمیٹی

۲۰ر جولائی ۱۹۲۴ء کے جلسہ اکزیکیوٹف کمیٹی میں مراسلت سکریٹری صاحب گورنمنٹ مورخہ ۱۴ر مئی ۱۹۲۴ء متعلق نامزدگی چھ تعلقداران و زمینداران بنابر ممبری سنٹرل ایڈوائزری کمیٹی کورٹ آف وارڈس پیش ہوکر مفصلۂ ذیل اصحاب نامزد کیے گئے۔

(۱) آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب کے، سی، آئی، ای۔ پریسیڈنٹ انجمن۔
(۲) راجہ محمد اعجاز رسول خاں صاحب سی، ایس، آئی۔ تعلقدار جہانگیر آباد۔
(۳) بابو پرتھوی پال سنگھ صاحب ... تعلقدار سورج پور
(۴) سردار نہال سنگھ صاحب ... تعلقدار رہبر گوبندپور
(۵) منشی احتشام علی صاحب ... زمیندار لکھنؤ
(۶) پنڈت شیام بہاری مصرا صاحب۔ گورنمنٹ پنشنرز۔ زمیندار پرتاب گڑھ

۲۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کو اس نامزدگی کی اطلاع گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔ اور گورنمنٹ نے منجملہ چھ اصحاب کے مفصلۂ ذیل تین اصحاب کو منتخب کیا۔

(۱) آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب۔
(۲) راجہ محمد اعجاز رسول خاں صاحب۔
(۳) پنڈت شیام بہاری مصرا۔

۸ر دسمبر ۱۹۲۷ء کو جب ان ممبران کی میعاد ختم ہوئی تو سکریٹری صاحب گورنمنٹ نے دوبارہ چھ اصحاب کی نامزدگی کے لئے لکھا۔ چنانچہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کے

جلسہ میں مفصلۂ ذیل اصحاب نامزد ہوئے۔

(۱) راجہ سورج بخش سنگھ صاحب او، بی، ای - پریسیڈنٹ انجمن۔

(۲) آنریبل راجہ سرامپال سنگھ صاحب کے، سی آئی، ای تعلقدار کوری سدلی۔

(۳) راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب ایم، ایل، سی۔ تعلقدار حسنا پور۔

(۴) آنریبل راجہ نواب علی خاں صاحب ... " اکبر پور

(۵) منشی احتشام علی صاحب ... ... زمیندار لکھنؤ

(۶) پنڈت شیام بہاری مصرا ... ... زمیندار پرتاب گڑھ

۱۴ ستمبر ۱۹۲۸ء کے جلسۂ اگزیکیوٹف کمیٹی میں یہ تجویز ہوا کہ :-

"کورٹ آف وارڈس کا انتظام قابل اطمینان نہ ہونے کی وجہ سے عام طور پر یہ شکایت ہے۔ اور اسی بے اطمینانی کے لحاظ سے کورٹ آف وارڈس کی اصلاح پر غور کرنے کے لئے عرصہ ہوا ایک کمیٹی جو مکنیر کمیٹی کے نام سے مشہور ہے مقرر کی گئی تھی۔ لیکن اس وقت تک اُس کمیٹی کی رپورٹ اور تجاویز پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ چونکہ یہ مسئلہ زیادہ عرصہ تک التوا میں رہنا قرین مصلحت و انصاف نہیں ہے۔ لہذا انجمن کی جانب سے گورنمنٹ سے استدعا کی جائے کہ وہ حسب سفارش کمیٹی مذکورۂ بالا کورٹ آف وارڈس کی اصلاح کی جانب جلد توجہ فرمائے۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ ممبران کونسل سے عموماً اور مالکان آراضی سے خصوصاً یہ درخواست کی جائے کہ وہ خاص طور پر اس معاملہ میں کوشش فرمائیں۔

چنانچہ نقل رزولیوشن گورنمنٹ اور ممبران اگزیکیوٹو کمیٹی کی خدمت میں بھیجدی گئی۔

اسکے بعد ۹ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء کے جلسہ میں مراسلت سکریٹری صاحب گورنمنٹ متعلق نامزدگی تین نمایندگان انجمن بغرض ممبری سنٹرل اڈوائزری کمیٹی کورٹ آف وارڈس پیش ہوکر مفصلۂ ذیل اصحاب نامزد ہوئے۔

(۱) راجہ سورج بخش سنگھ صاحب او، بی، ای۔ پریسیڈنٹ انجمن۔

(۲) راجہ محمد اعجاز رسول خاں صاحب سی، ایس، آئی۔ وائس پریسیڈنٹ۔

(۳) راجہ سر رامپال سنگھ صاحب کے، سی، آئی، ای۔

۲۲ اگست سنہ ۱۹۲۹ء کے جلسہ اکزیکیوٹو کمیٹی میں آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب کی تحریک پر بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ :۔

" انجمن تعلقداران اودھ موجودہ قانون کورٹ آف وارڈس اور اُس کے انتظام سے اپنی بے اطمینانی کا اظہار کرتی ہے اور لوکل گورنمنٹ سے بہ ادب درخواست کرتی ہے کہ کورٹ آف وارڈس کے متعلق ایک نئے قانون کا مسوّدہ اُن اصول کے مطابق جن کی کمیٹی نے بالاتفاق سفارش کی ہے تیار کرکے جلد سے جلد لوکل لیجسلیٹو کونسل میں گورنمنٹ کی جانب سے پیش کیا جائے۔ کیونکہ اصلاح انتظام کورٹ آف وارڈس کا مسئلہ عرصہ سے زیر غور ہے اور اب اُسمیں مزید تاخیر نہ ہونا چاہیے۔"

بالاتفاق تحریک مذکورۂ بالا منظور ہوکر یہ بھی تجویز ہوا کہ نقل اُسکی گورنمنٹ اور ممبران بورڈ کی خدمت میں بھیجی جائے۔ اسکے بعد سر راجہ صاحب نے یہ بھی تحریک کی کہ:۔

" انجمن تعلقداران اودھ کو اُس کارروائی اور طریقہ پر سخت اعتراض ہے

جو کشوری للی معروف بہ بچی صاحبہ وارث ریاست شاہ پور ضلع گونڈہ کو نینی تال بھیجنے میں اختیار کی گئی ہے اور جو برتاؤ کورٹ آف وارڈس نے اس معاملہ میں ٹھکرائن سرسوتی کنور صاحبہ بیوہ ٹھاکر گنیشر بخش سنگھ صاحب تعلقدار شاہ پور کے ساتھ کیا ہے۔ انجمن اس بات کی مستدعی ہے کہ آئندہ تعلقداروں و زمینداروں کے خاندانی مراسم اور روایات کی ایسی توہین اور بے عزتی نہ کی جائے۔ انجمن یہ بھی التجا کرتی ہے کہ لڑکی کی تعلیم و تربیت کا موجودہ انتظام کسی طرح مناسب اور قابل اطمینان نہیں ہے۔ اور اسکی اصلاح اس طرح ہونا چاہیئے۔ کہ لڑکی کی نگرانی اور تعلیم کے لیے ایک ہندو گورنس مقرر کی جائے۔ اور اُسکی تعلیم گونڈہ یا لکھنؤ میں ہو۔ بہر حال اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لڑکی کی تعلیم اور تربیت ایسے طریقہ پر ہونا چاہیئے جو عموماً تعلقداری خاندانوں میں رائج ہیں۔"

یہ تحریک بھی بالاتفاق منظور ہوئی اور حسب تجویز کمیٹی اُسکی نقل ممبر بورڈ انچارج کورٹ آف وارڈس و کمشنر قسمت فیض آباد کی خدمت میں بھیجی گئی۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۱ء کو سنٹرل ایڈوائزری کمیٹی کورٹ آف وارڈس نے ایک رزولیوشن پاس کیا تھا کہ قبل اسکے وہ اُن سفارشوں کی بابت جو کمیٹی نے قانون کورٹ آف وارڈس کی ترمیم کے متعلق کی ہیں، اپنی کوئی رائے ظاہر کرے۔ وہ چاہتی ہے کہ صوبجات متحدہ کے مالکان آراضی کی انجمنوں سے اسکی بابت رائے دریافت کی جائے۔ اور یہ مسئلہ آئندہ جلسہ میں اُن انجمنوں کی رائے کے ساتھ پیش کیا جائے۔

۲۱ر نومبر ۱۹۳۱ء کو صاحب ریوینیو سکریٹری گورنمنٹ نے تجویز مذکورۂ بالا بطلب رائے انجمن میں بھیجی۔ اور ۹ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو اسکا جواب منجانب پریسیڈنٹ انجمن یہ بھیجا گیا۔ کہ

"عرصہ ہوا کہ اس انجمن نے اپنی رائے گورنمنٹ میں یہ بھیجدی تھی کہ ترمیم قانون کورٹ آف وارڈس کے متعلق اُسے مکنیر کیمیٹی کی سفارشوں سے اصولاً اتفاق ہے اور اسکے بعد بھی وقتاً فوقتاً انجمن اسکے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلا تی رہی ہے۔ تفصیل کے متعلق ممکن ہے کہ اختلاف رائے ہو۔ لیکن اس انجمن کو اس سے بالکل اتفاق ہے کہ موجودہ قانون ضروریات زمانہ کے لحاظ سے بالکل ناموزوں ہے۔ مالکانِ آراضی کو کورٹ آف وارڈس کی پالیسی اور اُس کے انتظام میں اظہار خیال و رائے کا موقع پورے طور پر حاصل ہونا چاہیئے۔ اور یہ بات اُسی حالت میں ممکن ہے جبکہ موجودہ قانون ترمیم کیا جائے۔"

اسکے بعد ۲۰ر اگست ۱۹۳۲ء کے جلسۂ اکزیکیوٹو کمیٹی میں یہ مسئلہ پھر پیش ہو کر یہ تجویز ہوا کہ :-

اِس انجمن کو اُس تاخیر کی وجہ سے جو گورنمنٹ قانون کورٹ آف وارڈس کی ترمیم میں کر رہی ہے نہایت انتشار و فکر ہے۔ کیونکہ یہ قانون موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے بالکل ناکافی اور غیر موزوں ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ انجمن گورنمنٹ سے استدعا کرتی ہے کہ مسودۂ ترمیم قانون کورٹ آف وارڈس آئندہ کونسل کے سشن میں پیش کیا جائے۔ جسکا وعدہ آنریبل فنانس ممبر نے

گزشتہ اجلاس کونسل میں راجہ جگناتھ بخش سنگھ صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ اور کورٹ آف وارڈس کے آیندہ کانسٹیٹیوشن میں مالکان اراضی کو اُسکے انتظام میں شرکت کا اختیار دینا چاہیے۔ اور اس انجمن کی راے میں اسکی اشد ضرورت ہے۔ کہ ایک اسٹیٹیوٹری بورڈ ایسا قائم کیا جائے جس کا ایک چیرمین مخصوص ہو اور وہ اپنا پورا وقت کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں صرف کرے۔

۱۳ر اگست ۱۹۳۲ء کو تجویز مذکورۂ بالا گورنمنٹ میں بھیجی گئی۔

۱۶ر دسمبر ۱۹۳۲ء کے جلسہ اکزیکیوٹو کمیٹی میں یہ تجویز ہوا کہ :۔

اِس انجمن کی راے میں مسودۂ قانون کورٹ آف وارڈس جسے لیجسلیٹو کونسل نے سلکٹ کمیٹی کے سپرد کیا ہے۔ وہ بلحاظ اُن اصلاحات کے جن کی قانون کورٹ آف وارڈس میں ضرورت ہے بالکل ناکافی ہے۔ اور مسودۂ قانون مذکورہ اُس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہوسکتا۔ جب تک اُس میں مفصلۂ ذیل امور کا اضافہ نہ کیا جائے۔

(۱) (الف) چار ممبروں کا انتخاب انجمن ہند اودھ سے کیا جائے۔

(ب) چار ممبروں کا انتخاب آگرہ زمیندار ایسوسی ایشن سے کیا جائے۔

(ج) دو ممبروں کا انتخاب یو، پی، لیجسلیٹو کونسل سے کیا جائے۔

(د) ایک ممبر کو لوکل گورنمنٹ نامزد کرے۔

(۲) کورٹ آف وارڈس کا مستقل چیرمین ہونا چاہیے۔ جس کا تقرر ہز اکسلنسی گورنر

اُن اشخاص میں سے کرینگے۔ جنھیں کورٹ آف وارڈس کے غیر سرکاری ممبر منتخب کریں۔ اور سکریٹری کا انتخاب ممبران کورٹ آف وارڈس کی ۳/۴ کثرت رائے سے ہونا چاہیئے۔

(۳) کورٹ آف وارڈس کو کافی اختیارات انتظامی حاصل ہونا چاہیے۔

(۴) سوائے پریسیڈنٹ کے کوئی ایسا ممبر منتخب یا نامزد نہ کیا جائیگا جو دو ہزار پانچ سو سے کم مالگزاری ادا کرتا ہو۔

۱۹ ردسمبر ۱۹۳۲ء کو نقل رزولیوشن مذکورہ بالا ریونیو سکریٹری گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور ضروری ترمیمات کے بعد قانون کورٹ آف وارڈس صوبہ کی کونسل سے پاس ہوگیا۔ اور جدید قانون کے بموجب نئے کورٹ آف وارڈس کے ممبر، سکریٹری اور چیرمین کا تقرر ہوگیا۔

انتخاب ممبرانِ کورٹ آف وارڈس

۱۷ ردسمبر ۱۹۳۲ء کے جلسۂ عام انجمن میں تین ممبران کورٹ آف وارڈس کے انتخاب پیش ہوا۔ اور قبل کارروائی شروع ہونے کے راجہ سر رامپال سنگھ صاحب پریسیڈنٹ انجمن نے کہا کہ :-

"میں اس وقت صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج انجمن کی جانب سے جو تین ممبروں کا انتخاب ہونے والا ہے اُسکے متعلق انجمن کے قدیم روایات اور اُسکی نیکنامی کے لحاظ سے میں آپ سب صاحبوں اور خاص کر اپنے ہندو بھائیوں سے یہ گزارش کرونگا کہ اُنھیں دو ہندو اور ایک مسلمان ممبر کو منتخب کرنا چاہیئے۔

اور ووٹ دیتے وقت اسکالحاظ رکھنا چاہیئے۔

غرضکہ باضابطہ تحریک وتائید کے بعد مفصلہ ذیل پانچ اصحاب ممبری کے لیئے نامزد ہوئے۔

(۱) شیخ محمد حبیب اللہ صاحب

(۲) چودھری مجتبےٰ حسین صاحب

(۳) ٹھاکر رامپال سنگھ صاحب

(۴) رائے راجیشوربلی صاحب۔

(۵) راجہ سری رام صاحب۔

بذریعہ بیلٹ پیپر ووٹ لئے گئے۔ اور بعد شمار ووٹ یہ اعلان کیاگیا کہ کثرت رائے سے۔ رائے راجیشوربلی صاحب۔ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب اور ٹھاکر رامپال سنگھ صاحب کورٹ آف وارڈس کے ممبر منجانب انجمن منتخب ہوئے۔

اسکے بعد ٹھاکر رام پال سنگھ صاحب کی وفات سے اُنکی جگہ پر راجہ برندرکرم سنگھ صاحب تعلقدار پیاگپور کا انتخاب ہوا۔

حقوق قبضہ داری کاشتکاران

لارڈ لارنس وائسرائے وگورنر جنرل کے عہد میں حقوق قبضہ داری کاشتکاران کے پیچیدہ مسئلہ پر شدید اختلاف اور بڑے جوش وخروش کا مباحثہ ہوا تھا۔ اور سرچارلس ونگفیلڈ صاحب کی اس رائے کی صحت بخوبی ثابت ہوگئی تھی

کہ اودھ میں کاشتکاروں کے حقوق کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ لیکن باوجود اسکے اب تک بعض حکّام کے دلوں سے وہ خیالات دفع نہیں ہوئے۔ اور اب تک اُن میں سے بعض کا یہ مقولہ ہے کہ :۔

"بادشاہ اور کسان میں کوئی حد فاصل نہ ہونی چاہیے۔"

غرضکہ بندوبست پختہ میں کوئی فرق کاشتکاران موروثی اور کاشتکاران مطلق کے درمیان نہیں رکھا گیا تھا۔ اور اودھ میں حقوق قبضہ داری استمراری بہ لگان معین اختراع نہیں کیے گئے تھے اور مہتمان بندوبست کو یہ ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ قیاسی باتوں سے دھوکھا نہ کھائیں۔ بلکہ صرف اُن حقوق کو بندوبست کے کاغذات میں درج کریں جو دراصل موجود پائے جائیں۔

یہ حالت اُس وقت تک قائم رہی، جب تک کہ سر جارج کیمبل صاحب جوڈیشل کمشنر اودھ نے اپنی رپورٹ انتظامی سنہ ۱۸۶۴ء میں اس بحث کو پھر نہیں چھیڑا۔ اُنھوں نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ :۔

"تمام ہندوستان میں جو طریقے بندوبست آراضی کے جاری ہیں اور جتنی قسم کی قبضہ داریاں تسلیم کی گئی ہیں اُن سب میں رعایا کا ایک مضبوط حق موجود ہے۔ اور انھیں حقوق کے تحفظ پر سارا دارومدار ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ روس کے خانہ زاد غلام بھی ایسی آزادی کی کچھ قدر نہ کرینگے۔ تاوقتیکہ آزادی کے ساتھ اُنکو آراضی میں کچھ محدود و معین حقوق نہ بخشے جائیں۔"

میں اسکو اودھ کے مالکان آراضی کا بڑا شرف سمجھتا ہوں کہ اُنکی نسبت

کاشتکاروں کے حقوق میں دست اندازی کرنے کا گمان بہ نسبت مالکانِ اوّلے کے بہت کم ہے۔ تاہم مالکانِ اعلیٰ اور کاشتکاروں میں تنازعات ضرور ہونگے۔ کیونکہ کاشتکاروں کے حقوق کی کوئی حفاظت نہیں کی گئی ہے۔ پس اُسکا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ آئندہ بندوبست میں ایک فرقے کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے"۔

جب یہ رپورٹ سر جارج یُول صاحب کو پہونچی جو سر چارلس ونگفیلڈ صاحب کے رخصت کے زمانہ میں قائم مقام چیف کمشنر اودھ تھے۔ تو اُنھوں نے حقوق کاشتکاری کی تحقیقات شروع کی۔ مگر قائم مقام چیف کمشنر صاحب نے اسکے متعلق جس تعلقدار سے دریافت کیا اُسنے یہی بیان کیا کہ کاشتکاروں کو کسی قسم کا حق آراضی کو لگان معین پر رکھنے کا نہیں ہے۔ اور اس صوبہ میں ایسے کسی حق کا کوئی وجود نہیں ہے۔

جوڈیشیل کمشنر صاحب نے ۱۸۶۲ء کی سالانہ رپورٹ میں حقوق کاشتکاری کا ذکر کرتے ہوئے پھر یہ لکھا کہ:۔

"اگر اودھ میں ایسے کاشتکار نہ تھے جو ایک معین لگان دیتے ہوں۔ تاہم ایسے کاشتکار یقینًا تھے جو ایک حق قبضہ داری رکھتے تھے اور لگان مجوزہ دیتے تھے۔ اور یہی حق اُن میں اور کاشتکاران مطلق میں باعث امتیاز تھا۔ بہرحال ہماری زبردست حکومت میں جس نے حق مقابلہ کو فنا کر دیا ہے غیر محدود اضافہ لگان کو زمینداروں کی رائے پر اس طرح چھوڑنا کہ قدیم کاشتکار عملاً کاشتکار مطلق کے درجہ کو پہونچ جائے۔ اُنکی حالت کو اُس سے بدتر کر دیتا ہے جو پیشتر تھی"۔

سر چارلس ونگفیلڈ صاحب نے رخصت سے واپس آکر نواب گورنر جنرل بہادر کو یہ لکھا

"جوڈیشل کمشنر صاحب نے جو نتائج نکالے ہیں۔ وہ محض بے دلیل اور باعث مغالطہ ہیں۔ کاشتکاران قبضہ دار کے وجود سے بایں حیثیت کہ وہ کاشتکاران مطلق سے علیحدہ ہیں کبھی تجاہل عارفانہ نہیں کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس امر کا یقین کلی تھا کہ اودھ میں کاشتکاران قبضہ دار نہیں ہیں یعنی ایسے کاشتکار جو لگان معین اور غیر مختلف دیتے ہوں۔ لہذا کاشتکاران قبضہ دار اور غیر قبضہ دار میں تفریق کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور یہ امر بھی غیر ضروری خیال کیا گیا کہ بندوبست کے وقت اسکی عام تحقیقات کی جائے کہ آئندہ لگان کی شرح واجبی کیا ہونی چاہئے۔ کیونکہ اس تحقیقات سے مالکان آراضی اور اُنکی رعایا میں ضرور مخالفت ہوتی۔ اور اُنکو بحال خود چھوڑ دینے سے نزاع کا احتمال بہت کم تھا۔

غرضکہ سر چارلس ونگفیلڈ صاحب ہرگز اس امر پر راضی نہ ہوئے کہ ممالک مغربی و شمالی کی طرح اودھ میں بھی کاشتکاری موروثی جاری کی جائے۔ کیونکہ کاشتکاران موروثی اور اُنکے حقوق کو ممالک مغربی و شمالی میں بھی اُس وقت تک کوئی نہ جانتا تھا۔ جب تک گورنمنٹ انگلشیہ نے اُنھیں ایجاد نہیں کیا۔ اور اس خلاف مصلحت کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ممالک مغربی و شمالی میں آراضی کی قیمت بہت گھٹ گئی۔

سر جان کیمبل کا یہ قول بالکل بے اصل ہے کہ عہد شاہی میں شرح لگان معین تھی اور اُسی لگان پر کاشتکار آراضی لینے کے مستحق سمجھے جاتے تھے

یہ آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ عہد شاہی میں مالکانِ آراضی کے اختیار کی کوئی حد نہ تھی۔ بجز اسکے کہ خود اُنکا فائدہ اسکا مقتضی تھا۔ کہ لگان کو اس قدر نہ بڑھائیں کہ آراضی بلا کاشت پڑی رہے۔

یُول صاحب اور سر چارلس ونگفیلڈ صاحب کی یہ قطعی رائے تھی کہ کاشتکار لگان واجبی دینے پر قبضہ داری کا مستحق ہے اور میعاد قبضہ سے یہ حق نہیں پیدا ہوتا کہ وہ معین لگان کے ساتھ آراضی پر قابض رہے۔

غرضکہ لارڈ لارنس صاحب کے عہد میں حقوق کاشتکاران کی بحث نے ایک نیا رنگ اختیار کیا۔ اُنھوں نے سر چارلس ونگفیلڈ صاحب سے یہ دریافت کیا کہ

"آیا حق قبضہ داری سے آراضی پر لگان معین کے ساتھ قبضہ رکھنے کا حق مراد ہے؟۔ یا اور کوئی حق اور ایسے حقوق کے بندوبست کے کاغذات میں اندراج کی کوئی تدبیر کی گئی یا نہیں؟۔

آیا ان حقوق کے تحفظ کا ذریعہ بجز چارہ جوئی عدالت کے کچھ اور بھی ہو؟ الا آیا مہتمان بندوبست کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان حقوق کو کاغذات بندوبست میں درج کرنے کی غرض سے تحقیقات نہ کریں۔؟

سر چارلس ونگفیلڈ صاحب نے ان سوالات کا یہ جواب دیا کہ:۔

"اگر رعایا کے ایسے حقوق کا تحفظ کیا جائے جن پر وہ قابض پائی گئی ہو تو تعلقدار ہرگز اسکی شکایت نہ کر سکتے ہیں۔ نہ کرینگے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اودھ میں ایسے حقوق کبھی موجود نہ تھے۔ اور اسی وجہ سے میں نے حکام بندوبست کو

یہ ہدایت کی ہے کہ کاشتکاروں کے حقوق قبضہ داری کو بہ لگان معین درج کاغذات نہ کریں۔ اور کاغذات بندوبست میں کاشتکاران قبضہ دار اور غیر قبضہ دار میں کوئی فرق وامتیاز نہ رکھا جائے۔ اور یہ ہدایت بمنظوری لارڈ کیننگ صاحب جاری کی گئی ہے۔"

سر چارلس ونگفیلڈ صاحب نے اپنی مراسلت مورخہ ۵ ار دسمبر ۱۸۶۲ء میں اسکے متعلق اپنی یہ رائے لکھی تھی کہ :۔

"اگر یہ فرض کیا جائے کہ کاشتکار غیر ملکیت دار کو حق قبضہ داری حاصل ہے، تو بھی یہ حق کسی میعاد پر موقوف نہیں ہوسکتا۔ اور نہ یہ مالکان آراضی کو اضافہ لگان سے مانع ہے۔ بعد اسکے کہ وہ کاشتکار کو یہ اطلاع دے چکے ہوں کہ دوسرا کاشتکار اُس سے زیادہ اُس آراضی کا لگان دینا منظور کرتا ہے۔"

بذات خود تحقیقات کرنے سے اور حکام ضلع و بندوبست کی رپورٹوں سے اُنھیں یہ اچھی طرح ثابت ہوگیا تھا کہ کاشتکاران غیر ملکیت دار کو اودھ میں کبھی حق قبضہ داری عملاً حاصل نہ تھا۔ حالانکہ اکثر کاشتکار پشتہا پشت سے ایک ہی خاندان کے مالک آراضی کی ماتحتی میں قابض چلے آتے تھے مالکانِ آراضی اسے اپنے فوائد کے خلاف سمجھتے تھے کہ ایک پرانے اسامی کو نئے اسامی کی خاطر سے بلا وجہ بے دخل کردیں اور رعایا کے دل میں اسکا وہم وگمان بھی نہ تھا، کہ مالکِ آراضی کو بیدخلی یا اضافہ لگان کا حق نہیں ہے۔

یہی کیفیت انگلستان میں بھی ہے کہ بعض علاقوں میں دو دو سو برس سے

کھیت ایک ہی آسامی کی جوت میں بغیر پٹہ کے چلے آتے ہیں۔ مگر آسامی کی یہ مجال نہیں ہے کہ یہ دعوے کرے کہ دو سو برس کی مقابضت سے اُسکو آراضی میں کوئی حق حاصل ہو گیا ہے۔ بجز اسکے کہ وہ کاشتکار محض و مطلق ہے۔ اس ملک میں بھی اس قسم کے خیالات مالکِ آراضی و کاشتکار۔ آقا و غلام۔ قرضخواہ اور قرضدار میں پائے جاتے ہیں۔ گو حالات زمانہ سے اُس میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ اور زمینداروں کے خاندان میں تو خدمت عموماً موروثی ہوتی ہے۔

یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ ایسی تمدن کی حالت میں جیسی اودھ کی تھی کہ سوائے زبردست کی مرضی کے کوئی قانون ہی نہ تھا۔ حق قبضہ داری موجود نہیں تھا۔ تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حق باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

اِس شبہہ کا جواب چیف کمشنر صاحب نے یہ دیا تھا کہ :-

"اگر ایسا حق کبھی موجود ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں اُسکا وجود پایا جاتا۔ اور اُسکے آثار و علامات کچھ تو ظاہر ہوتے۔ اور گو یہ حق چند عرصہ تک مغلوب رہتا تاہم خلائق کے دلوں میں یہ ضرور زندہ رہتا جس طرح کہ حق مالکانہ زندہ رہا ہے۔ اور انھیں وجوہ سے مفصلۂ ذیل امور سے انکار نہیں ہو سکتا۔

(۱) یہ کہ ہر مالک آراضی کو ہمیشہ یہ اختیار رہا ہے کہ جب چاہے اسامی کو بیدخل کر دے اور اسکا انکار خود کاشتکار بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) عہد شاہی میں حکام مختص المقام اور پنچایتیں مالک آراضی اور اُسکی رعیت کے معاملہ میں کبھی دست اندازی نہیں کرتی تھیں۔

(۳) صدہا عرضیاں جو سپاہیوں نے اہل لکھنؤ کے ذریعہ سے بھیجی ہیں اور جن میں ہر قسم کے ظلم و ناانصافی کی شکایت لکھی ہے۔ اُن میں بجز حقوق مالکانہ آراضی کے اور حقوق کا دعوےٰ کسی نے نہیں کیا ہے۔

قبل انتزاع سلطنت جو شرح لگان کسی قدر یکساں رہی اُسکا سبب یہ ہے کہ سڑکیں اور بازاریں نہ تھیں کہ غلہ فروخت ہوتا۔ اور اسی وجہ سے نرخ ارزاں رہتا تھا۔

مذکورۂ بالا وجوہات کی بنا پر چیف کمشنر صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ کاشتکاران غیر ملکیت دار کو حق قبضہ داری حاصل نہ تھا۔ اور نہ کوئی ایسا رواج تھا جس نے کسی قسم کے حق کی صورت اختیار کی ہو۔ کاشتکاروں کو بغیر اسکے کہ مالکان آراضی کا حق زائل یا کم کیا جائے۔ کوئی حق نہیں دیا جاسکتا۔

جو سندیں تعلقداروں کو دی گئی ہیں۔ اُن میں صرف اُنھیں حقوق کو باقی رکھا ہے جو پیشتر حاصل تھے۔ پس تعلقداروں کو یہ کہنا جائز ہے کہ جدید حقوق کو قائم کرنا جن سے اُنکا نقصان متصور ہے، ایک قسم کی عہد شکنی ہے

الفنسٹن صاحب نے جنھیں کاشتکاروں کے حالات سے بمقابلہ دیگر حکام کے زیادہ واقفیت تھی۔ اپنی "تاریخ ہند" میں یہ لکھا ہے کہ یہ حقوق اس سے پیشتر کے حکام بندوبست کو محسوس نہیں ہوے تھے۔"

تاریخ مذکور کے ضمیمہ (۵) میں یہ بھی لکھا ہے کہ "جب ۱۸۱۵ء میں گورنمنٹ نے رپورٹ طلب کی تھی۔ اُس وقت منجملہ چودہ کلکٹروں کے گیارہ کی یہ رائے تھی

کہ ممالک مغربی و شمالی میں مالکانِ آراضی کو یہ استحقاق ہے کہ لگان میں اضافہ کریں اور جب جی چاہے اسامی کو بیدخل کردیں۔

چیف کمشنر صاحب اودھ اسکے متعلق اپنے ذاتی علم سے یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اضلاع میں حقوق قبضہ داری بہ افراط و بلاامتیاز اُن کاشتکاروں کو عطا کئے گئے۔ جن کو مطلقاً کوئی استحقاق اُن حقوق کا نہ تھا۔ اور اُنھیں اس امر کا یقین تھا جس کو اُنھوں نے اپنی تحریر میں ظاہر کیا ہے کہ جو حقوق قبضہ داری ممالک مغربی وشمالی میں درج کاغذات بندوبست کیے گئے تھے۔ وہ ہماری گورنمنٹ کے اختراع کیے ہوئے تھے۔ اوراس رائے کی تصدیق صرف ممالک مغربی و شمالی کی رپورٹ ہائے بندوبست ہی سے نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ممالک پنجاب کے حکام بندوبست کی رپورٹیں بھی اس قول کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور اُس خط وکتابت سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے جو فنانشل کمشنر پنجاب نے مشتہر کیا ہے اور جو مجموعہ کاشتکاران کے نام سے مشہور ہے ممالک مغربی و شمالی میں یہ ترکیب کی گئی ہے۔ کہ جو کاشتکار بارہ سال سے زیادہ کسی آراضی پر قابض رہے اُسے حق قبضہ داری حاصل ہوجاتا ہے۔ اوراس قاعدہ کو ایکٹ (۱۰) ۱۸۵۹ء میں درج کردیا ہے۔ اسکے متعلق چیف کمشنر صاحب اودھ کی یہ رائے تھی کہ :۔

"ہمیں اُمید ہے کہ اب یہ تسلیم کرلیا جائیگا کہ یہ قاعدہ یا کوئی اور قاعدہ جو ایک زبردستی کی فرضی میعاد قبضہ داری پر مبنی ہو اور جس میں قبضہ داری کی نوعیت اور اصلیت کا کچھ لحاظ نہ کیا گیا ہو کسی طرح قابل نفاذ نہیں ہے۔ اسکا فوری اثر یہ ہوگا

کہ مالکانِ آراضی اُن سب اسامیوں کو بیدخل کردینگے جو میعاد قبضہ سے کم قابض رہے ہیں۔ جیساکہ ایک یوروپین مالک آراضی نے اطلاع دی ہے کہ اگر ایکٹ (۱۰) ۱۸۵۹ء اودھ میں جاری ہوا۔ تو اپنی جان بچانے کے لیے مجھے بھی یہی تدبیر کرنی پڑیگی

چیف کمشنر صاحب اسکے بعد یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"جس رعیت کو مالک آراضی یا اُسکے بزرگوں نے اپنے علاقہ میں بسایا ہو میعاد قبضہ سے اُسکو یہ حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ مالک مذکور کی مرضی کے خلاف اُس آراضی کی کاشت کرے اور جس رعیت کے بزرگ کسی علاقے میں بسے ہوں اُنکو صرف تمادی ایام سے ایسے حقوق حاصل نہیں ہو سکتے جو اُس تعلقہ کے مالک کے حقوق کے خلاف ہوں"

اور یہاں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ:۔

"تعلقداران اودھ ممالک مغربی وشمالی کے حالات سے متنبہ ہوکر اور اپنی اسناد پر بھروسہ کرکے ایسے تمام حقوق پر جھگڑا کر سکتے ہیں"

چیف کمشنر صاحب نے اسی سلسلہ میں مثال کے طور پر یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

"فرض کیجیے کہ حق قبضہ داری کی ڈگری کسی کاشتکار کو دی جائے۔ اُس وقت یہ امر بحث طلب ہوگا کہ کاشتکار کو عملاً اس ڈگری سے کیا فائدہ ہوگا۔ ممالک مغربی وشمالی میں اس حق کی قدر اس وجہ سے ہے کہ اُسکے ساتھ لگان بھی تجویز کردیا جاتا ہے اور شرح لگان میعاد بندوبست تک محدود کردی جاتی ہے۔ مگر قواعد

قدیم کے مطابق اور ایکٹ ۱۸۵۹ء کے بموجب بعض حالات میں کاشتکار قبضہ دار کے لگان میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

ہائی کورٹ بنگال نے ہل صاحب کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جس کاشتکار کو حقوق قبضہ داری حاصل ہوں وہ بنگال میں بھی آراضی کے محاصل میں حصہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ صرف اس بات کا مستحق ہے کہ بہ ترجیح دیگر اشخاص واجبی لگان ادا کرنے آراضی پر قابض رہے۔ اب رہا یہ امر کہ لگان واجبی کیا ہے۔ اُسکا تصفیہ صرف دیگر کاشتکاروں کے مقابلہ سے ہوسکتا ہے۔

پس جس حق کی یہ حقیقت ہے اُس سے کاشتکار کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ کوئی مالک آراضی ایسے کاشتکار کو بیدخل کرنا نہیں چاہتا جو لگان رائج دینے پر راضی ہو۔ اسکا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ سرکار ایک عبث اور بیکار حق کاشتکار کو دیگی جس سے اُسکے دل میں فضول امیدیں پیدا ہونگی اور مالک آراضی سے مقابلہ پر آمادہ ہوگا۔ اور کاشتکار اور مالک آراضی میں بلاوجہ مخاصمت پیدا ہوگی۔

ٹامسن صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے اپنی مراسلت مورخہ ۲۷ مارچ ۱۸۴۹ء میں یہ تحریر کیا تھا کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ حق قبضہ داری اور شرح لگان کی نسبت بہت کم جھگڑا ہوتا ہے۔ سوائے اُس مقام کے جہاں کاشتکاروں کی حیثیت موجودہ قانون مالگزاری کے اثر سے قائم ہوئی ہے۔"

حکام بنگال کی اُس رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے جو اُنھوں نے ایکٹ

(۱۰) ۱۸۵۹ء کے اثر کے متعلق ۱۸۶۲ء میں لکھی تھی چیف کمشنر صاحب اودھ نے گورنمنٹ آف انڈیا کو یہ توجہ دلائی تھی کہ:-

"اگر کسی کاشتکار کو حق قبضہ داری کی ڈگری دی بھی گئی، تو ایسے ڈگریدار کو کاشتکار مطلق پر عملاً کوئی شرف نہیں حاصل ہوتا۔ مالکِ اراضی اور کاشتکاروں کے باہمی تعلقات میں تصرف یا مداخلت کی کوشش کرنا۔ جن کے معاملات کا انتظام خود انھیں سے خوب ہو سکتا ہے عبث و بیکار ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ کو آراضی کا لگان واجبی مقرر کرنا۔ اُسی طرح غیر ممکن ہے جس طرح تمام لوازمات اور ضروریات زندگی کا نرخ یا قیمت واجبی مقرر کرنا محال ہے۔ آراضی کے اجیر اور مستاجر میں ایسے غیر مقید تعلقات ہونے چاہیئے، جیسے معاملات تجارت میں بائع اور مشتری کے ہوتے ہیں۔ یعنی ہمارے نزدیک مالکِ اراضی کو بھی ویسا ہی حق اپنی آراضی کو بہترین شرائط پر دینے کا حاصل ہے، جیسا مالک مکان کو ہے۔ اور جب مالک آراضی کا اختیار اپنی ملکیت پر محدود کر دیا جائیگا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آراضی میں روپیہ نہ لگائیگا۔ اور آراضی کی قوت پیداوار کی ترقی مسدود ہو جائیگی۔ اور ان سب باتوں کا لازمی اثر یہ ہوگا۔ کہ اس ملک کی دولت میں خاطر خواہ افزونی نہ ہوگی۔

میری رائے میں یہ گمان کرنا بھی غلط ہے کہ اضافہ لگان کاشتکار کے نقصان معاش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ زیادتی لگان قیمت غلہ کی زیادتی کی دلیل ہے۔ ایسی حالت میں جو تدبیر لگان کو کم کر دے وہ سب فرقوں کے مضرت کا باعث ہوگی۔ اور سب سے زیادہ خود کاشتکار کے حق میں مضر ہوگی۔ کیونکہ محنت، مشقت اور ترقی کا کوئی محرک

اُن کے لئے باقی نہ رہیگا۔

ہمیں یہ گمان ہے کہ اگر ہندوستان میں لگان نہ لیا جاتا تو زراعت کم روز بروز تنزل ہوتا جاتا۔ اور دولت اور آبادی کم ہو جاتی۔

بوجوہات بالا یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کہ یہ امر کاشتکار کے ذہن نشین کیا جائے۔ کہ اُسے صرف اُسی آراضی کاشت کا حق حاصل ہے جو اُسکے آباواجداد کی کاشت میں تھی۔ بلکہ مصلحت اُسکی مقتضی ہے کہ کاشتکار کو اس بات کی ترغیب دی جائے۔ کہ جہاں سب سے اچھا گاہک ملے۔ وہاں جاکر محنت کرے۔ کیونکہ ہمارے ہی انتظام زمینداری نے ہندوستان کے کاشتکاروں کو اُنکی قدیم آراضی سے چھٹا دیا ہے۔ جس سے یہ خرابی لازم آئی ہے کہ افتادہ آراضی کا تردد موقوف ہو گیا ہے۔

چیف کمشنر صاحب موصوف نے پولیٹکل حیثیت سے بھی اِس مسئلہ کے متعلق بحث کی تھی اور یہ لکھا تھا کہ :۔

"اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سلطنت برطانیہ کا قیام و استحکام جمہور فرقہ کاشتکاران کی تالیف قلوب پر منحصر ہے۔ اور مجھے اُنکی رائے سے بالکل اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ سلطنت انگلشیہ کی عافیت اس میں ہے کہ مالکان آراضی سے موافقت رکھے۔ جیسا کہ غدر کے زمانہ میں بخوبی ظاہر ہو گیا۔ اگر کہیں کاشتکار سرکار کی مدد پر آمادہ بھی تھے تو وہ مدد اُنکے امکان سے باہر تھی۔ بلکہ کوئی مقام ایسا نہیں تھا۔ جہاں کے کاشتکار گورنمنٹ کے خیر خواہ رہے ہوں۔ اور تعلقدار باغی ہو گئے ہوں۔ بلکہ کاشتکاروں نے ہر جگہ اور ہر موقع پر اپنے

موروثی رئیسوں کی امداد کی تھی"۔

چیف کمشنر صاحب نے اپنے ذاتی تجربہ کے لحاظ سے یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

"ہمارا طرز حکومت جو ممالک مغربی و شمالی میں قدیم مالکان اراضی کے زوال کا باعث ہوا۔ وہ خود کاشتکاروں کے نزدیک نہایت مکروہ تھا۔ حالانکہ ہم نے مالکانِ اراضی کو برباد کر کے کاشتکاروں کو بڑھایا تھا۔ باوجود اسکے کاشتکار اپنے قدیم رئیسوں کا نہایت اعزاز و احترام کرتے تھے"۔

بوادید حالات جو پالیسی گورنمنٹ کے مقاصد و اغراض کو نہایت مفید ہے وہ یہ ہے کہ ہر طرح پر تعلقداروں کی تالیف قلوب کی جائے۔

اسی کے ساتھ چیف کمشنر صاحب نے مفصلۂ ذیل صاحبان کمشنر و مہتمان بندوبست کی رایوں کا خلاصہ اس امر کی نسبت کہ اودھ میں حق کاشتکاری کبھی موروثی نہ تھا۔ گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجا تھا۔

(۱) چارلس کری صاحب۔

(۲) میجر شمیر صاحب۔

(۳) کپتان مکنڈرو صاحب۔

(۴) کپتان ٹامسن صاحب

(۵) کنگ صاحب۔

(۶) اینڈرسن صاحب

(۷) گلن صاحب۔

(۸) کوانا صاحب -

اسکے بعد اپریل ۱۸۶۴ء میں سر چارلس ونگفیلڈ صاحب اور نواب گورنر جنرل بہادر سے کانپور میں ملاقات ہوئی - اور نواب گورنر جنرل بہادر نے اُس بندوبست کے متعلق جو اودھ میں ہو رہا تھا، اپنی یہ راے ظاہر فرمائی - کہ

"کاشتکاران غیر ملکیت دار کی حیثیت مشخص کر دینی چاہیے - اور جن کاشتکاروں کا قبضہ ایک مدت تک رہا ہے اُنکو بندوبست کے کاغذات میں درج کرنا چاہیے - کہ وہ ایک حق قبضہ داری رکھتے ہیں - اور اُنکے لگان کو تا میعاد بندوبست معین کر دینا چاہیے"۔

چیف کمشنر صاحب نے لکھنؤ واپس آکر آٹھ دس نہایت تجربہ کار اور ہوشیار تعلقداروں کو بلایا - اور جو انتظام گورنمنٹ آف انڈیا کے مدنظر تھا اِس سے اُنکو مطلع کیا -

تعلقداروں نے بالاتفاق اس سے مخالفت کی - اور یہ عذر کیا کہ ایسے حقوق اس صوبہ میں کبھی موجود نہ تھے - اُنکے ایجاد اور جاری کرنے سے ہماری تعلقداری کی حیثیت جاتی رہیگی - اور ہم صرف لگان وصول کرنے والے رہ جائینگے - اور ان حقوق کا اختراع کرنا ہماری اسناد کے شرائط میں تصرف کرنا ہے - جن کے بموجب صرف موجودہ حقوق کو قائم رکھنا تعلقداروں پر فرض کیا گیا ہے -

غرضکہ تمام دقتیں جو مجوزہ انتظام میں تھیں گورنمنٹ آف انڈیا سے صاف صاف عرض کی گئیں - آخرکار ۲۰ جون ۱۸۶۴ء کو لارڈ لارنس صاحب وایسراے و گورنر جنرل سلطنت ہند نے یہ حکم دیا کہ :-

"چیف کمشنر اودھ یہ کہتے ہیں کہ اودھ میں کاشتکاروں کے حقوق کبھی موجود نہ تھے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ اس معاملہ میں کافی تحقیقات نہیں کی گئی۔ اور جو لوگ ان حقوق کے مدعی ہیں اُنکی کوئی سماعت نہیں کی گئی۔ لہٰذا قواعد مالگزاری بنگال عموماً، اور خاص کر قاعدہ (۷) ۱۸۲۲ء اودھ میں جاری کیا جائے۔"

اس مسئلہ میں وائسرائے کے ممبران کونسل نے مفصلۂ ذیل تحریری رائیں پیش کیں۔

سر ہنری مین کی رائے کا خلاصہ

جو بحث تعلقداروں نے چھیڑی ہے اُسکی تحقیقات کی جائے اور ہدایت نامہ حقوق اراضی اور اُس ہدایت سے جو حکام بندوبست کو عموماً کی گئی ہے۔ یہ عبارت نکال ڈالنا چاہیئے۔ جس سے اُن حقوق کے موجود اور قرین مصلحت ہونے کی نسبت ایک رائے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ مناسب ہے کہ تعلقداروں پہ یہ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ کہ یہ تحقیقات بلا رو رعایت کی جائیگی۔ میں نواب گورنر جنرل بہادر سے اس بارہ میں اختلاف رائے کرتا ہوں کہ بنگال کے قواعد مالگزاری اور ایکٹ (۱۰) ۱۸۵۹ء اودھ میں جاری کیے جائیں۔ کیونکہ ان سب قوانین میں کاشتکاران موروثی کے وجود کو فرض کر لیا ہے۔

قطع نظر اسکے ایکٹ (۱۰) ۱۸۵۹ء میں وہ دفعہ موجود ہے۔ جس میں بارہ برس کے قبضہ کو حق قبضہ داری موروثی قرار دیا ہے۔ اس سے کاشتکاران موروثی کو ایجاد کرنے کا ایک ذریعہ ہاتھ آجائے گا۔ خواہ وہ اودھ میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔

ایسے ذریعہ کو عمل میں لانا میرے نزدیک اگر عہد شکنی نہیں تو تعلقداروں کے ساتھ ناانصافی تو ضرور ہے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تعلقدار اس دفعہ کے اثر کو اس تدبیر سے باطل کردینگے کہ جن کاشتکاروں کا قبضہ بارہ برس سے نہ ہوگا۔ اُن پر یہ بیدخلیاں جاری کردینگے۔ میرے نزدیک جو عہد گورنمنٹ نے کسی شخص یا فرقہ سے کیا ہے۔ اُسکا ایفا از روے مذہب فرض ہے۔ لہذا میں شرائط مندرجۂ اسناد تعلقداری کو مقدس اور قابل پابندی سمجھتا ہوں"

مسٹر ٹیلر کی رائے کا خلاصہ

"اس امر کے تصفیہ کے واسطے کہ اودھ میں کاشتکاران موروثی ہیں یا نہیں؟ جس حاکم کے سپرد اسکی تحقیقات کی جائے۔ یا جسکے سپرد بندوبست کا کام کیا جائے وہ دونوں فریق کی رعایت اور جنبہ داری سے بری ہو۔ اور اسکا بخوبی خیال رکھا جائے کہ آراضی میں کوئی ایسا حق ایجاد نہ کیا جائے جو بالفعل موجود نہیں ہے۔ اور نہ کبھی موجود رہا ہے۔"

مسٹر گرے کی رائے کا خلاصہ

مجھکو ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر اودھ اور کری صاحب کمشنر بندوبست کی رائے سے کلیتًا اتفاق ہے۔ میں نے حکام ضلع اور حکام بندوبست کی رپورٹوں کو غور سے دیکھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے جو نتیجہ اُن سے نکالا ہے۔ اُسے میں قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ در اصل ان رپورٹوں سے حقوق کاشتکاران کا وجود ثابت ہونا

تو در کنار اُن سے اس مسئلہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔
انھیں رپورٹوں سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ کیمبل صاحب جوڈیشل کمشنر اودھ کا دعویٰ محض بلا دلیل ہے۔ اور میری رائے میں نواب گورنر جنرل بہادر کی تجویز اسناد تعلقداری کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ جسکی عبارت سے اُنھوں نے یہ مستنبط کیا ہے کہ " کاشتکاران کے حقوق کا تحفظ صراحتاً اُس سے مفہوم ہوتا ہے "۔ اسناد کے الفاظ میں ایسی تاویل صحیح نہیں ہے کہ اُن میں کاشتکاروں کے حقوق قبضہ داری شامل ہیں۔
۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء کی مراسلت میں جسکے بموجب سند تعلقداری ترمیم ہو کر ونگفیلڈ صاحب کو بھیجی گئی تھی۔ اور نواب گورنر جنرل بہادر جس کا حوالہ دیتے ہیں اُسکا یہ مضمون تھا کہ :-
" جن اشخاص کو آراضی میں کوئی حق ماتحتی تعلقداران حاصل ہو۔ اُنکا قبضہ اُن حقوق ادنے پر قائم رکھا جائے۔ جو اب تک اُنکو حاصل رہے ہیں "۔
بعد ازاں اسی مراسلت میں ان الفاظ کے معنی کی توضیح اس طرح کی گئی ہو کہ۔
" جب اس صوبہ میں بندوبست پختہ آراضی کا کیا جائے۔ اور یہ دریافت ہو زمینداران یا دیگر اشخاص کو ایک حق متوسط مابین تعلقدار و کاشتکار آراضی میں حاصل ہے تو جو رقم ان قابضان متوسط کو تعلقداروں کو دینی چاہیئے وہ مقرر کر دیجائے۔ اور درج کاغذات کر دی جائے "۔
اسکے بعد کے فقرات کے سیاق و سباق سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جس جز کا

ذکر ہو رہا تھا اور جسکا تحفظ اسناد کے ذریعہ سے مقصود تھا۔ وہ حقوق مالکانہ ادنیٰ تھے۔ حقوق قبضہ داری کاشتکاران نہ تھے۔

پس میرے نزدیک اس مقدمہ کی کیفیت واقعی اسیقدر ہے کہ :-

(۱) اودھ میں کاشتکاروں کو خواہ وہ نیچ قوموں سے ہوں۔ خواہ برہمن اور راجپوت کی قوم سے ہوں۔ آراضی پر قبضہ دائمی رکھنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔

(۲) اس کیفیت کو لارڈ کیننگ نے جو اُس زمانہ میں گورنر جنرل تھے منظور کرلیا اور اُسے بحال رکھا۔

(۳) اسناد کے ذریعہ سے تعلقداروں کو اُنکے علاقوں کی ملکیت جائز الانتقال اور قابل توریث عطا کی گئی تھی۔ اُنمیں کچھ ذکر ایسے حق کا نہیں ہے اور نہ اُن میں اسکا ذکر کرنا مقصود تھا۔

(۴) ان اسناد کو سکریٹری آف اسٹیٹ ہند منظور فرما چکے ہیں۔

(۵) کیمبل صاحب جوڈیشل کمشنر اودھ نے اپنی سالانہ رپورٹ میں جو جوڈیشل انتظام کے متعلق ہے یہ لکھا ہے کہ اُنکے نزدیک اودھ میں کاشتکاروں کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ ایک معین لگان دیکر آراضی پر قبضہ رکھیں۔ اور اسی رپورٹ کی بنا پر اب یہ تجویز ہوا ہے کہ یہ بحث پھر چھیڑی جائے۔ اور جدید تحقیقات کی جائے۔ کہ اودھ میں عام طور پر کاشتکاروں کے کیا حقوق ہیں۔ میں نے اس معاملہ کو بہت غور و

فکر سے دیکھا۔ مگر مجھکو اسکا اطمینان نہیں ہوا کہ لارڈ کیننگ کے فیصلہ میں شک کرنے کی کوئی وجہ کافی اور دلیل معقول پیش کی گئی ہے۔

اس بارہ میں خواہ کتنا ہی شک کیا جائے کہ قدیم زمانہ میں کاشتکاروں کو حق قبضہ داری رعایتی حاصل تھا یا نہ تھا۔ مگر اس میں مجھے ذرا بھی شک نہیں معلوم ہوتا۔ کہ عہد شاہی میں جسکے بعد ہماری عملداری ہوئی۔ ایسا کوئی حق اُنکو حاصل تھا اور تمام حقوق جو کاشتکاران اودھ کو حاصل تھے۔ وہ صرف وہی حقوق تھے۔ جن کو مالکان آراضی نے اپنے فوائد کے لحاظ سے جاری رکھا تھا۔

اگر کیمبل صاحب کا قول جائز سمجھا جائے۔ تو بیشک ایک حق کو اختراع کرنا لازم آئیگا۔ اور یہ حق اُس حق کو ذلیل اور بے وقعت کر کے ایجاد کیا جائے گا جو لارڈ کیننگ نے ۱۸۵۹ء میں تعلقداران اودھ کو عطا کیا تھا۔

سر ہیوروز کمانڈر انچیف کی رائے کا خلاصہ

میں نے تمام مراسلت کو جو اس معاملہ کے متعلق ہیں بغور دیکھا۔ اور مجھ کو اِس حیثیت سے کہ میں ارل کیننگ مرحوم کی گورنمنٹ کا ایک ممبر تھا۔ یہ کہنا پڑتا ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ اُن حقوق کے مخالف جنھیں لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے باضابطہ اور سرکاری طور سے عطا کیے تھے۔ ایسے حقوق کاشتکاری جو قانوناً اور اصول تمدن سے صحیح نہوں عطا کیے جائیں۔ لارڈ کیننگ نے اپنی عاقلانہ اور مدبرانہ پالیسی سے ایک گروہ امرا و رؤسائے ہند کا ایسا قائم رکھنا چاہا تھا۔ جو گورنمنٹ اور عوام کے درمیان تعلق کا ذریعہ ہوں۔ اور گورنمنٹ کو اس قابل بنادیں

کہ وہ رعایا کے خیالات اور خواہشات کا علم حاصل کرکے اُنکو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ اودھ یا تو ایسا شریر و غدار صوبہ تھا، یا اب اُس عاقلانہ پالیسی کی بدولت ایسا صلح کیش اور صلاح اندیش ہوگیا ہے کہ مجھے نہایت افسوس ہوگا۔ اگر کوئی بات اس پالیسی کے خلاف کی گئی۔

حقوق کاشتکاران کے جھگڑے سے زیادہ کوئی فساد باعث تلاطم و انتشار و ناراضگی خلائق نہیں ہے۔ اور اس سے ہندوستان کے ایک فی الوقت صوبہ کی امن و عافیت میں خلل کا اندیشہ ہے۔"

باوجود اسکے کہ اُنکی کونسل کے ممبروں نے بھی اُنکی رائے سے اختلاف کیا تھا۔ لارڈ لارنس صاحب اپنی ضد پر قائم رہے۔ اور ۳۰ ستمبر ۱۸۶۴ء کو چیف کمشنر صاحب اودھ کو باضابطہ اسکی اطلاع دی گئی کہ آر۔ ایچ۔ ڈیوس صاحب سکریٹری گورنمنٹ پنجاب فنانشل کمشنر اودھ مقرر کیے گئے ہیں۔ اور حقوق کاشتکاری کی تحقیقات اُن کے سپرد کی گئی ہے۔

غرضکہ ڈیوس صاحب فنانشل کمشنر نے تحقیقات کا کام نہایت عجلت سے شروع کیا۔ اور اُنھیں نواب گورنر جنرل بہادر کا یہ حکم پہونچا کہ:۔

"حقوق کاشتکاران میں جو علاوہ کاشتکاران مطلق کے ہوں بڑی ہوشیاری سے تحقیقات کی جائے۔ اور اگر اُن کا ثبوت جوڈیشل کارروائی سے ہوجائے تو اُنھیں بندوبست کے کاغذات میں درج کیا جائے۔"

۲۴ اکتوبر ۱۸۶۴ء کو ڈیوس صاحب نے تمام کمشنروں کے نام ایک سرکلر

جاری کیا۔ اور اُسمیں یہ لکھا کہ :-

" اب یہ بحث چھیڑنی جائز نہیں ہے کہ آیا حقوق قبضہ داری اُس قدر لگان پر جو انتہائی مقدار لگان سے کم ہو کفایت شعاری کے اعتبار سے مفید ہیں، یا غیر مفید۔ بلکہ اب تصفیہ طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا اس مُلک کے رواج کے موافق ایسے حقوق تسلیم کیے گئے ہیں اور حاصل کیے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر ایسے حقوق کا وجود ثابت کر دیا جائے۔ تو وہ مثل اور حقوق آراضی کے قائم رکھے جائیں۔ اُن کے نتیجہ کی نسبت چاہے جیسی رائے ہو۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اودھ میں کسی قسم کے حقوق قبضہ داری نہیں ہیں اور تمام کاشتکار غیر ملکیت دار ایک ہی قسم کے ہیں۔ یعنی کاشتکاران محض و مطلق ہیں۔ اور مالکانِ آراضی کی مرضی کے تابع ہیں۔ ابھی یہ ثابت کرنا باقی ہے کہ آیا یہ بیان سچ ہے کہ حقوق قبضہ داری مثل اُن حقوق کے جو ممالک مغربی و شمالی میں بوقت بندوبست درج کاغذات کیے گئے تھے۔ اودھ کے تمام اضلاع یا کسی ضلع میں کاشتکاروں کو حاصل ہیں یا نہیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی یہ رائے ہے کہ دَوران بندوبست میں کاشتکاروں کے دعاوی کی سماعت نہیں کی گئی۔ اور اس امر کی نسبت نہ تو کامل تحقیقات کی گئی۔ اور نہ واقعات ضروری جمع کیے گئے۔ کہ آیا ہر معمولی یا رواجی حقوق موجود ہیں یا نہیں۔ لہٰذا

گورنمنٹ ہند نے یہ ہدایت کی ہے کہ تمام دعاوی جو دائر کیے جائیں اُن کی سماعت بلا رورعایت کی جائے۔ پس ضرور ہے کہ ہر موضع میں تحقیقات کی جائے۔ اور یہ مناسب ہے کہ ایسی تحقیقات ہر ضلع میں جہاں بندوبست ہوتا ہو ایک ہی

وقت میں شروع کر دی جائے۔"

تعلقداروں کو اس کارروائی سے بہت خوف ہوا۔ اور تمام صوبہ میں ہل چل مچ گئی۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ۱۸۵۶ء کے واقعات پھر وقوع میں آیا چاہتے ہیں اور کاشتکاروں کی خاطر سے تعلقداروں کے حقوق مالکانہ چھننا چاہتے ہیں غرضکہ ۳۰ دسمبر ۱۸۶۴ء کے جلسہ میں سکریٹری صاحب انجمن نے یہ بیان کیا کہ:-

"اس بات کے دیکھنے کی ضرورت ہے کہ حق کاشتکاری کیا ہے۔ فنانشل کمشنر صاحب کے سرکلر نمبر ۲- کی دفعات (۳) (۴) و (۵) کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

دفعہ (۳)۔ بندوبست اضلاع مغربی و شمالی کے وقت کاشتکاران کے حقوق جو قائم کیے گئے ہیں وہ سب ہدایت نامہ بندوبست کی دفعات (۱۲۸) لغایت (۱۳۴) میں درج ہیں۔ اور اُن سے حکام مال صوبۂ اودھ بھی واقف ہیں۔

دفعہ (۴) میں یہ درج ہے کہ مُلک اودھ میں کاشتکاروں کو حقوق کاشتکاری کسی قسم کے حاصل نہیں ہیں اور اُنکی کاشتکاری محض مالک زمین کی مرضی پر ہے۔ اور اب تک یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ صوبۂ مغربی و شمالی کی طرح اودھ کے کسی ضلع میں بھی کاشتکاروں کے کوئی حقوق ہیں یا نہیں

دفعہ (۵) گورنمنٹ آف انڈیا کی یہ رائے ہے کہ حسب ہدایت دفعہ (۳۱) سرکلر چیف کمشنر بہادر مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۶۱ء متضمن تیاری کھیوٹ ہنگام بندوبست کاشتکاروں کے دعوے ناسموع ہونے کی وجہ سے

کافی موقع تحقیقات کا نہیں ملا۔ اور کافی وجوہ اِس امر کے تصفیہ کے
لیے بہم نہیں پہونچے جن سے اس بات کی تنقیح ہو کہ یہاں کاشتکاروں
کے حقوق کا کوئی وجود ہے یا نہیں۔ اور اسی وجہ سے گورنمنٹ آف
انڈیا کی یہ ہدایت ہے کہ جملہ دعاوی جو اُسکے متعلق دائر کیے جائیں اُنکی
سماعت بلا جانب داری عمل میں آئے۔ اور اگر کاشتکاران غیر زمیندار
کے حقوق ثابت ہوں تو وہ منظور ہو کر قلمبند کیے جائیں۔

ہدایت نامہ بندوبست کی دفعات (۱۲۸) لغایت (۱۳۴) جو ممالک
مغربی و شمالی کے متعلق ہے اور جن کا حوالہ اس سرکلر میں دیا گیا ہے۔ اُن میں
دو طرح کے حقوق کاشتکاری قرار دیے گئے ہیں۔ ایک اُس زمین کے کاشتکار
جن کا لگان گھٹی معین ہے۔ دوسرے وہ کاشتکاران جن کی زمین کا لگان گھٹی
مالک زمین کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن

لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی اُن ہدایات میں یہ بھی اضافہ کرتے
ہیں کہ یہ تشخیص کرنا ناممکن ہے کہ کاشتکاروں کا کون گروہ ایک نرخ گھٹی معین پر
قابض رہنے کا مستحق ہے۔

ہدایت مذکور کی دفعہ (۱۳۰) میں یہ درج ہے کہ:۔

"وہ کاشتکار جو بموجب نرخ قرب و جوار کے سالہا سال سے کسی کھیت پر
قابض رہا ہو اُسکو مستحق قبضہ سمجھنا چاہیے۔ لیکن وہ کاشتکار جسکا قبضہ اراضی
کاشت پر اس صورت سے نہیں رہا ہے۔ اُسکا حق تعلقدار کی مرضی پر منحصر ہے۔

یعنی تعلقدار لگان میں کمی وبیشی کا مجاز ہے۔

ہدایت مذکور دفعہ (۱۳۲) و (۱۳۳) کا یہ منشا ہے کہ :-

" عملداری انگریزی میں دو قسم کے زمیندار ہیں یعنی وہ جنکے علاقہ جات بعلّت بقایا سرکار فروخت ہوگئے۔ دوسرے وہ جنکے علاقے دوسرے علاقے کی بقایا کی ادائی میں، یا عدالت دیوانی کی اجرائے ڈگری میں فروخت ہوگئے۔ اور ہدایت مذکور کی دفعہ (۱۳۴) میں لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر یہ فرماتے ہیں کہ :-

" تحقیقات کرکے یہ لکھنا مشکل ہے کہ کسی شرح پر اُن کاشتکاروں کا نرخ بگھٹی مقرر کیا جائے جنکا حق قبضہ داری تصور کیا جائے۔

علاوہ اسکے اُسی ہدایت نامہ کے ذریعہ سے یہ عملدرآمد بھی ہے کہ تعین لگان قرب وجوار کی آراضی کی شرح کے مطابق ہو۔ اور اُس آراضی پر گزشتہ تین سال میں جو لگان زیادہ سے زیادہ دیا گیا ہو اُس سے زیادہ لگان نہ معین کیا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ممالک مغربی وشمالی میں کاشتکاروں کا حق قبضہ داری تین قسم کا ہے۔

(۱) وہ جنکی آراضی کی بگھٹی بطور استمراری معین ہے۔

(۲) وہ جن کی بگھٹی قرب وجوار کے نرخ کے مطابق ہے۔

(۳) وہ جو کم نرخ بگھٹی پر جوتے ہیں۔

فنانشل کمشنر صاحب کے سرکلر نمبری ۲ - میں یہ صاف درج ہے کہ مذکورۂ بالا تینوں قسم کے حقوق کاشتکاری اودھ میں نہیں ہیں۔ اور مسلمان بادشاہوں کے

زمانہ میں کبھی کوئی حق کاشتکار کے قبضہ کے متعلق تمام ہندوستان میں قرار نہیں دیا گیا۔ اور اودھ میں جملہ کاشتکاروں کے حقوق تعلقدار کی مرضی اور خوشی پر رہے مالک زمین حقدار اور مالک کامل اپنی زمین کا رہا۔ یہاں تک کہ اودھ میں کوئی ایک متنفس بھی جب تک کہ سرکار کی جانب سے اُس کو تقویت نہ دی جائیگی۔ حق قبضہ داری کا دعویدار نہ ہوگا۔ اور اگر گورنمنٹ کی جانب سے کاشتکاروں کو امید دلائی گئی۔ تو اُسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو اتحاد و اتفاق اس وقت فیمابین تعلقدار و کاشتکار ہے، وہ باقی نہ رہیگا۔

جملہ مہتمان بندوبست صوبۂ اودھ بعد تحقیقات کامل بالاتفاق یہ رائے دے چکے ہیں کہ ایسے حقوق قبضہ داری کا وجود اودھ میں نہیں ہے۔ اور چیف کمشنر صاحب جو کاشتکاروں کے واجبی حقوق دلانے کے حامی اور محافظ ہیں، وہ یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ اودھ میں ایسے حقوق کبھی رائج نہیں تھے۔ اور اگر حق قبضہ داری بہ تعین لگان بگھٹی ہمیشہ کے لیے کاشتکاروں کو دیا جائے گا۔ تو یہ تعلقداروں کے حق ملکیت پر بیجا دست اندازی ہوگی۔ اور اس سے زراعت کی ترقی میں ہرج واقع ہوگا۔ اور اگر ان حقوق کی از سر نو تحقیقات شروع کی گئی تو اُس میں انواع اقسام کے فتور پیدا ہونگے۔ اور تعلقداروں کو گورنمنٹ کے قول و اقرار پر جو اطمینان ہے۔ افسوس کہ وہ جاتا رہیگا۔ اور تعلقداران اور اُنکی رعایا کے درمیان تنازعات پیدا ہونگے۔ صدہا مقدمات طرفین کی جانب سے دائر ہونگے۔ اور رعایا کے دلوں میں ناواجب اور جھوٹی امیدیں پیدا ہونگی۔ اور طرفین کی طاقت

اور روپیہ ان تنازعات میں ضائع و برباد ہوگا۔ اور ملک کی ترقی کے لئے امداد کرنے کی کسی میں ہمت باقی نہ رہیگی۔ اور تمام ملک پر خوف اور دہشت طاری ہوجائیگی۔ اور جائداد غیر منقولہ یعنی اراضی کی قیمت گھٹ جائیگی۔ اور باشندگان کے دلوں میں تزلزل پیدا ہوجائیگا۔ اور جو فوائد صوبہ اودھ کو لارڈ کیننگ کے زمانہ سے اس وقت تک پہونچے ہیں وہ سب معدوم ہوجائیں گے۔

درحقیقت فنانشل کمشنر صاحب اودھ میں ایک نیا حق ایجاد کرنا چاہتے ہیں جسکی وجہ سے ممالک مغربی و شمالی میں انواع اقسام کے فسادات پیدا ہوچکے ہیں۔ اس سرکلر کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تعلقداروں کا حق ملکیت نیست و نابود ہوجائیگا جو اُنھیں نامعلوم الایام زمانہ سے حاصل ہے۔ حقوق کاشتکاران کے متعلق جو تحقیقات پہلے ہوچکی ہے۔ فنانشل کمشنر صاحب اُسے غیر مکمل سمجھ کر از سر نو تحقیقات کرانا چاہتے ہیں اور کاشتکاروں کو یہ ہدایت کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے حقوق کے متعلق دعوے دائر کریں۔ تاکہ اُنکے حقوق منظور ہوکر کھیوٹ میں درج کئے جائیں۔ اور یہ بھی ہدایت ہے کہ فیصلہ میں رعایا کے حق کا لحاظ کیا جائے۔ کیونکہ ہدایت نامہ میں یہ درج ہے کہ کاشتکار حق قبضہ داری کا مستحق ہے۔ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے افسران کو تحقیقات کرنا چاہیے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر بلا رورعایت تحقیقات کی جائے تو بجز اسکے اور کچھ ثابت نہ ہوگا کہ اکثر علاقوں میں سالہا سال نرخ لگھٹی ایک ہی رہا۔ اور وہ اراضی ایک ہی کاشتکار کے خاندان کے قبضہ میں رہی۔ اور ایسی ہزارہا مثالیں ملینگی کہ

ایک اراضی پر ایک ہی خاندان پشتہا پشت سے قابض ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہاں حق قبضہ داری کا رواج ہے۔ کیونکہ ہر سال کے پٹہ و قبولیت کی تجدید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حق قبضہ داری نہیں تھا۔ ورنہ ہر سال پٹہ و قبولیت کی تجدید کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر شاذ و نادر کہیں حق قبضہ داری ہے تو وہ کھیوٹ میں درج ہو چکا ہے۔ اور گورنمنٹ اور تعلقدار دونوں اُسے منظور کر چکے ہیں۔

علاوہ اُسکے یہاں یہ رواج ہے کہ اختتام سال پر بدون اجازت زمیندار کاشتکار اُس وقت تک اپنے کھیت میں پانس نہیں ڈالتا ہے۔ جب تک کہ زمیندار یا اُسکا کارندہ موقع پر جاکر پانس ڈالنے کی اجازت نہ دے۔ اور اس رسم کی یہ صورت ہے کہ بعد اختتام سال جب اسامیان نئے پٹہ کی درخواست کرتے ہیں تو زمیندار یا اُسکا کارندہ اُس موضع میں جاتا ہے۔ کاشتکار اُنکے سامنے حاضر ہوکر اپنے اپنے کھیتوں میں پانس ڈالنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اُسوقت زمیندار یا اُسکا کارندہ پانس کی ٹوکری اپنے ہاتھ سے چھوکے یہ کہتا ہے کہ جاؤ اپنے کھیتوں میں پانس ڈالو۔ کاشتکار کو اس رسم کے بعد یہ یقین ہوتا ہے کہ اُس زمین کا پٹہ اُسے ملیگا۔ زمیندار اس موقع پر فی الواقع ایک یا دو روپیہ نذر پاتے ہیں۔ اور یہ نذر حق ملکیت تعلقداری سمجھا جاتا ہے۔ بعد ازاں جن اسامیوں نے زمیندار کی اجازت سے اپنے کھیتوں میں پانس ڈالی ہے۔ اُنھیں زمیندار کی جانب سے پٹہ دیا جاتا ہے اور کاشتکار اُسکی قبولیت داخل کرتے ہیں۔ اگر اودھ میں حق قبضہ داری ہوتا تو یہ رسم ہمیشہ سے کیوں چلی آتی۔

اودھ کے کاشتکار یہ خوب جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اب تک وہ اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ تعلقدار زمین کا مالک ہے۔ اور اُسے یہ اختیار حاصل ہے کہ جب چاہے اُسے کاشت سے بیدخل کردے۔ اور اُسکے متعلق اب تک زمیندار اور کاشتکار میں کوئی تنازعہ نہیں ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تعلقدار اپنی رعایا کو اپنا فرزند سمجھتا ہے اور جب وہ تابعداری اور اطاعت سے انحراف کرتا ہے تو اُسکو تنبیہ کرتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ اور جب تک وہ اطاعت اور فرمانبرداری سے انحراف نہیں کرتا ہے اُسکے ساتھ شفقت اور ہمدردی سے پیش آتا ہے اور اُنکی محافظت اور پرورش میں مشغول رہتا ہے۔ زراعت کے لیے اُنھیں تقاوی دیتا ہے۔ بوقت ضرورت اُنکے لگان میں تخفیف کر دیتا ہے۔ اور ہر طرح سے اُنکے آرام و آسائش کا خیال رکھتا ہے۔ شاذ و نادر ہی کسی تعلقدار نے اپنے کاشتکار کو اراضی سے بیدخل کیا ہوگا۔ کیونکہ اکثر خاندان سو سو پچاس پچاس برس سے ایک ہی اراضی پر قابض چلے آرہے ہیں۔

اب یہ موقع پیش آیا ہے کہ گورنمنٹ بہ آواز دہل انھیں اسامیوں کو یہ تعلیم کرتی ہے کہ وہ سب تعلقداروں پر دعوے کریں اور اگر ایسا نہ کرینگے تو پھر حق قبضہ داری اُنھیں نہ مل سکیگا۔ حکام بندوبست کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر اسکے خلاف ظہور میں آئیگا تو ممکن ہے کہ فنانشل کمشنر صاحب حکام ماتحت کے فیصلہ کو منسوخ کردیں۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے سرکلر کی دفعہ (۷) میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"مثل دیگر مقدمات کے ان مقدمات کی اپیل بنا راضی فیصلہ مہتمم بندوبست۔

کمشنر صاحب کے یہاں دائر ہوگی - اور اینجانب کمشنر کے فیصلہ کی نظرثانی کرینگے"
اسکے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ جس جگہ نرخ نگھٹی کاشتکاران کا استمراری ہوتا ہے - وہاں تعلقدار اور کاشتکار دونوں کا نقصان ہے - کیونکہ وہ زمین اگر زیادہ ترقی اور آبادی کے لائق ہے - تو اسامی اسکا مجاز نہیں ہے کہ روپیہ صرف کر کے اُس آراضی کی ترقی یا آبادی میں کوشش کرے - اور تعلقدار کا لگان جس حالت میں کہ استمراری ہوگا تو اُسے کیا غرض ہے کہ وہ ترقی آراضی میں کاشتکار کی مدد کرے -
اسکے بعد مہاراجہ مان سنگھ صاحب نے کہا کہ :-
"سرکار نے ازراہ الطاف و دانشمندی چند شرائط کے ساتھ ہمارے علاقے ہمیں واپس فرمائے ہیں اور سند عطیہ میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو حقداران ماتحت ہمارے ہونگے اُنکو اُنکے حقوق سابقہ پر قائم و بحال رکھا جائیگا - آپ کو یاد ہوگا کہ ان الفاظ کے معنی پر بہت بحث ہوئی تھی - لیکن آخر میں یہ طے پایا تھا کہ اس میں کوئی حق نوایجاد شامل نہیں ہے - اور نہ آئندہ ہوگا - اور وہ سب حقوق جو عملداری اول سرکار کے وقت موجود تھے اُنھیں ہم لوگ بدستور جاری رکھیں گے -
واقعہ یہ ہے کہ جن حقوق کی جستجو و تلاش فنانشل کمشنر صاحب کو ہے وہ قبل عملداری گورنمنٹ برطانیہ اودھ میں نہیں تھے - ہم لوگ ہمیشہ اپنے علاقہ کے مالک کامل اور حاکم رہے - اور جیسا چاہا ویسا انتظام کیا - عارضی قبضہ کی وجہ سے کاشتکاران کا کوئی حق قائم نہیں ہو سکتا -
"ٹامسن صاحب لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جنکی سفارش سے ممالک مغربی

و شمالی کے کاشتکاروں کو یہ حق عطا ہوا تھا، وہ بندوبست کی ایک رپورٹ میں یہ لکھتے ہیں کہ :-

" علاقوں میں دو قسم کی رعایا آباد ہے یعنی شریف اور رذیل - شریف وہ لوگ کہلاتے ہیں جو عموماً برہمن اور راجپوت ہیں اور جو زمینداران و تعلقداران کے ہم مذہب اور عزیز ہیں - اور اسی وجہ سے اُنکے لگان کی شرح کم ہے - اور رذیل میں چمار، پاسی اور اسی قسم کی نیچ قومیں شامل ہیں - اقوام رذیل کو بصرف زر علاقہ میں آباد کیا جاتا ہے - اور اکثر انکی وجہ معاش کا انحصار تعلقداروں پر رہتا ہے - جو قحط سالی وغیرہ میں اُنکی پرورش وغیرہ کا اس وجہ سے خیال رکھتے ہیں کہ اُنکا علاقہ ویران نہ ہو جائے - اور علاقہ کی آمدنی کم نہ ہو جائے -

لفٹنٹ گورنر صاحب یعنی ٹامسن صاحب اسے تسلیم کرتے ہیں کہ اسامیان ارذل کو جو اصلی کاشتکار ہیں کوئی حق قبضہ داری نہیں ہے - اور اسامی اشراف وہی ہیں جو حقدار ماتحت کہلاتے ہیں - اور جن کو بعوض خدمت کم لگان پر زمین دی گئی تھی - اور جو لوگ فی الحقیقت حقدار ماتحت تھے - اُنکے حقوق درج رجسٹر سرکاری ہو چکے ہیں - اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہے - انکے علاوہ جو اور لوگ اب حق ماتحتی کا دعوے کرتے ہیں وہ لوگ زمیندار کے نوکر تھے - اور اُنھیں بجائے نقدی تنخواہ دینے کے اُنکے ساتھ لگان میں رعایت کردی گئی تھی - یہ لوگ اپنے ہاتھ سے کاشتکاری نہیں کرتے تھے - بلکہ نیچ قوم کے لوگوں سے حیثیت آراضی کے لحاظ سے لگان معین کرکے کاشت کراتے تھے - اور اُن اسامیان سے خود لگان

وصول کرتے تھے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق قبضہ داری کسے دیا جائے۔ اُن ملازمان تعلقدار کو، یا اصلی کاشتکاروں کو جو اُنکی طرف سے کاشت کرتے ہیں۔

ٹامسن صاحب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شکمی کاشتکاروں کا کوئی حق نہیں ہے تو پھر کیا نوکروں کو حق کاشتکاری دیا جائے۔ بدنظمی کے زمانہ میں بہت سے نوکروں کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اب چونکہ اُنکی ضرورت نہیں ہے وہ موقوف کردیے گئے اور کوئی شخص موقوف شدہ ملازم کو تنخواہ نہیں دیتا۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ایسے حقوق ہندوستان کے دیگر صوبوں میں رائج ہیں۔ لہٰذا اودھ میں بھی انکا رواج ہونا چاہئے۔ لیکن تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل عملداری سرکار انگلشیہ حقوق قبضہ داری کاشتکاران خطۂ ہندوستان میں کہیں رائج نہیں تھے۔

مہتممانِ بندوبست صوبۂ پنجاب کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں حقوق قبضہ داری کو گورنمنٹ برطانیہ نے ایجاد و جاری کیا۔ اور اُن کمشنر صاحبان کی رپورٹ سے جو ۱۸۶۱ء میں منجانب گورنمنٹ ایسی تحقیقات کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ بلاشک وشبہہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ممالک مغربی وشمالی میں بھی کاشتکارون کو حقوق قبضہ داری حاصل نہیں تھے۔ اور قبل اجرائے ایکٹ ۱۰ ۱۸۵۹ء صوبۂ بنگالہ میں بھی اسکا نام ونشان نہیں تھا۔

مراسلت صاحب سکریٹری گورنمنٹ آف انڈیا اسمی چیف کمشنر صاحب اودھ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۸ء میں لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی مفصل رائے اس مسئلہ کے

متعلق درج ہے اور اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممالک مغربی و شمالی میں اس حق کے جاری کرنے سے جو نتیجہ ظہور پذیر ہوا۔ وہ قابل اطمینان نہیں تھا۔ اور یہ بات سب پر روشن ہے۔

ان حقوق کے اجرا سے پنجاب میں یہ نتیجہ ہوا کہ کاشتکار کو زمیندار پر کوئی اعتبار باقی نہیں رہا۔ اور اب وہ کوئی امید بہبود کی زمیندار سے نہیں رکھتا۔ بلکہ اُن کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسامی کی بیچارگی اور مفلسی کی حالت پر زمیندار کو رحم نہیں آتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لگان کی ادائی میں اُسکی کل جائداد فروخت ہو جاتی ہے اور وہ غریب بھوکوں مرجاتا ہے۔ اور اس پر بھی زمیندار کو رحم نہیں آتا۔ کیونکہ حق ملکیت نکل جانے کی وجہ سے زمیندار اُس سے ایک قسم کا عیوض لیتا ہے۔ غرضکہ کاشتکار کے پاس اس مصیبت اور پریشانی میں تشفی خاطر کے لیے سوائے حق قبضہ داری کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس سے ظاہر ہو گا کہ اُن غریب کاشتکاروں کو اس حق سے کیا نفع پہونچا۔

نمائش کے میلہ میں جب ہمنے آلات کشاورزی اور آبپاشی دیکھے تو ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ترقی زراعت کے لیے اُنھیں خرید کرنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ کاشتکاروں کو ان آلات کے خرید کرنے کی مقدرت نہیں ہے تعلقدار کو ترقی زراعت میں کوشش کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔

غرضکہ اودھ میں حق قبضہ داری قائم کرنے کے یہی نتائج ہونگے۔ اور آئندہ ترقی کی امید بالکل جاتی رہیگی۔ اور اگر یہ طے ہوا کہ جو کاشتکار سالہا سال

ایک زمین کو کاشت کرتے آئے ہیں اُنھیں حق قبضہ داری دیا جائے۔ تو اُسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ زمیندار تیسرے چوتھے سال کاشتکاروں کو جس طرح ممکن ہو بیدخل کر دیا کریگا۔ تاکہ اُنھیں حق قبضہ داری پیدا نہ ہو سکے۔ اور یہ طریقہ تعلقداروں کے لیے نہایت مضر ہوگا۔ اور بیچارے کاشتکاروں کا یہ حال ہوگا کہ وہ ایک جگہ کبھی استقامت اور اطمینان سے نہ رہ سکیں گے۔"

جملہ حاضرین جلسہ نے مہاراجہ مان سنگھ صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ تجویز کیا کہ اسکے متعلق ہر امکانی کوشش کرنا چاہیئے۔

انگریزی اخبارات میں بھی اس تعجب خیز کارروائی پر نکتہ چینی شروع ہوئی۔ اور تعلقداروں کے اخبار نے یہ لکھا کہ:۔

"اس بحث کو چھیڑنے سے نہایت خراب نتائج پیدا ہونگے۔ اس سے تعلقداروں کو گورنمنٹ کی ایمانداری اور نیک نیتی پر بھروسہ نہ رہیگا۔ اور اُن میں اور اُنکی رعایا میں نااتفاقی پیدا ہوگی اور بے انتہا نالشوں کا دروازہ کھل جائیگا۔ اور کاشتکاروں کے دل میں خیالات خام اور جھوٹی امیدیں پیدا ہونگی اور اس صوبہ کی ترقی موقوف ہو جائیگی۔ اور جائداد کی قیمت بہت گھٹ جائیگی گورنمنٹ ہند اس صوبہ میں ایک نیا حق ایجاد کرنا چاہتی ہے۔ اور یہ وہ حق ہے جس سے ممالک مغربی و شمالی میں بُرے نتائج پیدا ہو چکے ہیں اور جسکا نتیجہ یہ ہے کہ تعلقداروں سے وہ حقوق چھین لئے جائیں۔ جو اُن کو خدا جانے کس زمانہ سے حاصل ہیں۔"

اس مسئلہ پر مختلف مضامین اخباروں میں نکلے کسی نے یہ سوال کیا کہ:۔
"حق مالکانہ قابل الوراثت و جائز الانتقال عطا کرنے سے کیا فائدہ تھا؟
اگر تعلقداروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی آراضی کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ وہ مالکانِ آراضی کے لفظ سے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر حقوق قبضہ داری رعایتی کے مدعی اُنکے علاقوں میں اور لوگ بھی ہوں"۔
بلیکسٹن صاحب نے جو انگلستان کے نہایت قابل شخصوں میں تھے اُنھوں نے یہ لکھا تھا کہ:۔
"حق مالکانہ اُسکا نام ہے کہ آدمی اپنی مملوکہ آراضی کو جس طرح چاہے استعمال میں لائے اور اُس سے متمتع ہو۔ اور اُسکو بیع اور رہن کر سکے۔ تعلقدار اپنے تعلقہ کا مالکِ کامل ہے اور اپنے مال کو بلا شرکت غیرے اور بلا قید اختیار عمل میں لاتا ہے۔ اور ساری دُنیا میں کسی شخص کو اُسکے مال میں کچھ دخل نہیں ہے"۔
ایک شخص نے غصہ سے یہاں تک کہا کہ:۔
"حق مالکانہ بغیر اختیارات ضروری عطا کرنا کیا ڈھکوسلا ہے۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے جو یہ تحکمانہ کارروائی اودھ میں کی ہے۔ اُسکا سبب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ لارڈ کیننگ کی پالیسی کے خلاف کیا جائے"۔
غرضکہ ہندوستان اور انگلستان کے تمام اخباروں میں ایک شور برپا ہو گیا۔ اور اخبار انگلشمین نے یہ لکھا کہ:۔
"ہماری پالیسی کی اس ملک میں فاش غلطی یہ ہے کہ خلقت کو یہ سمجھایا

جاتا ہے کہ تم پر ظلم شدید ہو رہا ہے۔ اور تم کو معلوم نہیں ہوتا۔ اور اس طرح اُن میں نفاق اور خصومت پیدا کی جاتی ہے اور دروغ گوئی اور فریب کی ترغیب اُنکو دی جاتی ہے۔ اگر ہم اس معاملہ کو اسکے حال پر چھوڑ دیتے اور جو لوگ اپنے حال پر راضی اور قانع تھے اُنکو راضی برضا رہنے دیتے۔ تو مظلوموں کے حامی اور مددگار بننے کی بیجا مسرت ہم کو کیونکر ہوتی۔ جب ایسے لوگ ہمارے کہنے میں ہیں جو بات کو رنگنا خوب جانتے ہیں اور جب خود ہمکو قوت مبالغہ حاصل ہے۔ تو شکایت کی مضحکہ آمیز تلاش میں ہم کو کامیابی کیونکر نہ ہو۔

بہت عرصہ نہیں گزرا ہے کہ اشتہار جاری کر کے سارے صوبہ میں ہلڑ مچا دیا گیا اور یہ مشہور کیا گیا کہ جسکو کسی ظلم کی شکایت ہو سرکار سے آکر عرض کرے۔ ابھی اس مضر اور بیجا دست اندازی کے اثر سے ہمیں نجات نہیں ہوئی تھی۔ کہ اسی قسم کا مگر اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز و عبرت خیز اشتہار ہم نے جاری کیا جسکی اصلا ضرورت نہ تھی۔ اور جس پر اُس سے بھی بدتر نتائج مترتب ہونے کا گمان ہے۔

حضور وائسرائے کی اُس کارروائی کو جو چند روز ہوئے اُنھوں نے اودھ کے بندوبست آراضی کی نسبت کی ہے ہم اور کچھ نہیں سمجھ سکتے بجز اسکے کہ وہ ایک ایسا اعلان و اشتہار ہے جس میں اودھ کی خلقت کو ہدایت کی گئی ہے کہ ایک انقلاب عظیم پر آمادہ ہو جاؤ۔

اگر وائسرائے بہادر کی یہ تدبیر اُن حقوق کے تحفظ پر محدود و منحصر ہوتی جسکے مدعی موجود ہوتے اور خود اُن حقوق کا بھی کوئی وجود ہوتا۔ تو اُس وقت بھی اُسمیں

کلام باقی رہتا۔ کہ آیا احتیاط اور دور اندیشی اسکی مقتضی ہے کہ اب اس معاملہ میں کوئی کارروائی کی جائے۔؟

اسی کے ساتھ یہ بھی قابل خیال ہے کہ آیا گورنمنٹ کو ایسے حقوق کی خواہ مخواہ دریافت کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ جبکا کوئی دعوے نہیں کیا گیا ہے۔ ور نہ اُنکا وجود کہیں پایا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ سوچنا بھی ہر گز بیجا نہوگا۔ کہ ایسے حقوق کو ظاہر اور قائم کرنے سے مُلک کا کیا فائدہ ہے۔؟

اس کارروائی کا یہ اثر ہوگا۔ کہ تعلقداران اودھ صرف تحصیلدار رہ جائینگے۔ اور اپنے علاقوں میں اُنھیں کوئی حق نہ رہیگا۔ اور اُنکے علاقے برائے نام رہ جائینگے۔

ہمارے نزدیک وایسرائے بہادر کی یہ تدبیر نہایت مضر ہے۔ اور اصولِ سیاست کے لحاظ سے بھی خطرناک ہے۔ اس سے ایک جنگجو اور ذی اقتدار گروہ مالکان آراضی کے عزیز ترین حقوق و اختیارات کی بیخ کنی ہوتی ہے۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ یہ لوگ ہمارے دشمن تھے اور جو پالیسی اُن سے مصالحت کا باعث ہوئی تھی اُسکو اب اس تدبیر سے مٹانا منظور ہے۔ اور چونکہ خود رعیت اسکی خواہاں نہیں ہے۔ لہذا تعلقدارانِ اودھ کو ضرور یہ خیال ہوگا۔ کہ رعیت کی خاطر سے نہیں بلکہ عداوت و دشمنی کے خیال سے گورنمنٹ ہم کو تباہ و برباد کرنا چاہتی ہے۔"

اِس شورش کا یہ نتیجہ ہوا کہ انگلستان کی جمہور کی رائے برافروختہ ہوئی۔ اور کنسرویٹو فرقہ کے ایک نہایت زبردست اخبار نے چند مضامین اسکے متعلق لکھے۔

اور سر جان لارنس کی اس تجویز کی بڑی مذمت کی۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ کو بھی اسکی جانب توجہ ہوئی۔

ولایت کے مذکورۂ بالا مشہور اخبار نے اسناد تعلقداری کے متعلق یہ لکھا تھا کہ "جن حقوق کی ضمانت ایمانًا کی گئی ہے۔ اُن میں لارڈ لارنس تصرف کرنا چاہتے ہیں۔ بشرطیکہ حضرت ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ ایسی سفیہ ناوان اور بے ایمان ہو جائے کہ گورنمنٹ ہند کو ٹامسن صاحب کے سلک کے ایک بیہودہ مسئلہ کو عمل میں لانے دے۔ تاکہ ایک موثر ذریعہ تعلقداروں کی خودمختاری کو مٹانے اور قدیم انتظام کو غارت کرنے کا اُسکو مل جائے۔

وائسرائے بہادر تعلقداروں اور اُنکی رعایا کے درمیان اپنا قدم جمانا چاہتے ہیں۔ اور اُس حق کو سلب کرنا چاہتے ہیں جو اُنکو ہمیشہ حاصل رہا ہے۔ سر جان لارنس اودھ میں وہ انتظام جاری کرنا چاہتے ہیں جو ممالک مغربی و شمالی میں بڑی ذلت سے ناکامیاب ہی نہیں ہوا ہے بلکہ جس سے خلاف انصاف مضر اور خراب نتائج پیدا ہوئے ہیں۔"

سر جان لارنس کی یہ تجویز کہ تعلقداران اودھ اور اُنکی رعیت کے معاملہ میں دست اندازی کی جائے اور ایک لگان مقرر کر دیا جائے اور کچھ نہیں ہے بجز اسکے کہ اُنکے حقوق مالکانہ میں دست اندازی کی جائے جو تعلقداروں نے اپنے بزرگوں سے وراثتًا پائے ہیں۔ اور ابھی صرف چھ سال گزرے ہیں کہ گورنمنٹ اُنکی ضمانت ایمانًا کر چکی ہے۔ اگر سر جان لارنس کی یہ تجویز منظور کر لی جائے تو یہ اُس مفید کام کو بالکل مٹا دیگی۔ جسکے شکریہ کے مستحق لارڈ اسٹینلی صاحب وزیر ہند ہیں اور جو لارڈ کیننگ کے

عہد گورنری میں اودھ میں کیا گیا تھا۔ اور جو اُس اصول کے مطابق تھا جو ملکۂ معظمہ کے اشتہار میں تمام شاہزادوں، سرداروں اور رعایا پر ظاہر کیے گئے تھے۔ اور یہ وہ اقرار صالح تھا۔ جسے خود لارڈ کیننگ نے بہ نفس نفیس تعلقداران اودھ سے کیا تھا۔ اور جسکی تصدیق اُسکے بعد لارڈ الجن نے کی تھی۔ سر جان لارنس کی کارروائی سے یہ سب عہد و پیمان باطل ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اس کارروائی سے اہل ہند کے ساتھ ایسی بدعہدی کیجائیگی جو کبھی نہ کی گئی تھی۔

ابھی صرف چھ برس کا زمانہ گزرا ہے۔ کہ حضرت ملکۂ معظمہ کا اشتہار تمام قلمروِ ہندوستان میں مشتہر کیا گیا تھا اور اب ہم اپنے افعال سے یہ مشتہر کرتے ہیں کہ جس اقرار کو ہمارے بادشاہ نے منظور کیا تھا۔ اور جسکی ایمانداری اور نیک نیتی سے ایفا کا خداوند عالم کو ہم نے گواہ کیا تھا۔ اُس اقرار کا ہمارے قلوب پر کچھ اثر باقی نہیں رہا۔ کیا بہ حیثیت قوم ہم ایسے صاف اور واضح حقوق سے اسطرح چشم پوشی کرسکتے ہیں۔ اور ایسے مقدس اقرار کو یوں ٹال سکتے ہیں اور ایسی بے ایمانی اور بیحیائی گوارا کرسکتے ہیں ہمکو تو یقین نہیں آتا۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کرینگے۔ تو اس چھ برس کی محنت کا ثمرہ صرف ضایع ہی نہ ہوجائیگا۔ بلکہ ہماری صداقت اور ایمانداری پر جو ہندوستان میں ہمیشہ ہماری قوت واستحکام کا باعث رہی ہے۔ ابدالآباد تک دھبہ باقی رہ جائیگا۔"

۲۰ دسمبر ۱۸۶۴ء کو تعلقداران اودھ لکھنؤ میں جمع ہوئے تاکہ حقوق تعلقداری کو بچانے کی معقول تدبیر کریں۔ اور سر مہاراجہ صاحب بہادر بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن

اور مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب بہادر وائس پریسیڈنٹ نے اپنے حقوق کی حفاظت میں ایسی موثر اور مدلل تقریریں کیں کہ ہندوستان اور انگلستان میں اس کے متعلق اخباروں میں مباحثہ شروع ہوگئے۔ اور سب نے ایک دل اور ایک زبان ہوکر یہ کہا کہ تعلقداروں کے ساتھ انصاف کیا جائے

ان اسپیچوں کے متعلق اخبار انگلشمین نے یہ لکھا تھا کہ:-

" تعلقداران اودھ نے اپنے اُن حقوق کے متعلق مردانہ تقریر کی ہے۔ جن پر نواب گورنر جنرل بہادر نے سراسر خلاف مصلحت ملکی اعتراض کیا ہے۔ اُنکے حقوق کا اظہار اس سے زیادہ قوت کے ساتھ نہیں ہوسکتا جیسا کہ خود اُنھوں نے بیان کیا ہے۔ نکتہ چین لوگ اُنکی تقریر میں کوئی بات خلاف تہذیب نہ پائیں گے۔ اُنکی تقریر اُن بہادروں کی سی ہے۔ جو کلام سخت سے خوف زدہ ہوکر اپنے اظہار مطلب سے باز نہیں رہتے۔ اور اُنکی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی شخص جو فی الحقیقت انصاف پسند اور بموجب اصول تمدن انصاف کوش ہے۔ اور کوئی ایماندار آدمی جو تعصب اور نفسانیت سے بری ہے اسکا انکار نہ کریگا کہ تعلقدار ایک عظیم ظلم کے شاکی ہیں اور یہ ظلم صرف اُنکی ذات خاص پر اثر پذیر نہیں ہے بلکہ اُنکے تمام ملک پر محیط ہے۔"

انگلستان میں ممبرانِ سلطنت وائسرائے کی اس کارروائی سے بدظن تھے اور سب کو اس پر اتفاق تھا کہ سرجان لارنس، لارڈ کیننگ کے انتظام مال کو اودھ میں منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ لارڈ اسٹینلی نے اسکی جانب توجہ فرمائی اور سکریٹری آف اسٹیٹ سے ہوس آف کامنز میں یہ سوال کیا کہ:-

"جو تحقیقات بالفعل اودھ میں تعلقداروں اور کاشتکاروں کے حقوق کے متعلق ہو رہی ہے کیا وہ اُس ہدایت کے بموجب شروع ہوئی ہے جسے آپنے جاری کی تھی۔ اور جو مراسلات اسکے متعلق ہوئے ہیں کیا آپ اُنھیں اس وقت پیش کرینگے؟۔ اور کیا آپ اس تحقیقات کی کچھ حقیقت بیان کرسکتے ہیں؟۔

اسکے جواب میں سر چارلس اوڈ صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ ہند نے فرمایا کہ:-

"لارڈ کیننگ کی پالیسی جو اودھ کی آراضی کے بندوبست کے متعلق تھی اُس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اُسکے بموجب تعلقداروں کی آزادی اور خودمختاری بطور مالکان آراضی اور رؤسا کے بحال کی گئی ہے اور اُنکے ساتھ بلاواسطہ بندوبست کیا گیا ہے۔ بعوض اسکے کہ مالکان ادنے کے ساتھ کیا جاتا۔ جیسا ممالک مغربی و شمالی میں ہوا تھا۔ یہ حیثیت تعلقداروں کی بجنسہ باقی ہے اور کسی نے اس میں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ مگر اب یہ بحث پیدا ہوئی ہے کہ اودھ میں کاشتکاروں کے بعض حقوق موجود ہیں یا نہیں؟

چیف کمشنر صاحب نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ اگر یہ حقوق موجود ہیں تو اُنکا تحفظ تعلقداروں کے اسناد میں کیا گیا ہے۔ اس پر سر جان لارنس نے صرف اس تحقیقات کا حکم دیا ہے کہ آیا ایسے حقوق موجود ہیں یا نہیں؟ اگر اس تحقیقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔ ایسے حقوق کا وجود ثابت نہ ہوا۔ تو پھر کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا ہے۔ لیکن اگر اس تحقیقات کا یہ نتیجہ نکلا کہ اُنکا وجود ثابت ہوگیا۔ تو گورنمنٹ پر یہ فرض ہوگا کہ لارڈ کیننگ کی اسناد کے شرائط کے بموجب ان حقوق کا لحاظ کرے

اور ایسی تحقیقات کا حکم سکریٹری آف اسٹیٹ کی ہدایت کے بموجب نہیں دیا گیا ہے "

۱۰ر فروری ۱۸۶۵ء کو سکریٹری آف اسٹیٹ نے سر جان لارنس کی جانب سے ہاؤس آف کامنز میں معذرت کی۔ اور اُسی روز وایسرائے ہند کو ایک مراسلہ روانہ کیا اور اُس میں اپنی رائے اُن اہم امور کی بابت جن پر ایسی شد و مد سے بحث ہوئی تھی۔ یہ تحریر فرمائی کہ:۔

" تعلقداروں کو تسلی اور دلاسا دینا ضروری ہے۔ اُنکے دل سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ سرکار جدید حقوق پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یا اُن حقوق کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتی ہے جو زائل ہو چکے ہیں یا اب آئندہ سرکار کوئی تدبیر اُنکی ضررسانی کی کریگی۔ جو اُنکے مرتبۂ عالی کے منافی یا اُن اشخاص کی حیثیت ماتحتی پر مؤثر ہوگی جو اُنکے علاقوں میں حقوق رکھتے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لارڈ کیننگ کی پالیسی کا اودھ کے بندوبست کے متعلق مقصود اعظم یہ تھا کہ اس صوبہ میں ایک گروہ مالکان اعلیٰ کا بہ اعزاز و احتشام قائم رکھا جائے اور اُنھیں لارڈ صاحب موصوف نے انتظامی اور جوڈیشل اختیارات بھی بہت کچھ عطا کیے تھے۔ اور اس پالیسی کو حضرت ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ منظور فرما چکی ہے۔

ہر رپورٹ میں جو اس صوبہ سے آئی ہے نہ صرف تعلقداروں کی خیرخواہی کی تعریف لکھی ہے۔ جسکا اظہار اُنھوں نے مختلف طریقوں سے کیا ہے بلکہ جس

طور سے وہ اُن اختیارات کو عمل میں لائے ہیں جو اُنکو عطا کیے گئے تھے۔ اُس کی مدح و ثنا بھی بہت کچھ لکھی ہے۔

ہمیں افسوس ہوگا اگر ان تدابیر کو عمل میں لانے سے تعلقداروں کو کوئی معقول وجہ شکایت کی مل جائیگی۔ اور ہمکو اس بات کی بڑی فکر ہے کہ جس تحقیقات کا حکم گورنمنٹ ہند نے صادر کیا ہے۔ وہ اس حد سے نہ تجاوز کر جائے جو نہایت ضروری اور لابدی ہو۔ اور تعلقداروں کا ہر طرح سے لحاظ رکھا جائے تاکہ اُن کی وقعت اُن کے اہل وطن کی نظر میں کسی طرح کم نہ ہو جائے۔ اور آپ کو مناسب ہے کہ آپ اسکا پورا لحاظ رکھیں کہ اوروں کے حقوق کو نقصان نہ پہونچے اور تعلقداران اودھ کا وہ اعزاز و احترام باقی رہے جو لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے اُنھیں بخشنا چاہا تھا۔

تعلقدارانِ اودھ نے دوسروں کی حق تلفی کبھی نہیں چاہی۔ بلکہ اُنکی صرف یہ خواہش رہی ہے کہ اُن کے حقوق جو بادشاہ نے اُنکو عطا کیے تھے، وہ اس طرح قائم رکھے جائیں کہ کوئی اس میں دست اندازی نہ کر سکے۔ اسنادِ تعلقداری کی شرائط کا ایفا اُنھوں نے ایمانداری کے ساتھ کیا ہے۔"

سکریٹری آف اسٹیٹ کے ممبران کونسل نے اس مسئلہ کے متعلق حسب ذیل رائے دی تھی۔

سر جیمس ہاگ

"اسناد تعلقداری مصالح ملکی سے دی گئی تھیں۔ اور اُنکے معنی کی توضیح

کرنے میں ہمیشہ اسکا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ لارڈ کیننگ تعلقداروں کو کیا دینا چاہتے تھے۔ اور اُنھوں نے درحال کیا پایا۔ تعلقداروں کے حقوق کو مقید اور محدود نہ کرنا چاہیئے۔ جو خط و کتابت اور مباحثے ان اسناد کے جاری ہونے کے پیشتر ہوئے تھے اُن میں کسی حق کا ذکر اشارتًا و کنایتًا نہیں کیا گیا ہے۔ بجز حقوقِ مالکانہ کے پس میرے نزدیک لارڈ کیننگ کا صاف یہ منشا تھا کہ اودھ کے رُوسا کو اُنکی قدیم حالت اور عزت پر بحال کردیں اور تعلقداروں کو اُنکے علاقوں میں اختیار کلی بخشیں۔ ہاں اسناد کے عطا کرنے کے بعد چیف کمشنر صاحب نے لارڈ کیننگ کی منشا کے مطابق یہ ہدایت کی تھی کہ صرف حقوق مالکانہ درج کاغذات بندوبست کیے جائیں۔ اس ہدایت کو لارڈ کیننگ نے جنھوں نے تعلقداروں کو سندیں دی تھیں منظور کیا تھا۔ اور اُنکے بعد لارڈ الجن نے بھی اسے منظور کیا۔ اور پانچ برس سے اسی کے بموجب عملدرآمد ہو رہا ہے۔ اب کہا جاتا ہے کہ اس ہدایت کی منظوری عام طور پر ہوئی تھی۔ گویا خاص حقوق قبضہ داری کا خیال گورنمنٹ کے ذہن سے نکل گیا تھا۔ ہدایت مذکورہ بالا جسکو چیف کمشنر نے بمنظوری گورنر جنرل جاری کیا تھا۔ وہ ایسی صاف اور واضح تھی کہ اُسکی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ حسب منشاے انڈین کونسل ایکٹ یہ ہدایت قانونی قوت رکھتی ہے۔ مگر میں یہ ہرگز نہیں تسلیم کرتا کہ اقرار صالح کی پابندی کسی طرح قانون سے کم ہے۔ اسناد تعلقداری عطا ہونے کے تین برس بعد تک حقوق قبضہ داری کا ذکر کبھی اشارتًا و کنایتًا بھی نہیں کیا گیا تین سال کے بعد جوڈیشل کمشنر نے اپنی سالانہ رپورٹ میں لکھا کہ حقوق قبضہ داری موجود ہیں۔

فرض کیجیے کہ بعض حقوق قبضہ داری موجود تھے۔ اور شرائط اسناد سے یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ وہ حقوق قائم رکھے جائیں۔ تاہم میرے نزدیک اب اس مقدمہ میں بحث نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس معاملہ کا تصفیہ مستند القول لوگ کر چکے ہیں اور اُن کے فیصلہ کو دو گورنمنٹوں نے بحال رکھا ہے اور پانچ برس سے اُس پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔

بوجوہات بالا میری رائے میں اس فیصلہ سے عدول و انحراف کرنے سے ایسی عہد شکنی لازم آئیگی جس سے نہ صرف صوبہ اودھ میں لوگوں کو سرکار سے بدگمانی پیدا ہوگی۔ بلکہ تمام ہندوستان کی خلقت بدظن ہو جائیگی۔

مجھ کو اندیشہ ہے کہ ۵۷ء کے غدر کے بعد لارڈ کیننگ نے جو اور مواہب و عطیات کیے تھے۔ جن میں حق تبنیت بھی شامل ہے۔ اُن کا لحاظ بھی اس وجہ سے نہ کیا جائیگا کہ بمقتضائے حالات زمانہ اُنھوں نے ایسا کیا تھا۔ اور کوئی آئندہ کی گورنمنٹ اُنکو واپس کرلیگی۔

میں پوچھتا ہوں کہ یہ بحث کیوں چھیڑی گئی ہے؟۔ کیا تعلقدار اپنی رعایا پر ظلم و سختی کرتے ہیں؟۔ کیا رعیت نے اسکی بابت استغاثہ کیا ہے؟۔ یا اُن حقوق کا دعوے کیا ہے جو اُس سے لے لیے گئے ہیں؟۔

برخلاف اسکے اس صوبہ میں آثار امن و عافیت۔ سرسبزی اور خوشحالی عیاں ہیں اور تعلقداروں کی نسبت لکھا گیا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے حال پر مہربان اور سرکار کے خیر خواہ ہیں۔ اور رعایا اُن سے خوش و راضی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے حق کو جو تعلقداروں کے سراسر خلاف ہے۔ اس صوبہ میں جب

رعایا بھی اُسکی طالب نہیں ہے زبردستی اختراع کرکے اُسکے امن وعافیت میں فتور وخلل ڈالا جائے اور یہ سب کیوں، محض ایک مشکوک مسئلہ کی تائید کے لیے۔

سر آرسکن پیری

"تمام کاغذات کو دیکھکر پیری یہ رائے قرار پائی ہے کہ ونگفیلڈ صاحب کی تجویز اس مقدمہ میں صحیح ہے۔ اگر اُنکی رائے درست نہوتی تو بھی میں سر جان لارنس کی رائے سے اتفاق نہ کرتا۔ کیونکہ صائب پالیسی کا یہ مقتضے نہیں ہے کہ حقوق قبضہ داری دوبارہ زندہ کیئے جائیں۔ بلکہ میں اسکو ترجیح دیتا ہوں کہ جو تعلقات تعلقداروں اور اُنکی رعایا میں صدہا برس سے چلے آتے ہیں وہی قائم رکھے جائیں اور اُنکے باہمی فوائد اور رسم ورواج قومی کا لحاظ رکھا جائے۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ شدید قوانین اُن خیالات کے موافق بنائے جائیں۔ جو انگریز لوگ مالکان آراضی اور کاشتکاروں کی نسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ برٹش انڈیا کی تاریخ میں صدہا نظائر ایسے موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ناقص مسئلوں کو قانون کے سخت پیرائے میں ظاہر کرنے سے کیسی کیسی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔"

مسٹر مکناٹن

"اسناد تعلقداری میں لارڈ کیننگ کو صرف مالکان ادنے کے حقوق کا تحفظ منظور تھا۔ اور اُنھوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ تعلقداران اودھ اور چیف کمشنر صاحب میں جو خط وکتابت ہوئی ہے اُس میں تعلقداروں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے حقوق قبضہ داری کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ

حقوق قبضہ داری اودھ میں موجود تھے وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حقوق غیر محدود ہیں اور قابل تجدید نہیں ہیں۔ پس میری رائے میں اس سے بدتر کوئی بات نہیں ہے کہ اُن تعلقات میں خلل ڈالا جائے جو پانچ چھ سال سے تعلقداروں اور اُنکی رعایا میں قائم ہیں۔ کیونکہ ایسی کارروائی کے جواز کے ثبوت میں نہ تو رعایا کی کوئی شکایت پیش کی گئی ہے اور نہ تعلقداروں کا ظلم و ناانصافی ثابت کی گئی ہے۔"

اس درمیان میں ڈیوس صاحب کے سرکلر کے بموجب جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ضلع کے پچیس مواضعات میں اسکی تحقیقات کی گئی۔ اور اُس سے ثابت ہو گیا کہ حقوق قبضہ داری کے وجود سے تعلقداروں کا انکار قطعی نہایت صحیح و درست تھا۔ اور نواب گورنر جنرل بہادر کی رائے محض غلط تھی۔

اس موقع پر اُس تحقیقات کا نتیجہ جو گورنمنٹ ہند کے حکم سے حقوق قبضہ داری کے متعلق کی گئی تھی۔ خود ڈیوس صاحب فنانشل کمشنر کی زبانی جو خاص کر اس تحقیقات پر صوبہ پنجاب سے بُلا کر مامور کیے گئے تھے درج ذیل ہے۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ :-

"بہ استثناے ضلع ہردوئی کے تمام حکام بندوبست نے بالاتفاق لکھا ہے کہ عہد شاہی میں حق قبضہ داری موروثی اودھ کے کاشتکاروں کو حاصل نہیں تھا۔ میں نے اُن مقدمات کو بغور دیکھا جنکی تحقیقات براڈ فورڈ صاحب مہتمم بندوبست ضلع ہردوئی نے کی تھی اور مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ کسی مقدمہ میں کاشتکاروں نے اراضی پر قبضہ داری کا دعوے بمقابلہ زمیندار نہیں کیا۔"

عہد شاہی میں رعایا کو خلاف مرضی زمیندار آراضی کے رکھنے کا حق محض میعاد قبضہ سے نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اور دستور یہ تھا کہ زمیندار اُن کاشتکاروں کو بہت کم بیدخل کرتا تھا جو بالمشارکت اُسکے کھیتوں کو رکھتے تھے۔ بشرطیکہ وہ لگان مطلوبہ برابر دئے جائیں۔ اور جب زمیندار لگان میں اضافہ کرتا تھا تو اضافہ عموماً آراضی کی حیثیت کے مطابق ہوتا تھا اور یہ اضافہ اُس لگان کے موافق ہوتا تھا جو قرب وجوار کی آراضی پر دیا جاتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک موضع میں تمام کاشتکاروں پر ایک ہی وقت میں اضافہ لگان کیا جاتا تھا۔ اور اُن میں ضد اور رقابت کم تھی۔

جن ضلاع میں یہ تحقیقات کی گئی ہے اُن میں کاشتکاروں کو پورا موقع اس بات کا دیا گیا تھا کہ اپنے دعاوی کو پیش کریں اور اُنکے بیانات کو خود حکام بندوبست نے قلمبند کیا تھا۔ اور کوئی دقیقہ اُنکی ترغیب اور تحریص میں اُٹھا نہیں رکھا گیا تھا کہ وہ اپنا حال صاف صاف اور سچ سچ بیان کردیں۔ خود میں نے تنہائی میں کھیتوں میں اور کنوؤں پر اُن سے پوچھا۔ مگر نتیجہ ہمیشہ وہی ہوا"

تعلقداروں کو اس معاملہ میں پوری فتح حاصل ہوئی۔ اور نہایت کامل اور قطعی شہادت اس امر کی بہم پہونچ گئی۔ کہ حقوق قبضہ داری اودھ میں موجود نہ تھے۔

جب ڈیوس صاحب کی رپورٹ وِنگفیلڈ صاحب چیف کمشنر کو پہونچی۔ تو اُنھوں نے ۱۴؍ جولائی ۱۸۶۵ء کو نواب گورنر جنرل بہادر کو یہ اطلاع دی کہ یہ تحقیقات مکمل اور منصفانہ کی گئی ہے۔ اس تحقیقات سے بھی اودھ میں حقوق قبضہ داری کا

کچھ سراغ نہیں پایا گیا۔ بلکہ ایک بات اس تحقیقات کے متعلق قابل یادگار ہے اور وہ یہ ہے کہ چند کاشتکاروں نے حقوق قبضہ داری کا دعوے کیا تھا۔ لیکن جب اُن سے ثبوت طلب کیا گیا۔ تو اُنھوں نے صرف یہی وجہ بیان کی کہ ہم نے سُنا ہے کہ سرکار ایسے حقوق عطا کرتی ہے۔ گو عہد شاہی میں ہمیں یہ حقوق حاصل نہ تھے۔

زمیندار کو اراضی کی حیثیت سے زیادہ لگان مانگنا بالکل فضول ہے اور اُس سے زیادہ کوئی دینے کیوں لگا۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ جو اراضی کی حیثیت ہوتی ہے اُسی قدر لگان پر وہ دی جاتی ہے۔ اور اُتنا ہی لگان مل بھی سکتا ہے۔"

یہاں تو چیف کمشنر صاحب اور فنانشل کمشنر صاحب اس تحقیقات کے نتائج لکھنے میں مصروف تھے اور وہاں مارکوئیس آف کلینری کارڈ نے ہاؤس آف لارڈس میں یہ سوال کیا کہ :۔

"گورنر جنرل ہندوستان نے اسکی بھی کوئی تدبیر کی ہے کہ مثل صوبۂ اودھ کے اور صوبجات کے حقوق اراضی میں بھی تحقیقات کی جائے ؟۔ ہندوستان کے لئے قوانین بنانے میں یہ زیادہ مناسب ہے کہ تمام ملک کے واسطے کوئی خاص قاعدہ نہ مقرر کیا جائے۔ بلکہ ہر صوبہ کے لیے قانون بنانے میں اُن رسم و رواج، آئین و قوانین کا لحاظ ہونا چاہیے جو وہاں پیشتر سے موجود ہوں"

لارڈ ڈفرن نے اسکا بہت طولانی جواب دیا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

"یہ گمان کرنا غلط ہے کہ سر جان لارنس کی پالیسی سے لارڈ کیننگ کی پالیسی کی تنسیخ ہوتی ہے۔ لارڈ لارنس نے جس تحقیقات کا حکم دیا تھا۔ وہ بلا رورعایت و جنبہ داری ڈیوس صاحب کی زیر نگرانی عمل میں آئی ہے۔ اور اُسکا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر کی رائے بجال رہی ہے۔

یہ تحقیقات نہایت مکمل اور بڑی ایمانداری کے ساتھ کی گئی۔ اور اس سے کسی قسم کے حقوق قبضہ داری اودھ میں نہیں پائے گئے۔ لہٰذا یہ بحث اب موقوف ہو جائیگی۔ اور تعلقدار حسب دستور اپنے اپنے علاقوں کے مستقل مالک رہیں گے"۔

۳ر اگست ۱۸۶۶ء کو ہاؤس آف لارڈس میں مارکوئیس آف کلینری کارڈ نے یہ تحریک کی کہ اُس رپورٹ کی نقل پیش کی جائے جو ڈیوس صاحب فنانشل کمشنر اودھ نے بعد تحقیقات حقوق قبضہ داری کے متعلق کی ہے۔ اور اُسکے ساتھ اودھ کے حکام بندوبست اور کمشنران بندوبست کی رپوٹیں بھی پیش کی جائیں۔ اور زمینداروں اور کاشتکاروں کی شہادت اور چیف کمشنر کے اُس مراسلہ کی نقل بھی پیش کیجائے جو رپوٹ ہائے مذکورہ بالا کے ساتھ جولائی ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ ہند کو ارسال کیا گیا تھا۔ اور گورنر جنرل نے جو جواب اُس مراسلہ کا لکھا تھا۔ اُسکی نقل مع نقول اُس خط و کتابت کے جو ۳ اگست ۱۸۶۵ء سے اس وقت تک گورنمنٹ ہند اور چیف کمشنر کے درمیان اسکے متعلق ہوئی ہے"۔

اسکے جواب میں ارل آف ہاسبری نے فرمایا کہ :۔

" پہلے دو کاغذوں کے پیش کرنے میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا۔ مگر نواب گورنر جنرل کا جواب اور کمشنروں کی رپورٹ پر جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ اب تک یہاں نہیں پہونچی ہے۔ البتہ کمشنروں کی ایک رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ ایسا کوئی حق جو بعض اشخاص کے زعم میں کاشتکاروں کو حاصل تھا وہ موجود نہیں ہے اور نہ تھا بلکہ خود کاشتکار اُس حق سے دست بردار ہو گئے ہیں۔

چیف کمشنر صاحب کی مراسلت مورخہ ۱۲ رجولائی ۱۸۶۵ء کے جواب میں نواب گورنر جنرل بہادر نے بذریعہ مراسلت مورخہ ۱۶ رفروری ۱۸۶۶ء یہ تحریر فرمایا تھا کہ :۔

" سب سے زیادہ قرین انصاف اور مناسب یہ ہے کہ انتظام موجودہ بجائے خود قائم و بحال رکھا جائے۔ اور نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل اُس تحقیقات کے التوا کو منظور فرماتے ہیں جو حقوق قبضہ داری کے متعلق ہو رہی ہے۔ اور آئندہ اُس تحقیقات کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے "

مارچ ۱۸۶۶ء میں ونگفیلڈ صاحب ولایت تشریف لے گئے۔ اور سرجان اسٹریچی صاحب چیف کمشنر اودھ مقرر ہوئے۔ ونگفیلڈ صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد تھوڑے عرصہ تک تو اس مقدمہ میں گورنمنٹ اور تعلقداروں سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ لیکن مئی ۱۸۶۶ء میں سرجان اسٹریچی صاحب نے

ایک ڈپٹی آفشل تحریر گرے صاحب کو بھیجی اور اُسمیں یہ لکھا کہ :۔
"مجھے یقین کلی ہے کہ جہاں تک جمہور فرقۂ کاشتکاران کا تعلق ہے۔ حق قبضہ داری کا مسئلہ ایک ہی طور سے حل ہو سکتا ہے۔ اور اُسے حل کرنے کی جو سبیل ہے اُسے میں نے اپنی تحریر میں درج کر دیا ہے۔

اِس معاملہ میں آپ میری رائے کو خوب جانتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوگا کہ جو رائے میں نے لکھی ہے وہ اپنی خوشی سے نہیں لکھی ہے۔ اور مجھے گمان ہے کہ ڈیوس صاحب کو بھی یہ بہت گراں گزرا ہے۔ کیونکہ اُنکی رائے مجھ سے متفق تھی۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت گزر گیا ہے۔ جب کہ گورنمنٹ کی پالیسی کے بعض جزئیات کے فوائد پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ ہوتا۔ مجھے چند واقعات دریافت ہوئے ہیں۔ جن کو قبول کر لینا مجھے واجب ہے۔ خواہ وہ مجھکو مرغوب ہوں یا نہ ہوں۔ میں نے اس معاملہ کو خالص عملی حیثیت سے دیکھا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو طریقہ میں نے گورنمنٹ سے عرض کیا تھا اُس سے مفر ممکن نہیں ہے۔

اگر میری رائے صحیح ہے تو جو تدبیریں میں نے عرض کی ہیں اُنکا عملدرآمد بہت جلد کرنا چاہیئے۔ اس وقت تو یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر اسکے گورنمنٹ کی عظمت اور وقعت میں کچھ فرق آئے۔ وہ اس بحث کو ختم کر دے۔ مگر مجھے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ اسکا موقع بھی باقی نہ رہیگا۔ میں نے اس مقدمہ کی خوب تحقیق کی۔ اور مجھ کو قوی امید ہے کہ اگر گورنمنٹ میری تجویز کو منظور

فرمائیگی۔ تو میں تعلقداروں کو اس بات پر راضی کرونگا کہ مالکانِ بیدخل شدہ کے ساتھ وہ ایسے شرائط منظور کرلیں جو گورنمنٹ کے نزدیک نہایت معقول اور لائق اطمینان ہوں۔

میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ یہ بحث بہت جلد اور بلا تاخیر ختم کیجائے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس مقدمہ کے انفصال میں اگر تاخیر کیجائیگی تو اسکا نہایت مضر اثر اس صوبہ پر ہوگا۔ میں نے سُنا ہے کہ اس بحث سے مالکان آراضی اور اُن کے کاشتکاروں میں نقیض پیدا ہوگئی ہے اور یہ نزاع بڑھتی جاتی ہے۔ اور کاشتکار چونکہ کمزور ہیں لہذا زیادہ نقصان اُنھیں کا ہوگا۔

یہ بات بھی میرے نزدیک صاف ہے کہ ان حقوق قبضہ داری پر کوئی نیا قانون بنانا جسکی نسبت یہ تجویز ہوچکا ہے کہ بوقت انتزاعِ سلطنت موجود نہ تھے۔ بالفعل حالت موجودہ میں ناممکن ہے۔ اور اب اس میں بحث کرنا بیکار ہے کہ آیا یہ نتائج اچھے ہیں یا بُرے۔ میں خود ان پر افسوس کرتا ہوں اور اُن کو بدقسمتی سمجھتا ہوں۔ مگر یہ ایسی غلطیاں ہیں جن سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں ہے میرے نزدیک اس مقدمہ کا ایک ہی انجام ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ اچھا معلوم ہو خواہ بُرا۔ اور وہ یہ ہے کہ جو تحقیقات فی الحال ہوئی ہے اور جو اقرار اور وعدہ کیا گیا ہے۔ اُسکا نتیجہ خواہ مخواہ یہی ہوگا۔ اور گورنمنٹ کو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ عام قسم کے کاشتکاروں کے حقوق قبضہ داری کا وجود اودھ میں نہیں ہے۔ اور تمام احکام و قوانین جن کی رو سے یہ حقوق اب تک تسلیم کیے گئے ہیں منسوخ کرنے

پڑینگے۔ اگر ایسا ہی ہے تو میرے نزدیک گورنمنٹ کو اب یہی مناسب ہے کہ وہ اس بحث کو ختم کردے۔ گو اُس طور سے اُسکا اختتام نہ ہوسکے۔ جسکو وہ قابل اطمینان سمجھتی ہے۔ مگر خیر اتنا تو ہوگا کہ اُسکی کسرشان لازم نہ آئیگی۔

اگر اس میں زیادہ تاخیر کیجائیگی اور گورنمنٹ اس بات سے گریز کریگی جس سے مفر ممکن نہیں ہے تو مجھے یقین ہے کہ اسکا نیتجہ یہ ہوگا کہ گورنمنٹ صرف ناکام ہی نرہیگی۔ بلکہ بدنام بھی ہوگی۔

دوسرا نیتجہ غالباً یہ ہوگا کہ اُس فرقہ کاشتکاران کی حیثیت کو بھی درست کرنا محال ہوجائیگا۔ جسمیں مالکان قدیم اور اُنکی اولاد داخل ہے۔ اور جو اب بھی اصلاح پذیر ہے۔

ونگفیلڈ صاحب چیف کمشنر بھی اسکو تسلیم کرچکے ہیں۔ اور اُسکے متعلق وہ تعلقداروں کو بھی مشورہ دے چکے ہیں کہ بعض شرائط سے ان مالکان قدیم کے ساتھ برعایت معاملہ کریں"

غرضنکہ اگست سنہ ۱۸۶۶ء میں کاشتکاران اودھ کی حقیت کی بحث کا خاتمہ بخیر ہوا۔

اُن مراسلات کے دیکھنے کے بعد جو نواب گورنر جنرل بہادر نے متعلق تصفیہ حقوق قبضہ داری ارسال کیے تھے۔ سر اسٹیفورڈ نارتھ کوٹ سکریٹری آف اسٹیٹ نے ۲۹ر اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء کو نواب گورنر جنرل بہادر کو یہ لکھا تھا کہ:۔

ہم کو یہ سُن کر کمال خوشی ہوئی کہ جس معاملہ میں ایک عرصہ دراز سے بحث

ہو رہی تھی۔ اب اُسکا تصفیہ بخیر و خوبی ہوگیا۔ اور یہ فیصلہ اس طور پر ہوا کہ جس سے آپ کی گورنمنٹ اور نیز تعلقداروں کو اطمینان کلی ہوا۔

ہمکو اُن کلمات کے دیکھنے سے نہایت مسرت ہوئی۔ جو آپ نے اودھ کے حکّام اور تعلقداروں کی مدح و ثنا میں تحریر کیے ہیں "

حقوق قبضہ داری کے متعلق اب زیادہ انتخاب و اقتباس کے درج کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی۔ صرف لارڈ میکالے کی ایک اسپیچ کا خلاصہ اور درج کیا جاتا ہے۔ لارڈ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ :۔

" میں یہ حق رکھتا ہوں کہ اپنی چیز کو جو چاہوں کروں۔ اگر مالک آراضی اپنی رعایا کو بیدخل کرنے سے منع کیا جائے۔ تو حق ملکیت کب باقی رہتا ہے۔ حق ملکیت کا اصول یہ ہے کہ ہر شخص صرف اسی کا مجاز نہیں ہے کہ اپنے مال کا انتظام معقول اور مفید طور سے کرے۔ بلکہ اسکا مجاز ہے کہ اپنی مرضی کے موافق جسکو چاہے اپنی آراضی دے اور جسکو نہ چاہے نہ دے۔ اور اُسکو اپنے اس فعل کی کوئی وجہ بیان کرنا یا کسی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تصانیف لارڈ میکالے جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

غرضکہ سالہا سال کے تلاطم اور انتشار کے بعد امن و اماں کی صورت دکھائی دی۔ اور اُن لوگوں کو بھی جو پُرانی مالگزاری کا خواب دیکھنے والے تھے بالآخر یہ قبول کرنا پڑا۔ کہ تعلقداروں کا طرز عمل اس معاملہ میں قابل تعریف رہا۔ اُنھوں نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ اپنے اختیارات اور منصب سے بیجا کام لیں۔

لیکن ممالک مغربی و شمالی میں ایک گروہ ٹامسن صاحب کے مسلک کا پیرو تھا اور غالباً اب بھی ہے اور اُنکا یہ خیال ہے کہ جو شخص اس ملک میں انتظام دیہی کے رائج ہونے کا قائل نہیں ہے وہ ارباب سیاست و اہل تدبیر کے زمرہ سے خارج ہے۔ امریکا اور چین میں کیسی خوفناک لڑائیاں ہوئیں۔ اور ہندوستان میں کیا طوفان عظیم برپا ہوا جس سے ان خیالات کا بطلان بخوبی ثابت ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی اس نا عاقبت اندیشانہ انتظام کے حامیان کوتہ اندیش اپنی غلطی کے قائل نہیں ہوئے۔

اخبار ٹائمس نے اُنکے متعلق یہ لکھا ہے کہ:۔

"یہ لوگ عجیب خواب و خیال میں رہتے ہیں اور اپنے سحر میں آپ ہی مفتوں ہیں۔ اور اپنی افتراعی صورت کی خوب ساخت و پرداخت کرتے ہیں۔"

لارڈ پامرسٹن کی رائے بہت قابل تعظیم سمجھی جاتی ہے اور وہ اُس انتظام کی مذمت میں جس کے بموجب تمام بندگان خدا کے مدارج اور حقوق میں مساوات ہونی چاہیئے۔ یہ فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ انتظام اُن تمام آئین و قوانین ملکی کے بالکل مخالف ہے جنکو ہم اس قدر عزیز رکھتے ہیں۔ اور جن پر ہمارے ملک کی بہبود اور سرسبزی موقوف ہے۔ مالک اراضی اور اُسکی رعایا کو اپنے معاملات کا تصفیہ خود ہی کرنے دیجئے۔"

مشورہ مہاراجگان بمقام کپورتھلہ

۵ راپریل ۱۸۶۶ء کو مہاراجہ سردیجے سنگھ صاحب - مہاراجہ سرمان سنگھ صاحب - راجہ تجمل حسین خاں صاحب اور راجہ دکھنا رنجن مکرجی صاحب - ہزہائنس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کی ملاقات اور انجمن کے لئے امداد طلب کرنے کی غرض سے کپورتھلہ تشریف لے گئے - مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے نہایت اعزاز و احترام سے تعلقدار صاحبان کی دعوت کی - اور انجمن کو ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ فرمایا - چنانچہ بمشورہ و صلاح ہر سہ مہاراجگان و تعلقداران کپورتھلہ میں انجمن کا ایک دستور العمل مرتب ہو کر منظور کیا گیا -

جب مہاراجہ صاحبان و تعلقداران کپورتھلہ سے لکھنؤ واپس آئے تو یہاں حسب منشائے دستور العمل مذکورۂ بالا ایک کمیٹی خاص الخاص مقرر ہوئی - اور چند امور انتظامی طے ہوئے -

نقل دستور العمل جو ۵ اپریل ۱۸۶۶ء کو بصلاح و مشورہ ہر سہ مہاراجگان و تعلقداران بمقام کپورتھلہ مرتب ہوا تھا

دفعہ ۱ - جملہ مقدمات کمیٹی خاص کی تجویز سے طے ہوا کرینگے اور اُسکے مطابق سب کاموں کا انصرام ہوگا - اور پھر اُس میں کسی کو عذر و عدول جائز نہ ہوگا -

دفعہ ۲ - ہمیشہ اکثریت رائے ممبران خاص پر اتفاق ہوتا رہیگا - لیکن نسبت

صرف ہونے زر کے رائے ہرسہ مہاراجگان کی مقدم ہوا کریگی اور درصورت اختلاف رائے مہاراجگان میں بھی اکثریت رائے پر تعمیل واجب ہوگی۔

دفعہ ۲۳۔ عملہ انجمن ہند حسب تجویز حال مقرر ہوگا اور حتی الامکان سکریٹری آنریری مقرر کیا جائیگا۔ اور بصورت نہم پہونچنے ایسے سکریٹری کے سکریٹری مشاہرہ دار ماہوار ہوگا کہ کارہائے مفصلۂ ذیل کے سرانجام کا ذمہ دار رہیگا۔

اوّل تعمیل دستور العمل سابق۔

دوم۔ دوم ترجمہ کاغذات انگریزی بزبان اُردو۔ و کاغذات اُردو بزبان انگریزی۔

سوم۔ گردآوری احکامات گورنمنٹ واخبارات انگریزی و اطلاع دہی مطالب مضر انجمن ہرسہ مہاراجگان کو مع جملہ ممبران خاص کے بلاتوقف وغفلت ونیز اطلاع کرنا امور مفید انجمن جو بذریعۂ تحریر کسی دوست یا دشمن کے ہوا ہو۔ ونیز خبرگیری و سُراغ رسانی ایسے امور کی، یا امور ضروری دوسرے قسم کی جنکی تفصیل وقتاً فوقتاً ہوا کریگی۔

ونیز جملہ کاغذات مقدمات متدائرہ کمیٹی کی نقل ممبران کے پاس بھیجنا۔

ایک کام یہ بھی سکریٹری کو ضرور کرنا ہوگا کہ ماہوار خط بنام جملہ تعلقداران اِس مضمون سے بھیجا کریگا کہ جس محکمۂ اعلیٰ سے اُن کے مقدمات خلاف منشاے لارڈ کیننگ صاحب و خلاف مراد سند کے فیصل ہوئے ہوں اُن احکامات کی نقول انجمن میں بھیجتے رہیں تاکہ انجمن کو واقفیت باسانی ہر ایک مقدمہ کی واسطے مقدمہ عام کے اطلاع

ہوتی رہے کہ پیروی میں دقت نہ ہو۔

دفعہ ۴۔ ہر سہ مہاراجگان سے ایک شخص واسطے اجرائے کار انجمن کے بطور افسر کلاں مقرر و متصور رہوگا کہ وہ سب کام انجمن کے سرانجام دیگا۔

دفعہ ۵۔ ایک شخص کسی ہر سہ مہاراجگان کی طرف سے محصل مامور ہوگا کہ وہ تمام تعلقداران سے زر بقیہ کو جہاں تک ممکن ہو وصول کر کے تحویل میں تحویلدار کے جمع کر دیگا۔

دفعہ ۶۔ بروقت اطلاع امر ضروری کے فوراً ممبران خاص الخاص کو بغیر عارض ہونے کسی عذر وجیہہ کے اندر ایک ہفتہ کے حاضر ہونا جلسۂ انجمن میں واجب ہوگا، اِلّا مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ کی جانب سے اُنکا معتمد ذی اختیار حاضر رہیگا۔ اور اگر کوئی امر اہم پیش آئیگا تو مہاراجہ صاحب کو خود بھی واسطے ایک ہفتہ کے لکھنؤ میں آنا ہوگا یا دونوں مہاراجہ خواہ ایک شخص دونوں میں کسی کو حسب تجویز وقت مشورہ کرنے کے واسطے کپورتھلہ کو جانا ضرور ہوگا۔

دفعہ ۷۔ کوئی رائے کسی کی جو بسازش برہم زنان جلسۂ انجمن کے کہ جس سے دست اندازی حقوق سند پر عائد ہوتی ہو کبھی قابل پسند انجمن خاص و عام کے متصور نہ ہوگی یا آنکہ جس رائے سے طریق انجمن اور کارروائی مقدمات میں تعاون نہ ہوتا ہو قابل سرسبزی کے نہ ہوگی۔ اور اس صورت میں کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بہ پیروی اپنے سخن کے یہ عذر کر سکے کہ بلا سرسبزی ہماری رائے کے ہم انجمن سے نکل جائیں گے۔

دفعہ ۸- انجمن کا جلسہ بدستور وقت معین پر یا جو وقت قرار پائے بنفس نفیس ارباب کمیٹی بلا دخل ہمراہیان کے ہوا کریگا- اور اُس وقت تنقیح تمام سال کے کاموں کی ہو جایا کریگی- اور خرچ معمولی کی نسبت بھی تجویز و خدمات انجمن بھی تقسیم ہو جائیں گی-

دفعہ ۹- دفتر انجمن میں جملہ کاغذات ایک محافظ دفتر کے تعلق رہینگے اور ششماہی اُسکا جائزہ ممبران خاص لیا کرینگے اور بموجب دستورالعمل کارروائی دفتر و دیگر مقدمات ضروری کی اصلاح اور گرد آوری کارہائے ضروری انجمن کا ذمہ دار سکرٹری رہیگا-

دفعہ ۱۰- اخراجات کے واسطے جو روپیہ جمع ہو گا وہ تحویل میں تحویلدار مہاراجہ بہادر کپورتھلہ کے رہیگا اور تحویلدار مذکور بحصول حکم افسر کلاں کمیٹی خاص جسکے محول کام انجمن سے فوراً روپیہ دیا کریگا- اور جس کام کے واسطے وہ روپیہ دیا جائیگا سیاہہ کریگا- اور خرچ پرویٹ کی نسبت مجرد رسید جنٹ مقامات ہند و انگلینڈ کی کافی ہو گی- اِلّا اخراجات عام میں تحویلدار ہر خرچ کی رسید حاصل کریگا-

دفعہ ۱۱- جمع خرچ نویس از طرف مہاراجہ بلرام پور رہیگا- وہ حسب شرح بالا جمع خرچ صحیح و صاف تیار رکھیگا- اور کاغذ ہفتہ وار جمع خرچ ایک پرت انجمن میں داخل کریگا- اور ایک ایک پرت ہر سہ مہاراجہ کے پاس بدستخط سکرٹری والبعد خود مرسل کرتا رہیگا-

دفعہ ۱۲- درحالیکہ مصارف زائد از موجودات تحویل ہوجائیں گے تو ایک بندباچہ کا بھی تحویلدار اُسکے ہمراہ بدرخواست طلب زرہرسہ مہاراجہ کے پاس بدستخط ومعرفت فلاں کے روانہ کریگا- اور مہاراجگان کو ضرور ہوگا کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے فوراً روپیہ مذکورہ بھیجدینگے-

دفعہ ۱۳- خرچ ضروری جو وقتاً فوقتاً لاحق ہوگا اور اُسکے توقف میں نقصان و ہرج کار متصور ہوگا تو اُسکی تجویز و اجراے خرچ میں التوانہ ہوسکیگا لہذا جو ممبر نزدیک موجود ہونگے حسب راے اُنکے جو مطابق دستور العمل عام انجمن کے اجتماع ہوا ہوگا تو مطابق اُنکی تجویز کے وہ خرچ انجام پذیر متصور ہوگا-

دفعہ ۱۴- ایسے مقدمات میں سکریٹری و تحویلدار و جمع خرچ نویس بہ تجویز اس کمیٹی کے کاربند ہونگے- اور واضح رہے کہ اکثر یہ مقدمات وہی ہونگے جو بریوی کونسل یا گورنمنٹ ہند یا بخدمت چیف کمشنر بہادر پیش ہونگے- یا عملتاً کسی حاکم اعلیٰ ہند یا کسی والیان کی دعوت وغیرہ کے واسطے تجویز کی جائینگی، یا اور کوئی ضروری امر ہو، مگر تجویز کنندگان کو وجہ کافی اپنی تجویز میں لکھنا ہوگا کہ جس سے انجمن کو اُسکی نسبت تشفی خاطر ہو-

دفعہ ۱۵- واسطے استحکام انجمن کے اودھ گزٹ کا اپنے اختیار میں مستحکم رہنا بہت ضروری ہے- اس لیے خرچہ گزٹ مذکور کا بھی انجمن کے ذمہ رہنا لازم اور بندوبست اُسکا بہ تفصیل ذیل ہوگا-

اول- جہاں تک ممکن ہو ٹھیکہ اودھ گزٹ کا اُسی ٹھیکہ دار کو دیا جائیگا

جو بکفایت خرچ اُس کو انجام دیا کرے اور امور اہم کی نسبت بھی وہ ذمہ دار رہے۔

دوم۔ اڈیٹر اور کارسپانڈنٹ بموجب تجویز کمیٹی کے مامور ہونگے اور تنخواہ اُنکی جو شرائط ٹھیکہ میں لکھ دی جائیگی وہ ٹھیکہ دار کو دینا ہوگی۔

سوم چند قطعہ کاغذات اخبار ہمیشہ اُسکو دینا ہوگا۔ اور بروقت ضرورت اور زیادہ لیے جائیں گے۔ اور رپورٹ انجمن وغیرہ اُسکو چھاپ دینا ہوگی اور صرف قیمت دی جائیگی۔

چہارم۔ ٹھیکہ دار مذکور اخبار صحیح چھاپنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اور شرائط ٹھیکہ میں یہ اقرار تحریر ہو جائیگا۔

دفعہ ۱۶۔ ایک مکان واسطے دفتر انجمن کے جدا تجویز ہوگا اُس سے کوئی کاغذ باہر نہ رہ سکیگا و نہ رکھنا جائز ہوگا۔ الا شرط یہ ہے کہ کوئی مسودہ جس پر انجمن سے پاس نہ ہو جائے شخص نویسندہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ یا آنکہ حسب ضرورت مستعار شرکاے انجمن لے جا سکتے ہیں۔ اور ہر شخص کو نقل بھی دی جا سکتی ہے۔

دفعہ ۱۷۔ جن مقدمات کو پریوی کونسل یا محکمہ جات ہند میں پیش کرنا ضرور ہے یا آئندہ ضرور ہو۔ سکرٹیری انجمن بعد دستخط افسر کے اُسکو فوراً پیش کریگا۔ اور درصورت ضرورت وکیل یا کونسلی کے مقرر کرنے میں یا کسی مقدمہ کی بابت رائے لینے میں اُنکو اختیار ہوگا۔ اور خرچہ اُسکا انجمن کے ذمہ عائد ہوگا

مگر وجہ کافی اور کفایت شعاری اُنکے ذمہ ہوگی

دفعہ ۱۸- اخراجات مقدمہ عام ذمۂ انجمن تصور ہونگے۔ مگر مقدمات خاص میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا وہ بھی ذمۂ انجمن ہو۔ یا اہل مقدمہ کے ذمہ رکھا جائے۔ اگر ذمہ انجمن اخراجات مقدمۂ خاص قرار دئے جائیں تو زیادہ تحریر کی کچھ ضرورت نہیں مثل مقدمہ عام کی اُسکی بھی تعمیل ہوگی۔ اور درحالیکہ اخراجات مذکورہ بذمۂ اہل مقدمہ رکھے جائیں تو خرچہ بالائی و پیروی بالائی ضرور ذمۂ انجمن سمجھنا چاہیئے۔

دفعہ ۱۹- جملہ تعلقداران کے مقدمات جن کے محکمہ جات صاحبان کمشنر و فنانشل کمشنر بہادر میں خواہ پریوی کونسل میں دائر ہونے والے ہوں وہ سب مقدمات معرفت مختاران تعلقداران پاس سکرٹری انجمن کے آیا کرینگے اور معرفت ممبران خاص کے سپرد وکیل و کونسلی ہوا کرینگے اور جو پیروی لائق انجمن کے ہوا کریگی اُس میں انجمن سے مدد ملیگی اور مختانہ وکیل و کونسلی معرفت ممبران کمیٹی بمقابلۂ اصل مالک یا اُنکے مختاران کے حتی الامکان برعایت ہوا کریگا۔ اس سے یہ مطلب حاصل ہوگا کہ ایک تو انجمن کو بآسانی جزوی و کلی حالات جملہ تعلقداران سے اطلاع ہوتی رہیگی۔ دوسرے وکیل و کونسلی جو معرفت انجمن کے پابند ہونگے مقدمات فریق ثانی تعلقداران کو نہ لے سکیں گے۔ بہت لوگ ایسے ہونگے کہ بوجہ کاہلی و ناداری یا کوتہ اندیشی کے

اپنے مقدمات پیش نہیں کر سکیں گے یا لیت و لعل کرینگے یا خاموشی اختیار کرینگے۔ اور اُس سے مقدمات عام کی نظیر نہ کرینگے۔ یا ایسے مقدمہ کے پیش کرنے میں کوئی مطلب عام نکلے گا تو اُسکی پیروی میں جو خرچہ پڑیگا وہ بھی ذمہ انجمن کے متصور ہوگا۔ مگر ایسے مقدمات شاذو نادر ہونگے۔ اور ساتھ غور کامل کے پیش کیے جائیں گے۔

دفعہ ۲۰۔ وکلائے صدر دیوانی مغربی و شمالی و بنگالہ و پنجاب و ہائی کورٹ میں سے ایک شخص لائق کو بقدر مناسب تنخواہ دینا مناسب ہے کہ وہ نظائر فیصلہ جات محکمہ جات موصوف کو جو مقدمات تعلقداری کے مفید ہوں بھیجا کرے۔ چنانچہ اس میں جو خرچ ہوگا مع اخراجات کاغذ و تحریر اُسکے انجمن کو دینا مناسب ہوگا۔ اور یہ امور کمیٹی خاص تجویز کریگی۔

دفعہ ۲۱۔ اجنٹ حال انگلینڈ بحال رہیگا و اخراجات انگلینڈ متعلق اجنٹ مذکور رہیں گے۔ جو روپیہ اُسکے پاس بھیجا جائیگا اُسکی رسید وہ بھیجیگا اور وہی رسید داخل سیاہہ ہو گی۔ اور اگر رسید حسب ضابطہ نہ آئی ہوگی تو تحویلدار کو وہی چٹھی جس میں رسید زر لکھی ہوگی تا آنے رسید ضابطہ کے شخص مرسل کنندہ زر نے دیگا کہ بجاے رسید کے پاس تحویلدار کے رہے گی۔

۱۶ مئی سنہ ۱۸۶۶ء کے جلسۂ کمیٹی میں واسطے نگرانی سوے فراہمی و رفع تنازعات و بدگمانی وغیرہ کے ایک روئداد لکھی گئی اور منظور ہوئی۔ اور واسطے انجام

اس کار کے صاحبانِ ذیل ممبر کمیٹی خاص الخاص مقرر ہوئے۔

راجہ شیر بہادر سنگھ صاحب بہادر۔

بابو اجیت سنگھ صاحب بہادر

راجہ محمد تجمل حسین خاں صاحب بہادر۔

ٹھاکر گمان سنگھ صاحب بہادر۔

راجہ انرود سنگھ صاحب بہادر۔

مولوی فضل رسول صاحب بہادر۔

راجہ نواب علی خاں صاحب بہادر۔

۲۲ رمئی ۱۸۶۶ء کے جلسۂ کمیٹی میں ایک یادداشت دیوان رمنال صاحب مینجر ریاست جناب مہاراجہ صاحب بہادر والی کپورتھلہ نے بدیں مضمون پیش کی کہ اب چونکہ تحویل و تحصیل خرچۂ انجمن ہند ذمہ ملازمان جناب مہاراجہ صاحب بہادر والی کپورتھلہ تجویز کی گئی ہے۔ لہٰذا ہدایت مفصل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہدایات ذیل تجویز ہوئیں۔

(۱) واسطے ہدایات صرف کے کمیٹی خاص الخاص ہدایت نامہ تجویز کریگی۔

(۲) جمع خرچ تحویلدار انجمن ہند بعد برخاست ایک دوسرے کے کتاب سیاہہ وغیرہ پر دستخط کردیا کریں۔

(۳) جب کہ تحصیل و تحویل چندۂ انجمن تعلق ملازمان جناب مہاراجہ صاحب بہادر والی کپورتھلہ ہے تو ملازمان جناب مہاراجہ صاحب بہادر کو اختیار ہے

کہ صندوق خزانہ جہاں چاہیں رکھیں۔

(۴) تجویز ہوا کہ جو صاحب شرکائے انجمن سے وقتاً فوقتاً زر زندگی اپنے کے ادا کرنے میں توقف فرمائیں گے تو بالعوض اُنکے جو قرض لیا جائیگا اُسکا سود اُنھیں صاحبان کے ذمہ عائد ہوگا کہ جنکی دیر دہی میں روپیہ قرض لیا گیا۔

(۵) فہرست چندہ انجمن ہند و اقرار نامہ ادائے چندہ حوالہ معتمدان جناب مہاراجہ صاحب بہادر والی کپور تھلہ ہوں۔

(۶) جمع خرچ انجمن ہند من ابتدائے دسمبر ۱۸۶۵ء لغایت اپریل ۱۸۶۶ء واسطے جانچ سپرد دیوان بنا ل صاحب ہوئے۔

جلسہ کمیٹی ۳۱ مئی ۱۸۶۶ء میں حسب تجویز کمیٹی خاص الخاص تقسیم کار فیمابین ہر سہ مہاراجہ صاحبان بدیں شرح تجویز ہوا۔

(۱) کل کاغذات متعلقہ انجمن ہند پر اول دستخط صاحب پریسیڈنٹ بہادر و صاحب وائس پریسیڈنٹ بہادر کے ہوا کریں۔

(۲) انتظام نشست و برخاست برادران انجمن و حفظ مراتب ہر قسم و تواضع حکام وغیرہ تعلق جناب مہاراجہ صاحب بہادر پریسیڈنٹ۔

(۳) تحصیل زر چندہ انجمن ہند تعلق معتمد جناب مہاراجہ صاحب بہادر کپور تھلہ۔

(۴) تحویلداری آمدنی انجمن ہند تعلق معتمد جناب مہاراجہ صاحب بہادر کپور تھلہ۔

(۵) تحریر و تقریر جملہ امور متعلقہ حکام و انجمن و نگرانی و گرد آوری کل کاغذات مفید مضر انجمن ہند تعلق مہاراجہ سر ران سنگھ صاحب بہادر قائم جنگ کے سی، ایس آئی

(۶) نگرانی حساب وکتاب انجمن تعلق ہرسہ مہاراجہ صاحبان۔

(۷) اخراجات بمنظوری کمیٹی۔

(۸) جو کاغذات واسطے پیروی کے انجمن میں پیش ہوں وہ معرفت ممبران ضلع پاس صاحب پریسیڈنٹ بہادر کے پیش ہوکر صاحب وائس پریسیڈنٹ بہادر کو واسطے انجام دہی کے سپرد ہوں۔

(۹) امورات متعلقہ سکریٹری انجمن ہند میں ہرسہ مہاراجہ صاحبان بموجب دستورالعمل منظور شدہ کے کاربند ہوں۔

مسودۂ قانون حدِ سماعت

۱۵ ارستمبر ۱۸۶۸ء کے جلسہ میں مسودۂ قانون حد سماعت جسے چیف کمشنر صاحب نے مرتب کیا تھا اور جو بطلب رائے انجمن میں بھیجا گیا تھا پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ :-

"ظاہرا دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسودۂ قانون کی بنیاد ایکٹ ۱۴ و ۱۸۵۹ء پر قائم کی گئی ہے۔ اور گو اکثر مقامات پر تعلقداروں کے حقوق کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تاہم اکثر دفعات اس مسودہ میں اُن اصول پر رکھی گئی ہیں جن کی نسبت اختلاف رائے ہے۔ اور جن کی بحث یہاں سے ولایت تک ہو چکی ہے۔ اور اکثر دفعات ایسی ہیں جو اب تک زیر بحث چلی آتی ہیں۔ اور اُنکا فیصلہ اب تک نہیں ہوا ہے۔ اور اس مسودۂ قانون میں

اکثر امور ایسے بھی ہیں جنکے متعلق اب تک کوئی بحث شروع نہیں ہوئی۔ اور اِس مسودہ کے ساتھ یکم اگست ۱۸۶۸ء کے اُس مراسلہ کی نقل بھی شامل ہے جسے چیف کمشنر صاحب اودھ نے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور جو قابل ملاحظہ ہے۔ اور اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چیف کمشنر صاحب کو اس مسودۂ قانون کے مرتب کرنے کی دو وجوہ سے ضرورت پیش آئی۔

(۱) یہ کہ ایکٹ ۱۴۔ ۱۸۵۹ء فی الحقیقت تمام و کمال حسب ضابطہ کبھی صوبۂ اودھ میں جاری نہیں ہوا۔

(۲) یہ کہ بعض تعلقداروں نے انجمن کے رزولیوشن کی تعمیل سے غدر کیا

اوّل امر کی بابت ممبران انجمن کو اس سے اتفاق ہے کہ جوڈیشل کمشنر صاحب نے صوبہ اودھ میں ایکٹ ۱۴۔ ۱۸۵۹ء کے عدم اجرا کی بابت جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ لوکل گورنمنٹ نے اس قانون کے نفاذ کے متعلق جو شرط ضروری تھی اُسکی تعمیل نہیں کی۔ تاہم بذریعہ حکم چیف کمشنر صاحب اس قانون کی بعض دفعات کا اودھ میں نفاذ ہوا۔ اور اُن دفعات کو قوت قانونی حاصل ہوئی۔

امر دوم کے متعلق یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کسی تعلقدار نے انجمن کی قرارداد یا تجویز کی بابت کبھی کوئی عذر نہیں کیا۔ اور جو عذر منجانب بابو وکھنا رنجن مکرجی صاحب تعلقدار شنکرپور ضلع رائے بریلی ہوا تھا۔ وہ انجمن کے رزولیوشن کے متعلق نہیں تھا۔ بلکہ اُن کا دعوےٰ گورنمنٹ سے تھا اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ

عطیہ دار حال جس نے علاقہ لطور انعام کے پایا ہو۔ وہ اُس بار کا کیوں متحمل ہو
جو تعلقدار سابق کے فعل سے جس نے علاقہ رہن کیا تھا واقع ہوا ہو۔ اور
فی الحقیقت بابو صاحب موصوف کا یہ عذر نہایت مناسب تھا۔ اور سر چارلس
ونگفیلڈ صاحب نے بھی اسے تسلیم کیا تھا۔

غرضکہ اس مسودۂ قانون پر غور کرنے کے لیے ایک سلکٹ کمیٹی مقرر
ہوئی۔ جس نے مسودۂ عذرات تیار کیا۔ جو ۲۰ر اکتوبر ۱۸۶۶ء کے جلسہ میں
پیش ہو کر منظور ہوا۔ چنانچہ عذرات جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے منجانب انجمن
چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں بھیجے گئے۔

" ابتدائے عملداری انگریزی سے آخر ۱۸۵۹ء تک رعایا کے ہر قسم کے
معاملات کے متعلق ۱۲۶۲ء و ۱۲۶۳ء فصلی بنیاد دعوے مقرر ہوئی تھی
اور عدالت کی جملہ کارروائی میں یہی بنیاد سماعت مستعمل رہی۔ مگر چند دنوں کے
بعد یہ بنیاد سماعت صرف مقدمات تعلقداری میں جائز قرار پائی۔ اور رعایا کے
دیگر معاملات کے لیے۔ بذریعہ سرکلر نمبر (۲) بارہ برس میعاد سماعت مقرر ہوئی۔
تھوڑے دنوں کے بعد ہی ایک حد سماعت یعنی بارہ سال تعلقداروں کے
مقدمات میں بھی جائز سمجھی گئی۔ اور ان حد سماعتوں کے اُلٹ پھیر سے
صدہا بلکہ ہزارہا مقدمات کا فیصلہ تبدیل ہوتا رہا۔

واضعان قانون اور حکام کو جو اوّل مرتبہ اودھ میں مقرر ہوئے تھے
انھیں ابتدا میں ترقی ملک اور رفع تنازعات سے سروکار رہا۔ اور اس پر زیادہ

توجہ کی گئی کہ کسی طرح جلد سے جلد امن وامان قائم ہو جائے۔ لیکن بعد ازاں واضعان قانون کو بلالحاظ قدیم رواج وقانون کے پولیٹیکل مصالح کی جانب زیادہ توجہ ہوئی۔ اور اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ نئے اصول کے مطابق۔ ایکٹ ۱۳۔ اور ایکٹ ۱۶ کا نفاذ ہوا۔ اور اب یہ مسودۂ قانون اس لیے تیار ہوا ہے کہ اُسکے ذریعہ سے مذکورۂ بالا ایکٹ منسوخ کر دئے جائیں۔

جس وقت ایکٹ ۱۳ و ۱۶ کے نفاذ کی تجویز ہوئی تھی۔ اُسی وقت اس مسودۂ قانون کا پیش ہونا زیادہ مناسب تھا۔ ممکن ہے کہ قانون زیربحث کے نفاذ سے چند راہنوں کی حالت بہتر ہو جائے۔ اور اُنھیں کچھ نفع پہونچ جائے مگر اس سے لکھوکھا رعایا کے دلوں میں توحش اور انتشار پیدا ہو جائیگا۔

ہمیں یقین ہے کہ جو حقوق منجانب گورنمنٹ ہمیں عطا ہوئے ہیں اور اُنکے استحکام کے متعلق گورنمنٹ سے جو عہد وپیمان اور وعدے کیے گئے ہیں اور اُنکی تبدیلی یا اُن میں کسی قسم کی ترمیم گورنمنٹ کے ملحوظ خاطر کبھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس مسودہ کے متعلق چیف کمشنر صاحب اپنی مراسلت کی دفعہ (۱۱) میں یہ صاف ظاہر فرماتے ہیں کہ دونوں مسودات قانون میں تعلقداروں کے حقوق جو اُنھیں بذریعہ سند ومراسلات اکتوبر ۱۸۵۹ء حاصل ہیں وہ قائم وبحال رکھے گئے ہیں۔ اُسی کے ساتھ اُنکی انجمن کی تجویز کی بھی تعمیل ہوتی ہے جو متعلق اجازت فک رہن بعد ۱۳ فروری ۱۸۶۴ء کے ہے جسکی میعاد بوقت انتزاع سلطنت اودھ گزر نہ گئی ہو۔"

اس صورت میں ہم سمجھتے ہیں کہ اس قانون کے اجراء سے ہماری حق تلفی نہ ہو گی بشرطیکہ یہی عبارت کسی مناسب موقع پر ایکٹ میں درج کردی جائے۔ یا مسودۂ مذکور کی دفعہ (۳) کے ذریعہ سے ہمارے حقوق جو بربنائے معاہدہ وقتاً فوقتاً قائم ہوئے ہیں وہ اس قانون کے اثر سے مستثنیٰ کر دیئے جائیں۔

یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ اس مسودۂ قانون کی مجموعی عبارت سے ایک ایسا نتیجہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جسکے اثر سے تعلقداروں اور زمینداروں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اصل تناقص میعاد حد سماعت میں ہے یعنی بموجب قواعد جو اودھ میں جاری ہیں عموماً بارہ سال کی میعاد حد سماعت قرار دی گئی ہے۔ اور عام قانون ہند کے مطابق رہن کیلیئے ساٹھ سال کی میعاد ہے۔ بخیال رفع دقت چیف کمشنر صاحب نے اسکے متعلق دو طریقے اختیار کیے ہیں۔ یعنی ضمن (۴) دفعہ (۷) مسودہ قانون میں حد سماعت کی میعاد بجائے ساٹھ برس کے تیس برس تجویز کی ہے۔ اور دفعات (۱۱) و (۱۳) میں اگرچہ میعاد قانونی بدستور رکھی گئی ہے لیکن اس میعاد کے حاصل ہونے کے لئے قبضہ درمیان ۱۳ فروری ۱۸۴۴ء اور ۱۳ فروری ۱۸۵۶ء ضروری قرار دیا ہے۔ دفعہ (۷) کی ضمن (۱) و (۲) کی جانب چیف کمشنر صاحب کو خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ گو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دفعات غالباً شنکلپ اور برت کے متعلق رکھی گئی ہیں۔ مگر اسکے معنی ایسے محیط اور خطرناک ہیں جن سے ہمارے

عطیہ حقوق بھی معرض بحث میں پڑ جاتے ہیں۔

ضمن اوّل کی بابت یہ عذر ہے کہ حق قبضہ داری کے متعلق ابتدا میں جو بحث قائم ہوئی تھی اُسے لارڈ کیننگ نے نامنظور فرما کر بلالحاظ اُن بے بنیاد حقوق کے ہمیں سندیں عطا کی تھیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد لارڈ لارنس کے زمانہ میں اسکی تحریک پھر شروع ہوئی اور جب کامل تحقیقات کے بعد یہ ثابت ہوا کہ اودھ میں حق قبضہ داری کا کہیں وجود نہیں ہے تو حضور وائسرائے ممدوح نے چند حقوق قبضہ داری کو جنھیں تعلقداروں نے خود تسلیم کر لیا تھا قائم فرما کر باقی حقوق قبضہ داری جو محض قیاسی تھے بالکل نامنظور کر دیا۔ اور حقوق قبضہ داری جنھیں تعلقداروں نے تسلیم کر لیا تھا وہ شامل ایکٹ ۲۶ متعلق قانون لگان اودھ کر دئیے گئے۔

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کون ایسا حق باقی رہ گیا ہے جس کے متعلق یہ دفعہ مسودۂ قانون میں رکھی جاتی ہے۔

ضمن دویم کے متعلق یہ التماس ہے کہ کسی شخص کا کوئی استحقاق بغیر کسی مستحکم معاہدے کے قائم نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ہم اپنے حقوق کی جانب سے بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ لیکن اس مسودۂ قانون کی بعض دفعات سے ہمیں پھر خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ دفعہ (۷) کی ضمن (۱) مسودہ سے خارج کر دی جائے۔ یا اُس وقت تک ملتوی رکھی جائے جبتک کہ ہمیں حق قبضہ داری نہ دکھایا جائے۔

دفعہ (۷) کی ضمن (۲) کی بابت یہ گزارش ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ضمن

صرف شنکلپ اور برت کے واسطے رکھی گئی ہے۔ لیکن ہمیں اسکی اصطلاح اور وسیع معنی پر اعتراض ہے یعنی الفاظ "حقوق قبضہ انتفاعی اور عطیہ برنبائے خوشی" یہ اصطلاح جو خاص ملک اودھ کے لئے ایجاد ہوئی ہے اگر یہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہی تو اس سے انواع اقسام کے جدید حقوق قائم ہوجائینگے جو ملک کے کسی حصّہ میں نہیں ہیں۔ جملہ فوائد رعائتی جو بوجہ مہربانی یا بعوض خدمت ہوں وہ صرف اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک مالک کی جانب سے رعایت اور پانے والے کی جانب سے ادائے خدمت ہوتی رہے۔ ایسے حقوق مستقل کیونکر ہوسکتے ہیں۔

بندوبست کے وقت کسی ملک میں ایسا کوئی حق کبھی قائم نہیں ہوا۔ ججان ہائیکورٹ کے باجلاس کامل یہ فیصلے ہوچکے ہیں۔ کہ کوئی قبضہ جب تک مضبوط حق کے ساتھ قائم نہ ہو وہ عدالت کے لحاظ کے قابل نہیں ہے۔ خواہ اُس پر قبضہ سو برس سے زائد ہی کا کیوں نہ ہو۔ اگر ایسے حقوق قائم کیے گئے تو ملک اودھ اُن تمام فوائد سے محروم ہو جائیگا۔ جو معاملات دیہی، خانگی، مذہبی اور دُنیوی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ دیہات میں عموماً بجائے زرنقد کے ہر قسم پیشہ وران یعنی بڑھئی، لوہار وغیرہ کو بعوض خدمات ضروری کچھ آراضی رعایتی شرح لگان پر یا بطور معافی دی جاتی ہے۔ علاوہ اسکے گانوں کے مقدم اور بعض کاشتکاروں کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے۔ اور اکثر اقوام مثلاً پروہت، ویدؔ، جوتشی اور فقرا کو واسطے امور مذہبی کے اور برہمن اور چھتری کو جو سپاہی پیشہ ہوتے

ہیں۔ اُنکی خدمات کے صلہ میں آراضی رعایتی لگان پر یا معافی کے طور پر دیجاتی ہے۔ اور جب تک یہ اپنا کار منصبی انجام دیتے ہیں یہ رعایت اور معافی بحال رکھی جاتی ہے۔ اگر یہ رعایت اور معافی مستقل طور پر سرکاری کاغذات میں درج کردی گئی۔ اور اُن لوگوں نے اداے خدمت سے انکار کیا تو وہ فوائد کیونکر حاصل ہوسکتے ہیں جن کے صلے میں یہ رعایت کی گئی تھی۔ سند عطیہ سرکار میں صرف اُنھیں حقوق کے قائم رکھنے کا وعدہ ہوا تھا جو ملکیت میں شراکت کے متعلق ثابت ہوں۔ اور سرکلر ریکارڈ آف رائٹ میں وہی حقوق جائز مانے گئے تھے جو حق مستحکم کی بنا پر قائم تھے۔ نہ بربناے خوشی اور مہربانی کے۔

لارڈ کیننگ نے اُنھیں حقوق کے قائم رکھنے کا حکم دیا تھا اور حد سماعت سنہ ۶۲ و سنہ ۶۳ فصلی اُنھیں کے واسطے قائم ہوئی تھی۔ جن کا ذکر سند میں درج ہے۔ اور وسعت حد سماعت کی اُنھیں حقوق کے لیے تعلقداروں نے منظور کی تھی جو بشراکت حق ملکیت تھے۔ اور چیف کمشنر صاحب نے اُنھیں حقوق کے لیئے حد سماعت کی توسیع کی بابت گورنمنٹ آف انڈیا میں رپوٹ بھیجی تھی۔ اور گورنمنٹ ہند نے بحوالہ مراسلت چیف کمشنر اُنھیں منظور فرمایا تھا۔

کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ان احکام کے خلاف ایک حق جدید قائم کرکے اُسکے لیئے حد سماعت قائم کرنے کی تجویز کی جائے۔

اسکے بعد ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء کو صاحب سکریٹری گورنمنٹ نے نقل مراسلت گورنمنٹ آف انڈیا مورخہ ۹ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء مع مسودہ ترمیم قانون حد سماعت

بطلب رائے انجمن میں بھیجا تھا۔ چنانچہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو انجمن کی جانب سے یہ جواب بھیجا گیا کہ :۔

" انجمن کی رائے میں دفعات (۴) لغایت (۲۷) مسودۂ ہذا کا منشار و مضمون جو ایکٹ لگان میں موجود نہیں ہے وہ اُن مقدمات و اپیل و درخواست سے متعلق کر دیا جائے جو بموجب ایکٹ مذکورہ دائر ہوں۔ یہ تجویز اس غرض سے پیش کی گئی ہے تاکہ ایسی مشکلات باقی نہ رہیں جیسی کہ مقدمہ مندرجہ اودھ کیس جلد ۴۔ صفحہ ۱۸۲۔ منفصلہ عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ میں پیش آئی تھیں۔ مقدمۂ مذکورہ میں عدالت نے یہ تجویز فرمایا تھا کہ حسب ضمن (۱۵) دفعہ (۱۰۸) ایکٹ لگانِ اودھ ایک سال کے منافع کے دعوے کی بابت اس وجہ سے حدِ سماعت عارض ہے کہ تین سال ۲۵ر جون ۱۸۹۶ء کو ختم ہو گئے۔ ۲۵ر جون کو اتوار تھا۔ اور ۲۶ر جون ۱۸۹۶ء کو جب عدالت کھلی تو مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ مدعی دفعہ (۵) ایکٹ میعاد سماعت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایکٹ لگان بجائے خود ایک مجموعہ ہے جسمیں قواعد میعاد سماعت درج ہیں۔ اور قانون میعاد سماعت کے منشار کا اُس پر بالکل اثر نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ راہن کو اپنی جائداد کے فک رہن کرانے کی میعاد میں کمی کی جانب انجمن توجہ دلاتی ہے۔ یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ بجائے ساٹھ سال کے بارہ۱۲ سال میعاد کر دی جائے۔ اس وجہ سے کہ راہن کے حق میں فک رہن کی وہی حالت ہے جیسی کہ مرتہن کے نیلام یا بیعیات کرانے کے حق کی حالت ہے۔

اسکے متعلق یہ گزارش ہے کہ مجوزہ کمی میعاد سے مالکان آراضی کو سخت دقت ہوگی کیونکہ اُن میں سے اکثر کچھ نہ کچھ مقروض ہیں۔ اور اُنکے خاندان میں جائداد باقی رہنے کی صرف یہ اُمید ہے کہ فک رہن کے واسطے زیادہ میعاد ہو۔

اودھ میں بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ جائداد پچاس سال سے زائد مرتہن کے قبضہ میں رہنے کے بعد فک رہن ہوئی۔ اور اسی وجہ سے انجمن کی درخواست ہے کہ فک رہن کے واسطے ساٹھ سال کی میعاد رکھنا نہایت ضروری ہے اگر کسی وجہ سے یہ مناسب نہ ہو تو پھر میعاد تیس سال سے کسیطرح کم نہ کیجائے۔

اطلاع دہی وارداتِ جرائم

جو احکام گورنمنٹ سے اطلاع دہی جرائم کے متعلق جاری ہوئے تھے حکام ضلع نے اُسکے سمجھنے میں بڑی غلطی کی تھی۔ کیونکہ وہ ہر تعلقدار کو جو واردات اُسکے علاقہ میں ہو۔ بلالحاظ اسکے کہ اُسکی سکونت وہاں ہے یا نہیں، پولیس میں اطلاع دہی کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو انجمن نے اسکے متعلق چیف کمشنر صاحب کو توجہ دلائی اور صاحب ممدوح نے حسب خواہش انجمن اسکے متعلق یہ احکام صادر فرمائے۔ کہ جرائم اور واردات کی اطلاع دہی کے ذمہ دار باشندگان دیہ ہیں۔ مثلاً۔ پختہ دار، ٹھیکہ دار، کارندہ، تحصیلدار، پٹواری، اور چوکیدار۔ اور تعلقدار صرف اُس حالت میں جواب دہ ہو سکتا ہے جب اُسکی سکونت اُس موضع میں ہو جہاں واردات کا وقوعہ ہوا ہو۔ یا اُس حالت میں

جب کہ وہ دیدہ و دانستہ وقوعہ کو چھپائے۔

اسکے بعد اسکے متعلق ایک مسودۂ قانون مرتب ہوا۔ جسے انجمن نے بغرض غور کمیٹی خاص کے سپرد کیا۔ اور کمیٹی نے مسودۂ مذکورہ کے متعلق ایک مفصل یادداشت تحریر کی۔ اور اُس میں یہ دکھایا کہ:۔

"مجموعی حالت میں یہ مسودۂ قانون بڑے زمینداروں اور تعلقداروں کے مُضر ہے۔ کیونکہ تعلقداروں کو ہر موضع کے حالات بہت کم معلوم ہوسکتے ہیں گو قانون کا منشا، انسداد جرائم سے ہے۔ لیکن پختہ داران اور سیرداران کو اسے تعلقداروں کو بدنام کرنے کا موقع ملیگا۔ اور وہ اس بات کی کوشش کرینگے کہ تعلقدار کو واردات جرائم کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ گاؤں کے پٹواری اور چوکیدار اُنکے اختیار میں ہیں۔ دیہات نمبرداری میں تعلقداروں کا کوئی اثر نہیں ہے اور عموماً یہی حالت دیہات خام کی ہے۔ کیونکہ تعلقداروں کو جو اختیارات حکومت سلطنت شاہی میں حاصل تھے۔ اور جن کے قائم وبحال رکھنے کی گورنمنٹ اور افسران گورنمنٹ نے بمبالغہ تاکید فرمائی تھی وہ مختلف قوانین کے نفاذ سے بالکل محدود ہوگئے ہیں۔ اور رعایا کی اطاعت و فرمانبرداری جو اُنکی غرض سے تھی وہ اب مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ چوکیدار اور پٹواری جو دراصل گاؤں کے منتظم اور خبر رساں تھے وہ تعلقداروں کی حکومت سے علیحدہ کردیئے گئے۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ کے اُن ارادوں کا تکملہ کیونکر ہوسکتا ہے جن کو گورنمنٹ نے اپنے احکام اور سرکلرات ۱۸۵۹ء میں ظاہر فرمایا تھا۔ بلکہ اب

یہ کہنا چاہیے کہ گورنمنٹ نے ملک کے انتظام کا کل بار اپنے ذمے لے لیا ہے اور تعلقداروں کو اُس سے سبکدوش کر دیا ہے۔

جو حکومت اور اختیارات گورنمنٹ ہند نے ۱۸۵۸ء میں نہ صرف بربنائے ایک معاہدہ کے بلکہ اس خیال سے کہ جلد سے جلد امن و امان قائم ہو جائے، تعلقداروں کو عطا کیے تھے۔ وہ اب صرف ایک بے بنیاد شبہہ پر کہ ہم اپنے حقداران ماتحت کو نکال دینگے مختلف قوانین کے نفاذ سے نکال لئے گئے۔ اب ہم صرف اس لئے رہ گئے ہیں کہ بموجب قانون و احکام گورنمنٹ مالگزاری وصول کریں۔ ادائے مالگزاری کے تشدد اُٹھائیں۔ چوکیداران ہمارے قبضہ سے باہر کر دیے گئے ہیں اور پٹواریوں کے لئے بھی ایسی تجویز ہو رہی ہے۔ اِن سب باتوں پر بھی تعلقدار اسکے پابند اور جوابدہ کیے جاتے ہیں کہ اُنکے علاقوں میں جرائم نہ ہونے پائیں۔ ہماری حالت بالکل اس شعر کے مصداق ہے۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

ایسی حالت میں تعلقدار صرف اُن امور کے جوابدہ ہو سکتے ہیں جو اُن کے علم یا ذات خاص سے متعلق ہیں۔

قانون لگانِ اودھ۔ ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء

مذکورۂ بالا قانون کا مسودہ میجر شمیر صاحب قائم مقام کمشنر لکھنؤ نے

فنانشل کمشنر صاحب کے حکم سے مرتب کیا تھا جس وقت یہ مسودۂ قانون شایع ہوا تو تعلقداروں کی انجمن نے اپنے تحریری عذرات طبع کراکے سرجان اسٹریچی صاحب چیف کمشنر اودھ کے پاس بمقام کلکتہ بھیجدیے۔ جہاں وہ کونسل میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ تاکہ وہ کونسل میں پیش کردیے جائیں۔ لیکن چیف کمشنر صاحب نے بذریعۂ تار کرنل بیرو صاحب کو یہ اطلاع دی کہ تعلقداروں کو اسکی ممانعت کی جائے کہ وہ اپنے عذرات کو مشتہر نہ کریں۔ اور نہ انھیں براہ راست کونسل میں بھیجیں۔

اسکے بعد چیف کمشنر صاحب خود کلکتہ سے لکھنؤ تشریف لائے۔ تاکہ تعلقداروں سے اُنکے عذرات کے متعلق بحث وگفتگو کریں۔ غرضکہ کرنل بیرو صاحب کے بنگلہ پر ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں چند منتخب تعلقداران اور کمیشن اودھ کے چند افسران شریک ہوئے۔ اور بعد بحث یہ طے پایا کہ تعلقداروں کے ضروری عذرات متعلق اختیارات تحصیل لگان وزرتقاوی وغیرہ جو واجب ہیں چیف کمشنر صاحب انھیں خود کونسل میں پیش کرکے اس طرح طے کرادینگے کہ تعلقداروں کے عذرات رفع ہوجائیں گے۔ اس قدر خاطرجمعی کے بعد تعلقداروں نے سکوت کیا اور رضامند ہوگئے۔ اور باعتبار اقرار چیف کمشنر صاحب کوئی مزید کوشش اسکے متعلق نہیں کی۔ لیکن انھیں سخت حیرت ہوئی۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ وہی مسودۂ قانون بغیر کسی ترمیم اور تغیر وتبدل کے کونسل سے منظور ہوگیا۔ حالانکہ چیف کمشنر صاحب نے تعلقداروں کے عذرات کو قبول

کر لیا تھا۔

تعلقداروں کو یہ دیکھکر نہایت افسوس ہوا کہ چند دفعات اُنکے معاہدے کے خلاف اور چند دفعات جدید جنھیں اُنھوں نے کبھی دیکھا یا سُنا بھی نہیں تھا۔ مسودہ اصلی سے زیادہ درج قانون منظور شدہ ہو گئے۔ اور اُن کے افسوس اور تعجب کی کوئی حد نہیں رہی جب اُنھوں نے سر جان اسٹریچی صاحب بہادر کی اسپیچ کا ترجمہ دیکھا جو اُنھوں نے اِس قانون کے متعلق کونسل میں دی تھی۔ جس میں اُنھوں نے اُن مباحث کا کوئی حوالہ نہیں دیا تھا جو اُن سے اور تعلقداروں سے اِس مسودۂ قانون کے متعلق ہوئے تھے۔ بلکہ اُنھوں نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ تعلقداران اس مسودۂ قانون سے بخوبی رضامند ہیں غرضکہ ممبران کونسل نے صاحب ممدوح کے بیان پر یقین کر کے مسودۂ قانون جیسا تھا منظور کر لیا۔

تعلقداروں کے اہم عذرات اس مسودۂ قانون کے متعلق جو ہر طرح سے واجب اور مناسب تھے وہ حسب ذیل تھے۔

" اس قانون کے ذریعہ سے تعلقداروں کے اختیارات تحصیل لگان باقی نہیں رہے اور وہ رسوم قدیم جن پر مدت ہائے دراز سے عملدرآمد چلا آتا تھا وہ موقوف ہو گئے۔ اور یہ تغیرات بلا کسی خاص وجہ کے ہوئے۔

جملہ مالکانِ اراضی کو مفصلۂ ذیل اختیارات زمانۂ قدیم سے حاصل تھے۔ جن سے وہ لگان واجب اپنی رعایا سے وصول کر کے مالگزاری سرکار ادا کرتے تھے۔

(۱) قرقی پیداوار۔

(۲) نظر بندی باقی دار۔

(۳) قرقی جائداد منقولہ باقی دار۔

(۴) خام تحصیل اور قرق تحصیل۔

(۵) انتقال آراضی غیر شخص کے نام بذریعہ مستاجری۔

(۶) نیلام جائداد ہر قسم باقی دار۔

اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ علاوہ ان اختیارات کے ہر ایک کاشتکار۔ پختہ دار یا مستاجر حسب دستور و رسوم مقررہ مالک زمین کو ایک معینہ نذرانہ ہر ایک تہوار میں بخوشی دیتا تھا۔ اب اس قانون سے یہ سب اختیارات اور فوائد تعلقداروں سے چھن جائیں گے۔ حالانکہ یہ اختیارات بذریعہ عہدنامہ قدیم محفوظ کئے گئے ہیں۔ منجملہ چند اختیارات کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے صرف ایک اختیار تحصیل لگان کا بہ مجبوری تعلقداروں کو دیا گیا ہے یعنی یہ کہ جس کھیت کا لگان باقی ہو اُسکی پیداوار کی قرقی کا اختیار۔ اور یہ اختیار بھی اس طور سے عطا ہوا ہے۔ اور اُس میں اس قدر شرائط و مستثنیات اضافہ کردئے گئے ہیں کہ مالکان آراضی کے لئے بجائے مفید ہونے کے اُن پر انواع اقسام کی جوابدہی عائد کرتا ہے اور مالکانِ آراضی کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔

دوسرا طریقہ تحصیل لگان کا یہ رکھا گیا ہے کہ مالکانِ آراضی بذریعہ استغاثہ عدالت اپنا لگان وصول کریں۔ اس سے بلاوجہ زمیندار اور رعایا پر

مصارف کا بار ہوگا۔ اور جو روپیہ وہ بقایا لگان کے ادا کرنے۔ یا اپنی
زراعت کے کاموں میں صرف کرتے وہ عدالت کے مصارف میں خرچ
ہو جائیگا۔ اور کثرت مقدمات سے عدالتوں کو بھی اُنکے فیصلہ میں دشواری کا
سامنا ہوگا۔ صوبہ جات مقبوضہ قدیم سرکار میں ایک مدت دراز کے بعد ایسا
قانون یعنی ایکٹ (۱۰) نافذ ہوا تھا۔ جب وہاں کی زمین کی کامل ترقی ہو چکی
تھی اور کاشتکاران وقت معینہ پر لگان ادا کرنے کے خوگر ہو گئے تھے۔ صوبہ
اودھ اب تک اُس حیثیت کو نہیں پہونچا ہے اور اب تک ایک بندوبست
سرسری بھی یہاں ختم نہیں ہوا ہے۔ ایسی حالت میں یہاں ایسے قانون کا
جاری ہونا جو ایکٹ (۱۰) سے بھی زیادہ سخت ہے۔ رعایا و زمیندار کی
آسائش میں خلل کا باعث ہوگا اور ملک کی ترقی اُس سے رُک جائیگی۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسودۂ قانون لگان کے ترتیب دہندہ کے دل میں
صرف اس بات کا خیال تھا کہ جہاں تک ممکن ہو رعایا کے فائدہ کا لحاظ رکھا جائے
اور اُنھیں تعلقداروں کے ظلم و جبر سے بچایا جائے جنھیں اُس نے غایت
درجہ کا ظالم و جابر فرض کر لیا تھا۔ بجز اسکے مسودۂ قانون مرتب کرنے والے کو
اور کسی بات کا خیال نہیں تھا۔ کیونکہ اُس نے اس بات کا بالکل لحاظ
نہیں کیا کہ لگان اور مالگزاری آسانی سے کیونکر وصول ہو سکتے ہیں۔ مضمون
ایکٹ مذکور سے یہ بخوبی ظاہر ہے کہ اس میں ہر دو فریق کا انصافاً لحاظ نہیں
رکھا گیا جن کا اس قانون سے تعلق ہے۔ جہاں سب طرح کی سزائیں تعلقدار

اور اُنکے کارندوں کے لیے تجویز کی گئی ہیں اور اُن بیچاروں کی سزادہی کے قواعد مقرر ہوئے ہیں۔ وہاں کسی طرح کا تدارک شریر اور بدمعاش کاشتکاروں کے لیے اس قانون میں نہیں رکھا گیا ہے۔

کارروائی عدالت سرسری مال بھی کسی طرح عدالت دیوانی سے پیچیدگی میں کم نہیں ہے۔ اور قانون کے نفاذ کے بعد چندروزہ امتحان سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ لگان کا دعوے کرنے میں بھی مالکان اراضی کو انواع اقسام کی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اور بڑی تک ودو اور دُشواری کے بعد جب ڈگری ہوتی ہے تو اُسکے اجرا میں مشکلات پیش آتے ہیں۔ بعض مقدمات میں اسامیان باقی دار فرضی عذر دار کھڑے کر دیتے ہیں اور نیلام جائداد مقروقہ کے موقع پر غلط عذرات پیش کر کے اُسے ملتوی کرا دیتے ہیں۔ اکثر مقدمات میں اسامیان باقی دار روپوش ہو جاتے ہیں اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ذریعہ سے اپنی کاشتکاری کا بندوبست جاری رکھتے ہیں۔ اور عدالت کا چپراسی جس وقت جاتا ہے روپوش ہو جاتے ہیں اور اپنی جائداد بھی دوسروں کے گھروں میں پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مالکان اراضی کو قرض لیکر مالگزاری ادا کرنا پڑتی ہے اور اُن کے لگان کی بقایا وصول نہیں ہوتی۔

اس قانون میں زر تقاوی کے وصول تحصیل کا بھی کوئی قاعدہ معین نہیں کیا گیا ہے۔ قدیم دستور کے بموجب انتظام کاشتکاری کے لیے تخم اور

زر نقد جو اسامیوں کو بطور تقاوی کے دیا جاتا تھا وہ شامل لگان سمجھا جاتا تھا۔ اور اسامی پر یہ فرض تھا کہ وہ لگان کے ساتھ زر تقاوی بھی ادا کرے چونکہ زمیندار کو یہ اطمینان تھا کہ زر تقاوی ہمراہ لگان کے اُنھیں وصول ہو جائیگا۔ لہذا وہ خوشی سے اسامیوں کو بوقت ضرورت بلا پس و پیش امداد دیتے تھے۔ لیکن اب اس قانون کے نفاذ کے بعد جب زر تقاوی شامل لگان نہیں رہا۔ تو زمینداروں کو خواہ مخواہ تقاوی دینے میں پس و پیش ہوگا۔ اُنھیں کیا ضرورت ہے کہ اسامیوں کو تقاوی دیں اور پھر اُسکے وصول کرنے کے لئے عدالت دیوانی سے چارہ جوئی کرتے پھریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسامیوں کو اپنی کاشتکاری میں دقت اور دشواری ہوگی۔ اور قدیم سے جو رسم تقاوی کی جاری تھی وہ اگر بالکل بند نہ ہو جائیگی تو کم ضرور ہو جائیگی۔ اور اس میں زیادہ تر نقصان اسامیوں کا ہوگا۔ جن کی حفاظت اور فائدہ کے لئے یہ قانون نافذ ہوا ہے۔

اس قانون کے نفاذ کا یہ نتیجہ ہوا کہ قحط کے زمانہ میں جب چیف کمشنر صاحب اور فنانشل کمشنر صاحب نے تعلقداروں سے کاشتکاروں کی امداد کے لئے کہا تو اُنھوں نے یہی عذر کیا کہ اس تقاوی کے وصول کرنے کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ قانون میں نہیں ہے پھر وہ کیونکر تقاوی دیں۔

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اودھ میں کسی قسم کا حق کاشتکاری باوجود مکمل تحقیقات کے پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچا۔ باوجود اسکے تعلقداروں نے گورنمنٹ کی خواہش کے بموجب اپنی خوشی سے اودھ کے مالکان سابق کو جواب مثل

کاشتکاروں کے ہیں، حق موروثی قابل انتقال عطا کیا کہ وہ اپنی مقبوضہ آراضی پر بطور موروثی کاشتکار کے قابض رہیں۔ اور بمقابلہ دیگر کاشتکاران کے دس آنہ فی روپیہ کم بطور لگان دیتے رہیں۔ جب یہ حقوق تعلقداروں نے منظور کیے تھے تو اُسی کے ساتھ یہ بھی طے ہوا تھا کہ اُن مالکان سابق کو جو حق ماتحتی پاتے ہیں اور کسی قسم کی تخفیف نہ دی جائیگی۔ لیکن اُن مواعید کے خلاف جو تعلقداران اور گورنمنٹ کے درمیان ہوئے تھے۔ اور جو بطور ضمیمہ حرف (ب) طے پا چکے تھے اور جنھیں چیف کمشنر صاحب نے اپنی مراسلت کے ذریعہ سے گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجا تھا۔ اُنکے بالکل خلاف بہت سے شرائط جدید و مزید اس قانون میں اضافہ کر دیئے گئے ہیں جو بادی النظر میں تعلقداروں کے فوائد کے خلاف ہیں۔ چنانچہ:-

(۱) دفعہ (۵۰) کے الفاظ ایسے مجمل اور غیر محدود ہیں جن سے خواہ مخواہ بیجا تنازعات پیدا ہونگے۔ مثلاً الفاظ "حق ضائع شدہ" کا اطلاق اُس حق پر بھی ہو گا جسے مالک سابق نے جائز طور پر تعلقدار کو منتقل کر دیا ہے۔

(۲) الفاظ "حصہ داران" کا اطلاق رشتہ داروں پر نہیں ہے کہ رشتہ داران سیر دار شامل حصہ داران متصور نہ ہوں۔ حالانکہ تعلقداروں نے کبھی اسے منظور نہیں کیا۔ کہ رشتہ داران سیر دار کو حق قبضہ داری دیا جائے۔

(۳) یہ بات منظور ہو چکی تھی کہ دستاویزات تحریری جو قبل یا بعد نفاذ اس ایکٹ کے لکھی گئی ہوں تو وہ قواعد مندرجۂ ایکٹ ہذا سے مستثنےٰ رہیں گی چاہے وہ اس قانون کی منشاء کے خلاف تحریر ہوئی ہوں لیکن اس قانون میں صرف وہی دستاویزات درج ہیں جو آئندہ تحریر کیجائیں۔ اور جو دستاویزات سابق میں تحریر کی گئی ہیں وہ مستثنےٰ نہیں کی گئی ہیں۔

(۴) بموجب فیصلہ و اقرار باہمی بذریعہ ضمیمہ حرف (ب) درمیان تعلقداران و گورنمنٹ مالکان سابق کو حق موروثی قابل انتقال دیا گیا تھا مگر اس قانون کے ذریعہ سے کل اسامیان کو جو زمین میں کسی قسم کی ترقی کر لیں۔ انھیں ایک طرح پر موروثی بنا دیا گیا ہے۔ اور مالکان آراضی کا اختیار جو ایسے اسامیوں کی بیدخلی کے متعلق تھا وہ بھی چھین لیا گیا ہے۔ یعنی کوئی زمیندار ایسے اسامیان کو جب تک معاوضہ ایسی ترقی کا نہ دے بیدخل نہیں کر سکتا۔ حالانکہ تعلقداروں سے صرف اس قدر طے ہوا تھا کہ جب تعلقدار کسی اسامی کو بیدخل کرے تو بصورت کسی ترقی زمین کے اُسکو معاوضہ دیا جائیگا۔ اور یہ تعلقداروں کے اختیار میں رہیگا کہ جب چاہیں اپنے اسامیوں کو بیدخل کر دیں۔ اور اسامی اپنے معاوضہ کا دعویٰ عدالت میں پیش کرے دفعہ (۱۲) لغایت (۱۶) میں جو قواعد مقرر کیئے گئے ہیں وہ بجز اسکے

کہ مالکان آراضی اور اسامیان کے درمیان بیجا تنازعات
پیدا کریں اور کوئی مفید مطلب اُن سے اخذ نہیں ہوتا۔"
غرضکہ مذکورہ بالا عذرات بذریعہ عرضداشت گورنمنٹ میں بھیجدیے گئے۔
اور ۱۳ر اگست ۱۸۶۹ء کو فنانشل کمشنر صاحب کو انجمن کی جانب سے
یہ لکھا گیا کہ :۔

"چند دنوں کے تجربہ سے جو نقصانات قانون لگان اودھ میں ظاہر ہوئے ہیں وہ صرف تعلقداروں ہی کے لیے مُضر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ماتحت داران، مالکان مفرد محالات، حصہ داران اور کاشتکاران کے لیے بھی مفید نہیں ہیں۔ جسکی تشریح سابق میں ہم لوگ پیش کر چکے ہیں۔ اور اب ہماری یہ استدعا ہے کہ چیف کمشنر صاحب و فنانشل کمشنر صاحب ہمارے عذرات کو گورنمنٹ آف انڈیا میں پیش کر کے ایسی اعانت فرمائیں جیسی کہ لوکل گورنمنٹ پنجاب نے وہاں کے ایکٹ لگان کے متعلق فرمائی ہے۔"

فنانشل کمشنر صاحب نے اِس تحریر کا یہ جواب دیا کہ :۔

"میں نے اب تک قانون لگان اودھ کو کاشتکاران یا مالکان آراضی کے لیے مضر نہیں پایا۔ یہ ایک نیا قانون ہے۔ جیسا کہ خود تعلقدار کہتے ہیں۔ اور ابھی اسکے نفع و نقصان کا کافی تجربہ نہیں ہوا ہے۔ تعلقداروں کو چاہیے کہ وہ اس قانون کے اثرات کی بخوبی نگرانی کرتے رہیں اور اُن امور کی بابت جو اُنکے اور کاشتکاروں کے لیے مضر ثابت ہوں اُنکی بابت عذرات پیش

کرتے رہیں - اور میں تعلقداروں سے یہ سفارش کرونگا کہ وہ کاشتکاروں کے نقصان کو زیادہ مدنظر رکھیں اور سچائی اور صاف دلی سے ایسے عذرات پیش کریں جو اُنکی رعایا کے متعلق اُنھیں سخت معلوم ہوں - اور وہ جس طرح اپنے نفع و نقصان کا خیال کرتے ہیں اُسی طرح وہ اپنی رعایا کے نفع و نقصان کو بھی مدنظر رکھیں - چونکہ یہ قانون بالکل نیا ہے اس لئیے بہتر ہے کہ وہ کچھ عرصہ تک اُن دفعات قانون کا اثر دیکھیں جنکے متعلق اُنھیں عذرات ہیں - اور دیگر صوبجات میں جو مباحث درپیش ہیں اُنھیں بغور دیکھتے رہیں - اور ہمیں کوئی اعتراض اسکے متعلق نہیں ہے - تعلقدار جس طرح مناسب سمجھیں اُس قانون کے متعلق اپنے عذرات پیش کریں - اُنکی درخواستیں گورنمنٹ آف انڈیا میں ضرور بھیجدی جائینگی لیکن میں یہ ہدایت کرونگا کہ عذرات خوب سوچ سمجھکر پیش کیے جائیں ایک طرفہ نہ ہوں"

۱۹ دسمبر ۱۸۸۳ء کے جلسہ میں یادداشت پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صاحب متعلق ایکٹ لگان پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ چند ممبران انجمن اسکا جواب تحریر کرکے پیش کریں اور مہاراجہ صاحب بلرامپور پریسیڈنٹ انجمن اسکے جواب کے لیئے چیف کمشنر صاحب سے دو ہفتہ کی مہلت لے لیں - اور ممبر صاحبان جو مسودۂ جواب تحریر کرنے کے لیئے مقرر ہوے ہیں اُنھیں یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی مدد کے لیئے کسی وکیل کو اجرت پر مقرر کرلیں -

آخرکار مفصلۂ ذیل مسودہ جواب تیار ہوکر گورنمنٹ میں بھیجا گیا -

"عرضداشت میں ہم نے ہر ایک بات درج کی ہے - جو ہمارے یا ہماری

ماتحت رعایا یا مالکان ادنے یا کسی دوسرے فریق کے فوائد کے متعلق ہے جسکو کچھ بھی آراضی سے سروکار ہے۔ اور یہ ہم نے گورنمنٹ کو یہ یقین دلانے کے لیئے کیا کہ گزشتہ چند سال میں مالکان آراضی اور رعایا کے درمیان اجرائے اطلاعنامجات بیدخلی اور استعفا کاشت کے متعلق جو مناقشہ ہوا۔ اُس نے کیوں اس قدر طول کھینچا۔

ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء میں کوئی قاعدہ اضافہ لگان کا درج نہیں تھا۔ اور رعایا کو جب یہ معلوم ہوا کہ اُنکی حمایت کے لیئے ایک قانون جاری ہوا ہے۔ تو اُنھوں نے مالکان آراضی سے سرکشی شروع کی۔

حکام بندوبست نے رقبہ دیہی کے مطابق بلا استثنا کسی جزآراضی کے تشخیص جمع کردی اور مالکانِ آراضی سے یہ کہدیا کہ جس قدر جمع ہم نے رقبۂ آراضی کے لحاظ سے تشخیص کی ہے۔ تم بھی اُسی تناسب سے کاشتکاروں پر اضافہ کرلو۔ اور کاشتکاران اقوام حجام، باری، دھوبی اور پاسی پر جن کے لگان میں بسبب خدمات رعایت تھی۔ اُن پر بھی حیثیت آراضی کے لحاظ سے اضافہ کرلو۔ اس طرح تمھاری آمدنی پوری ہوجائیگی۔ اس میں کاشتکاروں نے بہ امید حمایت قانون مزاحمت کی۔ ایسی حالت میں بجز اسکے اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اطلاعنامجات بیدخلی جاری کیے جائیں۔ اور بیدخلی کے بعد جب اُن کاشتکاروں نے پھر رجوع کیا۔ تو اُنکی آراضی پھر انھیں واپس دیدی گئی۔

یہ امر بھی قابل خیال ہے کہ ۱۸۶۸ء سے پہلے کاشتکاروں کو کبھی استعفا

دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ کثرت بارش اور سیلاب سے جب آراضی زیر کاشت کو زیادہ نقصان پہونچا۔ تو کاشتکاروں نے استعفا دیدیا۔ بوقت تیاری مسودہ ایکٹ ۱۹۰۶ء ہم نے اپنی عرضداشت میں بہت صراحت کے ساتھ اس قانون کے نقائص عرض کیئے تھے۔ اور سب سے پہلی بات جو ہم نے گورنمنٹ کے گوش گزار کی تھی۔ وہ یہ تھی کہ اس قانون سے مالکان آراضی اور اُنکی رعایا کے درمیان بجائے مصالحت کے انواع اقسام کے جھگڑے پیدا ہونگے۔ تاریخ نفاذ قانون سے تنازعہ کی بنیاد شروع ہوئی۔ اور اب تجربہ سے گورنمنٹ کو بھی اس قانون کے نقائص محسوس ہوے۔

اِس قانون میں تقاوی اور تخمریزی کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے بعد نفاذ قانون گزشتہ پانچ سال میں مالکان آراضی نے کاشتکاروں کو تقاوی یا تخمریزی میں بہت کم مدد دی ہے۔ اگر یہ قاعدہ قانون میں اب درج کردیا جائیگا اور لگان کی تعریف جیسی کہ یادداشت میں لکھی گئی ہے قائم کردی جائیگی تو مالکان آراضی نہایت خوشی سے تخمریزی و دیگر ضروریات کاشت کے لیئے تقاوی دینے پر آمادہ ہونگے۔ اور حسب دستور قدیم مناسب اوقات پر اُسے بہ اقساط لگان کے ساتھ وصول کرلیا کرینگے۔

حقوق مالکانہ کے وصول کے متعلق اکثر مقدمات دائر ہوتے ہیں اور اور یہ محض اس وجہ سے کہ لگان کی تعریف میں یہ امر فروگزاشت ہوگیا ہے۔ لہذا اسکے اضافہ کی ضرورت ہے۔ و نیز و دیگر حقوق جو ہر کاشتکار مختلف مقامات پر

وہاں کے رواج کے مطابق دیتا ہے وہ بھی لگان کی تعریف میں درج ہونا چاہیے۔

قرقی کے قواعد اس قانون میں ایسے سخت ہیں کہ تاریخ نفاذ قانون سے اب تک مالکان آراضی کو اسکے متعلق احتیاط رہی۔ کیونکہ ہر بات پر ہرجہ، تاوان اور معاوضہ کا دغدغہ لگا ہوا تھا۔ اسکی ترمیم کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح قواعد اجرائے ڈگری بھی قابل توجہ ہیں۔ جب تک اُن میں ترمیم نہ ہوگی حصول ڈگری سے کوئی نفع نہیں ہے۔ صدہا ڈگریاں اسی وجہ سے خارج المیعاد ہوگئیں۔ اسکا مفصل حال اُن علاقہ جات سے معلوم ہوسکتا ہے جو زیراہتمام کورٹ آف وارڈس ہیں۔ کیونکہ کورٹ آف وارڈس کے مینجران اُن دقتوں سے آگاہ ہوگئے ہیں جس میں ہم لوگ گزشتہ پانچ سال سے مبتلا ہیں۔

کورٹ آف وارڈس ریاست محمودہ میں دیہات ماتحتی۔ و آراضیات سیر و شنکلپ بکثرت ہیں۔ اگر اس علاقہ کی واصلباقی گزشتہ پانچ سال کی ملاحظہ فرمائی جائے تو یہ بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ کس قدر روپیہ کس وقت اور کس تدبیر سے وصول ہوا ہے۔ اور اُسکے وصول میں کیا مصارف ہوئے۔ اور ہر موضع میں اگر اُسکا پرتہ پھیلایا جائے تو بعد ادائے مالگذاری و اخراجات اُفتی تعلقدار کو کچھ منافع نہ ہوا ہوگا۔"

اسکے بعد ۲۵ دسمبر ۱۸۷۳ء کے جلسہ میں مراسلت پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صاحب مع ایک یادداست کے جو بطلب رائے انجمن میں موصول ہوئی تھی پیش ہوئی۔ یادداشت مذکور کے مفصلۂ ذیل امور کی بابت چیف کمشنر صاحب نے

انجمن کی رائے دریافت کی تھی۔

"قانون میں ایک جدید دفعہ بڑھائی جائے جسکی روسے اُن کل مقدمات میں جسمیں کوئی محال جو بقبضۂ مالکان ماتحت ہو۔ مالکان آراضی بموجب ایکٹ ۱۹ ۱۸۷۶ء ڈپٹی کمشنر کے یہاں درخواست دیں کہ صاحب موصوف نسبت بقایا ماتحت دار اپنے وہ اختیارات کام میں لائیں جو انھیں اس ایکٹ کے بموجب دیئے گئے ہیں یعنی یہ کہ بقایا لگان ایسے مالک ماتحت سے تعلقدار کو دلا دیں۔ اور ڈپٹی کمشنر ایسی درخواست پیش ہونے پر اسکا اطمینان کریں کہ فی الواقع اُس محال کے مالک ماتحت باقی دار ہیں اور تعلقدار بغیر امداد ڈپٹی کمشنر بقایا نہیں وصول کر سکتے۔ اور بعد اطمینان ایک اطلاعنامہ باقیدار کے نام جاری کریں۔ کہ اگر بقایا لگان وقت مندرجہ اطلاعنامہ کے اندر ادا نہ ہوگا تو حسب قواعد وصول مالگزاری مندرجۂ ایکٹ ہذا۔ بقایا لگان کے وصول کے لیئے کارروائی کیجائیگی۔"

"چیف کمشنر صاحب کو یہ اختیار ہوگا کہ کسی مالکِ آراضی کو جسے وہ مناسب سمجھیں اختیارات قرقی پیداوار اُس آراضی کی جو مالک ماتحت کے قبضہ میں ہو لگان وصول کرنے کی غرض سے عطا فرمائیں۔ یا بہ صورت نادہندی کسی ماتحت دار کے تعلقدار آراضی مقبوضہ باقیدار پر اپنا قبضہ کر کے لگان وصول کرلے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ تعلقدار ذمہ داری مشترکہ میں وہ اختیار کام میں نہ لائے۔ اور نہ کسی حصہ دار سے اُس سے زیادہ وصول کرے جو اُسے

اپنے حصہ کی بابت دینا چاہیے"

"جو دقتیں بابت تصفیہ تنازع مابین مالکان آراضی و کاشتکاران غیر قبضہ دار تجربہ سے ظاہر ہوئی ہوں۔ اُنھیں دفع کرنے کا کوئی سہل طریقہ تجویز کیا جائے۔ اور حضور وائسرائے نے اس تجویز کو پسند فرمایا ہے کہ کوئی دفعہ قانون میں اسکے متعلق بڑھائی جائے۔ کہ مالک آراضی اگر چاہے تو ڈپٹی کمشنر کو یہ درخواست دے کہ پانچ سال کے لیئے کوئی لگان معین قائم کر دیا جائے۔ اور یہ معینہ لگان اُس وقت تک رعایا سے واجب الادا ہو گا جب تک وہ آراضی پر قابض ہے اور کاشتکار کو ہر وقت استعفا دینے کا اختیار ہو گا۔

"قانون مال میں بھی ایک دفعہ کا اضافہ کیا جائے جسکے بموجب بقایا لگان ذمگی مالک ماتحت بذریعہ قرقی وصول ہو سکے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ مالک ماتحت جماعت مشترکہ ماتحت داران سے نہ ہو۔ اور اُس آراضی کی پیداوار زراعت کی قرقی سے بقایا لگان وصول کی جائے جو مالک ماتحت کے قبضہ میں ہو۔"

"چیف کمشنر صاحب مطابق اُس تجویز کے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے سامنے ہے۔ ایک اور تجویز بغرض ملاحظہ گورنمنٹ آف انڈیا ارسال کریں۔ جس سے مالکانِ آراضی۔ مداخلت قبضہ۔ اور وصول کرنے لگان۔ اور قرق کرنے پیداوار زراعت ماتحت داران کے مجاز ہوں۔ جو ادائے لگان میں قصور کرتے ہیں۔"

مذکورہ بالا امور کا جواب انجمن کی جانب سے یہ بھیجا گیا۔

"بہ تعمیل حکم چیف کمشنر صاحب مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۶۳ء قانون لگان کے نقصانات کے بابت ہم اپنے عذرات گورنمنٹ میں بھیج چکے ہیں اور یہ عرض کر چکے ہیں کہ اس قانون سے رعایا و مالکان آراضی و ماتحت داران سب پریشان ہیں۔ آپکی توجہ اور وساطت سے گورنمنٹ آف انڈیا کو ہمارے حالات معلوم ہوئے اور حضور وائسرائے نے اپنی تقریر مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۶۳ء میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ قانون اراضیات اودھ کے متعلق وہ ہمارے معروضات پر لحاظ فرمائیں گے۔ اور اب اُسکا موقع ہے

بذریعۂ مراسلت پرسنل اسسٹنٹ صاحب جو ہم سے دریافت کیا گیا ہے اُسکے ہم نہایت مشکور ہیں۔ اور ہماری رائے ہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحبان کو ایسا اختیار دیا جائے کہ وہ ہمارا بافعتی لگان ماتحت داروں سے بطور مالگذاری سرکاری وصول کر سکیں۔ اور یہ طریقہ دونوں فریق کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اس سے ہمارا روپیہ آسانی سے وصول ہو جائے گا۔ اور ماتحت داران کو خرچہ اور سود کی زیرباری نہ ہوگی۔ جو بحالت نالش کارروائی عدالت واجرائے ڈگری میں سالہا سال ہوا کرتی تھی۔ اور یہ فائدہ صرف اُس وقت حاصل ہوگا جب قانون میں یہ عبارت بھی درج کر دی جائے کہ:۔

"ڈپٹی کمشنر کے اس کار منصبی یعنی وصول بقایا لگان کی نسبت کوئی نالش عدالت دیوانی میں جائز نہ ہوگی"

دوسری تجویز کہ بعض تعلقداروں کو اختیارات قرقی مالکان ماتحت عطا

کیئے جائیں۔ اسکے لیئے ہم بہت شکرگزار ہیں۔ لیکن ہمیں خیال ہے کہ ایسے اختیارات خطرے سے خالی نہیں ہیں اور یہ اختیار صرف اُسی حالت میں فائدہ مند ہو سکتا ہے جب ہمیں پورے اختیارات صاحبان کلکٹر کے درباب وصول مطالبہ حاصل ہوں۔ لیکن یہ امر چونکہ گورنمنٹ کے مصالح کے خلاف ہے۔ لہذا ہم لوگ صرف اسی بات پر قناعت کرتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحبان کو اس قسم کے اختیارات عطا کیئے جائیں جس سے مالکان ماتحت سے ہمارا مطالبہ آسانی سے وصول ہو جائے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اگر کم سے کم ہم لوگوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا کہ کسی مالک ادنےٰ کے باقیدار ہونے کی حالت میں ہم دیہات سلم میں اُسکی حقیت کو خاص حالتوں میں بہ منظوری چیف کمشنر صاحب چند دنوں کے لیئے بطور ٹھیکہ کسی دوسرے شخص کو دے سکتے۔ اور جہاں کہیں پٹی داری ہے وہاں ایک پٹی دار کا حصہ دوسرے پٹی دار کو منتقل کر سکتے۔ یا بموجب استحقاق قدیم کے جو عہد شاہی سے ہمیں حاصل تھا وہ اب بھی بموجب قواعد و احکام گورنمنٹ ہمیں دیا جائے کہ بمنظوری چیف کمشنر صاحب محالات ماتحتان نادہند کو خام تحصیل کرلیں۔ تو بقایا لگان کا قضیہ بجز سیر خود کاشت کے جو دس فی صدی سے زیادہ نہ ہوگی باقی نہ رہیگا۔ اور غالباً یہ طریقہ ہر دو فریق کے حق میں مفید ہوگا۔ یعنی خام تحصیل کے خوف سے باقی نہ رہیگی جس سے مالک اراضی یعنی تعلقدار کو نقصان ہو۔ اور ماتحتوں کے حقوق نیلام و انتقال وغیرہ سے محفوظ

ہو جائیں گے۔ اور مثل کارروائی قرقی کے کوئی جھگڑا اور مواخذہ حساب فہمی کا تعلقدار پر عائد نہ ہوگا۔ اور مالکان ماتحت نادہندی کی عادت چھوڑ دینگے اور اگر تعلقداروں کی طرف سے قرقی جائداد عمل میں آئیگی تو غالباً بہت سے مالکان ماتحت کوتہ اندیشی سے قانون کو بالائے طاق رکھکر فوجداری پر آمادہ ہونگے اور یہ مشکل ہے کہ بدون اعانت ملازمان سرکاری وہ قانون کی تعمیل ہونے دیں۔

تصفیہ لگان رعایائے غیر قبضہ دار کے متعلق جو تجویز ہے اُسکے متعلق ہم نے بہت غور کیا اور ہماری رائے میں اسکی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ رعایائے غیر قبضہ دار سے تصفیہ لگان کے متعلق عدالت میں جانے کی بہت کم حاجت ہوتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ پٹہ دینے کے وقت بذریعہ قول و قرار باہمی اسکا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ اور صرف اُس حالت میں اسکی ضرورت پیش آتی ہے جب کوئی کاشتکار بدنیتی سے بغیر اجازت مالک کے کوئی ایسی آراضی کاشت کر لیتا ہے جو سال گزشتہ میں افتادہ تھی۔ ایسی آراضی کے تعین لگان میں کچھ دشواری ہوتی ہے۔ کیونکہ آراضی افتادہ ہونے کی وجہ سے سال گزشتہ کے بموجب کوئی لگان طلب نہیں کیا جا سکتا۔ اور پٹہ قبولیت اس آراضی کا چونکہ تحریر نہیں ہوا۔ اس لئے اس کا موقع نہیں ہوتا کہ اُسکے بموجب مطالبہ کیا جائے۔ اگر عدالت میں دعوے کیا جاتا ہے اور بموجب شرح آراضی مینڈ مطالبہ قائم کیا جاتا ہے۔ تو چونکہ دفعہ (۳۵) ایکٹ ۱۹ سنہ ۱۸۷۳ع میں

صرف " سال گزشتہ " کا لفظ درج ہے۔ لہذا عدالت سے ڈگری نہیں ملتی۔ اسی وجہ سے دفعہ مذکور میں اگر خفیف ترمیم ہو جائے تو یہ نقص رفع ہو جائے۔ اور نالش ہونے پر عدالت مینڈ کی شرح کے بموجب تصفیہ کر دیا کرے مفصّل عذرات دفعہ وار اُس یادداشت میں درج ہیں جو ہمراہ عرضداشت ہذا بھیجی جاتی ہے "

اسکے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء کو پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صاحب کی ایک تحریر موصول ہوئی کہ یہ تجویز ہوا ہے کہ :-

" اودھ کے قانون مال پر یہ استثنائے باب (۲) و (۳) جو بندوبست اور بغرض ادائے مالگذاری تحریر قبولیت کے متعلق ہیں۔ پھر غور کیا جائے "

اِس تحریر کا جواب انجمن سے یہ بھیجا گیا کہ :-

" کارروائی بندوبست کے لیئے کوئی خاص قانون اودھ کے لیئے نہیں ہے۔ اس لیئے تعلقداروں کو یہ منظور نہیں ہے کہ باب (۲) و (۳) نکال دیئے جائیں۔ اور نہ اُنکے قائم رکھنے کے متعلق اصرار ہے۔ البتہ انجمن کی یہ درخواست ہے کہ بلحاظ معروضات سابق ایک دفعہ حسب ذیل اس قانون یا کسی دوسرے قانون میں درج کر دی جائے۔ کہ جس سے بندوبست پختہ کے بعد ماتحتوں کے دعاوی اور نالشات کا انسداد ہو جائے۔ چونکہ اس بحث میں احکام گورنمنٹ و سکریٹری آف اسٹیٹ کے مختلف معنی لگائے گئے ہیں۔ لہذا اُنکے معانی و مطالب کا صاف ہو جانا ضروری ہے۔

اور ہماری عرضداشت مورخہ ۲۸ نومبر ۱۸۷۳ء کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ انجمن یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ اُس پر کوئی الزام ایسا لگایا جائے کہ وہ عادی جو واجب اور قرین انصاف ہیں نہ کیے جائیں۔ اور اسی وجہ سے انجمن اس بات پر رضامند ہے۔ کہ قابضان حقوق ماتحت کو بندوبست کے بعد تین سال کے اندر دعوے کرنے کی میعاد دی جائے۔ تاکہ جن لوگوں نے کسی وجہ سے اب تک دعوے نہیں کیا ہے اُنھیں کافی موقع مل جائے۔ اور انجمن کو امید ہے کہ گورنمنٹ اس مسئلہ میں ایسی توجہ فرمائیگی۔ جس سے تعلقداروں کو اطمینان ہو جائیگا۔ یعنی قانون کی کسی دفعہ میں مفصلۂ ذیل عبارت درج کردی جائیگی۔

"صرف اُن ماتحت داروں کے عادی جو اس وقت قابض ہیں اور اب تک کسی معقول وجہ سے اُنھوں نے دعوے نہیں کیا ہے۔ اُنھیں بعد ختم بندوبست بموجب شرائط ایکٹ ۲۶ - ۱۸۶۶ء تین سال کی مہلت دیجائے کہ وہ دعوے کرکے اسکا تصفیہ کرالیں۔ بعد گزرنے میعاد مذکورہ کے پھر تعلقداروں کے خلاف کوئی دعوے مسموع نہ ہوگا۔"

اسکے بعد ۲۵ فروری ۱۸۸۰ء کو لفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں ایک عرضداشت انجمن کی جانب سے بھیجی گئی کہ ایکٹ ۱۷ - ۱۸۷۶ء کی دفعہ (۱۵۸) میں پختہ داران سے وصول لگان میں آسانی پیدا کرنے کی بابت حکم ہے لیکن اُسکی تعمیل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ۲۹ مارچ ۱۸۸۰ء کو افسران ضلع کو یہ ہدایت کی گئی۔ کہ تعمیل دفعہ (۱۵۸) بخوبی کیجائے۔

ترمیم قانون لگان

۲۸ ردسمبر ۱۸۸۲ء کو سر الفرڈ لائل صاحب لفٹنٹ گورنر نے ایک مراسلہ متعلق ترمیم قانون لگان اودھ لکھا تھا۔ اور اُس میں پُرانے واقعات اور مباحث کا ذکر کرنے کے بعد یہ دکھایا تھا کہ :-

" اِس امر کا تصفیہ کرنا بہت مشکل ہے کہ مالکانِ آراضی کو جو اختیار ۱۸۶۹ء میں دیا گیا تھا۔ اُس میں بیدخلی اور اضافہ لگان سے اپنی رعایا کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرکے کس درجہ تک اُنھوں نے اُس اختیار کا بیجا استعمال کیا ہے۔ اسکے متعلق اب تک کوئی صاف شہادت پیش نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ اس بات کا تصفیہ کرنا آسان ہے کہ کس قدر اضافہ کو ظالمانہ یا زیادہ ستانی قرار دینا چاہیے۔ اور نہ ہمکو یہ معلوم ہے کہ آیا اسامیوں کی حالت میں تنزل ہو رہا ہے یا نہیں۔ ہم نے اطلاعنامجات بیدخلی کی زیادتی کو اسامیاں پر جبر کا معیار ٹھرالیا ہے۔ اسکے متعلق حال میں جو کاغذات آئے ہیں اُنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حکام کے جوابات جو کمیشن قحط کے سوالات کے متعلق موصول ہوئے تھے۔

(۲) وہ رپورٹیں جو اودھ کے حکّام نے ۱۸۸۱ء کے اطلاعنامجات بیدخلی کے متعلق لکھی ہیں۔ ان رپوٹوں میں بہت سی مفید جزئیات درج ہیں۔ یعنی ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اضافہ لگان ہو رہا ہے اور اضافہ واجبی کی گنجایش اور اُسکے جواز کی دلیل موجود ہے۔

اور یہ کہ اسامیوں میں عموماً اراضی حاصل کرنے پر رقابت نہیں شروع ہوئی ہے۔ مگر مالکان آراضی روز بروز اپنے اختیار کو اس ارادے سے زیادہ عمل میں لاتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو آراضی کا کل منافع ہمیں کو ملے لیکن اس اختیار کے استعمال بیجا کا یا ظالمانہ زیادہ ستانی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور تاوقتیکہ کوئی ایسا ثبوت ہمارے ہاتھ نہ لگے۔ اودھ کے مالکان آراضی کو اس امر کا الزام دینا فضول ہے۔

ہم نے خاص قوانین کے ذریعہ سے ایک گروہ مالکان آراضی کو جو عموماً ناتربیت یافتہ اور اکثر مقروض ہیں یہ اختیار دیدیا ہے کہ جو شرائط چاہیں اپنے اسامیان سے طے کرلیں۔ ایسی حالت میں اپنے فائدے کے لحاظ سے اور اپنی رائے کے بموجب جو وہ کرتے ہیں اسکے متعلق ہم کو اُن پر لعنت و ملامت کرنے کی کیا ضرورت ہے جب تک وہ ظلم یا بے ایمانی صریحی نہ کریں۔ اور یہ اب تک ثابت نہیں ہوا۔

پس اگر ہم چاہیں کہ مالکانِ آراضی پر زیادہ ستانی کا جرم لگاکر قانون لگانِ اودھ کی ترمیم تجویز کریں۔ تو اس کا ہونا بہت دشوار ہے۔ ایک ایک بات پر مالکان آراضی بحث کرینگے۔ اور جزئیات پر بڑے بڑے جھگڑے ہونگے۔ اور لگان واجبی کی ہم صحیح تعریف نہ بنا سکیں گے۔

خود تعلقداروں میں سے بعض اشخاص جو زیادہ معقول ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ "ہمکو یہ ہرگز معلوم نہ تھا کہ ہم لوگ اپنے علاقوں میں جو اضافہ لگان بلا عذر کرتے گئے۔ اور جن قطعات آراضی کا لگان فرضی تھا۔ اُسکا لگان حیثیت آراضی کے لحاظ سے ہم نے برابر کر دیا تو ہمارا یہ فعل گورنمنٹ کی نظر میں ظالمانہ اور جابرانہ تھا۔ آراضی کے عمدہ تردد اور بندوبست کا مقصد اعظم یہی ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ فلاں حیثیت کے کھیتوں پر کتنا لگان مقرر ہو سکتا ہے تاکہ اسی شرح کے بموجب اُس حیثیت کے کُل کھیتوں پر لگان وصول کیا جائے اور یہی انتظام باقاعدہ اُن کاغذات دیہی کی امداد سے جو گورنمنٹ نے ہمارے لیے مہیا کیے ہیں ہم کر رہے ہیں۔

جب سے اس صوبہ میں گورنمنٹ کی عملداری ہوئی ہے۔ گورنمنٹ اس کی نگراں ہے کہ مالگزاری بمقدار مساوی و مناسب تشخیص ہو اور وصول ہو۔ اور ہم لوگ بھی اپنے لگان کے متعلق یہی کارروائی کر رہے ہیں۔"

جب تعلقداروں کی یہ کیفیت ہے تو میں اس جھگڑے کو یوں پاک کرونگا کہ اُن سے صاف صاف وعدہ کرونگا کہ ہمارا منشا یہ نہیں ہے کہ کاشتکاران محض کو حقوق قبضہ داری دیئے جائیں۔

اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ ہم اختیار کریں۔ اُس سے اُس تمام طولانی مباحثہ کو جو اودھ میں حقوق قبضہ داری کے متعلق ۱۸۶۵ء تک ہوتا رہا۔ علیحدہ رکھنا چاہیے۔ اور ہمیں ایک نیا راستہ نکالنا چاہیے۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شمالی ہندوستان میں کہیں اب تک یہ کوشش

نہیں کی گئی ہے کہ لگان میں دست اندازی کھلے بازاری کی جائے۔ قانون مجوزہ کے بموجب اسامیوں کی حالت میں قرار واقعی اصلاح کرنے کی بنیاد اس کو قرار دینا چاہیئے۔ زراعت میں ترقی اور رعایا کی رفاہ اور صلاح کامل کا مقتضی یہی ہے کہ کاشتکاران محض غیر محدود بیدخلی یا اضافہ لگان کے مستوجب نہ باقی رہیں بلکہ اُنکی قبضہ داری میں ایک نوع کا ثبات اور قیام حاصل ہو جائے۔

اولاً ہم کو یہ فرض کرلینا چاہیے کہ اودھ کے قانون لگان میں یہ غلطی ہے کہ کاشتکاران محض کے لگان کا دارومدار رقابت پر رکھا ہے۔ اور سرکار کا فرض ہے کہ جس طرح ممکن ہو کاشتکار کو ہمیشہ کی بیدخلی اور اضافہ سے بچائے۔ شاید اس امر کا تصفیہ کرنا ضروری نہیں ہے کہ مالکان آراضی کو جو خود مختارانہ اختیارات دیدئے گئے ہیں اُن سے کاشتکاروں کو اب تک کچھ ضرر پہونچا ہے یا نہیں۔ قانون موجودہ میں مالک آراضی کو نہ صرف یہ اختیارات دیدیے گئے بلکہ اُسکو ترغیب دی گئی ہے کہ اُن اختیارات کو ایسی کارروائی کے ذریعہ سے عمل میں لائے جو اسامی کے لیئے نہایت مضر ہے۔ اس قانون سے قبضہ داری کا تحفظ سال بھر کے بعد بالکل جاتا رہتا ہے۔ لہذا اسامی آراضی کو ترقی نہیں دے سکتا۔ نہ اچھی طرح کاشت کر سکتا ہے۔ اُس پر طرہ یہ ہے کہ بعض اوقات مالک آراضی اس اختیار کو انسداد اصلاحات آراضی کی غرض سے عمل میں لاتا ہے۔ اور خاص کر یہی وجہ قانون کو بدل دینے کی ہے۔ نیز یہ کہ چند روز ہوئے جوڈیشل کمشنر صاحب نے یہ حکم دیا ہے کہ عدالت بیدخلی کو اُس وقت تک موقوف نہ رکھے جبتک

معاوضہ اصلاحات کے دعوے کا فیصلہ ہو جائے یعنی اجرائے بیدخلی میں معاوضہ اصلاحات کے دعوے کا انتظار نہ کیا جائے۔ بلکہ اسامی کو بیدخل کرکے اس سے یہ کہ دیا جائے کہ وہ معاوضہ کے متعلق علیحدہ نالش دائر کرے۔

میرے نزدیک صرف تین تدبیریں ہندوستان کے مناسب حال ہیں۔ جن سے گورنمنٹ مالکان آراضی کے موجودہ اختیارات بیدخلی اور اضافہ لگان کو روک سکتی ہے اور اُنھیں مفید بنا سکتی ہے۔

(۱) یہ کہ کوئی خاص عہدہ دار مقرر کر دیا جائے جو تمام صوبہ میں جاکر لگان تشخیص کر دے۔ اور ایک قانون جمعبندی مالکان آراضی کے لیئے تا میعاد بندوبست بنا دیا جائے۔ یہ کام نہایت اہم اور پیچیدہ ہے۔ اور مجھے شک ہے کہ آیا ایسا فعل ہمارے موجودہ معاہدات مالگذاری کے خلاف تو نہ ہوگا۔

(۲) یہ کہ ایک خاص عدالت اس لیئے مقرر کر دی جائے کہ تمام تنازعات کا جو شرح لگان کے متعلق ہوں فیصلہ کر دیا کرے۔ تاکہ اضافہ یا تخفیف لگان نہ ہو سکے تاوقتیکہ عدالت اُسکو منظور نہ کر لے۔

(۳) تدبیر یہ ہے اور جو حال میں ایجاد ہوئی ہے کہ اسامی معاوضہ بیدخلی اور نیز معاوضہ اصلاحات پانے کے بعد بیدخل ہو۔ اس تدبیر سے یہ فائدہ ہے کہ یہ خود اپنا کام کریگی اور عدالت میں اُس وقت استغاثہ کرنے کی ضرورت ہوگی جب معاوضہ قانونی نہ دیا جائیگا۔

پہلے ہم کو کوائف اور حالات کی ٹھیک اطلاع ہونی چاہیئے۔
تب ہم اسکا تصفیہ کرسکتے ہیں کہ ہر سہ تدابیر مذکورہ بالا میں سے کون تدبیر کاشتکار
کو جابرانہ زیادہ ستانی سے محفوظ رکھنے کے لیئے درکار ہے۔ اور اودھ میں چل سکتی ہے۔
یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اس معاملہ میں جہاں تک ممکن ہو اودھ کے
مالکان آراضی کو ہم اپنے ساتھ رکھیں۔ ہم کو اس امر کا بھی اطمینان کرلینا چاہیئے
کہ جو کارروائی ہم کرینگے وہ کاشتکاروں کے حق میں ضرور مفید ہوگی۔ اب تک
ہمیں مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے خیالات اور خواہشات بخوبی معلوم
نہیں ہیں۔ اگر ہماری مداخلت اور دست اندازی سے ان دونوں فرقوں میں
باہم عداوت پڑجائیگی۔ اور مخالفانہ حقوق پیدا ہونگے تو ہمارے اس فعل سے
کاشتکاروں کو کچھ فائدہ نہ پہونچیگا۔
جب گورنمنٹ ہند نے تعلقدار سملاموٗ کے علاقہ کی واگذاری کا حکم
صادر فرمایا تھا جسکو لفٹنٹ گورنر اور چیف کمشنر سابق نے ضبط کرلیا تھا۔ تو
گورنمنٹ ہند نے ایک رپوٹ عموماً کاشتکاران اودھ کی حالت پر طلب فرمائی
تھی۔ میری رائے میں مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے موجودہ تعلقات کو
کامل طور سے تحقیق کرلینا چاہیے۔
اس وقت میں جہاں تک سمجھتا ہوں ایکٹ لگان اودھ کی کارروائی
جو اطلاعنامجات بیدخلی اور معاوضہ اصلاحات میں کیجاتی ہے وہ قابل ترمیم
ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تعلقداران اودھ بہ حیثیت مجموعی خود اس بات کے

قائل ہیں کہ اسامیوں کی قبضہ داری کا تحفظ ہونا چاہئیے۔ مجھ سے اکثر تعلقداروں سے لکھنؤ میں ملاقات ہوئی۔ اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ ان سب امور پر انکی راے معقول ہے۔ ان میں سے اکثر اس بات پر آمادہ تھے کہ موجودہ لگان پر دہ پانچ برس کے پٹے اپنے اسامیوں کو دیں۔ مگر دقت اُس وقت پڑتی ہے۔ جب یہ بحث کیجاتی ہے کہ کن ذرائع سے اور کس طریقہ سے لگان واجبی ایک میعاد تک مقرر ہو سکتا ہے۔

میں نے ایک سرکلر جاری کیا ہے کہ شرح لگان میں زیادہ تر تحقیقات کیجائے۔ اور گورنمنٹ ہند کی منظوری سے ایک تجربہ کار کمشنر یعنی میجر آرسکن کو جن سے تعلقداران اودھ بھی بخوبی واقف ہیں یہ حکم دیا ہے کہ اضلاع میں خود جاکر اس تحقیقات کی نگرانی کریں۔ اُنسے یہ کہدیا جائیگا کہ تعلقداروں کو اس تحقیقات کا مقصد خوب سمجھادیں تاکہ اُنکے دل میں خوف وہراس نہ پیدا ہو۔

لگان کی بحث میں اس امر کو میں نے فروگزاشت نہیں کیا ہے کہ ممکن ہے کہ چند مدت کے بعد اُن اُصول میں کچھ تغیرات کیئے جائیں جن پر ہماری مالگزاری اب تشخیص کیجاتی ہے۔ اگر اِن تغیرات کا یہ اثر ہو کہ تشخیص مالگزاری کو زیادہ تر ثبات و دوام حاصل ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ تغیرات اس طور سے کیے جائیں کہ مالکان اراضی کو ثبات اور قیام بخشنے کا سلسلہ جو اس سے بھی زیادہ دقیق ہے اُسکو حاصل کرنے میں کچھ مدد ملے۔ مگر میں اس بات کو صرف کنایتاً بیان کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو کہ میں نے اس سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔

اسکے بعد ۲۱ ر دسمبر ۱۸۸۳ء کو اوڈبرن صاحب سکریٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے گورنمنٹ ہند کو بذریعہ مراسلت یہ اطلاع دی کہ:-

"بمقدمہ تعلقدار سہلا مؤنواب گورنر جنرل بہادر نے اودھ کے کاشتکاروں کی حالت کے متعلق ایک رپوٹ طلب کی تھی۔ اور جو تحقیقات اس مسئلہ کے متعلق کی گئی ہے۔ اور جو نتائج سر الفرڈ لائل لفٹنٹ گورنر نے اس سے استخراج کیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

"ایکٹ لگان اودھ ۱۸۶۹ء میں جو نافذ ہوا تھا اُس میں ایک طرف تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ کاشتکاران محض کے لگان مقرر کرنے میں عدالت مال دست اندازی نہ کرے۔ اور دوسری جانب یہ حکم ہے کہ کوئی کاشتکار اپنی آراضی سے اُس وقت تک بیدخل نہ کیا جائے۔ جب تک کہ اطلاعنامہ بیدخلی تحصیل کے ذریعہ سے جاری نہ ہو"

مالکان آراضی کو بہت جلد تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ تبدیل اضافہ لگان پر اسامی کو راضی کرنے کے لیئے سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اطلاعنامہ بیدخلی جاری کر دیا جائے۔

۱۸۷۲ء میں اطلاعنامجات بیدخلی کم ہونے لگے تھے اور اُنکے کم ہونے سے گورنمنٹ کا اندیشہ بھی کم ہو گیا تھا۔ مگر ۱۸۸۳ء میں اُنکی تعداد یکایک پھر زیادہ ہو گئی۔ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں پھر توجہ ہوئی۔ ۱۸۷۹ء میں گورنمنٹ نے تحقیقات کا حکم دیا۔ اور بعد تحقیقات جو رپوٹ ہوئی اُس سے سر جارج کوپر کی

اس رائے کی تصدیق ہوئی کہ اطلاعنامہ بیدخلی کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسامی اضافہ لگان قبول کرنے پر راضی ہو جائے۔ اور دریافت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لگان میں اضافہ غیر معتدل اور ناواجب بہت کم کیا جاتا ہے۔

اس عرصہ میں وہ کاغذات بھی آ گئے جو حکام ضلع نے کمشنران قحط کے سوالات کے جواب میں لکھے تھے۔ اُن میں سے بعض سوالات کاشتکاروں کی حالت کے متعلق تھے۔ اور یہ سوالات اُس قسم کے تھے جو ۱۸۸۶ء میں کمشنران قحط کے حکم سے کیے گئے تھے۔

ان دو مرتبہ کی تحقیقات کے نتائج کا ضلع وار مقابلہ ۸۱-۱۸۸۰ء کی رپورٹ کے ریویو میں کیا گیا ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ دونوں مرتبہ حکام ضلع نے جو تحقیقات کی تھی اُس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ان رپورٹوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو ضلعوں میں اسامیوں کی حالت میں بہت ترقی ہوئی۔ اور پانچ اضلاع میں ترقی کے آثار محسوس ہوئے۔ چار ضلعوں کی حالت بدستور رہی یعنی نہ ترقی ہوئی نہ تنزل۔ البتہ ایک ضلع میں رعایا کی حالت قابل اطمینان نہیں پائی گئی۔ سوائے ان اضلاع کے جو ترائی میں ہیں اور جہاں کی رعایا بمقابلہ دیگر مقامات کے ہمیشہ آسودہ حال رہتی ہے۔ اور سب اضلاع میں عموماً اور قطعاً ترقی ثابت ہوئی۔ اسی ریویو میں انتخاب اُن رپوٹوں کا لکھا ہے جو بہ تعمیل حکم گورنمنٹ آف انڈیا طلب کی گئی تھیں۔ اور جن میں یہ درج تھا کہ بعد اجرائے اطلاعنامہ بیدخلی کس قدر اضافہ ہوا ہے۔

کمشنر صاحب لکھنؤ نے اُن رپوٹوں پر جو اُنکی قسمت کے ڈپٹی کمشنروں نے کی تھیں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ قوی وجوہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضلع لکھنؤ اور اُناؤ میں لگان میں اضافہ غیر واجب کیا جاتا ہے۔ اور ایسی صورتیں بھی معلوم ہوئیں جن میں اطلاعنامجات بیدخلی کی تعداد سے یہ قیاس نہیں ہوسکتا کہ کس حدتک اضافہ ہورہا ہے۔

کمشنر صاحب سیتاپور نے اپنا یہ یقین ظاہر کیا تھا کہ :۔

"اُنکی قسمت میں مالکان آراضی اس قابل نہیں ہیں کہ لگان میں اضافہ کرنے کی غرض سے اپنے اختیار بیدخلی کی بیجا تعمیل کرسکیں۔ اس لیے کہ اضلاع شمال کے اسامیوں میں ایسی رقابت نہیں ہے کہ وہ لگان واجب و معقول سے زیادہ دینا قبول کریں۔

کمشنر صاحب فیض آباد کی یہ رائے ہے کہ :۔

"تحقیقات سے اختیار اضافہ لگان کی تعمیل بیجا ثابت نہیں ہوتی بلکہ تینوں ڈپٹی کمشنروں کی رائے میں یہ اختیار اعتدال کے ساتھ عمل میں لایا گیا ہے۔ اور اطلاعنامجات بیدخلی کی تعداد سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ کسقدر اضافہ ہوا ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ مالکان آراضی کے نامحدود اختیار ہر وقت ظالمانہ ہوسکتے ہیں۔"

کمشنر صاحب رائے بریلی کی رائے ہیں۔

"اطلاعنامجات بیدخلی زیادہ ستانے کی غرض سے نہیں جاری کئے

گئے تھے۔ بعض مالکان آراضی اس سے مستثنے بھی ہیں۔ اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ بیدخلی کی دھمکی دیکر جو اضافہ لیا جاتا ہے وہ اُس سے زیادہ ہے جو اُسی قسم کے اور کاشتکار دیتے ہیں۔

اس تحقیقات سے لوگوں کو یقین ہوگیا تھا کہ اختیار بیدخلی و اضافہ عنقریب کم کر دیا جائیگا۔ اور وہ قاعدہ جو ممالک مغربی و شمالی میں جاری ہے اور جسکے بموجب بارہ برس کے قبضہ کے بعد اسامی کو حق قبضہ داری حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ اودھ میں بھی جاری ہونے والا ہے۔

گزشتہ تین سال میں اطلاعنامجات بیدخلی کی تعداد پندرہ ہزار سے چھپن ہزار تک رہی لیکن ۱۸۸۲ء میں اُنکی تعداد اکانوے ہزار ہوگئی۔

مالکان آراضی کی یہ حرکت اُس کارروائی سے کسی قدر رُک گئی جو گورنمنٹ نے تعلقدار سہلا مؤ کے متعلق کی تھی۔ اس تعلقہ کے مالک اپنے اختیارات بیدخلی و اضافہ کو سختی کے ساتھ عمل میں لاتے تھے۔ اور اُن فرائض کا لحاظ نہیں کرتے تھے جو بموجب سند تعلقداری اُن پر عائد ہوتی تھی۔ لہذا اُن کا علاقہ خام کر لیا گیا تھا۔ اور جب پھر یہ علاقہ واگذار کیا گیا تو تعلقدار مذکور کو یہ جتا دیا گیا تھا کہ جو حقوق از روے سند اُنھیں ملے ہیں وہ مشروط ہیں۔ اس لئے جب اُن ذمہ داریوں کا لحاظ نہ کیا جائیگا جو تعلقہ پر قابض رہنے کے متعلق ہیں تو گورنمنٹ کو لامحالہ حاکمانہ دست اندازی کرنی پڑیگی۔

مذکورہ بالا نقشوں اور رپورٹوں سے گورنمنٹ کو اودھ کے مالکان آراضی کی

بہت کچھ حالت دریافت ہوئی لیکن اُن سے صحیح نتائج نہیں نکالے جاسکتے تھے۔ اور اس بات کی ضرورت تھی کہ زیادہ تر وسیع تحقیقات کی جاوے۔ تاکہ مختلف اضلاع میں اضافہ لگان کی صحیح حالت معلوم ہوسکے کہ دراصل کس قدر اور کس پرتہ سے ہوا ہے۔ جن امور پر زیادہ واقفیت حاصل کرنی منظور تھی۔ وہ حسب ذیل تھے۔

(۱) گزشتہ دس بارہ برس میں کاشتکاران غیر قبضہ دار کی آراضی پر کس قدر اضافہ ہوا ہے۔

(۲) اضافہ عموماً ہوا ہے یعنی سب اسامیوں پر برابر اضافہ کیا گیا ہے۔ یا اُن اسامیوں کا لگان جو اب تک شرح کم دیتے تھے۔ وہ حال کی شرح تک پہونچادیا گیا ہے۔

(۳) آیا اضافہ اس قدر جلد اور بمقدار کثیر کیا گیا ہے کہ اب اسامیوں پر وہ شاق گزرتا ہے۔ اور آیا مالکان آراضی عموماً اُس حد تک اضافہ کرتے ہیں جسکو جابرانہ اور ناجائز زیادہ ستانی کہہ سکتے ہیں۔

دسمبر ۱۸۸۲ء میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہر ضلع میں پچاس ساٹھ مواضعات اُس تحقیقات کے لئے منتخب کرلئے جائیں۔ اور وہ مواضعات ایسے ہوں جس میں بڑی بڑی قسمیں قبضہ داری کی شامل ہوں۔ تاکہ اُن سے واجبی اور صحیح اندازہ کل دیہات کا ہوسکے۔ ہر ضلع میں خود ڈپٹی کمشنر یا اُنکا کوئی اسسٹنٹ جسکا درجہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سے کم نہ ہو۔ جاکر دیکھے۔ اور جو جمعبندیاں

بندوبست کے وقت داخل ہوئی تھیں اوراب تک داخل ہوئی ہیں۔
اُنکے ذریعہ سے اُن تغیرات کی جانچ پرتال کامل طور سے کیجائے۔ جو بندوبست کے بعد بارہ پندرہ برس کے عرصہ میں واقع ہوئی ہیں۔ گورنمنٹ کی منظوری سے ایک اسپشل کمشنر اس تحقیقات کی جانچ اور نگرانی کے واسطے مقرر کیا گیا تھا۔

جو مفصل رپوٹ میجر ارسکن صاحب اسپشل کمشنر کے پاس سے آئی وہ اُس کتاب میں درج ہے جس میں کاغذات متعلقہ حالت اسامیان مطبوعہ ۱۸۸۳ء شامل ہیں۔

یکم جون ۱۸۸۳ء کو میجر ارسکن صاحب نے ایک مراسلت کے ساتھ حکام ضلع کی رپوٹ گورنمنٹ میں ارسال کی تھی اور اپنی مراسلت میں خلاصہ نتائج تحقیقات اور نیز چند تجاویز بنابر ترمیم قانون لگان اودھ تحریر کئے تھے۔ یہ تحقیقات چارسو ستاسی مواضعات میں کی گئی تھی جنکی مالگذاری تقریباً تین لاکھ ستائیس ہزار اور رقبہ دو لاکھ پچھتر ہزار تھا۔

بہ استثنائے اضلاع گونڈہ۔ بہرائچ اور کھیری کے جہاں علی لگان کا اب تک بہت رواج ہے۔ جو دیہات منتخب کئے گئے تھے اُنکی نسبت یہ یقین کیا جاتا تھا کہ ہر ضلع کے حالات کے بخوبی مظہر اور کاشتکاریں کیونکہ وہ صرف ضلع کے مختلف حصّوں سے نہیں لیئے گئے تھے بلکہ سب قسم کی قبضداریوں سے چُن لیئے گئے تھے۔

جن اہم واقعات کی رپوٹ میجر ارسکن صاحب نے کی ہے وہ یہ ہیں۔

اودھ کی آبادی مجموعاً۔ چار سو نفر فی میل مربع ہے۔
لکھنؤ میں جو سب سے چھوٹا ضلع ہے لیکن جسمیں شہر کی آبادی کو بہت دخل ہے ۔ ۹۰۴

فیض آباد میں	...	...	...	۶۴۰
بہڑائچ میں	...	...	...	۴۲۰
کھیری میں	...	...	...	۲۸۷

منجملہ کل آبادی کے فیصدی ستر۔ کاشتکار پیشہ ہیں۔

فی صدی	...	چار	زمیندار ″
فی صدی		چھبیس	مزدور ″

تمام صوبہ میں تقریباً پونے بیس لاکھ کاشتکار پیشہ خاندان ہیں۔ اور ہر کاشتکار پیشہ خاندان بحساب اوسط پانچ ایکڑ رقبہ آراضی کاشت کرتا ہے۔ مگر جوتوں کی مقداریں مختلف ہیں۔ یعنی ضلع پرتاب گڈھ میں ۲ ⅔ ایکڑ۔ ضلع سلطانپور میں تقریباً ۸ ایکڑ کی جوتیں ہیں۔

یہ حساب رپورٹ مردم شماری سے لیا گیا ہے۔ اور جن دیہات میں تحقیقات ہوئی اُنکے نقشوں سے بھی اِس حساب کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس حساب میں اور ممالک مغربی وشمالی کے اُن اضلاع میں جو اودھ سے متصل ہیں کچھ بڑا فرق نہیں ہے۔

اس تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن دیہات میں تحقیقات ہوئی اُن میں زمانۂ بندوبست سے جوتوں کی مقداریں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے۔

نقشہ جات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آراضی مزروعہ مختلف قسم کے اسامیوں کی جوت میں حسب ذیل ہے۔

(۱) معافی داران	کے پاس	۵	فیصدی
(۲) مالکان آراضی	″	۹	″
(۳) مالکان ماتحت	″	۶	″
(۴) اسامیوں	″	۷۹	″

اسامیوں کی تعداد میں اسامی قبضہ دار بھی داخل ہیں۔مگر اُنکی تعداد بہت کم ہے یعنی کل کاشتکاروں میں عشاریہ پانچ فیصدی سے زیادہ نہیں ہیں۔ ممالک مغربی وشمالی میں صرف ۳۸ فیصدی آراضی مزروعہ کاشتکاران محض کے قبضہ میں ہے۔جو قبضہ داریاں زیر تحقیقات تھیں۔اُن کی تعداد ۲۸۴۷۷ تھی۔ اُن میں پانچ فیصدی ایسے ہیں جنکی کھیتوں کی تعداد یا لگان کی مقدار میں زمانہ بندوبست سے اب تک کوئی فرق نہیں پایا گیا۔اور فیصدی بارہ میں کھیت تو ویسے ہی پائے گئے جیسے زمانۂ بندوبست میں تھے۔ مگر لگان میں تغیر عظیم پایا گیا۔اور فیصدی ۳۶ میں آراضی اور لگان دونوں میں بڑا تغیر معلوم ہوا۔فیصدی ۴۶ قبضہ داریاں نئے اسامیوں کے قبضہ میں پائی گئیں یعنی جنھوں نے آراضی کاشتکاران قبضہ دار سے وراثتاً نہ پائی تھیں جو بندوبست کے وقت قابض تھے۔اور اگر یہ ضروری تحقیقات کی رپوٹ صحیح ہے تو تفصیل مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ اسامیوں کی قبضہ داری میں

ثبات وقیام شاذ و نادر ہے اور اُن میں تغیر و تبدل بہت ہوتا رہتا ہے۔
ہر ضلع میں ہر ما نہ بندوبست سے جس حد تک پر تہ لگان میں بحساب
اوسط اضافہ ہوا ہے وہ بر بنائے نتائج تحقیقات حسب ذیل ہے۔

(۱) لکھنؤ میں	اضافہ فیصدی	مہ عہ
(۲) اُناؤ "	"	عہ
(۳) بارہ بنکی "	"	لو عہ
(۴) سیتاپور "	"	مو سہ
(۵) ہردوئی "	"	سہ
(۶) کھیری "	"	لو عہ
(۷) فیض آباد "	"	لہ عہ
(۸) بہرائچ "	"	لہ للعہ
(۹) گونڈہ "	"	للو سہ
(۱۰) رائے بریلی "	"	مہ عہ
(۱۱) سلطان پور "	"	مو عہ
(۱۲) پرتاب گڈھ "	"	لو للعہ
اوسط کل صوبہ کا		للو عہ ۳/۵

میجر ارسکن صاحب نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ:-
"و نفس الامر میں اضافہ اس قدر نہیں ہوا ہے۔ جس قدر بادی النظر میں

معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ جو لگان دراصل دیا جاتا تھا وہ زمانہ بندوبست میں اکثر چھپا ڈالا گیا تھا۔ اور یہ اضافہ کچھ خلاف قیاس نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ اضافہ گرانی نرخ کے ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ اور جتنی شہادت ہم پہونچی ہے اُس سے گرانی نرخ ایک ہی زمانہ میں ۲۰ سے ۱۰ فی صدی تک سے کم نہیں معلوم ہوتی ہے۔

جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے اودھ میں جوتوں کی مقدار بحساب اوسط پانچ ایکڑ ہے اور اُن کا لگان بحساب اوسط تقریباً رو ۲۰ ہے۔

بنٹ صاحب نے ایک نہایت مفید یادداشت میں اودھ کے کاشتکار پیشہ لوگوں کی آبادی کی تصریح لکھی ہے۔ اُنھوں نے کاشتکاران محض کی تعداد منجملہ کل کاشتکاران کے تخمیناً اٹھاسی فیصدی قرار دی ہے۔ یہ تعداد کسی قدر اُس تعداد سے زیادہ ہے جسکی جانچ حال کی تحقیقات میں کی گئی ہے، مزدور پیشہ کاشتکاروں کو بہت کم مزدوری دی جاتی ہے جو اُن کی غذا اور لباس کے لیئے بالکل ناکافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قحط سالی میں اُنکا بڑا نقصان ہوا۔ فی الحال اس صوبہ کی کثرت آبادی مزدور اور کاشتکار دونوں پر شاق گزرتی ہے۔

اگرچہ قابضان آراضی کی تعداد کل آبادی میں صرف فیصدی چار نفر ہے۔ تاہم یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اودھ میں دو خمس سے زیادہ آراضی غیر تعلقداری ہے۔ مفصلۂ ذیل حساب اُن نقشہ جات سے اخذ کیا گیا ہے جو اودھ کے

انتظام مال کی رپورٹ ۱۸۸۲ء کے ریویو میں درج ہے۔

کل رقبہ آراضی جو گورنمنٹ سے زمیندار کو بلاواسطہ ملا ہے ۱۴۷۴۸۸۵۰ ایکڑ ہے۔ منجملہ اسکے ۸۷۵۰۹۷۰ ایکڑ تعلقداری ہے۔ یعنی فیصدی ۵۹ ایکڑ۔ اور باقی ماندہ ۵۹۸۹۸۸۰ ایکڑ۔ یعنی ۴۱ فی صدی ایکڑ تعلقداروں کے پاس ازروے سند تعلقداری ہے۔

بنٹ صاحب نے مالکان اعلیٰ اور مالکان ادنے کی تعداد اٹھارہ لاکھ لکھی ہے۔ اور کل رقبہ جو اُن کے زیر کاشت ہے دس لاکھ ساٹھ ہزار بیان کیا ہے۔ اور بہتر لاکھ دس ہزار ایکڑ کی کاشت۔ کاشتکاران محض کرتے ہیں

کاشتکاران محض کی بحث میں جب غور کیا جائے اُس وقت اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اودھ کے ایک بڑے حصہ میں کاشتکاری کا انتظام بصورت اُن تعلقات کے نہیں ہے۔ جو بڑے بڑے مالکانِ اراضی اور اُن کے اسامیوں میں معاہدے سے پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر زیادہ تر ستانی کے جو ابدہ چھوٹے چھوٹے زمیندار ہیں۔ اور جہاں آراضی کی کاشت کسیقدر زمینداروں سے متعلق ہے اور کسی قدر مستاجرانہ ہوتی ہے۔ وہاں مالکانِ آراضی اور اسامی دونوں فریق کا ایک حال ہے۔

جب یہ تحقیقات اودھ میں ہو رہی تھی۔ اُسی زمانہ میں انریبل میجر بیرنگ صاحب نے اپنی اسپیچ میں جو بنگال کے قانون لگان پر ۱۳ مارچ ۱۸۸۲ء کو دی تھی کچھ حساب اس غرض سے بیان کیا تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہندوستان کے

بڑے بڑے صوبوں میں زراعت سے کسی قدر دولت پیدا ہوتی ہے۔
ایک نتیجہ میجر بیرنگ صاحب نے یہ نکالا تھا کہ ممالک مغربی وشمالی واودھ اور بنگال میں زراعتی دولت بہ نسبت اور صوبجات کے بہت کم ہے۔ اور ممالک مغربی وشمالی واودھ کی حالت کسی قدر بنگال سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ ان صوبجات میں آبادی کی کثرت وکاروبار بمقابلہ بنگال کے زیادہ ہے۔ چونکہ اس نتیجہ کا تعلق اُن امور سے ہے جنکی اودھ میں تحقیقات ہورہی ہے۔ لہذا نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے ڈائرکٹر صیغۂ زراعت سے ایک یادداشت مرتب کرنے کا حکم دیا۔ اس یادداشت سے جو نتائج نکلتے ہیں اُن سے میجر بیرنگ صاحب کے کلام کی تصدیق نہیں ہوتی۔
غرضکہ اس تحقیقات سے میجر ارسکن صاحب نے یہ نتائج نکالے تھے کہ:۔
"اودھ میں اضافہ لگان بحساب اوسط بہت زیادہ نہیں ہوا ہے۔ بعد ختم تحقیقات حکام ضلع نے بالاتفاق یہ شہادت دی تھی۔ کہ اودھ کے مالکان آراضی جابرانہ اور ناجائز زیادہ ستانی کے ملزم نہیں ہوسکتے۔ اس شہادت میں میجر ارسکن صاحب نے اس شہادت کو بھی شامل کردیا ہے جو انکے بیس برس کے تجربہ پر مبنی ہے کہ کاشتکاروں کی حالت میں عموماً ترقی ہوئی ہے۔ اور بہ نسبت سابق کے اب اچھا کھاتے ہیں، اچھا پہنتے ہیں اور اچھے مکانوں میں رہتے ہیں"
باوجود اسکے صاحب موصوف نے اپنی یہ رائے بھی ظاہر کی تھی کہ کاشتکاروں کی اس عمدہ حالت کا قائم رہنا بہت دشوار ہے۔ کیونکہ ذرائع

آمدورفت میں ترقی اور غلّے کے بکثرت بیرونجات میں چلے جانے سے نرخ بہت گراں ہو گیا ہے۔ اسی کے ساتھ لگان میں بھی تقریباً اُسی قدر جلد زیادتی ہوئی ہے۔ اور جن اسباب سے گزشتہ دس سال میں نرخ میں کمی وبیشی ہوئی ہے غالباً آئندہ اُنکی قوت ایسی باقی نرہیگی۔ جیسی اب تک رہی ہے۔ حکام ضلع کی رائے اس امر پر متفق تھی کہ عمدہ زراعت کے فوائد کے لحاظ سے بالفعل قانون لگان میں کچھ ترمیم کی ضرورت ہے۔

فی الحال کاشتکار محض ایک سال سے دوسرے سال تک قابض رہتا ہے۔ اور ہر سال اُسکو یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اگر اضافہ لگان نہ قبول کریگا تو بیدخل ہو جائیگا۔ اور ہر سال مالک آراضی کا جب جی چاہے بلا وجہ بھی اُسکو بیدخل کرسکتا ہے۔ حکام ضلع اس رائے سے منفق ہیں کہ کاشتکار کی قبضہ داری کا زیادہ تر تحفظ کرنا لازم ہے۔ اور جب وہ اضافہ قبول کرلے تو چند سال تک وہ پھر اضافہ سے محفوظ رکھا جائے۔ اور اس بات کا تدارک کیا جائے کہ کاشتکار نے اپنی جوت میں جو اصلاحات کی ہوں اُن کا معاوضہ اُسکو ملے۔ اور کوئی کاشتکار اُس وقت تک بیدخل نہ کیا جائے جب تک اصلاحات کا معاوضہ اُسے نہ دیدیا جائے۔ اور اگر مالک آراضی کا اختیار بیدخلی بذریعہ اطلاعنامہ قائم رکھا جائے تو اُسکو حکم دیا جائے کہ مناسب طور سے کاشتکار کو اسکی اطلاع دے۔

جو تجاویز میجر آرسکن صاحب نے ان مقاصد کو برلانے کے لیے پیش کی تھیں وہ اُنکی مراسلت کے آخری تین فقروں میں درج ہیں۔ جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ میجر صاحب کو اُنکی عملی حالت سے پوری واقفیت ہے۔ اولاً انھوں نے
یہ تجویز کیا تھا کہ ہر ایک کاشتکار اُس تاریخ سے جب اُسکا آخری لگان مقرر
ہوا تھا یا اُس میں اضافہ ہوا تھا وہ سات برس تک اپنی آراضی پر قابض
رکھا جائے۔ یہ میعاد تجویز کرنے کی کوئی خاص وجہ اُنھوں نے نہیں بیان کی ہے۔
لیکن اُنکی رائے ہے کہ حالات موجودہ کے لحاظ سے یہ میعاد قبضہ داری کافی ہے۔

میعاد قبضہ داری کا معاملہ سہل ہے۔ البتہ اس امر میں دقتیں جب
پیدا ہونگی جب وہ میعاد ختم ہو جائیگی۔ میجر ارسکن صاحب کے نزدیک یہ بندوبست
مالک آراضی اور کاشتکار کی رائے پر چھوڑ دیا جائے کہ جس طرح چاہیں کرلیں
اسکے وجوہ اُنھوں نے یہ لکھے تھے کہ:۔

تحقیقات سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ مالکانِ آراضی نے اپنے موجودہ
اختیارات کو بیجا استعمال کیا ہے۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب تک مالکان
آراضی اور کاشتکاروں کے باہمی تعلقات دوستانہ رہے ہیں۔ اور یہ نہایت
ضروری ہے کہ ان دونوں فرقوں میں باہم عداوت نہ پیدا کی جائے۔ اور
اس امر کے جواز کی کوئی وجہ کافی نہیں ہے کہ مالکان آراضی کی منصفانہ
حکومت کاشتکاروں پر کم کر دی جائے۔ یا اُنکی وقعت اتنی کم کر دی جائے
کہ صرف لگان وصول کرنے والے رہ جائیں۔ اور میجر صاحب موصوف
سے بعض اکابر تعلقداران اودھ نے وعدہ کیا ہے کہ رعایا کی اصلاح حال
کے متعلق گورنمنٹ جو مناسب تدارک کریگی۔ اسمیں وہ گورنمنٹ کی اعانت کرینگے

میجر صاحب موصوف کی یہ بھی رائے ہے کہ عدالت کی کارروائی سے لگان مقرر کرنے میں ایسی وقتیں پیش آئنگی جس کا رفع کرنا دشوار ہے۔ اس پر میجر صاحب نے حسب ذیل اعتراضات کئے ہیں۔

(۱) اس امر کا تصفیہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ کن قطعات آراضی کی حیثیت اور نوعیت بالکل ایک ہے۔

(۲) ایسا انتظام عملدرآمد میں یکساں نہ رہیگا اور جن مالکان آراضی نے اپنے بعض اسامیوں کا لگان بڑھا دیا ہے انکو یہ ضرورت ہوگی کہ اور اسامیوں کا لگان بھی اُتنا ہی بڑھا دیں۔ اور جن مالکان آراضی نے معتدل اضافہ کیا ہے اور عموماً لگان کا پرتہ برابر رکھا ہے وہ اضافہ واجبی نہ پا سکیں گے۔

(۳) اگر اس تدبیر سے سب چھپر بند اسامیوں کا تحفظ ہو جائے جو مقصود ہے تو اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ چند مدت میں اضافہ لگان موقوف ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ جب لگان سب جگہ برابر ہو جائیگا تو اُس میں کمی وبیشی صرف اُس وقت ہوسکیگی جب اسامی اپنی آراضی چھوڑ دیں گے۔ یا مالک آراضی اُنھیں لیکر دوسرے کاشتکار کو دیدیگا۔

(۴) اس تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمام صوبہ میں اکثر مقامات میں کھیتوں کا لگان جو درج کاغذات ہے اُس سے واجبی اندازہ اُن کھیتوں کی حیثیت کا نہیں ہو سکتا۔

(۵) لوگوں کو اُن مقدمات میں بہ مجبوری نالش کرنا پڑیگی جسکا فیصلہ بہتر طریقہ سے وہ خود آپس میں کر سکتے تھے اور اُن نالشوں میں اُن کو بڑی ہریباری ہوگی اور مالک آراضی او کاشتکار میں عداوت پڑجائیگی۔

(۶) مالک آراضی کا بہت کچھ حق اُسکی جائداد سے جاتا رہیگا اور اُس کا رُعب اسامیوں پر کم ہوجائیگا۔

(۷) اضافہ لگان سے جو بدنامی ہوتی ہے وہ گورنمنٹ کو اور عدالتوں کو اُٹھانی پڑیگی۔

میجر آرسکن صاحب نے قبضہ داری کی میعاد قانونی ختم ہونے پر اضافہ جدید کی زیادتی کے انسداد کی یہ تدبیر تجویز کی ہے کہ جو کاشتکار اضافہ جدید قبول نہ کرنے کی وجہ سے بیدخل کیا جائے۔ اُسکو مالک آراضی سے سال بھر کا ازدقہ یعنی ۔ بطور معاوضہ بیدخلی دلایا جائے۔

میجر صاحب کی یہ بھی تجویز ہے کہ اطلاعنامہ بیدخلی بجاے ۱۵ اپریل کے یکم نومبر کو جاری کیا جائے تاکہ معاوضہ اصلاحات کے دعوے اور فیصلہ کی کافی مہلت مل جائے۔ اور گورنمنٹ کو یہ اختیار باقی رہے کہ جس علاقے میں مالک آراضی اُن احکام کو ٹال کر جن سے اُسکے اختیارات محدود و مقید ہوگئے ہیں اور زیادہ ستانی کرکے کاشتکاروں کا حال ابتر کردے تو اُس تعلقہ کو خام تحصیل کرلے۔

اس رپورٹ کے پیش ہونے کے قبل حکام ضلع کی رپوٹوں پر غور کرنے کے لیئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی اور جے۔ بی۔ لائل صاحب اُسکے پریسیڈنٹ مقرر

کیے گئے تھے۔ لیکن لائل صاحب کے رزیڈنٹ میسور مقرر ہو جانے کی وجہ سے یہ کمیٹی شکست ہو گئی۔ تاہم صاحب موصوف نے اُس شہادت کو جو اسپشل کمشنر نے تحریر کی تھی جانچنے کے بعد اپنی ایک یادداشت لکھتے گئے تھے۔ اور ایک یادداشت بنٹ صاحب نے جو اُس کمیٹی کے ایک ممبر تھے لکھی تھی۔

لائل صاحب نے اپنی یادداشت میں وہی تجاویز لکھے ہیں جنکو میجر آرسکن صاحب نے اپنی تحریر میں مفصل بیان کیا ہے۔ اور بنٹ صاحب نے اُنکو معاوضہ بیدخلی پر شک ظاہر کیا ہے۔ تاہم عموماً اُن تجاویز سے اتفاق رائے کیا ہے۔

اسامی کو دوبارہ قبضہ دینے کی تجویز تو عمداً نکال ڈالی گئی۔ کیونکہ دوبارہ قابض ہونے اور حق قبضہ داری میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جیسا لائل صاحب نے فرمایا ہے۔

اگر میعاد قانون ختم ہونے پر مالک آراضی ایک شریر اسامی کو بیدخل نہ کرسکیگا تو اُسکا اختیار اور وقار اس قدر کم ہو جائیگا کہ اُسکی جائداد کی قیمت اور اُسکا منافع بہت گھٹ جائیگا۔"

لائل صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ اس بات کی ضرورت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے کہ مالکان آراضی سے یہ اختیار لے لیا جائے۔ اسامیوں کا کوئی حق نہیں ہے جس کی بنا پر ایسا قانون بنایا جائے۔ اور میری رائے میں گورنمنٹ کو یہ حق نہیں ہے کہ ایسا تغیر اودھ میں محض خیالی وجوہ سے کرسکے۔"

اس بارہ میں میجر آرسکن صاحب و دیگر ممبران کمیٹی نے لائل صاحب کی

رائے سے اتفاق کیا تھا۔ اگر مالک آراضی کا یہ اختیار باقی رکھا جائے کہ کسی میعاد قانونی کے ختم ہونے پر وہ اسامی کو بیدخل کر دے اور صرف معاوضہ بیدخلی دیدے۔ تو پھر یہ ضرور ہے کہ یہ سوچ لیا جائے کہ جو کوئی قاعدہ معاوضہ بیدخلی کا تجویز کیا جائے اُسکا عملدرآمد کیا ہو گا۔

دُنیا کے مختلف حصوں کے لگان کی تاریخ میں معاوضہ بیدخلی ایک اختراع جدید ہے۔ جسکے عملدرآمد کی کیفیت تجربہ سے کم دریافت ہوئی ہے مگر تین ضابطے معاوضہ بیدخلی کے ایجاد ہوے ہیں۔

(۱) جو آئرلینڈ کے قوانین جدید میں لکھا ہے کہ معاوضہ بیدخلی کی مقدار میں تغیر نہ ہو سکے اور زیادہ مقدار رکھی جائے اور عدالت کو اختیار دیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ جو حد مقرر کر دی جائے اُس حد کے اندر جتنا معاوضہ چاہے دلا دے۔

(۲) جو ممالک متوسط میں اختیار کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اضافہ اور لگان سابق میں جو تفاوت ہو اُسکا چھ گُنا یا سات گُنا معاوضہ دلایا جائے۔

(۳) جو میجر آرسکن صاحب نے تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر کا لگان بلکہ اُس سے کم معاوضہ دیا جائے

جو طریقہ معاوضہ بیدخلی کا آئرلینڈ کے قانون آراضی مجاریہ ۱۸۷۰ء میں قرار دیا گیا ہے اُس سے اسامی کا تحفظ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

ممالک متوسط کے قاعدہ میں جو معاوضہ بیدخلی کے متعلق ہے ظاہرا

یہ خوبی معلوم ہوتی ہے کہ معاوضہ کی مقدار اضافہ کے مطابق رکھی گئی ہے لیکن اس قاعدہ سے ممکن ہے کہ اضافہ بھی ہو اور مالک آراضی کو یہ ترغیب ہو کہ وہ اپنا اختیار اضافہ کو اعتدال کے ساتھ عمل میں لائے۔ مگر کلام اسمیں ہے کہ آیا عملدرآمد میں بھی اس قاعدہ کا یہی اثر ہوگا۔

میجر آرسکن صاحب کی تجویز کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ جب معاوضہ ایک رقم معین ہوگی تو اُسکا اثر لگان کے نرخ بازار کی کمی وبیشی پر موقوف ہوگا۔ اور جب نرخ لگان زیادہ ہو جائیگا تو مالک آراضی اُس معاوضہ کو بیدخلی کا جرمانہ سمجھے گا۔ اور جب نرخ لگان یکساں رہیگا یا کم ہو جائیگا تو معاوضہ قوی مانع بیدخلی کا ہو جائیگا۔

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ صرف ایک تدبیر قانونی میعاد قبضہ داری کی ایسی ہے جس سے جمہور کاشتکاران کا فائدہ عظیم ہے۔ اس میعاد میں وہ بیدخلی سے محفوظ رہیں گے۔ اور جبتنی قابلیت مخفی ترقی آراضی کی اُن میں موجود ہے اُسکو دکھا دینے کا حوصلہ اُنھیں پیدا ہوگا۔ جیسا کہ کورٹ کے علاقوں کے تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس قاعدہ سے جدید حالتیں پیدا ہونگی۔ اوّل تو اس سے کھیتوں کی تعداد کم ہو جائیگی۔ جن پر ہر سال بازار رقابت گرم رہتا ہے۔ اور جو کھیت وقتاً فوقتاً خالی ہونگے اُن پر اور زیادہ شدت سے رقابت ہوگی دوسرے اس سے آراضی کی قدر اس قدر بڑھ جائیگی کہ کاشتکار پہلے

سے زیادہ اضافہ دینا قبول کریگا۔ اسکے ساتھ مالک آراضی کا یہ اختیار بھی زیادہ ہوجائیگا کہ وہ بیدخلی کی دھمکی دے کر جو شرائط چاہیگا آسانی سے قبول کرالیگا۔ پس جہاں تک اودھ کے کاشتکاروں کی حالت اور لگان آراضی اور اُنکے باہمی تعلقات نقشہ جات۔ رپوٹوں۔ شخصی تحقیقات۔ تجربہ کار حکام۔ اور ہندوستانی رئیسوں سے استصواب کر کے دریافت کرنا ممکن تھا۔ اور جہاں تک موجودہ قانون کے ترمیم کرنے کا مواد فراہم کرنا ممکن تھا۔ وہاں تک تو اُن امور پر ایک رائے قائم کرنے کا مواد فراہم ہوگیا ہے۔

لیکن سترہ سال کا عرصہ گزرا کہ اودھ میں حقوق قبضہ داری کاشتکاران کا تفحص و تجسس کیا گیا تھا اور جو حقوق اس قسم کے پائے گئے تھے وہ قانوناً درج رجسٹر مال کیئے گئے تھے۔ اور اُسی زمانہ تحقیقات اور مباحثوں کے بعد چند نتائج درباب حقوق قبضہ داری رواجی نکال کر رپوٹ کی گئی تھی اور بعد ازاں ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء میں اُنکا اندراج کردیا گیا تھا۔ مگر اب ہمکو حقوق قبضہ داری رواجی کے احاطہ سے قدم باہر نکال کر عام زراعتی قبضہ داریوں کے میدان وسیع میں آنا پڑا ہے۔ اور مالک آراضی اور اسامی کے باہمی تعلقات کو جس حیثیت سے کہ وہ ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء میں قائم ہوئے ہیں دیکھکر یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ آیا اُن میں کچھ اصلاح بھی ہوسکتی ہے؟۔

پس یہ امر غور طلب ہے کہ اودھ کے کاشتکاران محض کی قبضہ داری اور مستاجرانہ ٹھیکوں کا جنپر ایک بڑے رقبہ آراضی کی کاشت موقوف ہے۔

کس طریقہ سے قانونی دستاندازی سے ایک ضابطہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس مقام پر یہ بھی عرض کیا جاتا ہے کہ جو قانون ہم بنائیں گے وہ بے دلیل ہوگا۔ جس بات کی ضرورت ہے اُسے ہم خوب جانتے ہیں لیکن ایسے واقعات ہم کو میسر نہیں آئے ہیں جسکی پابندی ہم اپنے اغراض کے لحاظ سے کر سکیں۔

کمشنرانِ قحط کا یہ بیان ہے کہ:۔

"سب فرقوں کے حق میں بہتر یہی ہے کہ ایسے قوانین جاری کیے جائیں۔ جن سے کاشتکار محض کے منصفانہ حقوق کا تحفظ ہو۔ اور اُسکی حیثیت میں قیام واستحکام ہو جائے۔ لیکن سب قسم کی قبضہ داری یا آراضی کے واقعات تاریخی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لگان دینے والے اور لینے والے کے باہمی تعلقات جو صرف معاہدہ پر مبنی ہیں نہ حق ملکیت پر۔ قانون کے ذریعہ سے منضبط کیے گئے ہیں۔ اور جب اُن کے منافع زراعت کے حصوں کا قانوناً اندازہ کیا گیا ہے۔ تو اس آزمائش میں پوری کامیابی کبھی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ اودھ میں جو قانون اب جاری کیا جائے وہ امتحاناً جاری کیا جائے۔ اور ابتدا ہی میں بہت زیادتی نہ کیجائے۔ کیونکہ اودھ میں ہمنے خود باضابطہ طور پر ایسی رعایتیں کی ہیں اور ایسے عہد کر لیے ہیں کہ یہاں تو ہم یہ حجت بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگرچہ رفاہ عام اور مصالح وقت کے اصول۔ اصلاحات

ضروری کو عمل میں لانے کے جواز کے لیئے کافی ہیں۔ تاہم اُن سے ایک ایسی مختلف بنیاد پیدا ہوتی ہے جسکی تجدید آسان نہیں ہے۔

نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی رائے میں عمدہ وجوہ اس بات کے موجود ہیں کہ یہ بحث کیوں نہ کی جائے کہ اودھ میں بھی اُن حقوق قبضہ داری کے جاری ہونے اور پیدا ہونے کی اجازت دی جائے جو امتداد قبضہ سے اسامی کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہ انتظام ممالک مغربی و شمالی میں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ مگر جیوں جیوں مالک آراضی اور کاشتکار کو اپنی حیثیت قانونی معلوم ہوتی جاتی ہے۔ اور لگان کا نرخ بازار گراں ہوتا جاتا ہے۔ اور مکمل ملکیت آراضی کی قدر بڑھتی جاتی ہے۔ اُسی قدر یہ حقوق قبضہ داری کا انتظام رشک وحسد اور فتنہ و فساد کا باعث ہوتا جاتا ہے۔

یہ انتظام صرف اس طور سے قائم رہ سکتا ہے کہ حقوق قبضہ داری جیوں جیوں پیدا ہوتے جائیں۔ وہ مالکان آراضی کے شر سے محفوظ ہوتے جائیں ورنہ وہ اُنکے انسداد و استیصال کُلی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرینگے۔

جب تک حقوق قبضہ داری کا نشو و نما طبعی ہوتا رہا۔ اور جب تک اس مُلک کے حالات اور ضرورتیں اُنکی موئید رہیں۔ اُس وقت تک وہ حقوق مفید رہے۔ مگر جب اُن حقوق سے یہ تدبیر کیجائیگی کہ مالک آراضی کی مرضی کے خلاف کاشتکار اُنکی جائداد کا شریک اور حصہ دار بنا دیا جائے بس اُسی وقت سے عداوت پیدا ہونے لگے گی۔ اور غالباً اُن حقوق کا مقصد بر نہ آئیگا۔

اب رہی یہ تدبیر کہ مالک آراضی اور اسامی دونوں کو اجازت دیجائے کہ جب اُن میں واجبی لگان کی بابت جھگڑا ہو تو اُسکا فیصلہ عدالت سے کرالیں۔ اس بارہ میں بعد غور کامل نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کی یہ رائے قرار پائی ہے کہ ایسے تنازعات میں عدالت سے رجوع کرنا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہے۔ ان وجوہ سے کہ ہنوز یہ یقین نہیں ہے کہ معاوضہ بیدخلی کا قاعدہ کہاں تک مانع بیدخلی ہوگا۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کاشتکار قابض کو تجدید پٹہ کا اختیار دیا جائے۔ مگر یہ اختیار اُس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ اختیار اضافہ کسی طور سے محدود نہ کردیا جائے۔ اور معاوضہ بیدخلی کے قاعدے سے اس اختیار کا محدود ہوجانا صرف ایک قیاسی بات ہے۔

کمشنر صاحب سیتاپور نے میجر آرسکن صاحب کی تجویز معاوضہ بیدخلی کی تائید کی ہے۔ اور کمشنر صاحب لکھنؤ کی رائے میں معاوضہ بیدخلی کا اصول غیر ضروری ہے۔ اور مالک آراضی کے حق میں مداخلت بیجا ہے

کمشنر صاحب رائے بریلی نے یہ لکھا ہے کہ۔

"معاوضہ اضافہ کا سہ چند رکھا جائے۔" اور

کمشنر صاحب فیض آباد نے معاوضہ کے اصول کو تو قبول کرلیا ہے۔ لیکن اُسکو دو باتوں پر موقوف رکھا ہے۔ یعنی تعداد لگان اور مقدار اضافہ دونوں پر اور اضافہ کو محدود کردیا ہے کہ ایک وقت میں اس سے زیادہ اضافہ نہ کیا جائے۔

میجر آرسکن صاحب کی اس تجویز میں تین اعتراضات کیے گئے ہیں۔

(۱) یہ کہ اس سے کاشتکار قابض کو دوبارہ قبضہ کرنیکا حق نہیں حاصل ہوتا۔
(۲) یہ کہ اس سے مالک اراضی کو زیادہ ستانی کی ترغیب ہوتی ہے یعنی جب وہ کاشتکار قابض کو بیدخل کریگا تو نئے کاشتکار سے زیادہ سے زیادہ لگان لیگا۔
(۳) یہ کہ اس سے معتدل اضافہ کی ترغیب نہیں ہوتی۔ اس لیئے کہ ہر مقدار کے اضافہ کا جرمانہ جسکے بعد اسامی کو بیدخل ہو جانا پڑتا ہے۔ ایک ہی رکھا گیا ہے۔

اگر مالک اراضی اور کاشتکار کے باہمی معاہدات کے انضباط کی کوشش کرنا لازم ہے تو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے نزدیک ذیل کی تدابیر سے بہتر اور کوئی مؤثر تدبیر گورنمنٹ ہند کے ملاحظہ میں نہیں پیش کی جاسکتی۔
(۱) اسامی قابض کو ہر حالت میں ایک میعاد قبضہ داری دی جائے۔ جو اُس تاریخ سے جب اُسکا لگان سب سے آخر میں مقرر ہوا ہو سات برس تک رہے۔
(۲) بعد انقضائے میعاد قانونی اُس اراضی پر جو اضافہ لگان کیا جائے۔ وہ لگان موجودہ پر ۶¼ فیصدی یعنی ایک آنہ فی روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ اور کاشتکار قابض کو ایسے لگان پر جو اُس حد کے اندر ہو تجدید پٹہ کا اختیار دیا جائے۔
(۳) لوکل گورنمنٹ کو یہ اختیار ہوگا کہ ہر ضلع یا جزضلع میں ایسی میعاد کے

اندر جو سات برس سے کم نہ ہو اضافہ کی حدیں کمی و بیشی کرے۔

(۴) مالک آراضی کو یہ اختیار ہوگا کہ میعاد قانونی گزر جانے کے بعد اگر اُس نے کاشتکار قابض سے کچھ شرائط نہ طے کر لیئے ہوں تو اُس پر اطلاع نامہ اضافہ لگان یا اطلاعنامہ بیدخلی کی کارروائی جو اُسکی خواہش ہو کرے۔ مگر نئے کاشتکار سے بھی اُس آراضی پر ۱۲ ½ فیصدی سے زیادہ اضافہ وصول نہ ہو سکیگا۔ اور اگر مالک آراضی اطلاعنامہ بیدخلی جاری کر کے کاشتکار کو دوبارہ قابض ہونے کا اختیار نہ دے تو معاوضہ بیدخلی بقدر اُس لگان سالانہ کے ہوگا۔ جو سب سے آخر میں دیا گیا ہو۔ اور کاشتکار بیدخل ہونے سے پیشتر معاوضہ اصلاحات پانے کا مستحق ہوگا۔

(۵) ہر وقت بعد انقضائے میعاد قانونی قبضہ داری کے۔ اور قبل قرار پانے نئی میعاد کے مالک آراضی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ کاشتکار پر نالش کر کے اُس قدر رقبہ سے جو اُسکی کاشت کی ایک چوتھائی سے زیادہ نہ ہو۔ بلا معاوضہ بیدخلی اُسکو بیدخل کر دے۔ مگر عرضیدعوے میں بیدخلی کے وجوہ لکھدے۔ اور یہ وجوہ معقول اور کافی اور لائق اطمینان عدالت ثابت ہو جائیں۔

(۶) حق تجدید پٹہ کاشتکار قابض کا ذاتی حق ہوگا۔

(۷) جب کبھی لوکل گورنمنٹ کو اطمینان ہو جائے کہ کسی تعلقہ میں

اسامیوں کی حالت میں تنزل عظیم ہوا ہے یا سنگینی لگان کی وجہ سے رقبہ مزروعہ کم ہو گیا ہے تو وہ ایک عہدہ دار کو مقرر کرے کہ لگان میں ترمیم کر کے ایسی میعاد تک جو دس برس سے زائد نہ ہو۔ اُس لگان کو حکماً مقرر کر دے۔

ان تجاویز میں مالک آراضی اور کاشتکار دونوں کے نفع و ضرر کے لحاظ سے غور ہونا چاہیے۔

غرضکہ ان تجاویز سے مالک آراضی کو تیس برس کی میعاد بندوبست موجودہ میں چار مرتبہ اضافہ کرنے کا موقع ملے گا۔ اور بشرط موافقت زمانہ اُس میعاد میں وہ ۵۰ سیکڑا تک اضافہ کر سکے گا۔ اور گزشتہ تجربہ سے اُسے اُسی قدر اضافہ کرنا جائز بھی ہے۔ پس ان تجاویز سے مالکان آراضی کو محل شکایت باقی نہ رہیگا۔ بلکہ اس انتظام سے وہ یہ سمجھ کر راضی ہو جائیگا کہ لگان کی حد مقرر ہو جانے سے آئندہ بندوبست مالگذاری میں جسکی نسبت گورنمنٹ کا منشا ہے کہ لگان واقعی کی بنیاد پر آئندہ جمع تشخیص کی جائے۔ اُس کو فائدہ ہو گا۔ اس لیے کہ تجاویز مذکورہ بالا اگر منظور کر لیجائیں تو یہ لازم ہو گا کہ آئندہ بندوبست میں گورنمنٹ کا مطالبہ واقعات مندرجہ کاغذات کی بنیاد پر قرار دیا جائے۔ نہ یہ کہ محض تخمینوں پر تشخیص کیا جائے یعنی آئندہ تحقیق شدہ مسلم الثبوت حسابات پر تشخیص جمع مبنی ہو گی۔ نہ کہ قیاسی اور اور فرضی حسابات پر۔ جو محض تشخیص کنندگان مالگذاری کی رائے پر منحصر

ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کوئی بات جس سے لگان محدود ہو جائے وہ مالگذاری کو محدود کر دینے کا باعث ضرور ہو گی۔ اور اس طرح سے مالکان آراضی کو تشخیص آئندہ کے شرائط اور حدود معلوم ہو جائیں گے۔

علاوہ اسکے مالک آراضی کو کاشتکار کی بیدخلی کا اختیار ہو گا۔ گو یہ اختیار بہت محدود ہو جائیگا۔ مالک آراضی کو بیدخلی کا اختیار دینے میں یہ بات بھی مدنظر تھی۔ کہ جس صورت میں مالک آراضی کو اپنے جوان جوان بیٹوں کے گزارہ کے لیے آراضی درکار ہو تو اُسے آسانی سے مل جائے۔ اور اسی خیال سے یہ تجویز کی گئی ہے کہ کاشتکار ایک جز آراضی سے بلامعاوضہ بیدخل ہو سکتا ہے۔

اِس قاعدہ سے کہ کاشتکار کے حقوق ذاتی ہونگے۔ آراضی کا لگان مقرر کرنے میں نرخ بازار کی بڑی گنجائش باقی رہیگی۔ اور اس قسم کا کوئی موقع رہنا بہ لحاظ فوائد کاشتکاران ضروری ہے۔ تاکہ وہ آراضی کو شکمی کاشت پر دے کر خود محض ایک بیکار درمیانی نہ رہ جائیں۔ جیسا کہ ممالک مغربی و شمالی کے کاشتکاران قبضہ دار میں علی العموم جاری ہے۔ یا آراضی کو رہن نہ رکھیں جیسا کہ قسمت بنارس وغیرہ کی موروثی قبضہ داریوں میں باوجود قانونی ممانعت کے ہوا ہے۔

پس دو قسم کے درمیانی آدمی ہوئے اور ان میں سے ہر قسم کے درمیانی ماتحتی میں جو اسامی فی الواقعی آراضی کو کاشت کرتا ہے اُسکا حال آخر میں

اُس سے بھی بدتر ہو جائیگا جیسا ابتدا میں تھا۔

قطع نظر اسکے میجر ارسکن کی یہ دلیل قوی معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو اسامی کسی ایکٹ لگان کے نافذ ہونے کے وقت اتفاقاً چند قطعات اراضی پر قابض ہوں۔ اُنکو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ اُن قطعات پر دواماً قابض رکھے جائیں اور بیرونی اسامی جو اُس میں سے اراضی پانے کے امیدوار ہوں وہ بالکل محروم کردئے جائیں۔

کاشتکاران پران تجاویز کا اثر کم سے کم یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک کاشتکار کے لگان یا اراضی میں ایک میعاد معین تک دست اندازی نہ ہوسکے گی۔ اور اُسکو اس بات کا موقع ملیگا کہ اصلاحات کو عمل میں لاکر اراضی کو بہ استحکام اپنے قابو میں کرے۔ پس اس طرح سے اُسکو اُن کاشتکاروں کی طرح تردد اراضی کی ترغیب ہو جائیگی جن کے ہاتھوں سے فی الواقعی اس ملک کی زراعت میں ترقی ہوئی ہے۔

یہ استدلال کیا گیا ہے کہ غیر تعلقداری زمینداریوں میں۔ جن میں اس صوبہ کے رقبہ کا دو خمس شامل ہے۔ معاوضہ بیدخلی کے قاعدے سے بہت کچھ بیدخلی کا انسداد ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ چھوٹے چھوٹے زمیندار معاوضہ بیدخلی نہ دے سکیں گے۔ اور حصہ داران دیہی یا شرکائے بھیا چارہ کو رشک وحسد و نفاق باہمی اس قاعدہ کی تعمیل سے مانع ہوگا۔

اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ کاشتکاران علیٰ۔ پاہی کاشت۔

مستاجران۔ کاشتکاران شکمی یا پٹہ داران آراضی نو توڑ بھی اس قاعدہ کے اثر سے محروم نہ کیے جائیں۔ کیونکہ قانون لگان کی ترمیم کا صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ اضافہ غیر واجبی رُک جائے۔ بلکہ یہ بھی منظور ہے کہ قابض حال کی قبضہ داری زیادہ تر تحفظ ہو جائے۔

لگان غلئی میں جو مقدار غلہ کی بطور لگان مقرر ہو جاتی ہے۔ اُس میں جلد کمی و بیشی نہیں ہو سکتی۔ مگر کاشتکار غلئی بھی بیدخلی سے تحفظ کا ویسا ہی مستحق ہے جس طرح کہ کاشتکار جمعی۔

اسکے متعلق بعض تعلقداروں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جو اسامی دو سال برابر اپنی نصف آراضی کو کاشت کرنے سے قاصر رہے وہ بیدخل کیا جائے۔ اور اس امر کا فیصلہ حسب رواج مقامی کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

اسکے متعلق کمشنر صاحب سیتا پور کی تجویز ہے کہ جو کچھ ترمیم بالفعل قانون میں کیجائے۔ اُسکے اثر سے بعض قطعات آراضی اودھ کے مستثنےٰ کر دیے جائیں کیونکہ اس صوبہ کے شمالی حصوں میں لگان رسم و رواج کی بنیاد پر ہے۔ اور رقبہ مزروعہ میں فصل کے اعتبار سے اختلاف ہوتا رہتا ہے اور ہر فصل میں لگان کا تصفیہ علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

ضلع کھیری کی رپورٹ بندوبست سے گورنمنٹ ہند کو ایسی ہی ایک قطعہ آراضی کی مفصّل کیفیت معلوم ہوئی ہوگی۔ جہاں زراعت قبضہ داری اور لگان اس قدر تغیر پذیر ہیں کہ ایک زمانہ میں یہ تجویز ہوا تھا کہ ہر سال تشخیص

جمع فصل کی کیفیت کے موافق کردی جایا کرے۔ اس لیئے جو رقبہ جات آراضی ان تجاویز سے مستثنےٰ کیے جائیں وہ بہ آسانی ایک فہرست میں درج ہو سکتے ہیں۔

کاشتکاران شکمی کے متعلق سوائے بنٹ صاحب کے سب حکام کی یہ رائے ہے۔ کہ اراضی کو شکمی کاشت پر دینے سے جتنے حقوق و اختیارات اصلی کاشتکار کے اس آراضی کے متعلق ہیں جو شکمی کاشت پر دی گئی ہے وہ سب زائل ہو جائیں گے۔ جب یہ اختیارات کاشتکار کے ذاتی ہیں اور اُسے اس لیئے دیے گئے ہیں کہ اُسکو زراعت میں زیادہ محنت کرنے کی اور دل لگانے کی ترغیب ہو، تو اُس سے بھی یہ لازم آتا ہے کہ جب تک وہ خود کاشت کرے۔ اسی وقت تک یہ حقوق اُسکو حاصل رہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ جو کاشتکار اپنی آراضی کو بلا اجازت مالک آراضی شکمی کاشت پر دیدے تو وہ کاشتکار اصلی۔ بتجدید قبضہ داری یا معاوضہ بیدخلی کے حق سے محروم ہو جائیگا۔

علاوہ مذکورۂ بالا امور کے اور بھی باتیں ایسی ہیں جن کو بحث کر کے طے کرنا پڑیگا۔ اور اُن میں سے خاص خاص باتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) کس طریقہ سے تغیرات لگان یا قبضہ داری درج کاغذات کیے جائیں۔

(۲) اسامی کو کہاں تک استعفا دینے کا اختیار دیا جائے۔

(۳) کن تاریخوں تک اطلاعنامجات بیدخلی جاری کیے جائیں۔ اور اُن پر عذرداری کی جائے۔

(۴) مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے حقوق درباب اصلاحات کیا رکھے جائیں۔

(۵) کس قسم کے اصلاحات کا معاوضہ پانے کا کاشتکار مستحق سمجھا جائے
(۶) کس طریقہ سے کاشتکار کے اصلاحات کے معاوضہ کی تشخیص کیجائے۔
(۷) جب میعاد قانونی ختم ہونے پر مالک آراضی نہ تو اضافہ لگان کرے اور نہ اطلاعنامہ بیدخلی جاری کرے تو کیا کارروائی کیجائے۔
(۸) عدالتوں کو لگان روک دینے کے کیا اختیارات دیے جائیں۔
(۹) آراضی نوتوڑان تجاویز سے مستثنےٰ کیجائے یا نہیں۔
(۱۰) کاشتکاران قبضہ دار جو بالفعل موجود ہیں۔ اُنکی قبضہ داری کے کیا شرائط قرار دیے جائیں۔

فقرات مندرجۂ بالا میں اُن سب تدابیر اور تجاویز پر غور کیا گیا ہے جو بپابندی بعض قیود قانونی کاشتکاروں کے تحفظ کے لیے قرار دیے گئے ہیں۔

اگر گورنمنٹ ہند ان تجاویز کو قبول فرمائیگی تو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو امید ہے کہ مجوزہ انتظام سے ایک نہایت قابل عمل قانون کاشتکاران اودھ کے تحفظ اور اُنکی اصلاح حال کے لیے بن سکتا ہے "

مراسلت مذکورۂ بالا کے جواب میں صاحب سکریٹری گورنمنٹ ہند نے بذریعہ تحریر مورخہ ۱۲؍ اپریل ۱۸۸۶ء یہ اطلاع دی کہ

" اس میں شک نہیں ہے کہ اکثر صورتوں میں بہت کچھ اضافہ لگان کیا گیا ہے۔ مگر اودھ کے مالکان آراضی پر جابرانہ اور خودرایانہ زیادہ ستانی کا الزام نہیں عائد ہوتا۔ بلکہ رعایا کی حالت میں عموماً ترقی ہوئی ہے ۔ لیکن اکثر

اسباب سے اُسکے ابتر ہو جانے کا خوف ہے۔ اور چونکہ اراضی پر رقابت بڑھتی جاتی ہے اور کاشتکاروں کا تحفظ نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا اس امر کا احتمال ہے کہ لگان میں ہمیشہ اضافہ ہوتا جائیگا۔

تمام حکام ضلع کا اتفاق ہے کہ اودھ کے قانون لگان میں کچھ ترمیم کی ضرورت ہے تاکہ زراعت عمدہ طور سے ہو اور کاشتکار کی قبضہ داری میں زیادہ تر ثبات واستحکام حاصل ہو۔ اور خودرایانہ بیدخلی اور اضافہ لگان سے اُسکا تحفظ کیا جائے۔ ان نتائج کی تائید میں شہادت کا ایک انبار پیش کیا گیا ہے۔ اور آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ لوکل گورنمنٹ نے اُنھیں قبول کر لیا ہے۔

نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل نے ان تجاویز پر اور اُن دلائل پر جو اُنکی تائید میں لکھے گئے ہیں غور کرنے کے بعد یہ تسلیم کیا ہے کہ بپابندی امور مصرحۂ ذیل اور بشرطیکہ حضرت ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ بھی اس سے اتفاق رائے کرے۔ اُنھیں تجاویز کی بنیاد پر اودھ کا قانون لگان مرتب کیا جائے۔

(۱) گورنمنٹ ہند سات برس کی میعاد کو بخوشی منظور فرماتی ہے۔

(۲) دوسری۔ تیسری اور چوتھی تجویزیں عموماً منظور کیجاتی ہیں۔ البتہ یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ دوسری تجویز میں جو حد اضافہ قرار دی گئی ہے وہ دعوے بلا دلیل ہے۔ تاہم ہے ۔ فیصدی کی حد لگان اراضی کے حق میں واجبی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس حد کو صرف گھٹا دینے کا اختیار گورنمنٹ کو رہنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس حد کو کم کر دینے کا

اثر آئندہ اضافہ مالگذاری پر ہوگا۔ لہذا یہ اختیار بشرط منظوری نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل عمل میں لایا جائے۔

پانچویں اور چھٹی تجویزوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قانونی پٹے موروثی نہ ہو جائیں۔ نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل اس قید کو کاشتکار کے لئے مضر خیال فرماتے ہیں۔ علی الخصوص خاندان مشترکہ کے لئے۔ جو ایک ہی جوت کی کاشت کرتے ہیں۔ اور جس میں صرف ایک شریک خاندان کا نام درج رجسٹر ہو۔ مگر ان تجاویز کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنے سے پیشتر گورنمنٹ ہند چاہتی ہے کہ اس بات پر ٹھیک طور سے مطلع کیجائے کہ تجدید پٹہ کو اسامی کا ذاتی حق قرار دینے کا کیا اثر ہوگا۔ اور جب میعاد پٹہ منقضی ہو جائے تو آیا کاشتکار کا وارث درصورت بیدخل ہونے کے کچھ معاوضہ اُن اصلاحات کے پانے کا مستحق ہوگا۔ جو خود اُس نے یا اُسکے مورث نے جس کا وہ حقدار ہے۔ کیئے ہیں۔

یہ مسئلہ نہایت اہم ہے۔ کیونکہ جب فی میل ۱۵۔ آدمی ہر سال مرتے ہیں۔ تو اس ذاتی حق کے قید کا یہ اثر ہوگا کہ سات برس کے عرصہ میں اودھ کی آراضی کے چھٹے حصہ سے زیادہ میں پٹہ داران قانونی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور جب بیمار یا ضعیف العمر آدمیوں کے پٹہ کی میعاد ختم ہونے پر ہوگی تو مالک آراضی کا فائدہ اسمیں ہوگا

کہ پرانے پٹوں کی میعاد گزر جانے دیں۔ تاکہ آراضی تمام قیود سے بری ہو کر اُنکو جلد مل جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کا لحاظ حکام مختص المقام نے نہیں کیا۔ قبل اسکے کہ اس مسئلہ میں غور کیا جائے۔ نواب گورنر جنرل بہادر چاہتے ہیں کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو اس میں پہلے توضیح کا موقع دیا جائے۔

ساتویں تجویز کے متعلق گورنمنٹ ہند کو معلوم ہوتا ہے کہ لوکل گورنمنٹ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اسناد تعلقداری میں جو شرائط اپنے علاقوں میں اسباب و وسائل زراعت کو ترقی دینے کے متعلق لکھے ہیں۔ ترمیم کرنے کے بعد بصورت قانون قائم رکھے جائیں۔ اس شرط کو نافذ کرنا تعلقدار سھلامؤ کے مقدمہ میں مشکل ہوا تھا۔ اور چونکہ اودھ کے متواتر چیف کمشنروں نے اس شرط پر بہت بھروسہ کیا ہے۔ لہذا گورنمنٹ ہند کو اسمیں کچھ قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ اصول قانوناً تسلیم کر لیا جائے۔

کاشت شکمی کے متعلق گورنمنٹ ہند کی رائے ہے کہ جہاں تک ممکن ہو شکمی کاشت کا انسداد کیا جائے۔ اور مالک آراضی کو یہ اختیار دیا جائے کہ مثل کاشتکاران قبضہ دار موجودہ کے وہ اپنے علاقہ کے دیگر اسامیوں کو حقوق عطا کرے۔ اور کیا لفٹنٹ گورنر کو ایسی تجویز قبول کرنے پر کچھ اعتراض ہے۔؟

جن امور پر گورنمنٹ ہند کو مزید اطلاع مطلوب ہے۔ انکا جواب جلد عنایت کیجیے۔ تاکہ کاغذات بحضور گورنمنٹ حضرت ملکہ معظمہ بلا تاخیر ارسال کیے جائیں "۔

۱۲ مئی ۱۸۶۸ء کو ممالک مغربی و شمالی و اودھ کی گورنمنٹ نے بجواب مراسلت گورنمنٹ ہند یہ تحریر کیا کہ :۔

" نواب گورنر جنرل بہادر کی اس تجویز کے متعلق کہ لگان میں "کمی و بیشی" کرنے کی جگہ ایسے الفاظ رکھے جائیں جس سے گورنمنٹ اضافہ لگان کی حد کو صرف گھٹا سکے۔ بڑھا نہ سکے۔ یہ التماس ہے کہ ایسا حکم قانونی جس سے نواب گورنر جنرل بہادر کو یہ اختیار ہو جائے کہ اضافہ لگان کو گھٹا سکیں۔ مگر بڑھا نہ سکیں۔ مالکان آراضی کے دل میں جنبہ داری کا خیال پیدا کریگا۔ اور اسی وجہ سے ایسا قانون نہ بنانا چاہیے۔ جس سے یہ شبہہ ہو سکے کہ گورنمنٹ نے اپنے اختیار کو ایک فریق پر محدود کر کے پیشتر ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔

میری چھٹی تجویز کا منشا جیسا کہ گورنمنٹ ہند نے سمجھا ہے یہ ہے۔ کہ قانونی پٹے موروثی نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ یہ امر خلاف مصلحت اور بے موقع سمجھا گیا ہے کہ اسامی کو ایسا حق دیا جائے۔ جو اُسکے وارث تک پہونچے۔ اور جس پر مالک آراضی یہ اعتراض کر سکے کہ حق قبضہ داری موروثی اودھ میں پھر قائم کیا جاتا ہے۔

اس تجویز میں کاشت کے معاہدات شخصی کو محدود و مقید کر کے اسامی کا

تحفظ کیا گیا ہے۔ اب اگر اس تجویز میں ترقی کیجائے اور اسامی قابض کے
مرنے کے بعد تجدید پٹہ کا حق اُسکے ورثار کو دیدیا جائے۔ تو چھوٹی چھوٹی کاشت
میں ایک برائے نام حق قبضہ داری پیدا ہو جائیگا۔ اور چونکہ آبادی زیادہ ہوتی
جاتی ہے۔ لہذا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ خاص خاص قطعات آراضی کے ذرا ذرا سے
ٹکڑے ہوتے جائیں گے۔ اور انھیں وجوہ سے سر الفرڈ لائل کو یہ گمان ہے کہ جو
انتظام تجویز ہوا ہے اُسمیں قبضہ داری موروثی کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ
اس میں اس اصول کو داخل کرنا منظور تھا۔

اس تجویز کا اصلی منشا یہ ہے کہ مالکان آراضی اور اُنکی رعایا میں نفاق
اور تنازعات نہ پیدا ہوں جن سے ممالک مغربی و شمالی کے قانون لگان کی
کامیابی معرض خطر میں پڑگئی ہے۔

یہ قیاس صحیح ہے کہ کاشتکار قابض کے مرنے کے بعد اُسکا وارث
تا انقضائے میعاد قانونی آراضی پر قابض رہے۔ اور اصلاحات کے معاوضہ
کے پانے کا مستحق ہے۔ اور جس صورت میں دو یا زیادہ اشخاص بشراکت کسی
آراضی کی کاشت کرتے ہوں اور صرف ایک ہی شخص کا نام درج رجسٹر ہو تو
اُس صورت میں سر الفرڈ لائل کی یہ رائے ہے کہ اسامی قابض کی تعریف میں
سب بالغ اشخاص ذکور داخل کر دیے جائیں جو اُس آراضی پر اس ایکٹ کے
پاس ہونے کے وقت کسی اسامی کے ساتھ بشراکت کاشت کرتے ہوں۔ اس
طور پر اُس کاشتکار کے مرجانے سے جسکا نام درج رجسٹر ہے۔ خاندان مشترک کا

قبضہ سات برس کی میعاد کے اندر نہ اُٹھ سکیگا اور نہ کاشتکار قابض کے مرجانے سے اُن شرکا کے حق تجدید پٹہ میں کوئی فرق پڑیگا۔"

اس خط و کتابت کے بعد مسودۂ ترمیم قانون لگان اودھ تیار ہوا جسے آنریبل مسٹر کونٹن نے کونسل میں پیش کرتے وقت یہ بیان کیا کہ :۔

"ایکٹ لگان اودھ کو پاس ہوئے تقریباً اٹھارہ سال کا زمانہ ہوا۔ لہذا یہ مناسب ہے کہ میں اس کونسل کو وہ حالات یاد دلاؤں جنکی بنا پر یہ ایکٹ پاس ہوا تھا قبل اسکے کہ میں اس مسودۂ قانون کے متعلق کچھ عرض کروں یا یہ بتاؤں کہ لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ ہند کے نزدیک اب کن ترمیمات کی ضرورت ہے ۔میں یہ عرض کرونگا کہ

اس ایکٹ کے پاس ہونے سے چھ سال پیشتر صوبۂ اودھ میں اور اُسکے باہر بڑے شد و مد سے اسکے متعلق مباحثہ ہوتا رہا اور آخر کار اس ایکٹ کی رو سے حقوق قبضہ داری موروثی ۔رعایتی شرائط کے ساتھ ایک گروہ کو دیئے گئے۔ جو کسی زمانہ میں خود مالکان آراضی تھے۔ یا جن کے مورث مالکان آراضی تھے ۔ اور باقی سب کاشتکاران اودھ۔ کاشتکاران محض کی حالت میں چھوڑ دیئے گئے۔ جو اُس قدر لگان دینے کے مستوجب تھے جسقدر مالکان آراضی اُن سے طلب کریں۔ یہ سب کاشتکار ایک مہینہ کی اطلاع پر اپنی آراضی سے بیدخل ہو سکتے تھے۔

اُس زمانہ کی گورنمنٹ کے پاس اس بات کے دریافت کرنے کے

ذرائع نہ تھے کہ ان احکام قانونی کا کیا اثر ہوگا۔ کوئی باضابطہ مردم شماری اس صوبہ کی نہیں ہوئی تھی۔ اور بند و بست پختہ ہو رہا تھا۔ اور یہ یقین کیا گیا تھا کہ وہ احکام جو تمام کاشتکاروں سے متعلق ہیں اور ظاہراً سخت معلوم ہوتے ہیں۔ وہ در اصل سخت نہیں ہیں۔ اور یہ بھی گمان کیا گیا تھا کہ خود اسناد تعلقداری کے شرائط کاشتکاروں پر جبر اور زیادہ ستانی کے مانع ہیں۔

یہ کیفیت جو بیان کی گئی وہ موجودہ قانون لگان اودھ کی ہے۔ اور اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس قانون کا عملدرآمد کہاں تک اُسکے بانیوں کے توقع کے مطابق ہوا ہے۔

موجودہ ایکٹ لگان کے بموجب کاشتکاروں پر اطلاعنامجات بیدخلی بذریعہ حکام مال جاری کرنے کا حکم ہے۔ پس جب گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوا کہ ۱۸۷۵ء میں ان اطلاعناموں کی تعداد ۲۳۶۰۰ تھی۔ اور بڑھتے بڑھتے ۱۸۸۲ء میں اُنکی تعداد ۹۱۲۰۰ ہو گئی تو صاحب چیف کمشنر اور گورنمنٹ ہند کو اُسکی جانب توجہ ہوئی۔ وقتاً فوقتاً تحقیقات ہوتی رہی۔ مگر کوئی خاص نتیجہ اُس سے نہیں پیدا ہوا اور اثنائے تحقیقات میں ایک علاقہ کی حالت ایسی ابتر معلوم ہوئی کہ سر جارج کوپر صاحب نے شرائط سند کے بموجب اُس علاقہ میں جو ناجائز اضافہ لگان ہوا تھا اُسکے انسداد کے لیئے دست اندازی کرنا ضروری سمجھا۔ مگر جب اس مقدمہ میں دوبارہ غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس غلطی کی اصلاح اور اس تعلقدار کے قبضہ کو بحال کر دینے کی گنجائش باقی ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اودھ میں

یہ حالت شاذ ونادر نہیں ہے۔ تو عموماً صوبہ کے کل کاشتکاروں کی حالت کے متعلق تحقیقات کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور اس تحقیقات کا حکم گورنمنٹ ہند نے صادر فرمایا۔ غرضکہ یہ تحقیقات میجر آرسکن صاحب کی نگرانی میں ہوئی جنھوں نے بعد ختم تحقیقات بڑی لیاقت اور حذاقت سے اسکی بابت رپوٹ کی جسکی تعریف لفٹنٹ گورنر۔ گورنمنٹ ہند اور صاحب وزیر ہند نے فرمائی۔ اور اسی رپوٹ کی بنا پر یہ مسودہ قانون تیار کیا گیا ہے جس کے پیش کرنے کی میں اجازت طلب کرتا ہوں۔

یہ اُمید کی گئی تھی کہ موجودہ ایکٹ میں جو احکام متعلق معاوضہ اصلاحات ہیں اُن سے کاشتکاران محض کا تحفظ ہو جائیگا۔ اور سند تعلقداری کی شرائط اُسکی محافظ رہینگی۔ لیکن یہ امید محض ایک خیال خام ثابت ہوئی۔

لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ ہند ایک مدت سے اسکے متعلق غور کر رہی ہیں کہ ان خرابیوں کے انسداد کی سب سے عمدہ کیا تدبیر ہے۔ اودھ کے تجربہ کار حکام مال سے متواتر استصواب کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے تعلقداروں اور زمینداروں سے مشورہ کیا گیا ہے۔ اور ان سب باتوں سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں وہ اس مسودہ قانون میں موجود ہیں۔

یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ خرابیوں کی اصلاح ایسی معقول تدابیر سے کیجائے کہ موجودہ انتظام میں بہت کم خلل واقع ہو اور اس صوبہ کے انتظام زراعت میں کوئی انقلاب عظیم نہ ہونے پائے جو ظاہرا معاہدات سابق کے خلاف ہو

اور گورنمنٹ کی ایمانداری پر حرف زنی کے وجوہ پیدا ہو جائیں اور زمینداروں میں بے فائدہ ایک تہلکہ مچ جائے اور اُن میں اور اُنکی رعایا میں فساد برپا ہو۔

یہی وجوہ ہیں کہ میں کونسل سے ہرگز یہ سفارش نہیں کرتا کہ کسی قسم کا حق کاشتکاری موروثی اودھ میں جاری کیا جائے۔

اودھ کے قانون لگان میں اس وقت جو تغیرات کرنا منظور ہیں وہ اس بل کے وجوہ و مقاصد میں درج کر دیے گئے ہیں۔

تین برس کی کامل تحقیقات۔ خط و کتابت اور مباحث کے بعد یہ مسودہ کونسل میں پیش کیا گیا ہے اور اسکا مضمون تعلقداروں کو سمجھا دیا گیا ہے۔ اور اکثر تعلقداروں نے اسے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ موجودہ حالت میں کچھ اصلاح موجودہ قانون لگان کی قرین مصلحت ہے۔ لہذا مجھے امید ہے کہ تعلقداران و زمینداران اودھ اس قانون کو منظور کر لیں گے۔ اگر یہ مسودہ قانون سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔ تو اُس میں تعلقداروں کے قائم مقام یعنی ہمارے معزز دوست آنریبل راجہ سر محمد امیر حسن خاں صاحب بہادر پریسیڈنٹ انجمن موجود ہونگے۔ اور جو ترمیمیں اُنکی طرف سے پیش کی جائینگی۔ اُنھیں ہم کامل طور پر غور کریں گے۔

غرضکہ ۹ / جون ۱۸۸۶ء کو مسودۂ ترمیم قانون لگان اودھ سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔ جس کے ممبر مفصلۂ ذیل اصحاب تھے۔

(۱) آنریبل مسٹر سی۔ بی۔ البرٹ۔

(۲) آنریبل سر اسٹوارٹ بیلی۔
(۳) " سر اکلینڈ کالون۔
(۴) " ڈاکٹر ہنٹر۔
(۵) " رانا شنکر بخش سنگھ۔سی۔آئی۔ای۔
(۶) " مسٹر کوئنٹن۔

آنریبل مسٹر کوئنٹن نے مذکورہ بالا تحریک کرتے ہوے یہ بیان کیا تھا کہ:-

"میرا ارادہ تھا کہ اس تحریک کو کلکتہ کے اجلاس کونسل میں پیش کروں مگر افسوس ہے کہ آنریبل امیر الدولہ بہادر راجہ سر محمد امیر حسن خاں صاحب کے علیل ہو جانے کی وجہ سے یہ تحریک نہ کر سکا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب اس قانون کے اصول پر بحث کی جائے تو اس وقت اس کونسل میں تعلقداروں کے ایک قائم مقام کا ہونا نہایت مناسب ہے۔ جن کے حقوق پر اس قانون کا اثر پہونچتا ہے۔ پس تعلقداروں کے ساتھ مقتضائے انصاف یہی تھا کہ یہ تحریک ملتوی رکھی جائے۔ یہ امید تھی کہ آنریبل راجہ سر امیر الدولہ بہادر کی علالت اس قدر طول نہ کھینچے گی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میرے معزز دوست اب تک اجلاس کونسل میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ اُنکی چند روزہ غیر حاضری کے زمانہ میں راناشنکر بخش سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ انجمن اس کونسل کے ممبر مقرر کیے گئے ہیں۔ جو ایک بڑے تعلقدار ہیں۔ اور مجھے شک نہیں ہے کہ ان کے معلومات اور تجربہ سے اس کونسل کو اس قانون کے طے کرنے میں بڑی

مدد ملیگی۔ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی امید ہے کہ اس حالت میں بھی راجہ سر امیر الدولہ بہادر کی شرکت سے خواہ یہاں خواہ اُن مشوروں میں جو سر الفرڈ لائل صاحب قبل پاس ہونے اس قانون کے لکھنؤ میں کرینگے ہم مستفید ہونگے۔

اس عرصہ میں ممبران کونسل کو اُن کاغذات کے دیکھنے کا موقع ملا ہے جو اس قانون کے متعلق چھپ کر شائع ہو گئے ہیں۔ اور تعلقداروں کو بھی یہ موقع ملا ہے کہ وہ باہم جمع ہو کر اس مسودۂ قانون پر بحث کریں۔ چنانچہ تعلقداروں نے کمیٹی کر کے اس مسودہ قانون پر غور کر لیا ہے اور اُنکی انجمن نے اُس کے اصول کو منظور کر لیا ہے۔ اور اس منظوری کی اطلاع نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو اُس دربار میں دی گئی ہے جو آخر ماہ اپریل ۱۸۸۶ء میں بمقام لکھنؤ منعقد ہوا تھا۔ تعلقداروں کی اس منظوری کی باضابطہ اطلاع سکرٹری گورنمنٹ نے بذریعۂ مراسلت ۲۴ اپریل ۱۸۸۶ء دی ہے اور جس میں ایک عرضداشت منجانب تعلقداران اودھ منسلک ہے۔

اور میں اس موقع پر یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جن امور کے متعلق تعلقداروں نے عذر کیا ہے وہ جہاں تک اس قانون کے اصل مقصد کے موافق ہونگے۔ اُنکا بخوبی لحاظ کیا جائیگا"

اسکے بعد آنریبل راجا شنکر بخش سنگھ صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ وائس پریسیڈنٹ انجمن نے جو اُس کونسل کے ممبر تھے مفصلۂ ذیل تقریر کی۔

"اس معزز کونسل کے ایک ممبر کی حیثیت سے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں

کہ اُن وسیع اور پیچیدہ امور کے متعلق اپنی رائے عرض کروں جو مسوّدۂ قانون لگان اودھ میں پائے جاتے ہیں جو اسوقت کونسل میں پیش ہے۔

جو تحقیقات حقوق کاشتکاری کے متعلق اودھ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے۔ اُسکے نتیجہ پر نظر کر کے عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اودھ کے مالکان آراضی نے اپنی رعایا پر زیادہ ستانی کبھی نہیں کی۔ اور اُسکے ثبوت میں مفصلۂ ذیل کاغذات کی جانب میں اس کونسل کو توجہ دلاتا ہوں۔

(۱) مراسلہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مورخۂ ۲۸ دسمبر ۱۸۸۲ء۔

(۲) مراسلت میجر آرسکن صاحب اسپشل کمشنر مورخۂ یکم جون ۱۸۸۳ء۔

(۳) مراسلت صاحب سکریٹری گورنمنٹ ممالک مغربی وشمالی اودھ مورخۂ ۲ دسمبر ۱۸۸۳ء جب ایسے ایسے مراسلات موجود ہیں جن سے تعلقداران اودھ کی بریت زیادہ ستانی اور ظلم کے الزام سے ثابت ہوتی ہے تو میں یہ گذارش کرونگا کہ میری راے ناقص میں ایسا الزام کیونکر صحیح متصور ہو سکتا ہے۔ اور علاقہ سھلامئو کا معاملہ اسکے ثبوت میں کیونکر پیش ہو سکتا ہے۔

جو اسناد گورنمنٹ نے تعلقداران اودھ کو عطا فرمائے ہیں اُنکو مراسلات ۱۰ و ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء کے ساتھ ملاحظہ کرنے سے کوئی شک وشبہہ اس بات میں باقی نہین رہتا۔ کہ جو تحفظ اسناد مذکورہ میں کیا گیا ہے۔ وہ چند شرائط کے ساتھ اُن مالکان ادنےٰ پر محدود ہے جو مابین مالکانِ اعلیٰ یعنی تعلقداران

وکاشتکاران محض کے قابض ہیں۔ اور جو صرف ۱۸۵۵ء میں فی الواقعی حق مقابضت رکھتے تھے۔ مگر بخیال خوشنودی گورنمنٹ و نفع رسانی اُن قابضان درمیانی کے تعلقداروں نے بارہ برس کی میعاد قبول کرلی جس کے اندر اُنکے حقوق کی سماعت ہوسکتی تھی۔ اور یہ امر مفصلۂ ذیل قوانین سرکلرات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

(۱) بذریعہ ایکٹ ۱۶ ۱۸۶۵ء میعاد مذکورہ ۱۳ر فروری ۱۸۴۴ء سے ۱۳ر فروری ۱۸۵۶ء تک وسیع کردی گئی۔

(۲) بذریعہ ایکٹ ۲۶۔ ۱۸۶۶ء حقوق ماتحتی پختہ داری وسیر وغیرہ قابضان درمیانی کو بخشے گئے

(۳) بذریعہ ایکٹ ۱۳۔ ۱۸۶۶ء حق فک رہن بخلاف احکام سند کے قبول کیا گیا

(۴) بذریعۂ سرکلر نمبری ۴ ۱۸۶۷ء مالکان مخروج کو حق ماتحتی بطور معاوضہ دیا گیا۔

(۵) بذریعہ دفعہ ۵۔ ایکٹ ۱۹۔ ۱۸۶۸ء مالکان مخروج کو اُن کی آراضی خود کاشت میں حق قبضۂ داری عطا کیا گیا۔

ان بیش بہا رعایتوں کے اظہار کے بعد جو تعلقداروں نے اپنی رعایا کے ساتھ کی ہیں۔ میں حق کاشتکاری کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میری رائے ناقص میں اس اہم مسئلہ کی نسبت بہتر یہ ہے کہ اس کونسل کو

اُس طولانی اور مکمل تحقیقات پر توجہ دلائی جائے جو ۱۸۶۰ء میں ہوئی تھی اور جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ وہ مشہور مراسلہ حضور سکریٹری آف اسٹیٹ کا ۱۰ فروری ۱۸۶۹ء کو صادر ہوا تھا جس میں اس امر کا فیصلہ قطعی اور اعلان حکمی کر دیا گیا تھا کہ اودھ میں کوئی حق کاشتکاری موجود نہیں ہے۔ اور نہ ایسا کوئی حق آئندہ اختراع کیا جائیگا۔ یعنی کاشتکاران محض کوئی حق کسی قسم کا اپنی آراضی کاشت میں نہیں رکھتے۔ مگر تعلقداروں نے محض بنظر خوشنودی اور وفاداری گورنمنٹ و ترقی و بہبودی رعایا بذریعہ رزولیوشن کمیٹی انجمن ہند منعقدہ ۲۲ اپریل ۱۸۸۶ء برضا و رغبت خود مزید بیش بہا رعایتیں اپنی رعایا کے ساتھ کرنا منظور کی ہیں۔ یعنی سات برس کے پٹہ کے قاعدہ کو اور اضافہ کے محدود ہونے کو بقید چند اہم مستثنیات مفصلہ ذیل کے قبول کر لیا ہے یعنی آراضی نو توڑ، بنجر، جنگل، نو برآمد دریا برتی۔ و نیز وہ آراضی جو بصرفہ مالکان آراضی ممکن الزراعت بنائی جائے۔ وہ اس قانون کے اثر سے مستثنےٰ رکھی جائے۔

مقام غور و انصاف ہے کہ تعلقداران اودھ نے ہر موقع و محل پر اپنی خیر خواہی اور وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کر دی ہے۔ اور اپنی رعایا و قابضان ماتحت سے ہمیشہ مروت اور فیاضی کی ہے۔ میں یہ پھر عرض کرونگا کہ زیادہ ستانی اور ظلم کا الزام جو تعلقداروں پر لگایا گیا ہے وہ حق و انصاف سے بعید ہے۔ لیکن چونکہ تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ دفعہ ۳۴۔ ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء عملدرآمد میں قابل اطمینان نہیں ہے۔ اور بنظر فوائد جملہ اشخاص کے جن کا اُس سے

تعلق ہے اُس میں کچھ ترمیم کی ضرورت ہے۔ لہذا میں اُس سے اختلاف نہیں کرتا۔

اب میں اس مسودۂ قانون کے دیگر احکام کی جانب توجہ دلاتا ہوں، جن پر میری رائے میں معقول عذرات ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

احکام دفعہ ۳۸ (الف) درباب معاوضہ بیدخلی اور دفعہ ۱۲۹۔

ان دفعات میں گورنمنٹ کو شدید بدانتظامی کی حالت میں دست اندازی کی اجازت دی گئی ہے۔

میری رائے میں یہ دفعات اس قانون سے بالکل نکال ڈالنا چاہیے۔ اس لیے کہ لفظ معاوضہ ایک حق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ جسکے بدل میں کوئی چیز دی جائے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اودھ میں کوئی حق کاشتکاری نہیں ہے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس چیز کا معاوضہ دینا تجویز کیا گیا ہے۔

اگر یہ معاوضہ بیدخلی کا ہے تو اس سے مالکان آراضی کے حقوق کا ضائع ہو جانا لازم آتا ہے۔ اگر سات برس تک وہ اسامیوں کو بیدخل کرنے اور پھر ایک آنہ فی روپیہ سے زیادہ اضافہ کرنے سے ممنوع رہینگے۔ اور بعد ازاں جب سات برس کے بعد اسامی کو بیدخل کرینگے تو ایک سال کا لگان بطور معاوضہ دینا پڑیگا۔ ایسے قاعدہ کا تحمل اُنھیں دشوار ہوگا۔ مثلاً ایک اسامی کا لگان سو روپیہ سالانہ ہے۔ اور جب سات برس کے بعد وہ بیدخل کیا گیا تو رقم مذکور یعنی سو روپیہ اُسے معاوضہ میں دی گئی۔ اور آراضی دوسرے کاشتکار کو ماہیہ ر لگان پر دی گئی۔ تو دوسرے سات سال کی میعاد میں مالک آراضی کو

نئے اسامی سے ۱۲ للعہ وصول ہونگے۔یعنی جو رقم اُس نے پرانے اسامی کو دی ہے اُسکے نصف سے بھی کم وہ پائیگا۔اور مالک آراضی سو روپیہ میں سے ۴۸ للعہ کا نقصان اُٹھائیگا۔اور یہ رقم اُسکو کسی سے وصول نہوگی۔اور اس نقصان کا معاوضہ اُسے چودہ برس میں بھی نہوگا اس معاوضہ بیدخلی سے یہ نیتجہ ہوگا کہ مالک آراضی کا اختیار بیدخلی بالکل جاتا رہیگا۔اور اسامی کو آراضی پر قابض رہنے کا حق اُس میعاد تک حاصل ہوگا جو عملاً غیر محدود ہوگی۔اور جو مالکان آراضی کچھ معاوضہ دینے کا مقدور نہیں رکھتے۔اُنکی ملکیت ہمیشہ کے لیئے اسامیوں کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔

اس معزز کونسل کا فرض یہ ہے کہ وہ اُن سب فرقوں کے واجبی حقوق کا لحاظ رکھے جن کے لیئے یہ قانون بنانا تجویز ہوا ہے۔دوسرا نیتجہ معاوضہ بیدخلی کا یہ ہوگا کہ اس سے سخت ترغیب اسامیوں کو آراضی چھوڑ دینے کی پیدا ہوگی اور وہ اس جستجو میں گانوں گانوں پھرا کرینگے۔کہ کہیں عمدہ آراضی ملے اور کسی نرم زمیندار کو پاکر اُس سے زیادہ معاوضہ حاصل کریں۔

جہاں تک میں اس قانون کا منشا سمجھتا ہوں اُسکا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ اسامی کے قبضہ کو ثبات اور قیام حاصل ہو۔اُسکو آراضی کی کاشت پر زیادہ توجہ اور محنت کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ مقصد بالکل اس قاعدہ سے فوت ہو جائیگا۔اور اسامی کو آراضی کاشت کا خیال مطلق باقی نرہیگا۔بلکہ معاوضہ ہی پیش نظر رہیگا۔اور اس سے بجائے ترقی کے آراضی میں تنزل ہوگا

کیا مقتضائے انصاف یہی ہے کہ فریق ذوی حق سے ایک جز اسکے حق کا لیکر دوسرے فریق کو دیدیا جائے جو اصلاً کوئی حق نہیں رکھتا۔ یا جو ذریعہ مالک آراضی خراب اور شریر اسامی کو دفع کرنے کا رکھتا ہے اُس سے لے لیا جائے اور قابل اعتراض قاعدہ سب قسم کے اسامی سے متعلق کیا جائے۔ بلکہ لازم تو یہ ہے کہ باقی دار اسامیوں کی طرح خراب اسامیوں کی بیدخلی مشروط و مستلزم ہونا چاہیے۔

میں اُن وجوہ و دلائل کو بیان کرنا نہیں چاہتا جن کی وجہ سے دفعہ ۱۲۹ - اس قانون میں شامل کی گئی ہے۔ ممبران کونسل خود ہی غور فرمائیں کہ اسکی ضرورت اُس وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ قانونی میعاد نہ مقرر کی جاتی لیکن درحالیکہ پٹہ کی میعاد اور اضافہ کی حد مقرر کردی گئی ہے تو میری رائے میں یہ دفعہ بالکل غیر ضروری ہے۔ اور اُسے مسودۂ قانون سے خارج کرنا چاہیے۔ میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ تعلقداروں کو اسکی کافی مہلت دی جائے۔ کہ اس مسودۂ قانون کے متعلق وہ اپنے عذرات پیش کریں۔ اور بعض مفید قواعد اس قانون میں داخل کرنے کے متعلق عرض کریں اور اُن مستثنیات کو بیان کریں جن کی شرط و قید سے اُنھوں نے میعاد پٹہ اور شرح اضافہ کو قبول کیا ہے۔"

اس موقع پر حضور والیسرائے بہادر نے یہ تقریر فرمائی کہ :-

"میں ممبران کونسل کو اور خود اپنے تئیں مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے ایک نئے ممبر ہمارے ہاتھ آئے ہیں جنھوں نے اپنے خیالات کو ایسی لیاقت اور متانت سے

ظاہر کیا ہے کہ اُنکی شرکت سے کونسل واضع قوانین گورنمنٹ ہند کو غالباً فائدہ پہنچیگا۔

جیساکہ کلکتہ میں میں نے بیان کیا تھا۔ اس قانون کے التوا کی یہ وجہ ہوئی تھی کہ ہمارے ہمنشین آنریبل راجہ سر محمد امیر حسن خاں صاحب بوجہ علالت کونسل کی شرکت سے معذور ہو گئے تھے۔ ہم کو سخت افسوس ہے کہ راجہ محمد امیر حسن خانصاحب اب تک یہاں آنے کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن ایک نہایت قابل قائم مقام تعلقداران اودھ کے جو اُنکی انجمن کے وائس پریسیڈنٹ بھی ہیں۔ اس لیئے مقرر کیے گئے ہیں کہ اپنے مشورہ سے ہماری مدد کریں۔

اِس مسودۂ قانون کو تعلقداروں نے دیکھ لیا ہے۔ اور ہمیں اُنکی رائے مل گئی ہے۔ اور میں یہ سُن کر خوش ہُوا کہ اُنھوں نے اس قانون کے اصل اصول کو قبول کر لیا ہے۔ اور مجھ کو اب یقین ہو گیا ہے کہ جس عنوان پر یہ مسودہ بنایا گیا ہے اُسی طرز پر قانون بنانا قرین مصلحت ہے۔ میں تعلقداروں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اُنھوں نے اس معاملہ میں بڑا اعتدال ظاہر کیا ہے۔

ایک امر خاص ایسا ہے جسکی بابت میں چند کلمات اپنے معزز دوست رانا شنکر بخش سنگھ صاحب کی تقریر کے جواب میں کہنا چاہتا ہوں اور وہ امر معاوضہ بیدخلی کے متعلق ہے۔ تعلقداران اودھ کو یہ گمان ہے کہ اگر یہ حق اسامیوں کو دیدیا جائیگا تو بمنزلہ اسکے ہوگا کہ ایک دائمی حق قبضہ داری رعایا کا تسلیم کر لیا جائے۔

یہ امر ایسا ہے جس پر سالہا سال مجھ کو توجہ رہی ہے۔ اور میری رائے میں ایسے نتائج اس قاعدے سے نہیں پیدا ہو سکتے جسکا اندیشہ کیا جاتا ہے جب

ایک اسامی اپنی جوت سے بلا توقع بیدخل کیا جاتا ہے۔ تو جو نقصان اُس کو پہونچتا ہے۔ وہ صرف اس پر محدود نہیں ہے کہ جو اصلاحیں اُس نے کی ہیں وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ خود میں نے بہ حیثیت مالک آراضی کے کاشتکار محض کے اُس منصفانہ حق کو جو وہ معاوضہ بیدخلی کی نسبت رکھتا ہے ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ خصوصاً ایسے انتظام زراعت میں جیسا اودھ میں اور خود میرے ملک میں جاری ہے۔ لیکن میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ جو حقوق مالک اراضی اسامی کے دعوے بیدخلی کی بابت رکھتا ہے۔ اُسکا تحفظ اس طرح کرنا چاہیے کہ مالک اراضی کو یہ اجازت دی جائے کہ چند وجوہ اسکی تائید یا تردید میں پیش کریں۔ میں اس بحث میں زیادہ طول نہ دونگا۔ کیونکہ یہ کام اُس کمیٹی کا ہے۔ جس کے سپرد یہ مسودہ قانون کیا گیا ہے۔

میری رائے میں اس قانون کے متعلق اب زیادہ تاخیر کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ جو عرصہ اس وقت سے اُس وقت تک گزریگا جب سلکٹ کمیٹی منعقد ہوگی۔ اُتنے عرصہ میں خاص و عام سے نکتہ چینی کی درخواست کی جائیگی۔ اور اس عرصہ میں انجمن تعلقداران اودھ ازسرنو غور کریگی۔ اور لفٹنٹ گورنر بہادر کے ساتھ بحث کریگی۔ جو اسی غرض سے لکھنؤ تشریف لیجائیں گے۔"

اِس بل کے منشا اور وجوہات کے متعلق تعلقداروں کی ایک نہایت مشرح اور مفصل یادداشت تیار کی گئی تھی۔ اور اُس میں مسودۂ قانون کی ہر دفعہ کے نفع اور نقصان کی بابت بحث کی گئی ہے۔ یہ یادداشت سلکٹ کمیٹی کے

سامنے پیش ہوئی اور اُس پر بحث ہوئی۔

غرضکہ ۳۰ ستمبر ۱۸۸۶ء کو سلکٹ کمیٹی کی رپورٹ کونسل میں پیش ہوئی۔ اور اُس وقت آنریبل رانا شنکر بخش سنگھ صاحب نے کونسل میں جو اسپیچ دی تھی اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"کونسل بخوبی واقف ہے کہ تعلقداروں نے دو اہم اصول یعنی میعاد ہفت سالہ وحد اضافہ لگان بشرح ایک آنہ فی روپیہ چند مستثنیات کے ساتھ قبول کر لئے تھے۔ اور لوکل گورنمنٹ نے مسودۂ قانون سے دفعہ ۱۲۹۔ اور قاعدہ معاوضہ بیدخلی کو نکال ڈالنا بذریعہ مراسلت مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۸۶ء تجویز کیا ہے اور اس وجہ سے کہ بیدخلی کی بیجا کارروائی کا انسداد کامل ہو جائے۔ ایک طریقہ اسٹامپ اطلاعنامہ بیدخلی کا ایجاد کیا ہے۔ اور اُس حالت میں کہ مالک آراضی اپنی حفاظت چاہے طریقہ توسیع میعاد کا قائم کر دیا ہے۔

تعلقداروں نے حتی الامکان صرف ضروری اور بلا تعصب ترمیمات پیش کیے تھے جن میں سے اکثر ترمیمات کو لوکل گورنمنٹ اور سلکٹ کمیٹی نے پسند فرمایا۔ اور بعض کو مسلّم اور بعض کو جزاً قبول کر کے مسودۂ قانون میں داخل کر لیا ہے جیساکہ سلکٹ کمیٹی کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔

دفعہ ۴۸ کی نسبت تعلقداروں نے بہت زور کے ساتھ عذرداری کی تھی اور اُس پر کافی توجہ کی گئی لیکن اُس حد تک ترمیم نہ ہو سکی جسقدر کہ تعلقداروں نے خواہش کی تھی۔

قاعدہ مندرجۂ دفعہ ۱۵ کے متعلق تعلقداروں نے درخواست کی تھی کہ وہ اس بل سے نکال ڈالا جائے لیکن لوکل گورنمنٹ نے اُسے نکالنے کی سفارش نہیں کی - اور سلکٹ کمیٹی نے بھی اُسکو قائم رکھنا پسند کیا - اور میری رائے میں بھی اُسکو قائم رکھنا قرینِ مصلحت ہے

تعلقداروں نے اپنی فیاضی سے خواہ بہ تعمیل منشائے گورنمنٹ حد اضافہ ایک آنہ فی روپیہ قبول کر لیا ہے - تاہم چند روز میں جب تجربہ سے گورنمنٹ پر ظاہر ہو جائیگا کہ عموماً کل آراضی پر ایک آنہ بھی اضافہ نہیں ہو سکتا بلکہ بعض قسم کی آراضیات ایسی ہیں جن پر ایک آنہ اضافہ کرنا بالکل ناممکن ہے، اور بعض قسم کی آراضیات ایسی ہیں جن پر ایک آنہ اضافہ بہت کم ہے - اور بعض قسم کی آراضیات پر ایک آنہ سے کم اضافہ ہو سکتا ہے - اور کل پر تہ مجموعی ہر قسم کا پھیلانے سے مالکان آراضی کا نقصان کثیر معلوم ہوتا ہے اور حصۂ مالگزاری گورنمنٹ کا بھی بوقت تشخیص و ترمیم جمع اُسی حساب سے گھٹتا ہے تو غالباً اس بات کی ضرورت ہوگی - کہ بلحاظ موقع مناسب درجے قائم کیے جائیں اور جن مقامات پر زیادہ اضافہ ہو سکتا ہے وہاں ایک معتدل شرح جو ایک آنہ سے زیادہ ہو مقرر کیجائے اور جہاں اضافہ ایک آنہ سے کم ہو سکتا ہو وہاں کم کیا جائے - پس اگر یہ قاعدہ قائم رکھا جائے تو خود مالک آراضی کا نقصان ہوگا -

میرا خیال ہے کہ بوجہ گرانی نرخ غلہ اور ترقیات اور وسائل تجارت اُن

اطراف میں جہاں اب تک ریل جاری نہیں ہوئی ہے بعد چند روز کے شرح اضافہ میں لامحالہ تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔

نسبت دفعہ ۱۹۔ قاعدہ معافی لگان۔ تعلقداروں کا عذر کسی طرح غیر واجبی نہیں معلوم ہوتا۔ جب کہ اُنکا یہ قول ہے کہ خواہ قاعدہ مندرجہ دفعہ ۲۳۔ ایکٹ ۱۲ ۱۸۸۱ء جو ممالک مغربی و شمالی میں جاری ہے۔ بجنسہ ہمارے صوبہ میں جاری کیا جائے۔ خواہ قاعدہ (۲۰) ایکٹ ۱۹ ۱۸۶۸ء جو یہاں ایک مُدت سے جاری ہے۔ بدستور قائم رکھا جائے۔ یا اگر گورنمنٹ کاشتکاروں کے ساتھ مزید سلوک کرنا چاہتی ہے۔ تو بار معافی لگان نصف گورنمنٹ اپنے ذمہ لے۔ اور نصف مالکان آراضی پر ڈالے۔

جب کہ کاشتکاروں کو جدید قواعد سے ایک بیش بہا فائدہ دیا گیا ہے اور مالکان آراضی اس بات پر مجبور کیے گئے ہیں کہ گو کیسی ہی ترقی حیثیت آراضی میں ہو جائے۔ اور کیسا ہی فائدہ گرانی نرخ و آسانی و افزونی وسائل تجارت سے کاشتکاروں کو حاصل ہو لیکن مابین میعاد سات سال اُن فوائد میں مالکان آراضی کوئی حصہ نہ لے سکیں اور سات سال کے بعد بھی ایک آنہ روپیہ سے زیادہ اضافہ نہ کر سکیں۔ تو کس بنیاد پر ایسے کاشتکاروں کو معافی لگان پانے کا استحقاق ہو سکتا ہے جس طرح وہ کل منافع پانے کے مستحق ہیں اُسی طرح کسی نقصان کا جو اتفاق سے ہو جائے اُنکو متحمل ہونا چاہیے۔

تیسری تجویز جو تعلقداروں نے پیش کی ہے وہ بھی منصفانہ اصول پر مبنی ہے،

جب گورنمنٹ نصف لگان لیتی ہے۔ تو جس قدر لگان اسامی کو مالک آراضی سے بواسطہ افسران گورنمنٹ چھوڑایا جائے اُسکا نصف سرکار کو مالگزاری میں چھوڑنا چاہیے۔

مالکان آراضی کا یہ خیال بیجا نہیں معلوم ہوتا کہ گورنمنٹ کا تعلق اگر اس مسئلہ سے قائم رہیگا تو اسامیوں کو فضول اور غیر واجبی دعوے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور سرکاری افسران کو بھی بلحاظ تحفظ نقصان گورنمنٹ دعوے کی تنقیح اور تحقیقات میں کامل توجہ کرنا پڑیگی۔

نسبت دفعہ ۲۷۔ یہ گزارش ہے کہ لفٹنٹ گورنر بہادر کی سفارش قابل منظوری ہے۔ عملی تجربہ سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ قیاسی تخمینہ جات میں ہمیشہ غلطیاں ہوا کرتی ہیں۔

دفعہ ۲۹۔ کے متعلق یہ بات قابل توجہ ہے یعنی کاشتکار کو یہ اختیار ہے کہ جس طریقہ سے چاہے آراضی کی اصلاح کرے۔ اور اگر اُس اصلاح سے کوئی نقصان پیدا ہو۔ تو مالک آراضی یا دیگر کاشتکار کو جو اُس سے ضرر پہونچیگا اُسکا کوئی معاوضہ دلانے کا کوئی قاعدہ نہیں مقرر کیا گیا ہے۔ کاشتکار کو کوئی حق ملکیت آراضی میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ممکن ہے کہ وہ ارادۃً نقصان رسانی کا کرے۔ لیکن مالک آراضی کے لیئے یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی آراضی مملوکہ میں جب اصلاح کرے تب بھی ہر ایک ضرر کا جو اُس سے وقوع میں آئے کاشتکار کو معاوضہ دے۔ حالانکہ مالک آراضی کوئی فعل ایسا نہیں کرسکتا جس سے

خود اُسکی آراضی کو نقصان پہونچے۔

انجمن تعلقداران اودھ نے یہ عذر پیش کیا ہے۔ کہ پاہی کاشت اسامیوں کو حق توسیع میعاد ہفت سالہ محدود اضافہ نہ دینا چاہیے۔ درحقیقت یہ عذر ایسا نہیں ہے جس پر خاص توجہ نہ فرمائی جائے۔ میجر ارسکن صاحب نے بھی جنکی تحقیقات کا نتیجہ یہ مسودۂ قانون ہے یہ سفارش کی ہے کہ اسامیان پاہی کاشت کو یہ جدید حقوق نہ دیے جائیں۔

دفعہ ۷۶ میں الفاظ "بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ" اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ سات سال سے زیادہ میعاد کا کوئی معاہدہ مابین کاشتکار و مالک آراضی بوجہ دقت کارروائی اور مصارف کے نہ ہوسکیگا۔

بالآخر ۳۰ ستمبر ۱۸۸۶ء کو قانون لگان اودھ کونسل میں پیش ہوکر پاس ہوا جو ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء کے نام سے مشہور ہے۔

ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء

۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے جلسہ میں ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء کی شرح جسے مشیر قانونی انجمن نے تیار کیا تھا پیش ہوئی اور یہ تجویز ہوا کہ شرح ایکٹ مذکور مع قواعد و نظائر سب ایک ساتھ چھپوا کر تعلقداروں کے پاس بھیجے جائیں اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ بطور اجرت مشیر قانونی صاحب کو دیے جائیں۔

۷ جنوری ۱۹۰۸ء کو چیف سکریٹری گورنمنٹ نے انجمن سے دریافت

کیا کہ آیا ایکٹ ۲۲ سنہ ۱۸۸۶ء کی ترمیم اس طور پر کرنا مناسب ہوگا کہ جملہ اسسٹنٹ کلکٹران درجۂ اول کو دفعہ (۶۱) کے مقدمات فیصل کرنیکا اختیار دیا جائے۔ اودھ میں بہت کم ڈپٹی کلکٹران کو ایسے اختیارات ہیں۔ حالانکہ صوبۂ آگرہ میں حسب دفعہ (۵۹) ایکٹ کاشتکاران ایسے مقدمات کا فیصلہ ڈپٹی کلکٹران درجۂ اوّل کرتے ہیں۔

۲۴ر جنوری سنہ ۱۹۰۸ء کو یہ مسئلہ انجمن میں پیش ہوکر یہ تجویز ہوا کہ مثل صوبۂ آگرہ کے اودھ میں بھی اسسٹنٹ کلکٹران درجۂ اوّل کو ایسے اختیارات دینا چاہیے۔ چنانچہ حسب تجویز کمیٹی ۲۳ر فروری سنہ ۱۹۰۸ء کو گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجا گیا۔

اسکے بعد جملہ کمشنران صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کی نینی تال میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ:۔

”چونکہ ایکٹ لگان اودھ میں کوئی دفعہ مثل دفعہ (۵۱) آگرہ ٹننینسی ایکٹ نہیں ہے۔ لہذا جس امداد کے عطا کرنے کے لیئے گورنمنٹ موجود تھی وہ کاشتکاروں کو نہیں پہونچ سکی۔ حالانکہ اُنھیں ایسی امداد کی نہایت ضرورت تھی۔ اور اودھ کے اکثر مالکان آراضی نے مالگزاری میں معافی لینے سے محض اس وجہ سے انکار کردیا۔ کہ قاعدہ کے بموجب اُس معافی کا دوگونہ کاشتکاروں کو لگان معاف کرنا پڑتا“

۲۹ر نومبر سنہ ۱۹۰۸ء کو سکریٹری بورڈ مال نے اس مسئلہ میں انجمن کی رائے

طلب کی اور نیز یہ بھی دریافت کیا کہ آئندہ معافی یا التوائے مالگزاری کے متعلق اگر انجمن کو کوئی تجاویز پیش کرنا ہیں تو اُن سے اطلاع دی جائے۔

حسب تجویز عہدہ دار صاحبان جملہ کاغذات کا ترجمہ بطلب رائے تعلقداران کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور پھر یکم اپریل ۱۹۰۹ء کے جلسہ میں یہ مسئلہ مع رائے تعلقدار صاحبان پیش ہو کر تجویز ہوا کہ:۔

"چونکہ تعلقداران ایکٹ لگان اودھ میں مثل دفعہ (۵۱) آگرہ ٹیننسی ایکٹ کسی دفعہ کا اضافہ نہیں منظور کرتے ہیں۔ لہٰذا اُسکے مطابق جواب بھیجا جائے۔ اور کل وجوہ جنکی باعث سے تعلقداران ایسی دفعہ کا اضافہ پسند نہیں کرتے ہیں۔ ظاہر کر دیئے جائیں۔ غرضکہ ۲ اپریل ۱۹۰۹ء کو انجمن کی جانب سے سکرٹیری بورڈ مال کی مراسلت کا یہ جواب بھیجا گیا۔"

"انجمن کی رائے میں دفعہ (۱۹) ایکٹ لگان اودھ رعایا کے حقوق کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔ اور یہ دفعہ ایکٹ لگان ۱۸۸۶ء میں صرف اس غرض سے شامل کی گئی تھی کہ کاشتکار اور زمیندار معافی و التوا کے مسئلہ کو آپس میں طے کر لیں اور گورنمنٹ کو دست اندازی کا اُسوقت موقع دیا گیا تھا جب کہ زمیندار اپنا کل لگان بذریعہ عدالت وصول کرے۔ جیسا کہ آنریبل مسٹر کوئنٹن نے اپنی تقریر میں بوقت مباحثہ قانون لگان اودھ ۱۸۸۶ء بیان کیا تھا۔ اور لوکل گورنمنٹ اُس وقت ممالک مغربی و شمالی کے اس اصول کو اودھ میں نافذ کرنے کے خلاف تھی۔ وہی حالت اب بھی ہے۔ اور

اُس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے اور اسی وجہ سے قانون میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

حسب منشائے قانون صوبۂ آگرہ اگزیکیوٹیو افسران ہر معاملہ میں دست اندازی کر سکتے ہیں۔ اور کثیر تعداد رعایا کے ساتھ ایک ہی قاعدہ کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ اُنھیں یہ اختیار نہیں ہے کہ مختلف حالتوں اور خاص صورتوں کے لحاظ سے امتیاز کر کے رعایا کے ساتھ اُنکی حالت اور ضرورت کے موافق سلوک کریں۔

اکثر تعلقدار وقت پر تقاوی دے کر اپنی رعایا کی مدد کرتے ہیں۔ اور جس کاشتکار کی حالت اسکی مقتضی نہیں ہے۔ اس سے پورا لگان کبھی وصول نہیں کرتے۔ اور التوا یا معافی ہر کاشتکار کی حالت کے مطابق کیجاتی ہے۔ اگر گزشتہ قحط کے زمانہ میں خاص حالتوں میں امداد نہیں دی گئی۔ تو اُنکی وجہ سے التوا یا معافی کے اُن اصول میں تغیر مناسب نہیں ہے۔ جو اب تک اس صوبہ میں کامیابی کے ساتھ نافذ رہے ہیں۔

انجمن کی رائے میں بوجوہات بالا اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ دفعہ (۵۱) آگرہ ٹیننسی ایکٹ کی طرح کوئی دفعہ ایکٹ لگان اودھ میں اضافہ کیجائے اور نہ اسکی ضرورت ہے کہ تعلقداران اودھ کی حالت مثل زمینداران صوبۂ آگرہ کر دی جائے۔ تعلقداروں نے اپنی رعایا کے ساتھ ہمیشہ نہایت فیاضی کا برتاؤ کیا ہے۔"

یکم مارچ ۱۹۱۸ء کے جلسۂ عام میں یہ تجویز ہوا کہ چونکہ ترمیم ایکٹ لگان کا مسئلہ بہت دنوں سے زیر تجویز ہے۔ اور اس قانون میں ترمیم ہو کر رہیگی۔ ایسی حالت میں انجمن کی یہ کوشش ہونا چاہیے کہ موجودہ لفٹنٹ گورنر کے عہد میں اس مسئلہ کو آخری طور پر طے کر لیا جائے۔ کیونکہ اس سے اچھا موقع ملنا دشوار ہوگا۔ لہٰذا سات ممبروں کی ایک سلکٹ کمیٹی مقرر کیجائے۔ اور اُسکو اختیار دیا جائے کہ وہ گورنمنٹ سے اُن امور کے متعلق جو بوقت ترمیم زیر بحث ہونگے دریافت حال کرے۔ اور جو امور مالکان آراضی کے مفید ہوں اُنھیں فراہم کرے۔ تاکہ تعلقداران پورے طور پر اپنے حقوق کی بابت مباحثہ کر سکیں۔ اس کمیٹی کو یہ بھی اختیار دیا جائے کہ بشرط ضرورت دو ممبروں کو خود منتخب کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کر لے۔ اور اگر کسی وجہ سے کسی ممبر کی جگہ خالی ہو تو اُسکی جگہ پر کسی دوسرے ممبر کو منتخب کر لے۔ یہ بھی تجویز ہوا کہ یہ مسئلہ بغرض غور اگزیکیوٹیو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

اسکے بعد ۲۴ را پریل ۱۹۲۰ء کو یہ مسئلہ اگزیکیوٹیو کمیٹی میں پیش ہوا اور سر راجہ صاحب محمود آباد پریسیڈنٹ انجمن نے قانون لگان کی اہمیت۔ مالکان آراضی سے اُسکا تعلق گورنمنٹ کی پالیسی و دیگر ضروری امور کو مختصر طور پر بیان کیا اور یہ بھی فرمایا۔ کہ اس قانون کی ترمیم جس حالت میں کہ ناگزیر سمجھی جاتی ہے اور ایک نہ ایک دن یہ مسئلہ پیش ہونے والا ہے۔ تو پھر موجودہ لفٹنٹ گورنر کے عہد میں جنھیں تعلقداروں کے ساتھ ہمدردی ہے

اور آئندہ کونسل جس میں مالکان آراضی کے نمایندوں کی کافی تعداد ہونیکی امید کیجاتی ہے۔ اس مسئلہ کا بغرض تصفیہ پیش ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

آنریبل سر راجہ صاحب جہانگیر آباد نے پریسیڈنٹ صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوے فرمایا کہ یہ مسئلہ نہایت مشکل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مالکان آراضی کی موت وزیست کا یہ معاملہ ہے۔ قبل اسکے کہ ترمیم کا مسئلہ پیش ہو۔ ہمیں ہرطرح پر اُسکے لیئے تیار ہونا چاہیئے۔ انجمن کے جلسوں میں ترمیم کے اُصول طے ہونا۔ دُشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہے کہ چند تجربہ کار اور قانون داں تعلقداران کی ایک کمیٹی مقرر کیجاے۔ اور کسی ہوشیار اور قابل وکیل کو بھی اس میں شریک کیا جاے۔ تاکہ موجودہ قانون لگان کے فوائد اور نقائص پر اور اس مسئلہ پر کہ ہفت سالہ میعاد اور مجدد اضافہ لگان سے دراصل کاشتکاران کو کیا نفع پہونچا ہے۔ غور کر کے ایک ایسی یادداشت مرتب کرے جو قانون لگان کی ترمیم کے وقت کام آئے۔ اور تعلقداروں کو اُسکے نتائج سے پوری واقفیت ہو۔

آنریبل شیخ شاہد حسین صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ چند تعلقداروں کا ایک ڈیپوٹیشن جاکر ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر سے اِس مسئلہ میں پرائیویٹ طور پر استصواب راے کرے۔

آخرکار بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ بصدارت ونگرانی صاحب پریسیڈنٹ بہادر ایک سلکٹ کمیٹی ممبران اکزیکیوٹف کمیٹی و دیگر تعلقدار صاحبان کی جو

اس میں دلچسپی لینا چاہیں مقرر کیجائے۔ جو قانون لگان کے مسئلہ میں غور کرکے اُسکی ہر دفعہ کے عملی نقصان و فوائد کے متعلق ایک یادداشت مرتب کرے۔ اور اس یادداشت کو اپنی رپورٹ کے ساتھ آئندہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء میں پیش کرے۔

صاحب پریسیڈنٹ کو یہ بھی اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ حسب منشائے دفعہ (۳۵) دستور العمل انجمن ہند اودھ کسی تجربہ کار اور قابل وکیل کو اس کمیٹی میں شریک کریں اور اُسے اس کام کی بابت معاوضہ دیں۔ اور کمیٹی مذکور کے جلسے جس وقت اور جس مقام پر چاہیں منعقد کریں اور جن لوگوں سے ضرورت ہو اُن سے مشورہ لیں۔ چنانچہ حسب منشائے رزولیوشن مذکورۂ بالا صاحب پریسیڈنٹ نے اسسٹنٹ سکریٹری انجمن سے دو پمفلٹ ایک اودھ کے کاشتکاروں اور تعلقداروں کے حقوق کے متعلق اور دوسرا بندوبست استمراری کے متعلق تیار کراکے شایع کرائے جس میں ابتدائے عملداری سرکاری سے کل واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ یہ دونوں پمفلٹ جملہ تعلقداروں کے پاس اطلاعاً بھیجدیئے گئے۔ اور ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ پریسیڈنٹ صاحب انجمن بہت جلد ایک عرضداشت تیار کراکے صاحب وزیر ہند کے حضور میں روانہ کریں۔ جس میں نہایت صاف اور صریح طور پر واقعات اور حالات موجودہ ریونیو پالیسی کے دکھائے جائیں۔ اور عرضداشت کا مسودہ تیار کرکے ۲ اگست سنہ ۱۹۲۰ء تک تعلقداروں کے پاس بھیجدیا جائے۔ اور ۱۵ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو

ایک جلسہ شورے بمقام قیصر باغ بارہ دری منعقد کیا جائے اور جملہ تعلقدار صاجبان کو اطلاع دی جائے کہ وہ اس مشورت کے جلسے میں جو محض مسودہ عرضداشت پر غور کرنے کے لیئے منعقد کیا جائیگا شریک ہوکر اپنی رائے کا اظہار کریں اور بعد جلسہ مشورت عرضداشت مذکور بعد نظر ثانی بحضور صاحب وزیر ہند روانہ کی جائے۔

اسکے بعد ۷ نومبر ۱۹۲۰ء کے جلسۂ عام میں آنریبل سر راجہ صاحب کوری سدولی کی تحریک پر بالاتفاق یہ طے ہوا۔ کہ

"یہ جلسۂ عام اگزیکیوٹو کمیٹی کو توجہ دلاتا ہے کہ حال میں جو شورش اور بیچینی بعض اضلاع میں پیدا کرادی گئی ہے اسکے انسداد کے متعلق جو مناسب تدابیر ہوں اُنھیں اختیار کرے۔ اور علاوہ ممبران اگزیکیوٹو کمیٹی کے اور تعلقداران بھی جنھیں اسکے متعلق اظہار رائے کرنا ہو وہ اُسی جلسہ اگزیکیوٹو کمیٹی میں جو اس غرض سے منعقد کیا جائے شریک ہوسکتے ہیں۔ اور ایسے جلسہ اگزیکیوٹو کمیٹی کی اطلاع عام تعلقدار صاجبان کو دی جائے۔

غرضکہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کو جلسۂ اگزیکیوٹو کمیٹی منعقد ہوا۔ اور کارروائی جلسۂ عام مورخہ ۷ نومبر ۱۹۲۰ء پڑھی گئی۔ اور بالاتفاق یہ تجویز ہوا کہ " اس کمیٹی کی رائے میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعلقداروں کا ایک ڈیپوٹیشن ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں بضرورت تبادلہ خیالات متعلق مسئلہ تعلقات کاشتکاران و مالک آراضی پیش ہو۔ ڈیپوٹیشن کی تاریخ جلد سے جلد

صاحب پریسیڈنٹ انجمن معین کرا کے ممبران ڈیپوٹیشن کو اطلاع دیں۔
اسکے بعد جو شورش اور بےچینی اودھ کے بعض اضلاع میں ہوئی اُسنے
اس مسئلہ کی جانب خاص طور پر متوجہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء
کے جلسۂ عام میں بالاتفاق یہ طے ہوا کہ اُن تعلقداروں کی جو منجانب
اضلاع اودھ منتخب ہو کر اس صوبہ کی کونسل میں گئے ہیں ایک کمیٹی بنائی
جائے جو اگزیکیوٹیو کمیٹی انجمن کی ہدایت اور مشورہ کے موافق کام کرے
اور ہر ضلع میں قانون لگان اودھ کی مجوزہ ترمیم کی بابت لوگوں کو آمادہ کیا جائے
اور ضروری واقعات اور اعداد کی اطلاع بہم پہونچائی جائے۔
بعد ازاں ۲۲ جنوری ۱۹۲۱ء کو قیصر باغ بارہ دری میں ڈنر کے
بعد ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے چند سر برآوردہ تعلقداروں سے اس مسئلہ پر گفتگو کی
اور ۲۳ جنوری ۱۹۲۱ء کو انھیں اسی غرض سے گورنمنٹ ہوس میں طلب
فرمایا۔ غرضکہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۱ء کو اس مسئلہ میں گفتگو کی ابتدا ہوئی اور
اُسکے بعد کئی مرتبہ ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے اُن تعلقداروں کو جو پہلی مرتبہ
گورنمنٹ ہوس گئے تھے۔ اور نیز دیگر تعلقدار صاحبان کو جو لکھنؤ میں موجود تھے۔
طلب فرمایا۔ اور قانون لگان کی ترمیم کے ہر پہلو کی جانب گفتگو فرمائی۔ ممبر
صاحبان بورڈ اور کمشنر صاحبان کی رپوٹیں تعلقداروں کو دکھائی گئیں۔
اور چودہ اصول مرتبہ بورڈ مال جنکی بنا پر آئندہ قانون کی ترمیم ضروری خیال
کیجاتی تھی۔ اُنھیں دیئے گئے۔ کہ باہم مشورہ اور غور کے بعد ہر اصول ترمیم کے

متعلق اپنی رائے لکھیں۔

اِن سب تعلقداروں نے بڑی توجہ اور کوشش سے مسلسل سات آٹھ روز سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی کوٹھی پر جمع ہو کر انھیں اصول ترمیم پر غور کیا۔ اور اُنکے جوابات تحریر کیئے اور مفصلۂ ذیل مجموعی حالات کا ایک مفصّل نوٹ قلمبند کر کے اور چودہ اصول کی بابت علیحدہ علیحدہ نوٹ تحریر کر کے گورنمنٹ میں پیش کیا۔

قانون لگان کے مسئلہ پر تعلقداروں کے عام خیالات

اس تجویز کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام قانونی کاشتکاروں کے لیے جن کی تعداد اودھ میں بہت زیادہ ہے۔ ایک نیا حق قبضہ داری کم سے کم اُنکی زندگی کے لیئے اس شرط کے ساتھ پیدا کر دیا جائے کہ ایک میعاد معینہ کے بعد اُنکے لگان میں اضافہ ہوا کرے جسکی شرح سرکاری طور پر تشخیص ہو۔ یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ہر کاشتکار کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی کاشت پر ایک معین لگان کے ساتھ دس سال تک قابض رہے۔ اور اُسکے بعد اُسکا قبضہ ایک نا محدود زمانہ تک قائم رہے۔ جب تک کہ وہ لگان مشخصہ افسران سرکاری جو ہر دس سال کے بعد تشخیص ہوا کریگا ادا کرتا رہے۔ اس سے صریحاً ایک حق قبضہ داری پیدا ہوتا ہے جو ایک غیر ملکیت وار کاشتکار کو خلاف مرضی مالک آراضی دوسروں کے مقابلہ میں اور سرکاری شرح لگان پر مقابضت کا حق عطا کرتا ہے تعلقداروں کو

یہ اُمید ہے کہ تجاویز زیر غور سے حق قبضہ داری قابل وراثت پیدا کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ کامل حقوق قبضہ داری جن کا اودھ میں کبھی وجود نہیں تھا اب از سرِ نو پیدا کئے جاتے ہیں اور اس طرح پر وہ جھگڑا پھر دوبارہ اُٹھایا جاتا ہے جو اودھ کے پہلے بندوبست کے زمانہ میں برسوں درپیش رہ چکا ہے۔ اور جبکا آخری ناقابل تنسیخ فیصلہ بلا شک و شبہہ تعلقداروں کے حق میں ہوچکا ہے۔ اسکے معنی یہ ہونگے کہ اودھ کے تقریباً کل کاشتکاروں کو ایسے حقوق عطا کئے جائیں جو ایک طور پر اُس سے بھی زیادہ ہیں جنھیں تعلقداروں نے گورنمنٹ کی خواہش پر اپنی خوشی سے بطریق ایک غیر معمولی رعایت کے ۱۸۶۶ء میں اُن کاشتکاروں کو عطا کیا تھا جو مالک سابق تھے۔ یہ لوگ اُس وقت سے کاشتکاران قبضہ دار کہے جاتے ہیں اور اُنکے لگان میں ہر پانچ سال کے بعد اضافہ ہوسکتا ہے۔ فی الحقیقت اس سے تعلقداران اودھ کی حالت صوبۂ آگرہ کے مالکان آراضی سے بدتر ہوجائیگی۔ کیونکہ اُنکی بہت سی آراضی اب بھی ایسے کاشتکاروں کے پاس ہے جنھیں حق قبضہ داری حاصل نہیں ہے۔ ان وجوہ سے یہ امید کیجاتی ہے کہ کامل حقوق قبضہ داری کے اختراع کا خیال نہیں ہے۔

(۲) لیکن وراثت کا حق دینے کے بغیر بھی ایسی تجویز جس سے تعلقدار حق بیدخلی سے محروم ہوجائیں اور اپنی مرضی اور خوشی کے مطابق وہ اپنی آراضی کو کام اٹھا نہ سکیں۔ اُنکے حق مالکانہ کو زائل کرنے والی ہوگی۔ اور اس سے

انکی جائداد کی بہت کچھ قیمت گھٹ جائیگی۔ تعلقداروں کو الحاق اودھ سے پیشتر بھی ملکیت کامل کے حقوق حاصل تھے۔ اور برٹش گورنمنٹ نے بذریعۂ سند اُنھیں قائم رکھنے کی ضمانت کی تھی۔ اس سند کا مقصد بالفاظ سر چارلس اوڈ وزیر ہند ۱۸۶۵ء میں یہ تھا کہ:۔

"خود مختار مالکان آراضی اور رُوسا کے درجہ پر تعلقداران قائم وبحال رکھے جائیں"

ایک دوسرے بڑے شخص یعنی سر جیمس ہاگس نے جو اُس زمانہ کے مدبرین میں تھے اور سکریٹری آف اسٹیٹ کی کونسل کے ممبر بھی تھے۔ بڑے زور کے ساتھ یہ تحریر کیا تھا کہ اُنکی رائے میں

"لارڈ کیننگ کا یہ صریح اور صاف منشا تھا کہ اودھ کے رُوسا اپنے قدیم درجہ اور عزت پر بحال رکھے جائیں۔ اور تعلقداروں کو اُنکی ریاستوں میں کامل اختیارات باستثنار تحفظ حقوق ماتحتی دیے جائیں"

حق ملکیت کی بابت انگلستان کے ایک بہت بڑے ماہر قانون یعنی "بلیک اسٹون" نے لکھا ہے کہ:۔

"حق ملکیّت سے یہ مراد ہے کہ مالک کو اپنی آراضی کی بابت استعمال تمتع اور تصرف کا کامل اختیار حاصل ہو۔ مالک اپنی ریاست کا ذی اختیار مالک کامل ہے اور وہ اپنی جائداد پر اپنے پورے اختیارات بلا روک ٹوک عمل میں لاتا ہے اور اُس میں دُنیا کے کسی شخص کو کسی قسم کی مداخلت کا حق

حاصل نہیں ہوتا"۔

ایک دوسرے انگریز ماہر قانون یعنی لارڈ میکالے نے جو گورنر جنرل کی کونسل کے سب سے زیادہ مشہور قانونی ممبر تھے یہ کہا ہے کہ:۔

"مجھے حق ہے کہ میں اپنی چیز کو جو چاہوں کروں۔ اگر آپ کسی مالک اراضی کو اُسکے کاشتکار کی بیدخلی سے روکیں تو پھر اُسکی ملکیت باقی نہیں رہتی کسی جائداد کے حق ملکیت کا یہ اصول ہے کہ مالک کو صرف اسی بات کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی دولت کو مفید یا مناسب طریقہ پر استعمال کرے بلکہ اُسکو یہ بھی اختیار رہتا ہے کہ وہ اپنی اراضی کو خود اپنی مرضی اور خوشی کے مطابق بغیر کسی کی اجازت حاصل کئے ہوئے یا بغیر اپنے فعل کے وجوہ بیان کئے ہوئے جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے"۔

جس حالت میں کہ تعلقداران اپنی ریاستوں کے مالک کامل ہیں۔ اور جب اراضی میں حق ملکیت کی یہ تعریف ہے جو بیان کی گئی تو اس سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی تجویز جس سے دس سال کے بعد موجودہ کاشتکار کو یہ حق حاصل ہو جائے کہ وہ ایک ایسا لگان جسے تیسرا شخص تجویز کرے دیکر اپنی کاشت کی اراضی پر برابر قابض رہے۔ نہایت ادب سے عرض کیا جاتا ہے کہ یہ تجویز۔ تعلقداروں کے حقوق مالکانہ کو براہ راست زائل کرنے والی ہے اور اصول انصاف کے یہ سراسر خلاف ہے کہ حضور ملک معظم کی رعایا کے ایک گروہ کا نقصان کرکے دوسرے کے لئے جدید حقوق قائم کئے جائیں۔ یعنی

یہ کہ زید کو دینے کے لیئے بکر کو لوٹا جائے۔

(۳) علاوہ اسکے یہ بھی گزارش ہے کہ موجودہ کاشتکار کے لیئے قبضہ داری کا حین حیاتی حق بھی پیدا کرنا ہندوستانی اور انگریزی سلطنتوں کے مواعید کے بالکل خلاف ہوگا۔ اودھ کے پہلے بندوبست کے وقت اعلیٰ افسران گورنمنٹ نے یہ طے کر دیا تھا کہ جو سندیں تعلقداروں کو عطا کی گئی ہیں۔ اُنکی شرائط کے بموجب تعلقداروں کی ریاستوں میں اُنکے کاشتکاروں کے لیئے کسی قسم کے حقوق کاشتکاری پیدا نہیں کیئے جا سکتے۔ اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اُس زمانہ میں اودھ کے کاشتکاروں کے حقوق کی بابت جو مکمل تحقیقات اور کامل جانچ کی گئی تھی اُسکی تفصیل یہاں بیان کیجائے۔ جو اہم امور اُس وقت تنقیح طلب تھے اور اُسکے متعلق مختلف افسروں کے درمیان جو مباحثہ ہوا۔ اور جس نتیجہ پر پہونچکر اُنھوں نے ان مسائل کا تصفیہ کیا وہ سب تاریخی واقعات ہیں۔ جو مسئلہ اس وقت زیر بحث ہے اُسکے لیئے سر جان اسٹریچی کی مراسلت مورخہ ۲۰ اگست ۱۸۶۶ء کے فقرہ (۲۰) کا اقتباس یہاں درج کرنا کافی ہوگا جسمیں اُنھوں نے اودھ میں آراضی کے حقوق کی بابت اپنی تجویز حسب ذیل پیش کی تھی۔

"چیف کمشنر صاحب فرماتے ہیں کہ میری یہ تجویز ہے کہ سب سے پہلے مجھے اس بات کا اختیار دیا جائے کہ میں تعلقداران اور عوام سے گورنمنٹ کے منشا اور ارادہ کا حسب ذیل اعلان کر دوں۔

(۱) اُس تحقیقات پر غور کرنے سے جو اودھ میں حقوق قبضہ داری کے

متعلق حال ہیں کی گئی ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ الحاق صوبہ کے وقت رعایا کو کسی قسم کا حق قبضہ داری حاصل نہیں تھا۔ جو خلاف مرضی مالکان آراضی کامیابی کے ساتھ قائم رکھا جا سکے۔ اور اس وجہ سے بموجب اُس عہد و پیمان کے جو سکریٹری آف اسٹیٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اس تحقیقات کی بناء پر ذمہ داری کے ساتھ کیے ہیں۔ گورنمنٹ اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ وہ کسی قسم کے حقوق قبضہ داری پیدا نہیں کریگی۔"

اس مراسلہ کے جواب میں سکریٹری گورنمنٹ آف انڈیا نے صاحب چیف کمشنر کو یہ لکھا تھا کہ :۔

"مجھے ہز اکسلنسی بہ اجلاس کونسل نے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپکو یہ اطلاع دوں کہ حضور گورنر جنرل بہادر با جلاس کونسل آپ کی اُن مختلف تجاویز کو جنھیں آپ نے اپنے مراسلہ میں مفصل تحریر کیا ہے منظور فرماتے ہیں۔"

(ملاحظہ ہو فقرہ پنجم مراسلت آنریبل مسٹر سیون نمبری ۳۰، مورخہ ۲۴ اگست ۱۸۶۶ء از مقام شملہ)

اس طرح پر آخری قرارداد جو تعلقداروں کے ساتھ کی گئی وہ یہ تھی کہ بموجب شرائط سند اُنکی ریاستوں میں کوئی کاشتکارانہ حقوق پیدا نہیں کیئے جا سکتے اور یہ کہ ایسے حقوق پیدا نہ کیئے جائینگے اس لیئے اگر تعلقداروں کی آزاد مرضی اور رضامندی کے بغیر کوئی حقوق پیدا کیے جائینگے تو اُس سے لازمی طور پر اُن وعدوں سے انحراف سمجھا جائیگا جو اُنکے ساتھ انصافاً کیئے گئے تھے۔

(۴) تعلقدار یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے کوئی حقوق جو اس وقت تجویز کیے گئے ہیں قانوناً اُنکی ریاستوں میں پیدا نہیں کیے جا سکتے۔ وہ سند جسکے ذریعہ سے وہ اپنی ریاستوں پر قابض ہیں اُس نے اُنھیں کامل حقوق مالکانہ استحقاق و قبضہ عطا کیا ہے۔ صرف ایک قسم کا حق جسکا سند میں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ تعلقداروں کے ماتحت ہیں وہ اپنے اُن حقوق ماتحتی پر جو اُنھیں پہلے سے حاصل تھے قابض رکھے جائیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اُن کاشتکاروں کو جنھیں اب حق قبضہ داری دینے کی تجویز ہے اُس وقت یہ حق حاصل نہیں تھا جب تعلقداروں کو سندیں عطا کی گئی تھیں۔ اور بغیر تعلقداروں کی سخت حق تلفی کیے ہوئے۔ جو اُنھیں مختلف شرائط کے ساتھ عطا ہوئے تھے۔ اب ایسا کوئی نیا حق پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ ۳۔ ایکٹ عطیہ شاہی ۱۸۶۹ء میں حسب ذیل اندراج ہے۔

مذکورہ بالا عطیہ یا انتقال کے متعلق وہ کُل احکام۔ قیود۔ شرائط یا حدود جائز سمجھے جائینگے اور اُنکا اثر قانونی ہوگا۔ باوجود اسکے کہ کسی قانون اسٹیٹوٹ یا ایکٹ کے قواعد جنھیں کسی جماعت واضعان قانون نے نافذ کیا ہے اُسکے خلاف ہوں"۔

اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلقداروں کے پورے حقوق مالکانہ خاصکر قانونی حقوق ہیں اور بغیر ایکٹ عطایائے شاہی سے سراسر انحراف کیے ہوئے اُس میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں یہ سراسر ناانصافی

ہوگی کہ وہ ذمہ داریاں تو قائم رکھی جائیں جو بموجب شرائط سند تعلقداروں پر عائد ہوتی ہیں لیکن وہ حقوق لے لیئے جائیں جو اُسی سند کی رو سے عطا ہوئے ہیں۔

(۵) تعلقداروں کے موروثی حقوق سے قطع نظر کرکے یہ تجاویز اُن کی مسلمہ عزت اور درجہ کے منافی ہیں۔ بندوبست تعلقداری کی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلقداروں کو اعتماد کے ساتھ اس بات کا یقین ہے کہ یہ امر تسلیم کیا جائے گا کہ وہ گورنمنٹ کی جانب سے محض اراضی کی مالگزاری وصول کرنے والے یا مالگزار کے منتقل الیہم نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں بحیثیت مالک ریاست ایک قابل امتیاز آزادی کا درجہ حاصل ہے۔ اپنی تمام تاریخ میں وہ با اختیار اور با اثر رہے ہیں۔ اور لارڈ کیننگ کے زمانہ سے اس وقت تک ہندوستان کے ہر ایک وائسرائے اور گورنر جنرل نے اُنھیں اس امر کا متواتر یقین دلایا ہے کہ اُنکا درجہ، اُنکی عزت اور وہ خاص مراعات جو اُنکے ساتھ کی گئی ہیں وہ تمام و کمال ہمیشہ قائم و بحال رکھی جائینگی۔ ایسی حالت میں حق قبضہ داری خواہ وہ کسی قسم کا ہو اُنکے کاشتکاروں کو دینا۔ سوسائٹی میں اُنکے درجہ اور عزت کو بغیر شدید اور مخالفانہ صدمہ پہونچائے نہیں رہ سکتا۔ اُسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ تعلقداروں کے حقوق کاشتکاروں کو مل جائینگے اور وہ اپنے مالکوں سے منحرف ہو جائیں گے۔ فی الحقیقت یہ کاشتکاروں کو مالکان اراضی کا رقیب بنا دیگا۔ اسکی وجہ سے وہ بات بات پر مالکان اراضی کے حکم کے خلاف کرنے پر آمادہ ہونگے اور اُن کے مدمقابل بن جائینگے۔ تعلقداروں کے نزدیک اُن کی جائداد کی قدر و قیمت

محض اُس درجہ اور اثر کی وجہ سے ہے جو انھیں اپنے امور ریاست اور اُسکے کاروبار میں حاصل ہے۔ اگر ان اختیارات سے وہ آج محروم کیئے جاتے ہیں تو کل وہ اسی طرح اپنی کُل جائداد سے بھی محروم کیئے جاسکتے ہیں بغیر کسی ایسے مخالف اور مُضر قانون کے بھی آج کل جب عموماً حکومت اور اختیار کے خلاف جدوجہد ہو رہی ہے تعلقداروں کو اپنے درجہ اور مراعات کا قائم رکھنا نہایت دُشوار ہوتا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ گورنمنٹ اُنکے اُن حقوق کی حفاظت کرے جن کے قائم رکھنے کا وہ اُنھیں یقین دلا چکی ہے۔ اور ایسی امداد و حفاظت اُس طبقہ کے استقلال اور استحکام کے لیئے بھی ضروری ہے جو اپنے کنسرویٹو خیالات، روایات اور ملک میں ایک بہت بڑی جوکھم اور ذمہ داری رکھنے کی وجہ سے اُسکا مستحق ہے۔

تعلقداروں کو اُمید ہے کہ یہ بات تسلیم کیجائیگی کہ برٹش حکومت کے دوران میں کسی موقع پر گورنمنٹ یا رعایا کے مقابلہ میں جو مشکل ذمہ داریاں بلحاظ اُنکے درجہ کے ہیں اُنکے پورا کرنے میں اُنھوں نے کبھی کمی نہیں کی۔ کوئی کام پبلک کے فائدہ کا ایسا نہیں ہوا جس میں اُنھوں نے اپنی پوری فیاضانہ امداد نہ کی ہو۔ اُنھوں نے ہمیشہ امن قائم رکھنے اور قانون کی پابندی کرانے میں پوری مدد دی ہے۔ اُنھوں نے اپنے فوری انتظام اور انصاف سے جس میں فریقین کو کسی خرچہ کی زیر باری نہیں ہوئی۔ اور جسے سبھوں نے پسند کیا۔ اپنی رعایا کے درمیان اور صرف اپنی رعایا ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا اور اُنکے پڑوسیوں کے

درمیان اختلاف دُور کرکے تھوڑی باتوں پر بہت سی مقدمہ بازی کو روک دیا ہے۔ گورنمنٹ کے ساتھ وہ صرف خود ہی وفادار اور خیرخواہ نہیں رہے بلکہ اُنھوں نے اپنے رقبۂ اثر میں گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اور خیرخواہی کے خیالات کو ترقی دینے میں حتی الامکان ہمیشہ کوشش کی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ گزشتہ جنگ کے زمانہ میں اکثر تعلقداروں نے کس طرح اپنی حیثیت اور مقدرت سے زیادہ مدد دی ہے اور کس طرح اُنکا اثر اور اختیار سلطنت کے فوائد کے لئے موثر طریقہ سے کام میں لایا گیا۔ ایسی حالت میں تعلقداروں کو تو یہ اُمید تھی کہ گورنمنٹ ایسے احکام نافذ کریگی جس سے تعلقداروں کے اُس درجہ اور عزت میں جو ملک کے واسطے ایسے مفید ثابت ہوئے ہیں اور بھی اضافہ او ترقی ہوگی۔ برخلاف اُسکے اگر اُنھیں یہ معلوم ہوا کہ گورنمنٹ اُنکے حقوق کی حفاظت کرنے سے مجبور اور لاچار ہے یا خود اُنکے حقوق کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہے تو اُس سے تعلقداروں میں نہایت خوف اور ناامیدی کے خیالات پیدا ہونگے علاوہ بریں اُنکے اختیارات اور اثر کی بربادی سے اُنکے اسناد کی شرائط میں ترمیم لازم آجائیگی۔ کیونکہ باوجود اپنی خواہش اور ارادہ کے بحیثیت مالکان آراضی جب اُنھیں کوئی اختیار اپنی آراضی کے انتظام میں باقی نرہیگا تو وہ گورنمنٹ کی کوئی کارآمد خدمت کس طرح کر سکیں گے

(۶) تعلقداران نہایت ادب سے گورنمنٹ کو اس بات پر توجہ دلاتے ہیں کہ وہ عموماً اپنی رعایا کے ساتھ برتاؤ میں سختی نہیں کرتے ہیں اور نہ اُنکے آرام و

عافیت سے وہ بے پرواہیں۔ ممکن ہے کہ اُن میں چند ایسے بھی ہوں جو اپنے اختیارات اور درجہ کا بیجا استعمال کرتے ہوں۔ لیکن یہ بات شاذ ونادر ہے عام نہیں ہے۔ اور ایسی باتوں سے اُنھیں روکنے کے لیے کوئی خاص ضابطہ مقرر کرنا نہایت مشکل ہے اور اسی وجہ سے تعلقداران یہ گزارش کرتے ہیں کہ چند لوگوں کے قصور کی وجہ سے کل جماعت کو جو ہمیشہ ہر طرح پر گورنمنٹ کی وفادار اور جان نثار رہی ہو۔ اور جس نے ہمیشہ مستعدی کے ساتھ بموجب شرائط سند اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا ہو۔ اُن کے مسلمہ حقوق سے جنھیں خود گورنمنٹ نے اُنھیں عطا کیا ہو۔ محروم کرنا سراسر خلاف انصاف ہے۔ تعلقداران اسے تسلیم کرتے ہیں کہ اپنے صوبہ کی سرسبزی اور خوشحالی کے لئے زراعت کو ترقی دینا اُنکا فرض ہے۔ اور اس فرض کے ادا کرنے میں اُنکا خود بھی نفع ہے۔ اور اب ایسے لوگ بھی جنھیں ممکن ہے کہ اسکا کافی طور پر احسان نہ ہو۔ عام بیداری سے جو تمام ہندوستان میں پھیل رہی ہے۔ اس سے پورے طور پر باخبر ہونے کے لیۓ مجبور ہونگے۔ لیکن اس پر بھی اگر کوئی شخص اپنے فرائض سے بے خبر اور لاپروا رہے تو اُسکے خلاف بموجب شرائط سند کارروائی کرنے سے اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ نہ کسی ایسے قانون کے نافذ کرنے سے جو سب کے حقوق کے مُضر ہو۔ تعلقداران یہ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ اُنکی ناچیز رائے میں بذریعہ قانون مصنوعی اور اختراعی قیود لگانے سے مالکان اراضی اور اُنکے کاشتکاروں کے باہمی تعلقات کو مؤثر طریقہ سے منضبط کرنا ناممکن ہے تمام دنیا کے قانون لگان کا

ہمیشہ یہی مقصد رہا ہے۔ لیکن اس میں شبہہ ہے کہ ایسے قانون آج تک ان دونوں فرقوں کے درمیان اُس سے زیادہ اچھے تعلقات قائم کرنے میں کہیں مفید ثابت ہوئے ہیں جو اودھ کے کثیر التعداد تعلقداروں کی ریاستوں میں اس وقت بھی موجود ہیں اور کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کے راستے اُن لوگوں نے نکال لیئے ہیں جن سے اُس قانون کا تعلق ہے ؟۔ کسی ایک جائداد میں دو متضاد حقوق کا بجبر قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ اور نہ یہ آسان ہے کہ ناجائز وصول تحصیل روک دی جائے۔ جب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنی مرضی اور خوشی سے دینے کے لیئے طیار ہیں۔ اُس وقت تک ایسے بھی لوگ رہیں گے جو لینے کے لیئے آمادہ ہوں۔ لیکن عوام میں ایک نہایت سرعت کے ساتھ اسکا احساس ہو رہا ہے۔ کہ وہ صرف اپنے ہی حقوق و رعایتوں کے لیئے مُصر نہ ہوں بلکہ دوسروں کے حقوق پر بھی حملہ کریں۔ اور اس وجہ سے اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ کاشتکاروں سے کچھ ناجائز وصول کیا جا سکے۔ اودھ میں کوئی مالک آراضی خواہ وہ کتنا ہی نافہم اور طامع ہی کیوں نہ ہو۔ یہ غیر ممکن ہے کہ وہ اُن حالات اور اثرات سے لاپروائی کرے جو اِس وقت وہ مُلک میں دیکھ رہا ہے۔ جدید واقعات اور حالات کی بنا پر یہ ضروری ہوگیا ہے کہ وہ اپنے کاشتکار کو راضی اور مطمئن رکھے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اُسکی آراضی کاشت سے خالی نہ رہے۔ فی الحقیقت مالکان آراضی جن کی تعداد بہت کم ہے اس بات کے حاجتمند ہیں کہ گورنمنٹ اُنکی مدد کرے۔ اور عالمگیر خلاف قانون کارروائی سے جو آج تمام مُلک میں

پھیلتی جاتی ہے۔ اُنکے حقوق کی حفاظت کرے۔

بعض مقامات پر یہ کہا جاتا ہے کہ اودھ میں بعض جگہ جو شورش اور بے چینی حال میں پیدا ہوئی ہے اُسکا سبب گرانی اشیا ہے جسکی وجہ سے کاشتکار پریشان ہیں اور دبے جاتے ہیں۔لیکن کیا یہ انصاف سے کہا جا سکتا ہے کہ ان تغیرات اور گرانی اشیا کا اثر مالکان آراضی سے زیادہ کاشتکاروں پر پڑا ہے؟۔جہاں تک کاشتکاروں کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت جب غلہ کا نرخ بارہ سیر فی روپیہ تھا۔اور دیگر ضروریات زندگی مقابلتاً ارزاں تھیں۔ اور جسے زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے۔خشک سالی میں ہزاروں کاشتکار قحط کے امدادی کاموں میں جمع ہو جاتے تھے۔اور حال میں ویسی ہی خشک سالی کے مواقع پر باوجود گرانی اشیا اور اس واقعہ کے کہ لوگوں کو اپنی بسر اوقات کے لیے اب بمقابلہ سابق بہت زیادہ اخراجات کی ضرورت ہے۔اودھ میں امدادی یا خیراتی کاموں کے جاری کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔کیا اس واقعہ سے مصیبت اور پریشانی کا اظہار ہوتا ہے یا زراعتی سرسبزی اور رعایا کی خوشحالی اور آسودگی کا؟۔

زراعتی پیداوار کی قیمت میں غیر معمولی گرانی کا پورا نفع کاشتکار کو پہونچا ہے برخلاف اسکے ان تغیرات و گرانی کی وجہ سے تعلقدار کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ بجائے اسکے کہ حصہ سدی اُسکی آمدنی میں ترقی ہوتی۔اُسکے ہر قسم کے اخراجات میں بشمول مصارف انتظام ریاست غیر محدود اضافہ ہو گیا ہے۔اس سے

قطع نظر کرکے کہ معمولی طریقہ سے بھی زندگی بسر کرنیکے اخراجات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ حال میں اُسکے محدود ذرائع آمدنی پر غیر معمولی اخراجات و مطالبات کا بار پڑا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اپنی قدیم روایات کے بموجب اُس نے پبلک کاموں میں امداد دینے سے دریغ نہیں کیا ہے۔ اور گزشتہ جنگ کے زمانہ میں تو اُس نے یہاں تک کیا ہے کہ زیادہ شرح سود پر روپیہ قرض لیکر جنگ کی مختلف ضرورتوں میں چندہ دیا ہے۔ ان سب مصارف کو نہایت تحمل اور متانت سے جو اُسکے شایان شان تھا برداشت کرنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس پر کوئی سختی اور تکلیف نہیں ہوئی ہے اُسے یہ سبق لینے میں پس وپیش ہے کہ محض شورش اور ہنگامہ ہی سے گورنمنٹ متاثر ہوتی ہے۔ اگر مالکان آراضی کے حقوق مالکانہ میں قطع و برید بحق کاشتکار کرنے کا سبب یہی تغیرات گرانی اشیا ہیں۔ جس کی وجہ سے اُسے یعنی کاشتکار کو ایک طور پر صریحی نفع پہونچا ہے۔ تو کیا یہ دعوے کرنا غیر مناسب ہے کہ گورنمنٹ کو ویسا ہی خیال اپنے مطالبہ مالگزاری کے متعلق مالکان آراضی کے ساتھ بھی کرنا چاہیئے جنہیں ان تغیرات سے ہر طرح پر نقصان پہونچا ہے؟۔ مالکان آراضی کی اصلی آمدنی کا جو حصہ گورنمنٹ بطور مالگزاری آسانی کے زمانہ اور اچھی حالت میں وصول کرتی تھی۔ اب موجودہ حالت میں وہ یقیناً اُن پر بار ہوگا۔

(۸) تعلقداران یہ بھی بادب گزارش کرینگے کہ ہندوستان کی موجودہ پولیٹکل حالت گورنمنٹ کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ انھیں اس بات کا یقین ہے

کہ حال کے ہنگامے اور شورش محض پولیٹیکل اسباب کی بنا پر ہیں۔ کسی مقام پر بھی اُنکی ابتدا کاشتکاروں کی جانب سے نہیں ہوئی۔ یہ ہنگامے صرف اودھ تک محدود نہیں ہیں اور نہ محض مالکان آراضی پر اُنکے حملہ ہوتے ہیں۔ ہر جگہ پر یہ ہنگامے غیر ذمہ دار اشخاص کی ترغیب و اغواسے ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے تئیں حامیان ترک موالات کا قائم مقام بنایا ہے۔ اور ان پولیٹیکل اشخاص کا اصلی مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ اودھ کے کاشتکاروں کے جائز یا ناجائز شکایات کو دُور کریں۔ بلکہ اُنکی غرض یہ ہے کہ وہ تمام ملک میں ہر قسم کی باضابطہ اور مسلمہ انجمنوں اور حکومتوں کو برباد کریں۔ وہ موجودہ گورنمنٹ کے کھلے کھلے دشمن ہیں اور انکا علی الاعلان یہ ارادہ ہے کہ گورنمنٹ کو معطل و بیکار کردیں۔ وہ لوگ اپنے لیڈر کے نام اور اثر کو کام میں لاتے ہیں۔ لیکن طریقے وہ اختیار کرتے ہیں جو اُنکے رہنما کے افعال و اقوال کے بالکل خلاف ہیں۔ واقعات کی غلط بیانی کرکے وہ لوگوں کے غصہ کو اشتعال دیتے ہیں اور نفرت کو بڑھاتے ہیں اُنکو اس سے تعلق نہیں ہے کہ غلطیوں یا خرابیوں کی اصلاح ہو۔ بلکہ اُنکی اصلی غرض یہ ہے کہ ہنگامہ اور شورش پیدا ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ دلائل اور وجوہ کی بنیاد پر اُنھیں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اور اسی وجہ سے اُنھوں نے اپنی خاص توجہ نافہم لڑکوں اور عام جاہل لوگوں کی جانب مبذول کر رکھی ہے۔ جہاں کہیں دیہات میں اُنکے وعظ ہوئے ہیں اُنھوں نے عوام کو یہ یقین دلایا ہے کہ گورنمنٹ کی طاقت کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ انگریز بہت جلد اس ملک کے چھوڑ دینے پر مجبور کیے جائیں گے۔ اور یہ کہ سب

لوگ قانون اپنے ہاتھ میں لیکر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

انھیں تقریروں کے اثر سے شورش پیدا ہوئی ہے اور ہنگامے برپا ہوئے ہیں۔ ہر مقام پر جہاں کہیں ایسے ہنگامے ہوئے ہیں اُس میں زیادہ تعداد بھلے مانس کاشتکاروں کی نہیں تھی۔ بلکہ نیچ اقوام، بدمعاش و بدچلن اشخاص کی تھی۔ جنھوں نے شریف کاشتکاروں کو بھی اپنی بدافعالی اور بدکرداری سے محفوظ نہیں رکھا۔ جہاں کہیں ان بھڑکانے والوں کا سخت تدارک ہو گیا ہے وہاں شورش فرو ہو گئی ہے۔ اس قسم کی شورش کرنے والے جو موجودہ طریقہ حکومت کے صریحی دشمن ہیں۔ وہی قدرتی طور پر تعلقداروں کے بھی مخالف ہیں جو ملک کی پولیٹکل زندگی میں ایک با اثر اور طاقتور اعتدال قائم رکھنے والا عنصر سمجھا جاتا ہے۔ اور جو ہمیشہ گورنمنٹ کا دل سے بہت بڑا مددگار رہا ہے۔ ان شورش پیدا کرنے والوں کا یہ خیال ہے کہ اودھ میں پولیٹکل پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیئے اسکی ضرورت ہے کہ یا تو اس با اثر طبقہ یعنی تعلقداروں کو اپنا طرفدار بنایا جائے یا کاشتکاروں سے اُنکا اثر بالکل دور کر دیا جائے۔ تاکہ وہ خود اُنھیں اپنے قبضہ میں لاسکیں۔ تعلقداروں پر قبضہ حاصل کرنے میں ناکامیاب ہو کر وہ اب یہ طریقہ اختیار کر رہے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے نفرت پیدا کرائی جائے۔ ترک موالات کے سب سے اہم اصول جسکا وہ اعلان کر چکے ہیں یہ ہیں۔ کہ لگان اور ٹیکس کی ادائی سے انکار کیا جائے۔ اور اُنھیں اس اصول کو عمل میں لانے کے لیئے پہلے سے زمین طیار کرنا ہے۔

بدقسمتی سے اس قسم کے پولیٹکل اشخاص ملک میں موجود ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ جہلا اور نافہم اشخاص کی سادگی مزاج سے جنکی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نفع اُٹھاکر اور گورنمنٹ کے درگزر اور رحم کو اُسکی لاچاری اور مجبوری سے غلط تعبیر کرا کے وہ قوت پکڑ جائیں۔ کیا ایسی حالت میں یہ عقلمندی ہے کہ اُس اعتدال کو قائم رکھنے والے اثر کو جو تعلقداروں کا اُنکے کاشتکاروں پر ہے دیدہ و دانستہ مٹا دیا جائے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کاشتکاران بالکل انتہا پسند پولیٹکل اشخاص کے ہاتھ میں چلے جائینگے؟۔ اور کیا اس نتیجہ سے آپ ملک کی با امن ترقی باقاعدہ طور پر کر سکیں گے۔

(۹) اِس مسئلہ کے بھی دو مختلف پہلو ہیں جن کی جانب تعلقداران نہایت ادب سے گورنمنٹ کی خاص توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اور التجا کے ساتھ یہ گزارش کرتے ہیں کہ مسئلہ زیر بحث محض اُنھیں کی جماعت کے لئے نہیں بلکہ اُنکے صوبہ کی آئندہ نشو و نما اور ملکی اور تمدنی ترقی کے لیئے بھی نہایت اہم ہے۔

تعلقداروں کے خلاف مختلف وجوہ سے بعض با اثر لوگوں میں بہت کچھ بدظنی اور تعصب موجود ہے۔ اور اُنھیں وثوق کے ساتھ یہ امید ہے کہ گورنمنٹ خود کو ایسی بدگمانیوں سے موثر نہ ہونے دیگی۔ وہ پھر ایک مرتبہ گورنمنٹ کو اس بات کا یقین دلائیں گے کہ اودھ میں کاشتکاروں کے ساتھ بُرا برتاؤ شاذ و نادر ہے عام نہیں ہے۔ اور یہ انصاف نہیں ہو سکتا کہ محض چند لوگوں کے قصور کی وجہ سے کل جماعت مورد الزام قرار دی جائے۔ گزشتہ بندوبست کے

موقع پر کاشتکاران اودھ کے متعلق یہ رپورٹ کی گئی تھی کہ وہ عام طور پر آسودہ حال اور مطمئن ہیں۔ اور اس درمیان میں مالکان آراضی کے ساتھ اُن کے عام تعلقات میں کوئی خاص تغیر نہیں ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے تعلقداروں کو امید ہے کہ قانون میں کوئی خاص تغیر نہ کیا جائیگا۔ تعلقداروں کی یہ نہ تو خواہش ہے، نہ اُنکا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو کسی قسم کی پریشانی میں مبتلا کریں۔ گزشتہ زمانہ میں اُنھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور نہ یہ امید ہے کہ وہ آئندہ زمانہ میں کبھی ایسا کرینگے۔ گورنمنٹ کبھی اُنھیں نامناسب طریقہ اختیار کرتے نہ دیکھے گی۔ اور اُنھیں اعتماد ہے کہ گورنمنٹ بھی بجائے خود براہ مہربانی بورڈ مال کی تجاویز کو ترمیم کردیگی تاکہ وہ شرائط سند کے خلاف جسکے بموجب وہ اپنی ریاستوں پر قابض ہیں۔ کوئی خاص تغیر نہ کرسکیں۔

تعلقداران اسے پھر دوہرانا چاہتے ہیں کہ اگر اُنکے حقوق بموجب سند و نیز بموجب ایکٹ ۱۔ ۱۸۶۹ء اپنی ریاستوں کے مالک کامل ہونے کی حیثیت سے تسلیم کیئے جاتے ہیں تو اُنکے اس اختیار کو بھی ضرور تسلیم کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی جائداد کو جس طرح چاہیں کام میں لاسکتے ہیں جس میں کاشتکاروں کی بیدخلی کا اختیار بھی شامل ہے سلطنت کی پالیسی یا مصلحت کی وجہ سے ممکن ہو کہ گورنمنٹ پر کوئی اثر ہو۔ لیکن یہ نہایت ادب سے عرض کیا جاتا ہے کہ اسکی وجہ سے کسی کی جائداد کے ایسے پرائیویٹ حقوق ہیں جو کسی قانون کے ذریعہ سے پیدا کیئے گئے ہوں اور پھر مسلسل اور متواتر تسلیم کیئے گئے ہوں یا جسکی بابت صریحی قول و اقرار ہو۔ گورنمنٹ کو

مداخلت نہیں کرنا چاہیئے۔

تعلقداروں کو یہ حقوق سلطنت برطانیہ سے عطا ہوئے ہیں اور جبتک کہ ہندوستان سلطنت برطانیۂ اعظم کا ایک جزو ہے۔ تعلقداران اسکے دعویدار ہیں کہ اُن حقوق سے انھیں پورا فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی جائے۔ وہ یہ درخواست کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس بات کا پبلک میں اعلان فرماوے کہ جو حقوق تعلقداروں کو حاصل ہیں اُنکا ایک ذرہ بھی بغیر اُنکی آزاد رضامندی کے نہیں لیا جا سکتا۔ ملک کی حالت میں جو جلد جلد تغیرات ہو رہے ہیں اور پالیٹکس کے میدان میں مختلف جماعت اور مختلف رائے و خیالات رکھنے والے اشخاص کے اغراض و مقاصد میں جو آئندہ لازمی تصادم ہونے والا ہے اُنھیں دیکھتے ہوئے تعلقداروں کو یہ خطرہ ہے کہ جو تجاویز اس وقت پیش کی گئی ہیں وہ شاید اُن متعدد حملوں میں سے پہلا حملہ ہو۔ جو تعلقداروں کے حقوق اور عزت کے خلاف کیئے جانے والے ہوں۔ اور اسی وجہ سے ایک واضح اور مفصل اعلان کی ضرورت ہے کہ گورنمنٹ مسئلہ حقوق کے خلاف مداخلت کے لیئے طیار نہیں ہے۔ اور ایسا اعلان صرف تعلقداروں کے ساتھ مقتضائے انصاف ہی نہیں ہے بلکہ آئندہ ملک کے امن اور عمدہ حکومت کے اغراض کے لیئے بسا ضروری ہے۔

(دستخط)، راجہ سر محمد تصدق رسول خاں، کے، سی، ایس، آئی۔ تعلقدار جہانگیر آباد

〃 آنریبل راجہ سر (رامپال سنگھ) کے، سی، آئی، ای۔ 〃 کوری سدولی

〃 راجہ بہادر راجہ (پرتاب بہادر سنگھ) سی، آئی، ای 〃 تعلقہ پرتابگڈھ

(دستخط)	راجہ سید (ابوجعفر) سی، آئی، ای۔	تعلقدار	پیرپور
"	راجہ (سورج بخش سنگھ) او، بی، ای۔	"	کسمنڈا
"	راجہ (شمبھودیال)	"	مورانواں
"	راجہ (سری پال سنگھ)	"	بسی ڈیہہ
"	راجہ (سری پرکاش سنگھ)	"	ملانپور
"	لفٹنٹ شیخ (شاہد حسین) او، بی، ای	"	گدیہ
"	خان بہادر شیخ (مقبول حسین) سی آئی ای	"	گدیہ
"	شیخ (محمد حبیب اللہ) او۔بی۔ای۔	"	سیدن پور
"	رائے (راجیشر بلی) او۔بی۔ای	"	دریاباد
"	ٹھاکر (جگناتھ بخش سنگھ)	"	حسناپور
"	ٹھاکر (نواب علی خاں)	"	اکبرپور
"	سردار (نہال سنگھ)	"	بھیراگوبندپور
"	چودھری (رشیدالدین اشرف)	"	پیسار

اُمورِ زیرِ بحث متعلق ترمیم قانون لگان اودھ

"(۱) قانونی میعاد ہفت سالہ میں اضافہ ہو کر کم سے کم دس سال رکھی جائے۔"

جب کہ کاشتکار کی خود اختیاری بیدخلی سے حفاظت کی جارہی ہے تو پھر پٹہ کی قانونی میعاد بجائے سات سال کے دس سال رکھنا غیر ضروری ہے۔

زراعت کی حالت میں اب بھی تغیر و تبدل ہو رہا ہے۔ اور کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مالک آراضی کو جو فائدہ گرانی اجناس کی وجہ سے ہو سکتا ہے اُس سے وہ زیادہ عرصہ تک محروم رکھا جائے۔ اودھ میں کاشتکاران قبضہ دار کے لگان میں بھی ہر پانچویں سال کے بعد اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر پٹہ کی معیاد میں اضافہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ تو بندوبست مالگزاری کی معیاد میں بھی حصہ رسدی اضافہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے نزدیک ہمارا یہ دعوے غیر مناسب نہیں ہے کیونکہ اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ گورنمنٹ کاشتکاروں کے فوائد کی زیادہ طرفدار کیوں ہو بمقابلہ اُن مالکانِ آراضی کے جنھوں نے اب تک ہمیشہ گورنمنٹ کی خدمات کی ہیں اور موجودہ تغیرات کی وجہ سے جنکی حالت اسکی مقتضی ہے کہ بمقابلہ کاشتکاروں کے گورنمنٹ اُنکے ساتھ ہمدردی اور مہربانی کا برتاؤ کرے اگر اسکی وجہ سے کاشتکاروں کے ساتھ رعایت مدنظر ہے تو پھر گورنمنٹ اور تعلقداران دونوں کو برابر اس بار کو برداشت کرنا چاہیئے۔

(۲) بیدخلی بذریعۂ اطلاعنامہ مسدود ہو جائے۔

(الف) ہماری رائے میں بیدخلی بذریعۂ اطلاعنامہ جاری رہنا چاہیئے۔ یہ ایک نہایت آسان کارروائی ہے۔ اور ہر فریق کے فائدہ کے لحاظ سے جہاں تک مقدمہ بازی میں کمی ہو سکے بہتر ہے۔

(ب) اطلاعنامجات میں جو بڑی قیمت کے اسٹامپ لگائے جاتے ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔ اُنکی غرض صرف یہ تھی کہ بیدخلیوں میں رکاوٹ ہو۔

اور یہ غرض کبھی پوری نہیں ہوئی۔ اور اب تو اسکی ضرورت ہی باقی نہیں ہے۔

(۳) بعد اختتام میعاد جدید جو دس سال سے کم نہ ہوگی۔ مالک آراضی موجودہ کاشتکار کی باہمی رضامندی سے تعداد لگان طے کرے۔ اور اضافہ کی قانونی کوئی حد نہ مقرر کیجائے۔

کوئی عذر نہیں ہے بہ تبعیت عذرات مندرجہ فقرہ (۱)

(۴) اگر تعداد لگان مالک آراضی اور کاشتکار باہم طے نہ کر سکیں تو معاملہ عدالت کے سپرد ہو۔ اور عدالت ایک مناسب شرح لگان جو دیگر کاشتکاران اُسی قسم کی آراضی کا دیتے ہوں، مُعیّن کردے۔ ایک افسر وقتاً فوقتاً شرح لگان مقرر کرنے کے لیئے مامور ہوا کرے گا۔

(۵) اگر موجودہ کاشتکار لگان مشخصہ عدالت ادا کرنا منظور نہ کرے تو اُس حالت میں اُسے بیدخل ہو جانا چاہیئے۔

(۶) اگر کاشتکار لگان مشخصہ منظور کرے تو پھر اُس کو دس سال کی میعاد دی جائے۔ اور بعد اختتام میعاد پھر ایسی ہی کارروائی عمل میں آئے۔

(الف) ان تجاویز کا یہ مطلب ہے۔ کہ حین حیاتی حق کاشتکاری ایسی شرح لگان پہ

جسے سرکار مناسب سمجھے دیا جائے۔ ہماری نہایت سختی سے یہ رائے ہے۔ کہ اس قدر بھی حق دینا تعلقداروں کے کامل حقوق مالکانہ کے منافی ہے۔ اور گورنمنٹ کے انصاف پر جو ہمیں اعتماد ہے اُسکی وجہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ بغیر رضامندی تعلقداروں کے وہ اسکا بھی نفاذ نہیں کریگی۔ لیکن کُل حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس بات پر طیار ہیں کہ اپنے بھائی تعلقداروں کو یہ صلاح دیں کہ وہ اپنے کاشتکاروں کے ساتھ اس قدر رعایت کرنے پر آمادہ ہوں بشرطیکہ جو کارروائی ہم نے تجویز کی ہے۔ یا جو قیود ہم لگانا چاہتے ہیں وہ قبول کیئے جائیں۔ اس لحاظ سے کہ ہم اپنے مسلّمہ حقوق کو قربان کرنے کے لیئے طیار ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری تجاویز منظور کیجائیں گی۔

(ب) ہم گورنمنٹ سے ایسا پبلک اعلان کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ کہ ہماری مملوکہ آراضی میں بغیر پورا معاوضہ دیئے ہوئے جدید حقوق کا پیدا کرنا بغیر ہماری رضامندی کے ناممکن تھا۔ اور ایسے اعلان کو ہم اپنے حقوق و فوائد کے تحفظ کے لیئے ضروری سمجھتے ہیں۔

(ج) جو مجوّزہ کارروائی نوٹس میں درج ہے وہ بوجوہات ذیل ناقابل اطمینان ہے۔

(۱) اس سے مقدمہ بازی میں ترقی ہوگی جس سے ہمیشہ اختلاف و عداوت بڑھتی ہے اور بیکار روپیہ ضائع ہوتا ہے۔

(۲) اس سے مالکان آراضی کے لیئے جائز اضافہ لگان قریب قریب

ممنوع ہو جائے گا۔

(۳) اس سے دراصل اضافہ کی قانونی میعاد میں ہر مرتبہ کئی سال کی دیر ہو جایا کریگی۔

(۴) اس سے تعلقدار اور کاشتکار کے کل تعلقات خراب ہو جائیں گے اور اس لیئے سابق الذکر کا کوئی درجہ اور اثر باقی نہیں رہیگا۔

(د) ہم اسکی جگہ پر مفصلۂ ذیل کارروائی میعادی اضافہ کی غرض سے مناسب اور موزوں شرح لگان تشخیص کرنے کے لیئے تجویز کرتے ہیں۔ جو کارروائی میں نہایت آسان۔ تعلقداروں کے مسلّمہ درجہ اور عزت کے شایاں۔ مالکان آراضی اور کاشتکاروں کی باہم کشیدگی کو روکنے والی، کاشتکاروں کے لیئے زیادہ سہولت پیدا کرنے والی، اور گورنمنٹ کے مصارف کی بچانے والی ہوگی۔

(۱) جونہیں قانون نافذ ہو۔ ایک خاص افسر جس کا درجہ ڈپٹی کمشنر سے کم نہ ہو، ہر ضلع میں اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ وہ ہر موضع کی آراضی کی قسم وار تقسیم کر دے۔ اور یہ تشخیص کرے کہ آیندہ میعاد قانونی کے لیئے اُس موضع میں کس قطع آراضی یا کھیت کے لیئے یا کس قسم کی زمین کے لیئے کون شرح بغرض اضافہ لگان مناسب ہوگی۔ موضع کے نقشہ میں ان اقسام آراضی کا مختلف رنگوں میں نشان دیا جائے اور ایک نقشہ شرح لگان کا طیار کیا جائے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔

اور مالک آراضی کو یہ اختیار دیا جائے کہ موجودہ پٹہ کی میعاد گزرنے
کے بعد جب اُسکا جی چاہے وہ اپنے کاشتکار کے لگان میں جسقدر چاہے
اضافہ کرلے بشرطیکہ اضافہ کی تعداد معینہ شرح لگان سے زیادہ
نہ ہو۔ اور نئی میعاد قانونی اُس سال سے شروع ہو جب سے نئے
لگان کا نفاذ ہو۔ شرح لگان کی تشخیص جب پہلی مرتبہ کیجائے تو
اُسکے ساتویں یا دسویں سال (یعنی سات یا دس سال جو قانونی
میعاد مقرر کیجائے) ایک نیا نقشہ شرح لگان کا اسی طرح سے
آئندہ میعاد کے واسطے طیار کیا جائے۔ اور مالک آراضی کو یہ اختیار
حاصل رہے کہ جب جس کاشتکار کی میعاد ختم ہو وہ معینہ شرح کے اندر
اضافہ لگان کرلے اور اضافہ کی نئی شرح کی تشخیص کے لئے یہی
کارروائی ہر ساتویں یا دسویں سال کیجایا کرے۔

(۲) کسی کاشت کی قانونی میعاد کے آخری سال یا کسی وقت اُسکے
بعد۔ اگر مالک آراضی باہم رضامندی سے لگان آئندہ کے لیئے
طے نہ کرسکے۔ تو اُسے حسب قواعد مندرجۂ قانون کاشتکار پر نوٹس
جاری کرکے اُسے یہ اطلاع دینا چاہیئے کہ آئندہ اُسے یہ لگان دینا
پڑیگا۔ کاشتکار کو نوٹس پہونچنے سے ایک مہینہ کے اندر عدالت میں
اپنی تحریری رضامندی لگان کے متعلق داخل کردینا چاہیئے۔ اور
اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو وہ بیدخل ہو جائے گا۔ اطلاعنامہ کے

متعلق کوئی فیس سوائے مصارف تعمیل اطلاعنامہ نہ لینا چاہیئے۔

(۳) کاشتکار بجز اس عذر کے کہ جو لگان اس سے طلب کیا جاتا ہے وہ مشخصہ لگان کی شرح سے زیادہ ہے اور کسی بنیاد پر کوئی عذر نہیں کر سکتا۔ اور اگر عدالت کو یہ ثابت ہو جائے کہ لگان در اصل زیادہ طلب کیا گیا ہے تو وہ لگان بموجب نقشہ شرح لگان مقرر کردیگی۔ اور اطلاعنامہ منسوخ کردیگی۔

(۴) اگر کاشتکار میعاد معینہ کے اندر نئے لگان مطلوبہ کی بابت اپنی رضامندی داخل نہ کرے۔ یا اسکی بابت کوئی عذرداری نہ کرے یا لگان مشخصہ عدالت دینے پر رضامند نہ ہو تو عدالت فوراً اسکی بیدخلی کا حکم نافذ کریگی۔

(ہ) مفصل ہدایت جس میں اصول تشخیص لگان و کارروائی بغرض تعمیل افسر خاص درج ہونگے۔ ایکٹ میں شامل کردی جائیگی۔

(و) مذکورہ بالا فقرہ (د) میں جو اندراج ہے وہ مالک آراضی اور اُسکے کاشتکار کو مابین میعاد قانونی لگان یا اُسکی کاشت کے متعلق کوئی دیگر انتظام باہم رضامندی سے کرنیکے لیئے مانع نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ ایسے انتظام کی تصدیق کوئی بااختیار افسر مجاز کردے۔

(ز) نقشہ لگان کے بموجب کسی لگان کی کمی کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کاشتکار سمجھتا ہے کہ لگان جو وہ ادا کر رہا ہے زیادہ ہے تو اُسے اختیار ہوگا

کہ وہ آراضی کو چھوڑ دے تاکہ مالک آراضی اُس وقت کی شرح بازار کے بموجب اپنی جائداد کی قیمت حاصل کر سکے۔

(ح) کسی قانونی رعایت کے مستحق نہ ہونگے۔

(ا) مفصلۂ ذیل اشخاص اُس آراضی کے متعلق جو بطور ایک معمولی کاشتکار کے اُنکی کاشت میں ہے یعنی

(۱) ایسے اشخاص جو اُسی موضع میں کوئی حق مالکانہ یا تحت داری رکھتے ہیں۔

(۲) وہ اشخاص جو اُسی موضع میں حق قبضہ داری یا ساقط الملکیت رکھتے ہوں، یا کسی آراضی میں کوئی حق بموجب کسی حکم یا ڈگری عدالت کے رکھتے ہوں۔ یا

(۳) مفصلہ ذیل اقسام کی آراضی کے کاشتکار اُسی آراضی کے متعلق یعنے

(۱) وہ آراضی جو ایسے کاشتکاروں کے قبضہ میں ہو جن کی وہاں سکونت نہیں ہے۔

(۲) آراضی سیر۔

(۳) وہ آراضی جو صریحی بغیر رضامندی مالک آراضی کسی کے قبضہ میں ہو۔

(۴) آراضی نو توڑ۔ مالک آراضی کے باغات یا ایسی آراضی جو اپنی حالت کی وجہ سے کبھی کبھی زیر کاشت رہتی ہو۔

(۵) وہ آراضی جو بجلد وے خدمت یا ملائم شرح لگان پر دی گئی ہو۔

(۶) آراضی دریابرد و برآر۔

(ط) اگر کسی آراضی کی حیثیت مالک آراضی کی اصلاحات کے بموجب بڑھ جائے۔ تو مالک آراضی کو اُس پر اضافہ لگان کا حق بلحاظ اُن مصارف کے جو اُس نے کئے ہیں اندر قانونی میعاد حاصل ہوگا۔

اگر نقشہ شرح لگان کی طیاری میں دیر ہو تو مالک آراضی کو اختیار ہوگا کہ بموجب اُس شرح کے جو طیاری نقشہ جات کے بعد قائم ہو۔ گزشتہ میعاد کا بھی لگان وصول کر سکے۔

(۷) اگر کاشتکار قبل اختتام میعاد فوت ہو جائے تو اُسکی بیوہ یا وارث مابعد اُسکے وارث قرار دیئے جائیں۔ دیگر ورثائے خاندانی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا۔

تعلقداران بالاتفاق اور نہایت زور کے ساتھ اسکے سخت مخالف ہیں کہ اُنکی ریاستوں میں پورے حقوق قبضہ داری قابل توریث پیدا کیئے جائیں۔ جنرل نوٹس میں ہم نے مفصّل و مشرح اسکے متعلق بیان کر دیا ہے کہ ہمیں اپنے حقوق اور اپنے درجہ و عزت کا کس قدر خیال ہے۔ اور ہماری ریاستوں میں حقوق قبضہ داری خواہ وہ کسی قسم کے ہوں پیدا کرنے سے اُنپر کیا اثر پڑیگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زیادہ حصہ کاشتکاروں کو حق قبضہ داری اُنکی زندگی کے لیئے دینے سے ہم اپنے درجۂ اختیارات اور ذرائع کا بہت کچھ خون

کر رہے ہیں۔ اس سے کاشتکاری میں اُنکی پوری حفاظت ہوئی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ دینے میں ہم محض وثیقہ دار یا مالگزاری وصول کرنے والے رہے جاتے ہیں۔ ہمارا کل اثر اور درجہ جاتا رہیگا۔ ہماری ہی آراضی کے کاشتکار ہم سے منحرف اور خود مختار ہو جائینگے۔ اور بہ حیثیت مالک آراضی ہماری کوئی وقعت اُنکے دلوں میں باقی نہ رہیگی۔ باوجود اسکے ہمیں اُنکے ساتھ پھر بھی تعلقات رکھنے پڑینگے جو ہمیشہ اور ہر حالت میں خوشگوار نہیں ہو سکتے۔ اور ہمارے پاس کوئی ذریعہ اسکا باقی نہ رہیگا کہ ہم اُنھیں نیک چلن رہنے پر مجبور کر سکیں۔ اُنمیں تہذیب کا کوئی خیال اور احساس نہیں ہے اور انھیں ایسی عزت اور درجہ کا جو قوت اور اختیار سے معرّا ہو، کوئی لحاظ نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے میں اب آئندہ اُنکا کوئی نفع ذاتی نہ رہیگا۔ اور ہم اپنی جائداد کے ایسے استعمال سے محروم ہو جائیں گے۔ جس سے ہم اُنکے ساتھ کوئی رعایت کر سکیں یا اُنھیں نقصان پہونچا سکیں۔ ملک میں ہر ایک موجودہ حکومت یا سوشل اختیارات کے خلاف باغیانہ خیالات عام طور سے پھیل رہے ہیں اور اُن لوگوں کو جو ملک میں کسی قسم کی جوکھم اور اثر رکھتے ہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ اُنھیں ایسے باغیانہ خیالات کے مقابلہ اور انسداد کے لئے پورے اختیارات جو ممکن ہیں حاصل ہوں۔ اگر ایسی حالت میں ہم اُن اختیارات سے بھی محروم کر دیے جائیں گے۔ جو ہماری جائدادیں مثل ہمارے حقوق کے ہیں تو یہ ہمارے لئے سخت مضرت اور نقصان کا باعث ہوگا جو ہمارے طبقے کو پہونچایا جا سکتا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ہم اس بات کے مستحق ہیں کہ گورنمنٹ اس خطرہ سے ہماری حفاظت کرے۔ ہم کسی رعایت یا مہربانی کے حصول کی درخواست نہیں کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ ان وجوہ سے کہ ملک کے لئے ہمارا مفید اور کارآمد ہونا مسلم الثبوت ہے ہمارا ایسی درخواست کرنا نامناسب نہیں تھا۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اُن اختیارات میں جو فی الحقیقت ہمارا حق ہے کسی قسم کی مداخلت نہ کیجائے۔ اور جن کے قائم رکھنے کی بابت گورنمنٹ خود ہمیں یقین دلا چکی ہے اور عہد و پیمان کر چکی ہے۔ ہماری ایمانداری اور سچائی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم صاف صاف گورنمنٹ سے یہ عرض کر دیں کہ تعلقداروں کو یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے انھیں اس موقع پر چھوڑ دیا تو آئندہ اُنھیں اپنی حفاظت کا کوئی بھروسہ نہیں رہے گا۔
اس معاملہ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ماہرین کے نزدیک اس صوبہ میں زراعت کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ اس وجہ سے ہے کہ یہاں زراعتی کاشت کے رقبے بہت چھوٹے چھوٹے ہیں اور ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے اس میں اصلاح نہیں ہو سکتی۔ موروثی حق قبضہ داری کی وجہ سے کاشت کے رقبوں کی باہمی تقسیم سے اور بھی کمی ہو جائیگی اور پھر آئندہ اصلاح کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہیگا۔ اور یہ خرابی ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائیگی۔ یہ طریقہ آراضی پر سے بار ہٹانے کا مؤثر نہ ہوگا بلکہ یہ لوگوں کو زراعت چھوڑ کر دوسرے پیشوں کو اختیار کرنے میں مانع ہوگا۔ اور اُن رقبوں سے جہاں آبادی بہت زیادہ ہے لوگوں کے ہٹانے میں بڑی دُشواری ہوگی۔ اور ایسے اشخاص کو

جنھوں نے ملک کی عمدہ خدمات کی ہیں اُنھیں آراضی دینے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہیگا- اور اسی وجہ سے زراعت کی ترقی میں جسکے بموجب شرائط سند ہم پابند ہیں بجائے مدد دینے کے ہم اُسے نقصان پہونچائیں گے- اور انھیں وجوہ سے ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اُسی طرح قائم رکھا جائے- جیسا کہ پیشتر ہمارے سامنے بحث کی غرض سے پیش کیا گیا تھا- یعنی

"اگر کوئی کاشتکار درمیان میعاد پٹہ مرجائے تو اُسکا لڑکا یا بیوہ بقیہ مُدت کے لئے اُسکا جانشین قرار دیا جائے- دیگر ورثائے خاندانی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا-

دفعہ ۴۸ قانون لگان اودھ کے اصول قائم رکھے جائیں-

(۸) کارروائی تحصیل وصول لگان اس طرح پر آسان کردی جائے کہ جو کارروائی دفعہ ۵۹- ایکٹ لگان آگرہ میں درج ہے- اُسکا عملدرآمد یہاں بھی کیا جائے-

ہمیں اِس کارروائی کا کوئی علم نہیں ہے جو قانون لگان آگرہ کے بموجب کیجاتی ہے- ہم یہ بھی تجویز پیش کرتے ہیں کہ علاوہ اُن واقعات کے جو ایکٹ لگان اودھ میں موجود ہیں- لگان کی وصولیابی کو آسان کرنے اور اُس میں سہولیت بہم پہونچانے کے خیال سے مفصلۂ ذیل قواعد کا نفاذ کیا جائے-

(۱) اس خیال سے کہ کاشتکار لگان باقی نہ رکھیں بقایا لگان کی

شرح سود بڑھادی جائے۔

(۲) یہ شرط لگادی جائے کہ بقایا لگان کی ڈگری دینے کے ساتھ عدالت یہ حکم بھی جاری کردیا کرے کہ اگر کاشتکار تاریخ ڈگری سے چھ مہینہ کے اندر کل زرِ ڈگری ادا نہ کردیگا تو وہ بیدخل ہو جائیگا۔

(۳) قانون قرقی خود اختیاری میں بھی ترمیم ہو جانا چاہیے تاکہ مالک آراضی کو اُس بقایا کے وصول کرنے میں جو اُسے واجب الادا ہے سہولت اور آسانی ہو جائے۔

(۴) جائداد کی قرقی میں مالکان آراضی کو بھی وہی اختیارات دیے جائیں جو کورٹ آف وارڈس کو حاصل ہیں۔

(۵) ایسے مواقع کے لیے جب کہ لگان کی ادائی سے عام طور سے انکار کیا جائے کچھ قواعد ایسے بنائے جائیں جو دفعات ۱۸۴ و ۱۸۵ قانون مالگزاری کے ہم اثر ہوں۔

(۹) بیدخلی بذریعہ مقدمات جیسی کہ اب ہے رکھی جائے مگر اسمیں یہ ترمیم ہونا چاہئے کہ اگر کاشتکار اپنی کاشت کی کُل یا جزآراضی کو دو سال سے زیادہ کے لیئے شکمی پٹہ دے یا کسی کے نام منتقل کرے تو وہ کاشتکار اپنی کُل کاشت سے قابل بیدخلی ہو جائے۔ سوا‌ئے سپاہیوں یا بیواؤں وغیرہ کے۔

(الف) کسی شخص کو کوئی آراضی بلا لگان بھی کاشت کے لیئے دینا اس دفعہ کی منشا کے بموجب "انتقال" سمجھا جائیگا۔

(ب) کسی شخص کو کاشت میں شریک کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ اُس نے آراضی شکمی کاشت پر دی۔

(ج) آراضی کو شکمی پر دینے کی جس سے کاشتکار مستوجب بیدخلی ہو کوئی میعاد معین نہ ہونا چاہیے۔

(د) کاشتکار کی بیوہ اور وہ سپاہی جو لڑائی پر ہوں۔ یا جو لڑائی میں زخمی ہو کر بیکار ہو گئے ہوں وہ آراضی کو شکمی پر دینے کے مستحق ہونگے۔

(ہ) کل شکمی پٹہ دار اپنا لگان براہ راست مالک آراضی کو دینے کے ذمہ دار ہونگے۔

(۱۰) کاشتکاران کو اصلاحات کرنیکا اختیار دیا جائے بجز اسکے کہ وہ درخت نصب کریں۔ البتہ بہ اجازت مالک آراضی وہ درخت نصب کر سکتے ہیں جیسا کہ کاشتکاران قبضہ دار بموجب ایکٹ لگان آگرہ کر سکتے ہیں۔

اصلاحات کے متعلق وہ قواعد جو اس وقت نافذ ہیں اُن میں کسی تغیر و تبدل کی اِس وقت ضرورت نہیں ہے یہ کہا جاتا ہے کہ بیدخلی کے خوف سے کاشتکاران اپنے اُن حقوق کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں جو اُنھیں اصلاحات آراضی کے متعلق حاصل ہیں۔ لیکن اب ایسے خوف کی کوئی گنجائش باقی نہیں

رہتی۔ بجائے اسکے اب مالک آراضی کو خود اپنی آراضی کی اصلاح اور ترقی کی فکر ہوگی تاکہ وہ آراضی کی قیمت اور لگان میں اضافہ کرسکے۔ اور بمقابلہ کاشتکار کے وہ یعنی مالک آراضی اسے زیادہ تر مؤثر طریقے سے کرسکتا ہے اور اسیوجہ سے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ اپنی آراضی کو ترقی دینے کے حق سے محروم کیا جائے۔ کاشتکار کی ناخواستہ مداخلت سے بہت سی دشواریاں پیدا ہونگی اور باہمی عمدہ تعلقات میں اس سے خلل پڑیگا۔

(۱۱) مالکان آراضی ایسے بدچلن کاشتکاران کو جو اقسام مندرجہ فہرست میں آتے ہوں بیدخل کرسکتے ہیں۔

(الف) یہ دفعہ نہایت ضروری اور اہم ہے لیکن قانونی الفاظ میں لفظ "بدچلن" کی تشریح بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اسکی تعریف میں ایسے کاشتکار شامل ہونا چاہیے جو ہمیشہ باقیدار رہتے ہیں۔ جو اپنے مالک آراضی کی توہین یا اُسکے ساتھ گستاخی کرتے ہیں۔ یا گورنمنٹ اور مالک آراضی یا اُنکے ذمہ دار قائم مقامان کے خلاف غیر وفادارانہ یا مخالفت کے خیالات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا جو ایسے جرائم یا باغیانہ افعال کرتے ہیں جن سے اُس موضع میں اُنکی بلاروک ٹوک سکونت وہاں کے باشندوں کے لیئے مضر اور خطرناک سمجھی جائے۔ اسکے متعلق ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ایک سلکٹ کمیٹی افسران سرکاری اور تعلقداروں کی مقرر کی جاوے جو اس مسئلہ پر غور کرکے بدچلن کاشتکاروں کی پوری تشریح کرے۔

(ب) زمینداروں کو یہ بھی اختیار ہونا چاہئے کہ وہ مفصلۂ ذیل کاشتکاروں کو بیدخل کر سکیں

(۱) ایسے کاشتکار جو اُس آراضی پر قبضہ کر لیں جو اُنکی کاشت میں نہیں ہے وہ اُس زائد آراضی سے جس پر اُنھوں نے قبضہ کر لیا ہے بیدخل کیے جائیں۔

(۲) ایسے کاشتکار جو اپنی آراضی پر بغیر تحریری اجازت مالک اراضی درخت نصب کریں۔ یا اپنی آراضی کو سوائے کاشت کے کسی دوسرے صرف میں لائیں۔ وہ اپنی کل کاشت سے بیدخل کیے جاسکیں

(۱۲) مالکانِ آراضی کو سیر کے متعلق مزید حقوق اُس آراضی کے بارے میں جو اُنکی کاشت میں ایک میعاد مقررہ میں ہی ہو، دیئے جائیں۔ اور بعض ضرورتوں کے لئے بغرض خود کاشت آراضی واپس لینے کے اختیارات دیے جائیں۔

علاوہ اسکے مالک آراضی کو یہ بھی اجازت ہونا چاہیے کہ وہ مکانات، کارخانوں، معبدگاہوں اور بازاروں کی تعمیر، سڑکوں کے نکالنے اور باغات نصب کرنے، اصلاحات عمل میں لانے، اور کھیل یا تفریح کے لیے میدان بنانے کے لیئے آراضی واپس لے۔

(۱۳) دربارہ التوا و معافی لگان احکام مندرجۂ ایکٹ لگان آگرہ کا نفاذ کیا جائے۔

مالکان آراضی صرف اسیقدر لگان کی التوا یا معافی کے ذمہ دار کیئے جائیں۔
جو اُس تعداد کے دو چند سے زیادہ نہو جو گورنمنٹ اپنی مالگزاری میں التوا یا معاف کرے۔

(۱۴) اسس کے مسئلہ پر از سرِ نو غور کیا جائے۔

یہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ کل ابواب جن کا رواج ہے وہ مثل لگان کے قابل وصول سمجھے جائیں۔

ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے تعلقداروں کے نوٹ کو ملاحظہ فرما کر اور حتی الامکان چودہ اصولوں کے متعلق اُنکی خواہشات کا لحاظ کرتے ہوے مسودۂ قانون کی طیاری کی ہدایت فرمائی۔

بعدازاں ۱۵ / مارچ ۱۹۲۱ء کو گورنمنٹ کی ایک مراسلت انجمن میں موصول ہوئی جسکا یہ منشا تھا کہ افسران سرکاری کے ساتھ مسودۂ ترمیم قانون لگان کی طیاری میں شریک رہنے کے لیئے انجمن کی جانب سے تین تعلقدار صاحبان بھی نامزد کیئے جائیں۔ غرضکہ اگزیکیوٹیو کمیٹی انجمن ہند منعقدہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء نے آنریبل سر راجہ صاحب کوری سدھولی۔ لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب اور خان بہادر شیخ مقبول حسین صاحب کو اس غرض سے منتخب کیا۔ کہ وہ طیاری مسودہ میں شریک رہیں۔ اور ایک سب کمیٹی اس غرض سے مقرر کیجائے کہ وہ مذکورہ تین تعلقداروں کو جو طیاری مسودہ میں منجانب انجمن شریک رہنے کے لئے مقرر کیئے گئے ہیں، مشورہ اور مدد دے۔ اور جس قدر ترمیم روزانہ ہوا کرے اُسکی اطلاع ممبران سب کمیٹی کو فوراً دی جائے۔

اسکے بعد ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء کو جلسۂ اگزیکیوٹیو کمیٹی میں یہ طے ہوا کہ جس وقت مسودۂ ترمیم قانون لگان دفتر انجمن میں پہونچ جائے تو وہ فوراً چھپوا کر ممبران اگزیکیوٹیو کمیٹی کی خدمت میں بھیجا جائے۔ اور پندرہ دن کے بعد اگزیکیوٹیو کمیٹی منعقد کیجائے۔

اُسی جلسہ میں سردار نہال سنگھ صاحب نے یہ تحریک کی کہ ایکٹ لگان کے مسئلہ میں تعلقداروں کو مدد دینے کے لئے پروفیسر جیون جو الٰہ آباد کے میور سنٹرل کالج میں ہیں مقرر کئے جائیں اور اُن سے اس مسئلہ پر مضامین اور پمفلٹ لکھنے کی درخواست کیجائے۔ اور بالاتفاق یہ طے ہوا کہ سردار نہال سنگھ صاحب پروفیسر صاحب سے جملہ شرائط طے کر کے آئندہ جلسہ اگزیکیوٹیو کمیٹی میں پیش کریں۔

یکم مئی ۱۹۲۱ء کو خطوط متعلق انعقاد جلسۂ اگزیکیوٹیو کمیٹی بہ تعین ۸ مئی ۱۹۲۱ء جاری کیے گئے لیکن ۲ مئی ۱۹۲۱ء کو صاحب پرائیوٹ سکریٹری گورنر کا ایک تار صاحب جوائنٹ سکریٹری انجمن کے نام اس مضمون کا موصول ہوا کہ "چونکہ پریسیڈنٹ علیل ہیں اور کوئی وائس پریسیڈنٹ نہیں ہے۔ لہٰذا میں بہ حکم ہز اکسلنسی گورنر آپ کو بذریعۂ تار اطلاع دیتا ہوں کہ آپ جلسۂ اگزیکیوٹیو کمیٹی جو ایکٹ لگان کے متعلق کر رہے ہیں اُسے اُس وقت تک ملتوی کر دیجیے جبتک شیخ شاہد حسین وہاں آکر اپنے نینی تال جانے اور ہز اکسلنسی گورنر سے ملنے کا نتیجہ آپ سے بیان نہ کریں۔" اُسی دن سردار نہال سنگھ صاحب نے اس تار کا یہ جواب دیا کہ۔

"اگزیکیوٹیو کمیٹی کل ہونے والی ہے۔ اکثر ممبران لکھنؤ سے باہر رہتے ہیں

اُنھیں اطلاع دینے کے لئے کافی وقت نہیں ہے لیکن میں آپ کا تار اُن کے سامنے پیش کرونگا کمیٹی اور ممبروں کی استدعا پر طلب کی گئی ہے۔ ایجنڈا میں ایکٹ لگان پر غور کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ایک ماہر کی تقرری کا مسئلہ پیش ہے جو گورنمنٹ کی تجاویز پر جو اُنہیں موصول ہونگی ان پر غور کریگا۔ اسی وجہ سے میں درخواست کرونگا کہ گورنمنٹ کل کمیٹی کرنے کی ہمیں اجازت دے۔ تاکہ اگر تعلقداران کسی ماہر کی تقرری کا فیصلہ کریں تو وہ فوراً اپنا کام شروع کردے اور اُس میں دیر نہ ہو۔

۸ مئی ۱۹۲۱ء کو صاحب پرائیویٹ سکریٹری گورنر بہادر کا ایک دوسرا تار اس مضمون کا موصول ہوا۔ کہ ہز اکسلنسی اپنی رائے پیشتر ہی ظاہر کرچکے ہیں۔ کسی ماہر کی تقرری کی تجویز اس موقع پر وہ خلاف عقل اور تعلقداروں کے فوائد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اُنکی رائے ہے کہ قبل کوئی کارروائی کرنے کے تعلقداروں کو اپنے قائم مقام شیخ شاہد حسین کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے۔

۱۱ مئی ۱۹۲۱ء کو صاحب سکریٹری گورنمنٹ نے بذریعۂ مراسلت نمبری ۲۳۶۔ دفتر انجمن میں دو سو پچاس کاپیاں مسودۂ ترمیم قانون لگان بھیجیں اور مراسلت میں یہ تحریر کیا کہ:۔

" یہ مسودہ اُن چند بے ضابطہ جلسہ ہائے شورے کا نتیجہ ہے، جو ہز اکسلنسی گورنر باجلاس کونسل اور تعلقداروں کے قائم مقاموں سے بمقام لکھنؤ ہوا تھا۔ میں نے اپنی مراسلت نمبری ۲۵۔ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۲۱ء میں

تعلقداروں سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ ایک مختصر کمیٹی اس غرض سے مقرر کریں کہ وہ سرکاری افسران کے ساتھ مسودۂ قانون کی طیاری میں شریک ہیں۔ اور مسودہ میں اُن نتائج کو درج کرادیں جو لکھنؤ میں تعلقداروں کے بضابطہ جلسہ میں ہوئے تھے۔ انجمن نے مسودۂ قانون کی طیاری میں شریک رہنے کے لئے تین تعلقداروں کو نامزد کیا تھا جن میں سے ایک صاحب بدقسمتی سے نہیں شریک ہوسکے۔

گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ مسودۂ قانون ایسا ہو جسکو تعلقداران اودھ کی ایک کثیر جماعت پسند و قبول کرے اور اسی وجہ سے ہز اکسلنسی گورنر با جلاس کونسل نے تعلقداروں کی خواہشات کا جو بحث اور گفتگو سے دریافت ہوئیں لحاظ کیا ہے۔ اِس میں شبہہ نہیں ہے کہ مسودۂ قانون پر بہت بڑی نکتہ چینی ہوگی۔ کیونکہ اس میں کاشتکاروں کی پوری حفاظت نہیں ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پرتاب گڑھ میں تحقیقات سے جن حالات کا انکشاف ہوا ہے وہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اودھ میں بھی کاشتکاروں کی حفاظت کا ویسا ہی انتظام کیا جائے جو صوبۂ آگرہ میں ہے۔ اور یقیناً اس امر پر بحث ہوگی کہ اودھ کے کاشتکاران اُس وقت تک ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک کہ اُنکی حفاظت بھی اُس طریقہ پر اُسکے برابر نہ کیجائے گی جو رعایائے قبضہ دار صوبۂ آگرہ کی کیجاتی ہے لیکن تعلقداروں کے ساتھ اتحاد کی پالیسی کو قائم رکھنے کی غرض سے اور تمام و کمال صوبۂ اودھ کی سرسبزی اور خوشحالی کے خیال سے موجودہ حالت میں گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے

کہ اُس وقت ایسی تجویز کیجائے کہ جس سے کاشتکاروں کی ضروری امداد بھی ہو جائے۔ اور اُسکے ساتھ موجودہ تعلقات وحالات میں فرق نہ آنے پائے جو اودھ میں عموماً حق قبضہ داری کے رواج دینے سے پیدا ہوگا۔

اس پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے چند خاص اور اہم معاملات میں تعلقدارونکی خواہشات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اوّل تو اُنھیں اپنے اور اپنے خاندان کی بسر اوقات اور بہت سی نیم پبلک ضروریات کے لیے آراضی واپس لینے کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ مسودۂ قانون میں جو احکام کہ لگان کی وصولیابی یا بعلت بقایا بیدخلی کے متعلق اس وقت ہیں اُنمیں بہت کچھ ترمیم تعلقداروں کے مفید کی گئی ہے۔ سیر کے متعلق بھی جو ترمیم تجویز کی گئی ہے وہ مالکان آراضی کے لیے بہت مفید ہے اور گورنمنٹ اس بات پر طیار ہے کہ قانون کی ترمیم اس طرح کیجائے کہ جس سے کاشتکار کو حق وراثت یکے بعد دیگرے پیدا نہ ہو۔ بجز اس حالت کے کہ درمیان میعاد دہ سالہ اُسکے ورثا بقیہ میعاد کے لئے قابض رہیں۔ اسکے متعلق موجودہ قانون کے احکام بدستور رکھے گئے ہیں۔ باوجودیکہ قانونی میعاد بجائے سات سال کے دس سال کردی گئی ہے اور کاشتکار کو حق کاشت حین حیاتی دیا گیا ہے صرف دس سال کے بعد لگان کی نظرثانی ہوسکتی ہے۔ مسودۂ قانون میں اسکا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اودھ میں حق قبضہ داری کا رواج نہ دیا جائے اور وراثت کے اصول کو بھی کسی نئے طریق پر تسلیم نہ کیا جائے۔ اور کاشتکاروں کی اُسی حدتک حفاظت کیجائے جس کی درحاصل ضرورت ہے۔ یعنی اُنھیں حق کاشت حین حیاتی

دیا جائے۔ البتہ ایکٹ کے آغاز سے ہر دس سال کے بعد لگان میں باہمی رضامندی سے یا جو شرح کہ عدالت مقرر کرے اُسکے بموجب اضافہ ہوا کریگا۔

یہ سب رعایتیں جو تعلقداروں کے ساتھ کرنا تجویز ہوئی ہیں وہ اسی امید پر کہ تعلقدار اس مسودۂ قانون کی اصلی غرض کو تسلیم کرلیں گے۔ اور اگر وہ اس پر راضی نہیں ہیں تو پھر ترمیم کے مسئلہ پر جملہ حالات و کیفیات کو جو اس وقت موجود ہیں یا آیندہ تعلقداروں کی اس مسئلہ میں نارضامندی سے پیش آئیں۔ مدنظر رکھتے ہوئے ازسرنو غور کرنا پڑیگا۔

ایک بات جس پر تعلقداروں نے بہت زور دیا تھا یہ تھی کہ اُنھیں بدچلن اور نامناسب کاشتکاروں سے نجات حاصل ہو سکے۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیئے ایک خاص دفعہ قائم کی گئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے شرائط اور احکام پر لیجلیٹو کونسل میں سخت اعتراضات ہونگے۔ اور اسی وجہ سے اسکی ضرورت ہے کہ ایسے احکام کے متعلق چند شرائط ایسے تجویز کردیئے جائیں جس سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھایا جا سکے۔

تعلقداروں کے قائم مقاموں نے جو نینی تال آئے تھے اس بات پر بہت زور دیا تھا کہ اس دفعہ میں جو شرط لگائی گئی ہے وہ نکال ڈالی جائے۔ لیکن گورنر باجلاس کونسل کو یہ افسوس ہے کہ وہ دفعہ مذکور کی اُس شرط کو نہیں نکال سکتے۔ اُسکی بہت کم اُمید ہے کہ مسودہ کی کوئی ایسی سخت دفعہ بغیر کسی شرط کے پاس ہو سکے۔

دوسرا معاملہ جس میں قائم مقامان تعلقداران کی پوری خواہشات کا لحاظ غیر ممکن تھا وہ اُن کاشتکاروں کے متعلق ہے جو پاہی کاشت میں ایسے کاشتکاروں کا شمار کیا گیا ہے اور اُنکی تعداد جملہ کاشتکاروں میں ۴۰ فیصدی سے کم نہیں ہے ایک فہرست ضلع وار ایسے اعداد کی منسلک ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی گورنمنٹ جو قانون کاشتکاری پر نظر ثانی کر رہی ہو اتنے بڑے رقبہ کاشت کو قانون کے معمولی اثر سے علیحدہ نہیں کر سکتی۔ موجودہ قانون کے بموجب باشندہ اور غیر باشندہ کاشتکار کی ایک حالت ہے۔ محض غیر سکونت کو بیدخلی کی وجہ قرار دینے سے یہ ہوگا کہ پاہی کاشت والے کاشتکار اُس حق سے محروم ہو جائینگے۔ جس سے وہ بموجب موجودہ قانون کے مستفید ہو رہے ہیں۔ مسودۂ قانون میں یہ تجویز بطور مصالحت کے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کاشتکاران پاہی کاشت کا اُنکی موجودہ کاشت پر میعاد کے آغاز سے دس سال کے قانونی میعاد تک قبضہ رہے۔ اگر پہلے دس سال کی میعاد منقضی ہونے پر مالک آراضی اُنھیں اس غرض سے بیدخل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس آراضی کو ایسے کاشتکاروں کو دے جو وہاں کے باشندے ہیں تو وہ ایسا کرنے کا مستحق ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو غیر باشندہ اور باشندہ کاشتکار کی ایک ہی حالت ہوگی یعنی حق کاشتکاری حین حیاتی حاصل ہو جائے گا۔ اور ہر دس سال کے بعد لگان میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ محض یہی وجہ کہ کسی صوبہ کا ایک بڑا رقبہ غیر باشندہ کاشتکاران کی کاشت میں ہے اس بات کے اظہار کے لئے کافی ہے کہ زراعت کی ترقی کے لیئے کوئی بات ایسی ضرور ہے جس سے غیر باشندہ کاشتکاروں کا

وجود ضروری معلوم ہوتا ہے۔
ایک اور امر ہے جس سے گورنر باجلاس کونسل تعلقداروں کے قائم مقامان سے متفق نہیں ہیں اور وہ یہ ہے کہ رعایتی اور ملائم شرح لگان اُن اقوام کے لئے ہونا چاہیے جہاں مقامی رواج سے ثابت ہو جائے کہ کسی قوم کے ساتھ ایسی رعایت کی گئی ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق مختصراً گورنمنٹ کی یہ رائے ہے کہ اودھ میں گزشتہ بندوبست کے وقت اس بات کی تصدیق ہوئی تھی کہ اعلیٰ اقوام کے کاشتکاروں کی شرح لگان بمقابلہ ادنےٰ اقوام کے کاشتکاروں کے صعہ فیصدی کم تھی مسٹر بنٹ کمشنر بندوبست نے چند اضلاع میں جو حساب لگایا تھا تو اعلیٰ اقوام کے کاشتکاروں کے لگان میں ۲۳، ۱۶ کی کمی پائی جاتی تھی۔ اکثر اضلاع اودھ میں سیر خود کاشت کی مالیت وغیرہ اُن رقبہ جات کی جن پر گورنمنٹ کی مالگزاری کی تشخیص کا مدار تھا اُس میں یہ شرح معمولی شرح لگان سے صہ فی صدی کم ہوتی تھی۔ گورنمنٹ کو یقین ہے کہ چونکہ بندوبست کا زمانہ قریب آرہا ہے لہذا مالکان آراضی کا نفع اس میں ہے کہ اعلیٰ اقوام جن کا صوبہ کی تمدنی، معاشرتی اور زراعتی حالت پر بہت زیادہ اثر ہے اُنکا لحاظ دونوں جانب سے ہونا چاہیے یعنی گورنمنٹ کو مالکان آراضی کے ساتھ اور مالکان آراضی کو اپنے کاشتکاروں کے ساتھ۔ یہ بحث کہ صوبہ کے قانون لگان میں ایک نئی بات ہوگی۔ اسکا کافی جواب اس بات پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے کہ موجودہ قانون لگان میں کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جسکی رو سے عدالتیں تشخیص لگان کریں۔

گورنر بہ اجلاس کونسل کو یہ اعتماد ہے کہ تعلقداروں کو یہ بخوبی معلوم ہے گورنمنٹ نے حتی الامکان اُنکی خواہشات پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں کہیں اُسنے اُنکی خواہش کے خلاف کیا ہے تو ایسا کرنے کے بہت مضبوط اور کافی وجوہ اُس کے پاس موجود ہیں اور اسی وجہ سے گورنمنٹ کو اسکا پورا بھروسہ ہے کہ تعلقداران بھی اُسی طرح فیاضی کے ساتھ زراعتی ترقی اور سرسبزی کا لحاظ کرینگے۔ میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس مراسلت کا جواب بہت جلد بھیجا جائے تاکہ گورنمنٹ آف انڈیا سے اسکے متعلق بلا کسی تاخیر کے خط و کتابت کی جاسکے"۔

۱۰ ارمئی ۱۹۲۱ء کو پرائیوٹ سکریٹری ہز اکسلنسی گورنر کا ایک تار موصول ہوا۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ ہز اکسلنسی گورنر مع آنریبل فنانشل ممبر و آنریبل ہوم ممبر بتاریخ ۱۵ ارمئی ۱۹۲۱ء بوقت ۵ بجے سہ پہر بمقام گورنمنٹ ہاؤس لکھنؤ ممبران اگزیکیوٹیو کمیٹی انجمن سے ملنا چاہتے ہیں اور مسودۂ قانون لگان کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اُسی تاریخ ممبران اگزیکیوٹیو کمیٹی کو اطلاع دی گئی۔ اور ۱۵ ارمئی ۱۹۲۱ء کو ممبران اگزیکیوٹیو کمیٹی گورنمنٹ ہاؤس جانے سے پہلے سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی کوٹھی بغرض مشورہ جمع ہوئے جہاں ترمیم قانون لگان کے اہم دفعات پر مباحثہ ہونے کے بعد ممبران مذکور کی جانب سے ایک یادداشت اس مضمون کی جاری کی گئی۔ کہ "مراسلت گورنمنٹ مورخہ ۱۱ ارمئی ۱۹۲۱ء مع مسودۂ ترمیم قانون لگان بطلب رائے انجمن میں موصول ہوا ہے۔ اور گورنمنٹ نے بہت جلد تعلقداروں کی رائے مسودۂ قانون کے متعلق طلب کی ہے۔ چونکہ بغیر انعقاد جلسۂ عام انجمن گورنمنٹ کی

مراسلت کا جواب نہیں بھیجا جاسکتا اور بوجہ علالت صاحب پریسیڈنٹ انجمن کوئی کاغذ اُنکے ملاحظہ میں نہیں پیش ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یادداشت ہٰذا صاحب آنریری لائف سکریٹری انجمن کی خدمت میں مرسل ہوکر گزارش ہو کہ جو تعلقدار صاحبان انگریزی خواں ہیں اُنکی خدمت میں ایک ایک پرت انگریزی مسودہ کی بھجوادیں اور ترجمہ مسودہ مذکور بہت جلد طبع کراکے بقیہ تعلقدار صاحبان کی خدمت میں روانگی کا انتظام کردیں اور حسب منشا دفعہ ۲۰۔ دستور العمل انجمن ہند جلسۂ عام غیر معمولی بہ تعین تاریخ ۱۱۔ جون ۱۹۲۱ء طلب کیا جائے اور تعلقدار صاحبان سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی تحریری رائے متعلق ترمیم قانون لگان قبل انعقاد جلسۂ عام غیر معمولی دفتر انجمن میں بھیجدیں اور جلسۂ مذکور میں اس مسودہ پر بخوبی غور ہو کر گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب بھیجا جائے۔

اس کارروائی کے بعد جملہ ممبران گورنمنٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی قانون کی ترمیم کے متعلق تعلقدار صاحبان نے اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔

بہ تعمیل یادداشت مذکورۂ بالا مسودہ قانون کی پرتیں انگریزی و اُردو تعلقداروں کے پاس بھیجدی گئیں۔ اور ۱۱ رجون ۱۹۲۱ء کو جلسۂ عام غیر معمولی انجمن میں مسودۂ قانون مع آرائے موصولہ تعلقدار صاحبان پیش ہوا۔ اور بعد غور و بحث بالاتفاق مفصلۂ ذیل رزولیوشن پاس ہوا۔

(الف) چونکہ تعلقداران از روے شرائط سند اپنی ریاست کے مالک کامل ہیں۔ اور گورنمنٹ نے انکے حقوق کو تسلیم کرکے اُنھیں ہمیشہ قائم رکھنے کا

وعدہ کیا ہے۔ اور چونکہ تعلقداروں کے حقوق میں بغیر دست اندازی کئے ہوئے رعایا کو کوئی نیا حق نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا ایکٹ لگان کی ترمیم کبھی بغیر رضامندی تعلقداران نہیں ہوگی۔ جب کہ ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے اور اسی وجہ سے اس موقع پر بھی تعلقداران یہ خواہش کرتے ہیں کہ بغیر ہماری رضامندی کے کوئی ترمیم ایکٹ لگان میں نہ کیجائے۔ اور جو ترمیم کیجائے اُسکے متعلق گورنمنٹ ازراہ عنایت یہ اعلان فرمائے کہ وہ ترمیم ہماری رضامندی سے کی جارہی ہے۔

(ب) چونکہ مسودۂ قانون میں بہت سے نئے حقوق کاشتکاروں کو دیا جانا تجویز ہوئے ہیں۔ اور اُن سے ہم تعلقداروں کے مسلمہ حقوق پر لازماً اثر پڑتا ہے۔ لہذا مسودۂ قانون کو بعد ضروری ترمیمات ہم اس شرط سے منظور کرنے کو طیار ہیں کہ منجانب گورنمنٹ میعاد بندوبست کی توسیع بجائے تیس سال کے کم سے کم پچاس سال کردی جائے۔

(ج) اگر ہماری یہ معروضات کسی وجہ سے منظور نہ ہو سکیں تو ہم موجودہ قانون لگان کی ترمیم پر رضامند ہونے سے قاصر رہینگے۔

اسکے بعد یہ طے ہوا کہ مفصلۂ ذیل اصحاب کی ایک سلکٹ کمیٹی اس مسودۂ قانون پر غور کرنے کے لیئے مقرر کیجائے۔

(۱) آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب کے سی، آئی ای تعلقدار کوری سدھولی۔
(۲) راجہ احمد علی خاں صاحب ایم، بی، ای۔ " سلیم پور

(۳) راجہ سری پال سنگھ صاحب	تعلقدار	بسہی ڈیہہ
(۴) لفٹنٹ راجہ چندرچوڑ سنگھ صاحب	"	چنداپور
(۵) راجہ شمبھو دیال صاحب	"	مورانواں
(۶) لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب او،بی،ای۔	"	گدیہ
(۷) خان بہادر شیخ مقبول حسین صاحب سی آئی،ای	"	گدیہ
(۸) شیخ حبیب اللہ صاحب او،بی،ای۔	"	سیدنپور
(۹) رانا اوماناتھ بخش سنگھ صاحب	"	کھجورگاؤں
(۱۰) رائے راجیشر بلی صاحب او،بی،ای۔	"	دریاآباد
(۱۱) چودھری محمد علی صاحب	"	امیرپور
(۱۲) سردار نہال سنگھ صاحب	"	بھیرہ گوبندپور
(۱۳) چودھری رشیدالدین اشرف صاحب	"	پیسار
(۱۴) ٹھاکر جگناتھ بخش سنگھ صاحب	"	حسناپور
(۱۵) شیخ احمد علی صاحب	"	گوریہ
(۱۶) رائے بہادر سردار گجل سنگھ صاحب	"	بھنگہا
(۱۷) مہنت سنت رین داس صاحب	"	مواسی
(۱۸) سردار کرم سنگھ صاحب	"	جمدان
(۱۹) ٹھاکر نواب علی خاں صاحب	"	اکبرپور
(۲۰) لالہ شنکر سہائے صاحب	"	مورانواں

(۲۱) بابو باسدیو لال صاحب آنریری مشیر قانونی انجمن۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ علاوہ ممبران مذکورۂ بالا اور جو تعلقدار چاہیں کمیٹی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اور یہ کہ سلکٹ کمیٹی کا جلسہ کل ۱۲ / جون ۱۹۲۱ء کو ۷ بجے صبح منعقد کیا جائے۔ اور کل ہی ۵ بجے شام کو جلسۂ عام ملتوی شدہ امروزہ منعقد ہو۔

اسی جلسۂ عام میں یہ رزولیوشن بھی منظور ہوا تھا کہ:۔

تعلقداران اودھ کو ہز اکسلنسی سر ہارکورٹ بٹلر پر پورا اعتماد ہے۔ اور وہ ہز اکسلنسی سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ تعلقداروں کے ایک ڈیپوٹیشن کو ایکٹ لگان اودھ کے متعلق اظہار خیالات کی غرض سے باریابی کا جلد سے جلد موقع عطا فرمائیں اور ڈیپوٹیشن مذکور بصدارت سر راجہ صاحب جہانگیر آباد بھیجا جائے۔

۱۲ / جون ۱۹۲۱ء کو ۸ بجے صبح سلکٹ کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ اور سلکٹ کمیٹی نے مسلسل دو دن تک دو وقتہ نشست کی اور مسودہ قانون لگان کی ہر دفعہ پر غور کر کے اُسکی ترمیمات تجویز کیں۔

ترمیمات مجوزۂ سلکٹ کمیٹی مع رزولیوشن جلسۂ عام غیر معمولی منعقدۂ ۱۱ / جون ۱۹۲۱ء بذریعۂ مراسلت نمبری ۱۴۹۰ - ۱۶ / جون ۱۹۲۱ء کو گورنمنٹ میں بھیجی گئیں

۱۵ / جون ۱۹۲۱ء کو ایک اور تار صاحب پرائیوٹ سکریٹری ہز اکسلنسی گورنر کا موصول ہوا۔ جسکا یہ مضمون تھا کہ "ہز اکسلنسی گورنر مع ممبران کونسل کے جملہ تعلقدار صاحبان و ممبران انجمن سے بتاریخ ۲۰ / جون ۱۹۲۱ء یوم دوشنبہ بوقت ۱۱ بجے دن بمقام گورنمنٹ ہاؤس لکھنؤ آخری مرتبہ مسودہ ترمیم قانون لگان کے

متعلق مختتم گفتگو کرنے کی غرض سے ملنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ زیادہ عرصے تک معرض التوا میں نہیں رہ سکتا۔

اُسی دن خطوط اطلاعی رجسٹری شدہ جملہ تعلقداران صاحبان کی خدمت میں روانہ کئے گئے اور ۲۷ رجون ۱۹۲۱ء کو، و تعلقدار صاحبان گورنمنٹ ہاؤس میں جمع ہوئے۔ پہلے ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے مفصلہ ذیل تقریر فرمائی

ترجمہ اسپیچ ہز اکسلنسی گورنر بہادر مورخہ ۲۷ رجون ۱۹۲۱ء

تعلقداران اودھ !

قبل اسکے کہ میں آپ صاحبوں سے ایکٹ لگان اودھ کی ترمیم کے بارے میں کچھ کہوں۔ مجھے لازم ہے کہ چند ہی ہفتوں کے اندر آپ کی جماعت کے چار ممبروں کی وفات پر جو تمام اودھ میں مشہور تھے میں اپنی محبت آمیز رنج کا اظہار کروں۔

مہاراجہ بہادر بلرام پور کی وفات سے آپ کا ایک باوقار صدر نشین اور دوست جاں نثار رہا اور گورنمنٹ کو ایک ایسے شخص کی مفارقت نصیب ہوئی جو اودھ اور ممالک متحدہ کے لوگوں کی حالت بہتر بنانے کی تمام تحریکوں میں ہر وقت امداد کے لئے مستعد رہتا تھا اور جو گورنمنٹ کا ایک بڑا وفادار دوست اور مشیر تھا۔ مہاراجہ بہادر کی وفات پر مجھے اپنے ایک پرانے ذاتی دوست کی وفات کا غم ہے۔ میں اُنکو اُس وقت سے جانتا تھا جب قریب تیس سال کے ہوئے میں مسٹر ایلن کیڈل کے ہمراہ اُن کا علاقہ کورٹ آف وارڈس میں لینے کی غرض سے بلرام پور گیا تھا۔ آپنے

ہمدردی کا ایک رزولیوشن اپنی انجمن سے ۱۱ر ماہ حال کو پاس کیا ہے جس میں
بہ حیثیت آپ کی انجمن کے ایک اعزازی ممبر کے میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔
ہم کو راجہ بہادر پرتاب گڈھ کی وفات کا بھی غم ہے جو ہم سب کے پرانے
دوست تھے اور جو اپنی رئیسانہ وضع و انداز اور پبلک معاملات میں معقول خیالات
رکھنے میں ممتاز تھے۔ اُن کا اخلاق ضرب المثل تھا۔ اور آپ کی انجمن کے وائس
پریسیڈنٹ اور نیز دیگر حیثیتوں سے وہ آپکی قدردانی کے مستحق تھے۔ انکے علاوہ ہمکو
ضلع اُناؤ کے مشہور مورانواں خاندان کے رائے بہادر گنیش پرشاد صاحب اور
ضلع گونڈہ کے معروف پانڈے خاندان کے بھیا انبکادت رام صاحب کی مفارقت کا
رنج ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ آپ اپنی انجمن میں ان حادثوں پر مناسب
طور پر اظہار افسوس کرینگے۔ لیکن یہ موقع جلد سے جلد جو مجھے آپ کو مخاطب کرنے کو
ملا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان چاروں دوستوں کی مفارقت پر سرکاری و ذاتی
دونوں حیثیتوں سے اپنے رنج کا آپ کو یقین دلاؤں۔
صاحبان! اب میں ایکٹ لگان کی ترمیم کا مسئلہ اُٹھاتا ہوں اور آپ کو
سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں میری اور میری گورنمنٹ کی اصلی حالت کیا ہے؟
سب سے پہلے میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ شاید اُن تمام سرکاری عہدہ داروں
میں جو اس وقت اس ملک میں ہیں میں آپ کا سب سے پرانا دوست ہوں۔ میرا
تقرر سب سے پہلے اودھ میں ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا جس کو ٹھیک ستائیس سال کا
عرصہ گزرا۔ اس وقت سے آج تک آپ کے تمام حالات میرے پیش نظر رہے ہیں

اور اُن میں سے اکثر باتوں میں آپ کا معین ہوا ہوں اور آپ میں سے شاید ہی کوئی صاحب ایسے ہوں کہ جن کو میں اچھی طرح سے نہ جانتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے سابق میں آپ کی لڑائیاں لڑی ہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ میں نے حال میں آپ کو ایکٹ اسلحہ سے مستثنیٰ کرا لیا ہے اور آپ نے میری خدمات کی قدردانی اِس طرح پر کی ہے کہ مجھے اپنی انجمن کا آنریری ممبر بنانے کی عزت بخشی جو ایک نادر عزت ہے۔ میں نے کھیری و سیتاپور کے پورے اضلاع کا، اور ضلع ہردوئی کے کچھ حصہ کا بندوبست کیا ہے۔ میں مسٹر جے، آر، ریڈ کا سکریٹری تھا۔ جب اُنھوں نے اپنا مشہور بندوبستی دورہ غالباً ۱۸۹۳ء میں تمام و کمال اضلاع پرتاب گڈھ۔ سلطانپور۔ رائے بریلی۔ بارہ بنکی۔ اُناؤ۔ اور لکھنؤ میں کیا تھا۔ میں لکھنؤ میں ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہوں اور ایک نہ ایک وقت میں اودھ کے ہر ضلع میں ہو آیا ہوں۔ انھیں وجوہ سے میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں اودھ کی مالگزاری اور لگان کے قانون سے اور اُسکے متعلق تمام مسائل سے پوری آگاہی رکھتا ہوں۔ میں یہ صرف اس واسطے کہتا ہوں کہ میں آپ پر یہ ثابت کروں (اگرچہ مجھے یقین ہے کسی ایسے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے) کہ میں آپ کا پُرانا دوست اور بہی خواہ ہوں۔ اور آپ کے صوبہ کے کونے کونے اور ذرّے ذرّے سے واقفیت رکھتا ہوں۔

بہت عرصہ سے یہ مان لیا گیا ہے کہ زمانۂ حال کے متغیر اقتصادی اور زراعتی حالات کے لئے ۱۸۸۶ء کا ایکٹ لگان اودھ نمبر ۲۲۔ اب موزوں

نہیں رہا ہے۔ چند سال ہوئے کہ اس قانون کی ترمیم کا سوال سر ڈنکن ہیلی اور دیگر صاحبان نے نمایاں طور پر اُٹھایا تھا۔ جب میں برہما کی لفٹنٹ گورنری سے اس صوبہ میں واپس آیا ہوں تو بہت سے تعلقداران نے ایکٹ لگان کی ترمیم کا مسئلہ میرے سامنے رنج کے طور پر پیش کیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ میرے خیال میں اُسکی ترمیم بہت جلد ضرور ہوگی۔ اور اگر انجمن تعلقداران کی طرف سے مجھ سے اس بارہ میں درخواست کی جائے تو میں اس سوال کے اُٹھانے کے لئے طیار ہونگا۔ میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ بارہا زیر غور آیا مگر پھر نظر انداز ہوگیا اور ایسی حالت میں یہ معاملات پڑے رہے۔ یہ بات ہر طرف تسلیم کر لی گئی تھی کہ ایکٹ لگان کی ترمیم ہونی چاہیئے۔ اور مالک آراضی کاشتکار کے باہم تعلقات کو زیادہ قابل اطمینان بنیاد پر لانا چاہیئے۔ لیکن یہ محسوس کیا جاتا تھا کہ بہت وسیع تغیرات کا سوال اُٹھانے کے واسطے ابھی وقت مناسب نہیں ہے۔ اسکے بعد پریشانیاں شروع ہوئیں۔ پہلے پرتاب گڑھ میں اور پھر رائے بریلی اور فیض آباد میں یہاں تک کہ تمام جنوبی اودھ کے کاشتکاروں میں بہت بدامنی پھیل گئی۔ یہ پریشانیاں ابتدا میں بلاشبہہ متعلق آراضی تھیں لیکن اُنھوں نے سنگین شکل اختیار کی جسکا باعث کچھ تو پولیٹیکل شورش ہوئی۔ اور کچھ اجناس کی گرانی۔ اور اس میں کچھ شبہہ نہیں ہے کہ اُن کو بیباک اور بے اصول شورش پسندوں کی طرف سے ترغیب دی گئی۔ تاہم اُن سے معاملات کی ایک ایسی صورت ظاہر ہوئی جسکو کوئی گورنمنٹ نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اور یہ صرف ایک سچے واقعے کا اعادہ ہے

کہ آپ میں سے بعض صاحب اپنے علاقوں میں دو تین ہفتوں تک محفوظ طور پر قیام نہیں کر سکتے تھے۔ بالآخر امن و امان پھر قائم کیا گیا اور باہمی تعلقات اب قریب قریب معمولی حالت پر آگئے ہیں لیکن اس تشویش کے زمانہ نے جو سبق ہمیں دیئے ہیں اُنکو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں اور نہ فراموش کر سکتے ہیں۔ پولیٹکل تغیرات نے کاشتکاروں کو ووٹ کا حق دیا ہے اور بے چینی کی اندرونی ریشہ دوانیاں جن میں جنگ کی وجہ سے اور تیزی آگئی ہے وہ کاشتکاروں کے اپنے زمینداروں کے ساتھ متغیر برتاؤ کی شکل میں ظاہر ہوئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری گورنمنٹ اس پر مجبور ہوئی کہ اصلاح لگان کے سوال کو فوراً اُٹھائے۔

جیسے ہی یہ تصفیہ ہوا میں نے اُسکی اطلاع آپ کے سربرآوردہ تعلقداروں کو کی۔ اور اس غرض سے اُنکے ساتھ گفتگو شروع کی کہ ایسا مسودۂ قانون طیار کیا جائے جو آپ کی جماعت کی رضامندی سے کونسل میں پیش ہو۔ اسکی وجہ ہر ایسے شخص پر ظاہر ہے کہ جو اودھ کی تاریخ سے واقف ہے۔ یہ درست ہے کہ تعلقداروں کے علاقوں میں اب صوبۂ اودھ کا صرف نصف کے قریب حصّہ داخل ہے۔ اور اودھ کے مالکان آراضی میں تعلقداران سب سے زیادہ دولتمند اور با اثر ہیں۔ اُنکے علاقے بعد ضبطی کے اُنکو واپس دیئے گئے ہیں۔ اور برٹش گورنمنٹ کی طرف سے بعض خاص شرائط پر اُنکی حیثیت کی نگاہداشت کا اُن کو اطمینان دلایا گیا ہے۔ ان شرائط کی تصریح کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ آپ سب صاحب اپنے اسناد کے مضمون سے واقف ہیں اور اُن حالات کو بھی جانتے ہیں جنکا نتیجہ ایکٹ ۲۶ ۱۸۶۹ء کا

نفاذ ہوا۔ بہ حیثیت جماعت آپ گورنمنٹ کے وفادار رہے ہیں۔ اور آپکا سلوک اپنی رعایا کے ساتھ اچھا رہا ہے۔ گو ادھر کچھ عرصہ سے آپ کے ملازموں کے خلاف جو آپ کے پس پشت ایسی کارروائیاں کرتے ہیں کہ جن کو آپ یقیناً پسند نہ کریں، شکایتوں کی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ ان حالات پر نظر کر کے میں نے اور میری گورنمنٹ نے یہ محسوس کیا کہ اس امر کی امکانی کوشش کرنا چاہیئے کہ مسودہ قانون کونسل میں آپ کی رضامندی سے پیش ہو۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے میں نے کسی زحمت سے گریز نہیں کیا۔ موسم سرما میں آپکے نمایندوں کے کئی جلسے میں نے منعقد کیئے۔ اور ایک مرتبہ موسم گرما میں نینی تال سے مخصوص آپ لوگوں سے ملنے کی غرض سے میں نیچے آیا۔ اور اب میں نے کل تعلقداروں کو بلایا ہے کہ گورنمنٹ ہاؤس لکھنؤ میں مجھ سے ملیں تاکہ آپ کو پورے طور پر گورنمنٹ کی اُس پالیسی سے آگاہ کیا جائے۔ جس کے لیئے آپ کی رضامندی چاہی جاتی ہے۔ میں نے یہ اعتراضات سُنے ہیں کہ اودھ کے مفرد زمیندار اور کاشتکار اس مشورہ میں شریک نہیں کیے گئے اُن کو اپنے نمایندوں کے ذریعے سے اس معاملے پر مباحثہ کا اُس وقت موقع ملیگا، جب یہ مسئلہ لیجسلیٹو کونسل میں پیش ہوگا۔ اودھ کے تعلقداروں کی حیثیت ہندوستان میں بالکل جداگانہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو ابتدائی مدارج میں گورنمنٹ کے مشورے میں کامل طور پر شریک کر لیا۔

جب ہم نے اس مسئلہ پر اُس کامل آگاہی کے ساتھ غور کیا جو ہم کو طویل تجربہ اور حال کے واقعات سے حاصل ہوئی تھی تو یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ دو باتیں نہایت

ضروری ہیں۔ایک یہ کہ خواہ مخواہ کی بیدخلیاں بند کی جائیں۔اور دوسرے یہ کہ نذرانے روکے جائیں۔یہی باتیں اُن فسادات کی جڑ ہیں جو حال میں برپا ہوئے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ صاحبان بورڈ مال نے اپنی تجاویز میں یہ چاہا تھا کہ متوفی کاشتکار کی اولاد کو حق وراثت اودھ میں کم سے کم ایسے کاشتکاروں کے متعلق دیدیا جائے جو عرصۂ دراز سے اپنی کاشت پر قابض ہیں۔اور اس میں شک نہیں کہ بہت لوگوں کی رائے اس تجویز کے موافق ہے۔اور میرا خیال ہے کہ لیجسلیٹو کونسل میں اس بات پر بڑا زور دیا جائیگا کہ گورنمنٹ حق موروثی کے اصول کو قبول کرے لیکن مجھے شروع ہی میں یہ معلوم ہوا کہ آپ لوگ کسی موروثی اصول کے تسلیم کیے جانے کے بالاتفاق سختی سے مخالف ہیں۔اور ایسے اصول تسلیم کرنے کے خلاف آپ کا مدار اُن وعدوں پر ہے جو برٹش گورنمنٹ نے کئے تھے۔اسی وجہ سے ہم نے باہم ایک درمیانی صورت طے کی اور وہ یہ تھی کہ اودھ کے تمام موجودہ کاشتکار جنکو قانونی میعاد کاشت کا حق حاصل ہے۔اُنکو تاحیات حق قبضہ دیدیا جائے۔اس شرط کے ساتھ کہ ہر دس برس کے بعد اُنکے لگان پر نظر ثانی ہو۔خواہ مالک کے راضی اور کاشتکار کی باہم رضامندی سے یا اُس شرح لگان کے مطابق جو مہتمم بندوبست یا اُس درجہ کا کوئی دوسرا ماہر افسر مقرر کرے۔اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ایک ادھوری تجویز ہے۔لیکن اس سے خواہ مخواہ کی بیدخلیوں کے دفعیہ کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔اور کاشتکار کی زندگی بھر اُس سے نذرانہ وصول ہونا بھی بند ہو جاتا ہے۔تاہم کاشتکار کے مرنے پر اُسکے ورثار کو اس تجویز سے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔

صاحبان! میں آپ سے یہ پوشیدہ نہیں رکھ سکتا کہ اس تحفظ کی خامی پر بڑے زبردست اعتراض کیئے جائیں گے۔ لیکن میں نے آپ کے نمایندوں سے اپنی گورنمنٹ کی پوری منظوری کے ساتھ یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر آپ کاشتکار کے حق میں تاحیات ثباتِ قبضہ اُن شرائط کے ساتھ دینا منظور کرینگے جو اوپر بیان کیئے جا چکے ہیں۔ تو گورنمنٹ اس مسئلہ کی لیجسلیٹو کونسل میں پوری تائید کریگی۔

یہ صورت حال ہے اور آپکی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے گورنمنٹ اس پر طیار ہے کہ وہ ایک ایسی تجویز پر کفایت کرے جو بلاشبہہ اصلاح کی ادھوری تجویز سمجھی جائیگی۔ میں آپ سے اودھ کے ایک پرانے دوست کی حیثیت سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی رضامندی دیدیں۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ایسا کرنا تعلقدارانِ اودھ کے اُن روایات کے عین مطابق ہوگا جن کی پیروی گزشتہ ساٹھ سال سے برابر ہوتی چلی آئی ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ خود آپ کا نفع بھی اسی میں ہے۔ کیونکہ مجھے اپنی جگہ پر کامل یقین ہے کہ اگر آپ اپنی رضامندی نہ دینگے تو میری گورنمنٹ مجبور ہو جائیگی کہ اُس تجویز کو پیش کرے جس سے کاشتکاروں کا زیادہ تحفظ ہے۔ اور جس پر بورڈ مال نے ابتدا میں زور دیا تھا۔

کچھ تفصیلی امور ایسے ہیں جنکا فیصلہ کرنا ہوگا اور جنکا آخر فیصلہ لامحالہ لیجسلیٹو کونسل میں ہوگا مجھے آپکی سلکٹ کمیٹی کی تازہ ترین تجاویز کا پورا بیان پہونچ گیا ہے اور اب میری گورنمنٹ کو اسکی تفصیلات کے متعلق تصفیہ کرنا ہوگا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ تصفیہ جلد کیا جائے۔ تاکہ مسودۂ قانون جولائی کے اجلاس کونسل میں پیش ہو سکے۔

ہمارے باہم مباحثوں میں اُس آخر میٹنگ کے قبل تک جو میں نے ۵ ارمئی کو لکھنؤ میں منعقد کی تھی اصولوں کے متعلق اتفاق تھا۔ اُسی میٹنگ میں پہلی مرتبہ ایک سمت سے میرے سامنے ایسی تجاویز پیش کی گئیں جو اُن تجاویز سے بالکل مختلف تھیں جو ہمارے درمیان باہم اصولاً قبول کی جا چکی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ تعلقداروں کی رضامندی میعاد بندوبست کی پچاس سال کی توسیع پر مشروط ہو۔ میں اس امر کو بالکل صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا مول تول نہیں ہو سکتا۔ ایکٹ لگان کی ترمیم اس سے بہت پہلے قرار پا چکی ہے اور اُسکی ضرورت اُن بلوؤں سے ثابت ہو چکی ہے جو متعلق آراضی تھے۔ اور جنھوں نے بہت سنگین صورت اختیار کر لی تھی۔ بہبودی عامہ پر نظر رکھ کر اس مسودۂ قانون کو لازماً آگے بڑھانا ہے تاکہ کاشتکاروں کی معقول شکایتیں جلد سے جلد دفع کی جا سکیں۔ اگر آپ اودھ کی تجدید بندوبست کے متعلق کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں تو میں اُس پر اس معاملہ سے علیحدہ غور کرنے کو تیار رہوں۔ لیکن میں اس بارے میں کسی رعایت کی آپ کو کوئی اُمید اسوقت نہیں دلا سکتا ہوں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ایک بڑے اصولی سوال سے تعلق رکھتا ہے جسکا اثر دوسرے صوبہ جات پر بھی پڑیگا۔ اور جسکے واسطے گورنمنٹ آف انڈیا اور حضور ملک معظم کے سکریٹری آف اسٹیٹ کی منظوری کی ضرورت ہوگی۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جسکا اثر صوبہ کی ساری مالگزاری پر پڑتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اُسکو ایک مقامی مسئلہ سے ملا دیا جائے جو ایک ضروری دادرسی سے تعلق رکھتا ہے اور جسکی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

ایکٹ مذکور کے فروعی امور میں مالکان آراضی کی قابل لحاظ دشواریوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ لگان کے وصول کرنے میں آسانیاں بڑھادی گئی ہیں۔ چند خاص مقاصد کے واسطے حصول آراضی کے اختیارات کا انتظام کیا گیا ہے۔ ایکٹ کے نفاذ سے قبل پانچ سال تک جو آراضی خود کاشت رہی ہے وہ سیر قرار پائیگی۔ آپکی اس خواہش پر غور کیا جائے گا کہ اس رعایت کی اس حد تک مزید توسیع کردی جائے کہ بلا قید میعاد وہ کل آراضی سیر ہو جائے جو ایکٹ کے نفاذ کے وقت خود کاشت ہو۔ نیز آپ کی اس خواہش پر کہ سیر کا حق اُس آراضی میں بھی حاصل ہو جو بارہ سال تک مسلسل خود کاشت رہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ میں نے اس معاملہ کے متعلق گورنمنٹ کی حالت آپ لوگوں کے سامنے صاف کردی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ سب صاحب یہ تسلیم کرینگے کہ گورنمنٹ نے آپ کی بہبودی کو اُس حد تک مدنظر رکھا ہے جہاں تک کہ وہ ایسی غیر جانب داری کے اصول کے مطابق جس کا لحاظ گورنمنٹ کو ضروری ہے کرسکتی ہے۔

آخر میں آپ کو میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ اگر کوئی معقول بات اس جلسہ میں آپ پیش کرنا چاہیں تو میں اور میری گورنمنٹ اُس پر غور کرنے کے لیے طیار ہے۔"

ہز اکسلنسی کی اسپیچ کے بعد آنریبل سر راجہ صاحب کوری سدولی نے ہز اکسلنسی گورنر کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ تعلقداروں کو حضور پر پورا بھروسہ ہے۔

۱۱ رجون ۱۹۲۱ء کے جلسۂ عام میں جو رزولیوشن متعلق توسیع میعاد بندوبست پاس

ہوا تھا اُس کے محرک ہونے کی وجہ سے ایک طرح پر میں اُس کا ذمہ دار ہوں۔
لیکن حضور کی تقریر کے بعد میں اُس رزولیوشن کو واپس لینے کو طیار ہوں۔ اور میں تعلقداروں کو یہ صلاح دونگا کہ قانون لگان کی ترمیم میں کوئی شرط توسیع میعاد بندوبست کی نہ لگائیں کیونکہ اس سے اُسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سر راجہ صاحب جہانگیر آباد نے بھی ایک نہایت مناسب اور موزوں تقریر فرمائی۔ مجوزہ ترمیمات ایکٹ لگان کے متعلق اُنھوں نے فرمایا کہ اگر یہ منظور ہو جائے تو موجودہ قانون سے بدرجہا اچھا ہے۔

راجہ صاحب منکا پور۔ سردار گہیل سنگھ صاحب وچند دیگر تعلقدار صاحبان نے سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی تائید کی اور بالاتفاق سب صاحبوں نے مجوزہ ترمیم ایکٹ لگان کے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

کارروائی ختم ہونے کے بعد یہ طے پایا کہ سب صاحب اس وقت براہ راست قیصر باغ بارہ دری میں چلیں اور وہاں ایک خاص جلسۂ عام ۱۱۔ جون ۱۹۲۱ء کی کارروائی پر نظر ثانی کرنے کی غرض سے منعقد کیا جائے۔

غرض کہ اکثر تعلقدار صاحبان براہ راست گورنمنٹ ہاؤس سے بارہ دری میں تشریف لائے اور ۱۱ر جون ۱۹۲۱ء کے رزولیوشن پر غور ہو کر مفصلۂ ذیل رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوئے:۔

(۱) یہ جلسۂ خاص تعلقداران اودھ کا جو قانون لگان کی ترمیم پر مزید غور کرنے کے واسطے جمع ہوا ہے۔ یہ تجویز کرتا ہے کہ ترمیم کے اُن اصولوں پر یہ جلسہ

رضامند ہے۔ جن سے ہمارے گروہ کے اُن ممبروں نے اتفاق کرلیا تھا
جو مسئلہ ترمیم کے اُٹھائے جانے کے وقت حضور ہز اکسلنسی گورنر بہادر کے
ساتھ مشورے میں شریک تھے۔ اور یہ جلسہ تعلقداروں کی سلکٹ کمیٹی کی
رپورٹ کو قبول کرتا ہے۔

(۲) یہ جلسۂ خاص تمام تعلقداران اودھ کی شکرگذاری کا اظہار کرتا ہے کہ حضور گورنر
بہادر نے ازراہ مہربانی یہ منظور کرلیا ہے کہ مسودۂ قانون لگان کونسل میں
پیش ہونے کے وقت منجانب گورنمنٹ مقاصد و اغراض میں یہ اعلان کردیا
جائیگا۔ کہ قانون لگان کی ترمیم تعلقداروں کی رضامندی سے کی جارہی ہے۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ بلحاظ اُس تقریر کے جو آج ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے
براہ مہربانی ہم سب کے مجمع میں فرمائی ہے۔ ہمارے واسطے مناسب ہے
کہ اُس رزولیوشن میں جو ہماری انجمن نے ۱۱ رجون ۱۹۲۱ء کے جلسۂ عام
میں میعاد بندوبست کے متعلق پاس کیا ہے اس حد تک ترمیم کی جائے
کہ قانون لگان کی ترمیم پر ہماری رضامندی میعاد بندوبست کی شرط پر منحصر
نہ رہے۔ بلکہ ہم پچاس سال کی میعاد بندوبست کے سوال کو ایک خاص
ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے ہز اکسلنسی گورنر بہادر کے حضور میں علیحدہ پیش کریں۔

(۴) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تمام تعلقداران جو اس وقت لکھنؤ میں موجود ہیں کل
بتاریخ ۲۰ رجون ۱۹۲۱ء بوقت ۱۱ بجے دن بطور ڈیپوٹیشن گورنمنٹ ہوس
میں حاضر ہوکر ہز اکسلنسی گورنر بہادر کی خدمت میں توسیع میعاد بندوبست کے

متعلق معروضات پیش کریں۔

نقول رزولیوشن جلسۂ خاص منعقدۂ ۲۷؍جون ۱۹۲۱ء بذریعۂ مراسلت نمبری ۱۵۶ مورخۂ ۲۹؍جون ۱۹۲۱ء گورنمنٹ میں بھیجی گئیں۔

۲۸؍جون ۱۹۲۱ء کو تعلقداران کا ڈیپوٹیشن بمقام گورنمنٹ ہاؤس لکھنؤ ہز اکسلنسی گورنر بہادر کے حضور میں حاضر ہوا۔

ہز اکسلنسی گورنر اور ممبران کونسل کے تشریف لانے کے بعد سر راجہ صاحب جہانگیرآباد نے تعلقداروں کی جانب سے یہ کہا کہ:۔

آج ہم لوگ اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور والا سے بہ حیثیت تعلقداروں کے سچے ہمدرد اور خیر طلب کے یہ درخواست کریں کہ حضور والا توسیع میعاد بندوبست کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے سفارش فرمائیں۔ تعلقداران ہمیشہ گورنمنٹ کے سچے وفادار اور خیرخواہ رہے ہیں۔ گزشتہ جنگ کے زمانہ میں اُنھوں نے حتی الامکان ہر قسم کی مدد دی ہے۔ موجودہ رفارم اسکیم سے تعلقداروں کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا ہے۔ وہ مستحق ہیں کہ اُنکے خدمات کے صلہ میں میعاد بندوبست میں توسیع کی جائے۔

سر راجہ صاحب کوری سدولی نے کہا کہ تعلقداروں نے لڑائی کے زمانے میں جو خدمات کئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اُنکا فرض تھا۔ وہ کوئی معاوضہ اُسکا نہیں چاہتے ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اُنکے حقوق کے لحاظ سے اُنکے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اُنکے ساتھ رعایت کیجائے اور میعاد بندوبست میں اضافہ کیا جائے۔

راجہ صاحب منکاپور نے سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی تائید کی۔ اور راجہ شمبھو دیال صاحب نے سر راجہ صاحب جہانگیر آباد کی تائید مزید کرتے ہوئے یہ کہا کہ "تعلقداروں کے لیئے یہ بڑی کشمکش کا زمانہ تھا۔ انجمن میں پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اُنکے نیک مشورے سے محروم رہے۔ ایسے وقت میں سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد جو ہماری انجمن کے پریسیڈنٹ تھے، ہم سے علیحدہ کر لیئے گئے۔ گو وہ نہایت ذمہ داری کی ممتاز جگہ پر اب ہیں اور اُن سے ہماری بہت امیدیں وابستہ ہیں۔ تاہم ہماری انجمن اُنکے براہ راست مشورے، ہدایت اور رہنمائی سے محروم ہوگئی۔ ایسے نازک زمانہ میں قانون لگان اودھ کی ترمیم کا مسئلہ پیش آیا اور اُسے ہم نے حضور کے اوپر بھروسا کر کے بمصداق اس شعر کے چھوڑ دیا ہے۔ ؎

اگر بخشے زہے رحمت، نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے

اتنا ہم ضرور کہیں گے کہ تعلقداروں نے اپنی رعایا کے ساتھ جو خاص رعایت تاحیات حق قبضہ داری دینے سے کی ہے اُسکی وجہ سے وہ اسکے ضرور مستحق ہیں کہ گورنمنٹ اُنکے ساتھ میعاد بندوبست میں توسیع کرنے سے رعایت کرے۔ میں اس موقع پر یہ بھی عرض کرونگا کہ اودھ کی وہ پانچ ریاستیں جنکا بجلدوے خدمات، بندوبست استمراری ہے اور جنھیں توسیع میعاد بندوبست سے کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا اُنکے ساتھ کوئی خاص رعایت ہونا چاہیئے۔

ہز اکسلنسی گورنر نے اس موقع پر یہ دریافت کیا کہ تعلقداروں کی جانب سے کوئی عرضداشت توسیع میعاد بندوبست کے مسئلہ پر پیش کیجائیگی۔؟

لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب نے کہا کہ اس وقت ہم کوئی عرضداشت پیش کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ آج تو ہم اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور والا سے بہ حیثیت اپنے سچے دوست اور اپنی انجمن کے اعزازی ممبر کے مشورہ کریں۔ عرضداشت باضابطہ بعد کو ہم جلد سے جلد پیش کرینگے۔

ہز اکسلنسی گورنر بہادر نے فرمایا کہ میں اس وقت آپ کی تقریروں سے سمجھا ہوں کہ آپ توسیع میعاد بندوبست کے متعلق ایک عرضداشت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ جس وقت ایسی درخواست پیش ہوگی میں اور میری گورنمنٹ اُس پر کافی غور کریگی لیکن میں اس وقت یہ صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جسکا اثر تمام صوبہ کی مالگذاری پر پڑیگا اور بغیر گورنمنٹ آف انڈیا اور صاحب وزیر ہند کی منظوری کے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا۔ بہرحال میری گورنمنٹ آپکی عرضداشت پر مناسب غور کرکے حتی الامکان اُسکی سفارش کریگی۔

اسکے بعد ۳۱ رجولائی ۱۹۲۱ء کے جلسۂ عام میں حسب تحریک شیخ شاہد حسین صاحب بالاتفاق یہ تجویز ہوا تھا کہ باضافۂ نام راجہ صاحب بہادر تلوئی سلکٹ کمیٹی جسے جلسۂ عام منعقدہ ۱۱ رجون ۱۹۲۱ء نے مقرر کیا تھا اُس مسودہ پر جواب کونسل میں پیش ہونے والا ہے غور کرے۔ اور مالکان آراضی کے حقوق کی حفاظت کرے۔ مذکورۂ بالا سلکٹ کمیٹی کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو وہ گورنمنٹ سے بھی

اسکے متعلق بذریعہ ڈیپوٹیشن عرض کرے۔اور سلکٹ کمیٹی کے جلسے وقتاً فوقتاً ہوا کریں تاکہ وہ مسودۂ قانون کے متعلق کونسل میں اُسکی کارروائی کی نگاہداشت کر سکے۔

۴ راگست ۱۹۲۱ء کو آنریبل فنانس ممبر نے صوبہ کی لیجلیٹو کونسل میں مسودۂ ترمیم قانون لگان پیش کیا اور تحریک کی مفصلۂ ذیل اصحاب ممبران سلکٹ کمیٹی مقرر کیے جائیں جو اس مسودۂ قانون پر غور کریں۔

۱۔ لفٹنٹ شیخ شاہد حسین صاحب۔

۲۔ راجہ سید ابو جعفر صاحب۔

۳۔ ٹھاکر جگناتھ بخش سنگھ صاحب۔

۴۔ رائے بہادر ٹھاکر مشعل سنگھ صاحب۔

۵۔ لفٹنٹ نواب محمد احمد سعید خاں صاحب

۶۔ پنڈت گوکرن ناتھ مصر۔

۷۔ بابو سیتارام صاحب۔

۸۔ پنڈت رادھاکانت مالوی۔

۹۔ رائے سیتارام صاحب۔

۱۰۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو۔

۱۱۔ مسٹر میلی کمشنر فیض آباد۔

۱۲۔ کرنیل فانتھارپ کمشنر لکھنؤ۔

۱۳۔ بابو شنکر دیال صاحب۔

۱۴- کیسری پرشاد سنگھ صاحب-

۱۵- پنڈت رام سیوک صاحب-

۱۶- رائے راجیشر بلی صاحب-

غرضکہ حسب تحریک آنریبل فنانس ممبر مسودۂ ترمیم قانون لگان ۵ اگست ۱۹۲۱ء کو مذکورۂ بالا سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوا۔ اور چونکہ مسودہ میں بعض باتیں نئی بڑھادی گئی تھیں اور بعض تجاویز سلکٹ کمیٹی انجمن پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا تھا لہذا ۱۶ اگست ۱۹۲۱ء کو ایک جلسہ سلکٹ کمیٹی انجمن جو قانون کی ترمیمات پر غور کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ منعقد کیا گیا اور آنریبل سر راجہ صاحب کوری سدولی پریسیڈنٹ انجمن نے ایک نوٹ متعلق ترمیم بعض دفعات قانون لگان پیش کیا اور بالاتفاق سلکٹ کمیٹی نے یہ طے کیا کہ نوٹ مذکورۂ بالا صاحب پریسیڈنٹ کی تحریر کے ساتھ ہز اکسلنسی سر ہارکورٹ بٹلر کی خدمت میں بھیجا جائے۔ غرضکہ صاحب پریسیڈنٹ بہادر نے ۱۲ اگست ۱۹۲۱ء کو نوٹ مذکورۂ بالا مفصلۂ ذیل پرپوٹ تحریر کے ساتھ ہز اکسلنسی گورنر بہادر کی خدمت میں ارسال کیا۔

"تعلقداروں نے مجھ سے یہ خواہش کی ہے کہ میں اُنکی جانب سے حضور کا شکریہ اُن خیالات کے متعلق ادا کروں جو حضور نے براہ عنایت مسوّدہ قانون لگان اودھ کے متعلق اُنکے طرز عمل کی بابت اپنی اُس تحریر میں ظاہر فرمایا ہے جو حال میں شایع ہوئی ہے۔ مسوّدۂ قانون کے اغراض و مقاصد میں جو تعلقداروں کی رضامندی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اُسکے لیئے بھی تعلقداران آپ کے اور آپ کی

گورنمنٹ کے نہایت ممنون و مشکور رہیں۔

لیکن مسودۂ قانون میں چند امور ایسے ہیں جن کی بابت تعلقداروں کو سختی کے ساتھ خیال ہے اور اُنھوں نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں اُس مسودہ کے متعلق جواب کونسل میں پیش ہوا ہے اُنکی آخری معروضات حضور والا کے سامنے پیش کروں۔ وہ ان امور کو نہایت اہم خیال کرتے ہیں اور صرف حضور کی ذات سے اُنکی امید وابستہ ہے کہ حضور اُنکی تجویز کے مطابق قانون کی ترمیم کرا دینگے۔

جیسا کہ حضور کو معلوم ہے ترمیم قانون کے عام اصول سے اکثر تعلقداروں کی سخت مخالفت تھی اور مجھے اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں ہے کہ آخر کار جس نے اُنھیں اصول ترمیم پر رضامند کیا۔ وہ حضور پر اُن کا کامل اعتماد اور بھروسہ تھا۔ کیونکہ حضور کو وہ اپنا سچا ہمدرد اور دوست سمجھتے ہیں۔ اور اُن سب پر بالانفراد و بالاشتراک حضور والا کا خاص اثر اور دباؤ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ جس بات کا اُن پر اثر ہوا وہ صرف یہ تھی کہ وہ نہایت اطمینان سے اپنی قسمت کا فیصلہ حضور کے ہاتھ میں چھوڑ سکتے تھے۔ اور اسی وجہ سے اُنھوں نے اُس مسودہ کو جو اُنکے سامنے پیش کیا گیا تھا بہ تبعیت اُن ترمیمات کے جن کی سفارش اُنکی سلکٹ کمیٹی نے کی تھی منظور کر لیا تھا اب اُنھیں یہ دیکھکر بہت مایوسی ہوئی ہے کہ اُنکی سلکٹ کمیٹی کی مجوزہ ترمیمات میں سے صرف چند ترمیمات منظور کی گئی ہیں اور مسودہ میں بعض اہم امور کے متعلق اُن کے فوائد کے خلاف مزید ترمیمات کر دی گئی ہیں۔ اور اُنھیں مختلف ترمیمات کے متعلق میں اُنکے خیالات کو حضور کے ملاحظہ میں پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ جو علیحدہ نوٹ کی

شکل میں اس تحریر کے ساتھ منسلک ہیں اور جنھیں تعلقداروں کی سلکٹ کمیٹی نے منظور کیا ہے۔

حضور والا سے مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تعلقداران یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اُنکی تاریخ میں یہ نہایت اہم و نازک موقع ہے۔ اُن کے یہ پیش نظر ہے کہ آئندہ اُنکے مسئلہ حقوق پر چہ حملے ہونے والے ہیں۔ یہ مسودۂ قانون اُن میں سے پہلا حملہ ہے۔ زمانہ کے تغیرات، لوگوں کا مساوات کی جانب رجحان اور ملکی تنازعات قدرتاً اُن کے خلاف کام کرینگے اور اسی وجہ سے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت وہ طولانی مصائب سے رونما ہو رہے ہیں اور غالباً یہ آخری موقع ہے۔ جب کہ اپنے حقوق اور فوائد کو بہت کچھ پامال کر کے اپنے کاشتکاروں کے ساتھ خاص مراعات کرنے کے بعد اُنھیں اُمید ہے کہ قانون میں غالباً بعض اصول ایسے تسلیم کر لیئے جائینگے جس سے وہ کچھ اپنے پرانے حقوق، درجہ اور اثر کو قائم رکھ سکیں گے اور جس سے اُنکے اور اُنکی رعایا کے درمیان آئندہ اچھے تعلقات باقی رہیں گے۔ اتفاق سے تعلقداران اس وقت اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں اور اُنھیں بہت کم امید ہے کہ آئندہ ایسا اچھا موقع اُنھیں پھر ہاتھ آئے گا۔

اس وقت صوبہ کی عنان حکومت ایک ایسے گورنر کے ہاتھ میں ہے جسکو تعلقداروں سے ہمدردی ہے اور جو اُنھیں ملک اور گورنمنٹ کے لیئے کارآمد سمجھتا ہے۔ گورنمنٹ کا ایک ممبر خود اُنکی جماعت کا قائم مقام ہے۔ اور دوسرا ممبر بھی تعلقداروں کے متعلق ویسے ہی خیالات رکھتا ہے جیسے کہ حضور والا کے ہیں۔ کونسل میں بھی اسوقت

ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جو غالباً اُنکے درجہ اور حالت کے لحاظ سے اُنکے مناسب معقول اور مناسب رائے کا اظہار کریں۔ اگر ایسے موافق حالات کے اجتماع پر بھی اسکے بعد کہ اُنھوں نے مسودۂ قانون کے متعلق اپنی عام رضامندی کا اظہار کر دیا ہے اُنکی معقول اور مناسب درخواست پذیرا نہ کیجائے تو اسے وہ اپنی انتہائی بدقسمتی سمجھیں گے۔ مجھے امید ہے کہ حضور والا براہ نوازش اپنی گورنمنٹ سے مسودۂ قانون کی ترمیم اُن امور کی بابت جس کا منسلکہ نوٹ میں ذکر ہے منظور کرا دینگے

میں حضور والا کو یقین دلاتا ہوں کہ تعلقداروں کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ زمانہ میں جلد جلد تغیرات ہو رہے ہیں اور اپنے کاشتکاروں کے ساتھ امن و عافیت کے تعلقات قائم رکھنے کی غرض سے اُن سب کو فرداً فرداً اور مجموعاً اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلنا پڑیگا۔ جن کو اپنے کاشتکاروں کے ساتھ تعلقات میں کبھی کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ عمدہ تعلقات اُسی وقت قائم رہ سکتے ہیں جب برتاؤ اچھا ہو۔ اور اس بات کو حاصل کرنے کے لیئے اسکی ضرورت ہے کہ جو انتظام اِس وقت کیا جا رہا ہے اُس سے تعلقداروں کو جنھوں نے بہت کچھ اپنے حقوق کی قربانی کی ہے کوئی شکایت باقی نہ رہے اور اس قانون کے نفاذ کے بعد جب نیا دور شروع ہو تو اُنکے دل میں یہ خیال باقی نہ رہے کہ اُن پر ناجائز دباؤ ڈالا گیا۔ اور جبر کیا گیا"

۲۰ اگست ۱۹۲۱ء کو مزید تجویز سلکٹ کمیٹی جسے صاحب پریسیڈنٹ بہادر نے اپنی تحریر کے ساتھ ہز اکسلنسی گورنر کی خدمت میں بھیجا تھا پیش ہوئی اور بالاتفاق

بجویز ہوا کہ سلکٹ کمیٹی کی تجاویز نہایت مناسب ہیں اور اُس جلسہ کو اُن سے پورا
اتفاق ہے۔ اور یہ کہ قانون لگان کی ترمیم کے مسئلہ کی اہمیت اور حالات موجودہ
پر نظر کرتے ہوئے اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ تعلقداروں کے حقوق کی حفاظت
اور اُن غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے جو اس وقت عوام میں پھیلائی جارہی
ہیں مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔ اور چونکہ کمیٹی کا انعقاد جلد جلد دشوار معلوم
ہوتا ہے۔ لہذا صاحب پریسیڈنٹ انجمن کو اس بات کا کامل اختیار دیا جائے کہ
مذکورہ بالا مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے جو تدابیر مناسب سمجھیں اختیار کریں اور
مبلغ بارہ ہزار روپیہ جو بدفعات اس ضرورت کے لئے منظور ہوا ہے اُس میں سے حسب
ضرورت جس طریقہ سے وہ مناسب سمجھیں صرف کریں۔

اسکے بعد ۹۔ ستمبر ۱۹۲۱ء کو مفصلۂ ذیل تار منجانب صاحب پریسیڈنٹ
انجمن صاحب وزیر ہند کی خدمت میں بھیجا گیا۔

" تعلقداران اودھ کو اس افواہ سے سخت انتشار ہے کہ وہ بڑی سے
بڑی رعایتیں جو اُنھوں نے اپنے کاشتکاروں کے ساتھ کی ہیں وہ کافی نہیں
خیال کیجاتی ہیں۔ یہ ایسی رعایتیں ہیں کہ اس سے زیادہ کبھی تجویز نہیں کی گئیں
اور نہ تعلقداروں سے کبھی اُنکی اُمید کی گئی۔ اور یہ رعایتیں تعلقداروں نے
محض اپنے پُرانے دوست سرہار کورٹ بٹلر کی خاطر سے کی ہیں۔ اگر سرہارکورٹ بٹلر کا
لحاظ و پاس نہ ہوتا تو جماعت تعلقداران کبھی اس پر راضی نہ ہوتی۔ بہ لحاظ اُن
باضابطہ اور مضبوط وعدوں و اقرار کے جو تعلقداروں کے ساتھ کئے گئے ہیں اور

گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ اُنکی مسلسل اور وفادارانہ خدمات اور خاص کر اُنکی جنگ کی خدمات کے لحاظ سے وہ حضور والا سے یہ التجا کرتے ہیں کہ اگر یہ افواہ سچ ہے تو تعلقداروں کو بشرط ضرورت اسکا موقع دیا جائے کہ وہ اپنا ڈیپوٹیشن حضور والا کی خدمت میں بھیجکر اپنے خیالات کا اظہار کریں"۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۱ء کو مسودۂ ترمیم قانون لگان سلکٹ کمیٹی میں بمقام نینی تال پیش ہوا۔ اور بعد ازاں ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو سلکٹ کمیٹی کی رپورٹ متعلق ترمیم قانون مذکور کونسل میں پیش ہوئی اور مسودۂ مذکور کی دفعات پر بحث شروع ہوئی۔

۹ نومبر ۱۹۲۱ء کو سر لوڈوک پورٹر صاحب فنانس ممبر نے اپنی آخری تقریر کے دوران میں یہ کہا کہ:-

"قبل اسکے کہ میں اپنی تقریر ختم کروں۔ میں چند الفاظ مالکان آراضی اور تعلقداران اودھ کے طرز عمل کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں کہ میرے خیال میں اس قانون کی ترمیم کے متعلق تعلقداروں نے وہ قابل تعریف اور فیاضی کا طریقہ اختیار کیا جو اُنکے اعلیٰ ترین قدیم روایات اور حالات کے شایان شان تھا۔ اِس قانون میں رعایا کے ساتھ جو بیش بہا رعایتیں کی گئی ہیں۔ اور جنھیں نہایت فیاضانہ اور دوراندیشانہ رعایتوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور جن کا اثر عام رعایا کی فلاح اور بہبود پر پڑتا ہے۔ وہ سب رعایتیں اُنھوں نے نہایت خوشدلی اور اپنی آزاد مرضی اور رضامندی سے کی ہیں۔ اپنے صوبہ کے گروہ کے دوستوں کو شامل کرکے اُنکی تعداد اس کونسل میں اُس سے بہت زیادہ ہے جو اُنکے مخالفین کی

ممبران گورنمنٹ کو شامل کر کے ہوتی ہے۔

اِس واقعہ کو اس صوبہ میں اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے لیکن اعلیٰ طبقہ میں جو صوبجات کو آزادی اور اختیارات دینے کے ذمہ دار ہیں۔ اُنھیں اسکا ضرور لحاظ ہوگا۔ کہ ان صوبجات میں پارلیمنٹری گورنمنٹ کی ذمہ داری کا احساس شروع ہو گیا ہے۔ اور وہ خیالات یہاں تیزی کے ساتھ جڑ پکڑ رہے ہیں۔

چنانچہ میرے دوست مالکان آراضی نے اس موقع پر اپنی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے نفع اُٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ جیسا کہ سیر کے حقوق کے متعلق پیش آیا۔ کیونکہ اُنھوں نے اپنے ذاتی نفع کے خیال سے اپنی کسی ترمیم کے متعلق ایسا زور نہیں دیا۔ جسکے متعلق اُنھوں نے سمجھا کہ گورنمنٹ اُسے قبول نہ کریگی۔

اب میں کونسل سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس قانون کو جس صورت میں کہ وہ بعد ترمیم منظور ہوا ہے پاس کردیگی۔

چنانچہ قانون ترمیم لگان اودھ ۱۹۲۱ء کونسل سے ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کو پاس ہو گیا۔

۶ مئی ۱۹۲۶ء کے جلسۂ اگزیکیوٹیو کمیٹی میں وہ مسودہ پیش ہوا جسے گورنمنٹ نے اس قدر جلد پھر ترمیم قانون لگان اودھ کے متعلق تیار کیا تھا۔ اور یہ تجویز ہوا کہ:-

(الف) انجمن ہند کو یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے خلاف دستور قدیم بغیر انجمن کی رائے لیئے ہوئے ایکٹ لگان اودھ کی بعض دفعات کی ترمیم کے لیئے ایک مسودۂ قانون کونسل میں پیش کر دیا ہے اور یہ نیا طریقہ گزشتہ اور مسلمہ عملدرآمد کے بالکل خلاف ہے۔

(ب) انجمن کی رائے میں لوکل گورنمنٹ کا یہ فعل تعلقداروں کو اُن کے قدیم اور مسلمہ مراعات سے محروم کرتا ہے۔

(ج) انجمن اسکو اس وجہ سے اور بھی زیادہ محسوس کرتی ہے کہ وہ طریقہ جسے گورنمنٹ نے اختیار کیا ہے وہ آراضی میں ہمارے حقوق مالکانہ کے منافی ہے۔

(د) دفعہ (۲۰) (۳) ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء میں جو شرط اضافہ کی گئی ہے اُس میں چونکہ نہایت سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ لہٰذا انجمن کو جس عبارت میں وہ شرط درج کی گئی ہے سخت اختلاف ہے۔ اور دفعہ (۵۱ - الف) ایکٹ ۲۲ ۱۸۸۶ء کی جگہ پر جو نئی دفعہ قائم کی گئی ہے وہ انتظامی اور کفایت شعاری ہر دو اصول سے کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ اور دفعہ (۵۱ - د) کے فقرۂ پنجم کا اخراج مالکان آراضی اور کاشتکاران دونوں کے لیے مضرت رساں ہے۔ کیونکہ اس سے فصل کی پیداوار کی جانچ کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔ جو تعین لگان کا بنیادی اصول ہے۔

انجمن نہایت ادب سے یہ عرض کرتی ہے کہ کارروائی ترمیم مسودات قانون لگان آگرہ۔ و ایکٹ مالگزاری صوبجات متحدہ و قانون لگان اودھ میں جن پر صوبہ کی زراعتی ترقی کا مدار ہے۔ غیر معمولی عجلت نہ کی جائے۔

انجمن کی یہ بھی گزارش ہے کہ اگر مذکورۂ بالا مسودات قانون بمقام نینی تال

کونسل میں پیش کر کے پاس کئے گئے تو ممبران کونسل و قائم مقامان مالکان اراضی وکاشتکاران کو اپنے انتخاب کنندگان سے خاص خاص امور کی بابت مشورہ کرنے کا کافی موقع نہ ملیگا۔

یہ بھی تجویز ہوا کہ نقل رزولیوشن مذکورہ بالا بغرض ملاحظہ واطلاع گورنمنٹ میں بھیجی جائے۔ اور قانون لگان اودھ اور قانون مالگذاری کی ترمیم کے متعلق جو یادداشت تیار کی گئی ہے اسکی نقل ممبران سلکٹ کمیٹی کونسل اور دیگر ممبران کونسل کی خدمت میں بھیجی جائے۔

باوجود اسکے ۱۲ جولائی ۱۹۲۱ء کے جلسہ کونسل میں بمقام نینی تال قانون لگان اودھ کی مزید ترمیم کا مسئلہ پیش ہوا۔ اور اسکے متعلق خان بہادر صدیق احمد اسسٹنٹ سکریٹری انجمن نے کونسل میں یہ تقریر کی۔ کہ:۔

"میں اپنے دوست آنریبل لالہ متھرا پرشاد مہروترا صاحب کی تحریک کی تائید کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ لیکن قبل اسکے کہ میں اس تحریک کی بابت کچھ عرض کروں۔ میں ایک خاص اور نہایت اہم معاملے کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

یہ امر مسلمہ ہے۔ اور جن اصحاب نے اودھ کی تاریخ دیکھی ہے۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اودھ میں کاشتکاروں کے کوئی حقوق آراضی میں نہیں تھے۔ سب سے پہلے جب قانون لگان اودھ کا مسودہ مرتب ہوا تھا۔ اُس وقت پہلے تعلقداران اودھ سے رضامندی حاصل کی گئی تھی۔ اور چونکہ اودھ میں کاشتکاروں کے

مسلمہ طور پر کوئی حقوق نہیں تھے۔ لہذا بغیر تعلقداروں کی رضامندی کے اُن کو کسی قسم کا حق دینے میں گورنمنٹ کو دشواری محسوس ہوئی تھی۔ چنانچہ اُس وقت صاف الفاظ میں گورنمنٹ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تعلقداروں کے حقوق میں کوئی دست اندازی نہیں کیجائیگی۔ اور قانون لگان اودھ میں آئندہ کوئی ترمیم بغیر اُنکی رضامندی کے نہوگی۔ مالکان آراضی خواہ صوبۂ اودھ کے ہوں یا صوبۂ آگرہ کے اُنکی خصوصیات میں یہ داخل ہے کہ جب اُنکی فیاضی، اُنکی دریادلی، اُنکی اُلوالعزمی اور اُنکے خاندانی روایات کے حوالہ سے اپیل کیجاتی ہے تو وہ ضرور پسیج جاتے ہیں اور کچھ نہ کچھ ایثار کے لیۓ تیار ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ۱۹۲۱ء میں جب قانون لگان کی ترمیم کا مسئلہ پیش ہوا تو اُس وقت بھی تعلقداروں سے ایسی ہی اپیل کی گئی۔ کہ وہ اپنی فیاضی سے کاشتکاروں کو حق حین حیاتی دیں اور وہ خوشی سے اس پر راضی ہو گئے۔

غرضنکہ اُس وقت بھی اس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے سے پہلے تعلقداروں سے مشورہ لیا گیا تھا۔ متعدد کانفرنسیں کی گئی تھیں۔ اور ترمیم قانون کے متعلق تعلقداروں کو بالانفراد اور بالاشتراک بہت کچھ سمجھایا بجھایا گیا تھا۔ اور وہی چلتا ہوا جادو کام میں لایا گیا تھا۔ جو فطری طور پر مالکان آراضی کو تسخیر کر لیتا ہے۔

حسن اتفاق سے اُس زمانہ میں اس صوبہ میں ایک ایسا شخص حکمراں تھا۔ جو صوبہ ہی پر نہیں بلکہ لوگوں کے قلوب پر بھی حکومت کرتا تھا۔ اور محض اُسی کی وجہ سے اور صرف اُسی کی خاطر سے تعلقداروں نے اس بات کو منظور کر لیا تھا

اور اودھ کے کاشتکاران محض کو حق حین حیاتی دینے پر رضامند ہو گئے تھے۔

اُس وقت بھی تعلقداروں سے یہ کہا گیا تھا کہ تمھارے حقوق کبھی پامال نہیں کئے جائینگے۔ اور جب کبھی کوئی ترمیم اس قانون میں ہوگی۔ تو وہ بلا تمھاری رضامندی کے نہیں کیجائیگی۔

انتزاع سلطنت اودھ کے بعد جتنے وایسرائے، چیف کمشنر، لفٹنٹ گورنر اور گورنر ہوے ہیں اُنھوں نے ہمیشہ تعلقداروں کے حقوق و مراعات کو قائم و بحال رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اُنکی وفاداری اور خیر خواہی کا اعتراف کیا ہے۔

یہ پہلا مسودۂ قانون ہے جسمیں نہ تو تعلقداروں اور نہ اُنکی انجمن سے کوئی مشورہ لیا گیا۔ حالانکہ گورنمنٹ آف انڈیا یا لوکل گورنمنٹ کے تمام مسودات قانون خواہ براہ راست اُنکا تعلق تعلقداروں سے ہو یا نہ ہو۔ معمولاً طلب رائے کی غرض سے انجمن میں بھیجے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ مسودہ قانون جس کا خاص تعلق اودھ کے تعلقداروں سے ہے۔ اسکے متعلق کوئی رائے اُن سے نہیں لی گئی۔ اور نہ اُنکی انجمن میں یہ مسودہ بطلب رائے بھیجا گیا۔

تعلقداروں کو اس کا نہایت افسوس ہے اور وہ اس کو نہایت خطرے اور اندیشے کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ آیندہ خلاف عملدرآمد قدیم اسی طرح اُنکے حقوق نظر انداز کئے جائیں۔ اور اسکے متعلق اُنھیں گورنمنٹ سے شکایت ہے۔

اصل تحریک کے متعلق میں کچھ زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ لالہ متھرا پرشاد صاحب اُسکی بابت ضروری باتوں کی جانب توجہ دلا چکے ہیں۔

دفعہ ۱۵ (الف) جو اس وقت زیر بحث ہے اُسکا یہ منشا ہے کہ اضافہ لگان کی حد معین کر دی جائے۔ اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تھا تو تعلقداروں سے یہ بتایا گیا تھا کہ تمھارے ساتھ یہ ایک خاص رعایت کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ اضافۂ لگان کی حد اور قید اُٹھا رہی ہے۔ اور کوئی حد اضافۂ لگان کی نہیں رکھتی۔ گو تعلقدار اسے بخوبی سمجھتے تھے کہ بے تکان اضافہ لگان ممکن نہیں ہے اور وہ ہر کاشتکار پر بلا امتیاز اضافہ نہیں کر سکتے ہیں۔ تاہم چونکہ وہ ایسی قید اپنے مالکانہ حق کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لئے اس دل خوش کن بات سے بھی راضی ہو گئے تھے لیکن گورنمنٹ اب اُسے بھی واپس لینا چاہتی ہے۔

میرے دوست محرک نے یہ بھی یاد دلایا ہے کہ اضافۂ لگان کے متعلق آنریبل پنڈت گوکرن ناتھ مصرا نے یہ تحریک کی تھی کہ پچیس فیصدی سے زیادہ اضافہ نہ کیا جائے۔ اور اس تحریک کی گورنمنٹ نے بڑے شد و مد سے ان الفاظ میں مخالفت کی تھی کہ پُرانے قانون میں سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ اُنہیں اضافہ لگان کی ایک حد مقرر کر دی گئی تھی۔ اور اُسکی وجہ سے انواع اقسام کی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں مثلاً نذرانہ وغیرہ۔

قانون لگان کی ترمیم کو ابھی پورے پانچ سال بھی نہیں ہوئے ہیں۔ اور اب اُسی قانون میں پھر وہی بات درج کیجاتی ہے۔ جو ۱۹۲۱ء میں فاش غلطی سمجھی جاتی تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسی غلطی کا ارتکاب اسقدر جلد ۱۹۲۶ء میں

بغیر تجربہ حاصل کیئے ہوئے کرنے کی ضرورت کیوں پیدا ہوگئی - اور وہ بھی خلاف دستور قدیم بغیر تعلقداروں سے پوچھے یا انکی رضامندی لیئے ہوئے -

ان الفاظ کے ساتھ میں اس تحریک کی تائید کرتا ہوں کہ دفعہ ۱۵ (الف) خارج کردی جائے -

ترمیم قانون لگان اودھ

۲۵ر فروری ۱۹۳۴ء کے جلسہ میں مراسلت ریونیو سکریٹری گورنمنٹ مع مسودہ ترمیم قانون لگان اودھ پیش ہوئی - اور پریسیڈنٹ صاحب انجمن اور مشیر قانونی انجمن کی رائیں جو اس مسودۂ قانون کے متعلق تھیں پڑھی گئیں - اور یہ تجویز ہوا کہ اس مسودۂ قانون کی انجمن کی جانب سے مخالفت کیجائے - اور پریسیڈنٹ صاحب انجمن گورنمنٹ کی مراسلت کا جواب اپنی تجویز کے مطابق بھیجدیں - اور اسمیں ٹرنر فارمولا کا بھی حوالہ دیدیں - چنانچہ مفصلۂ ذیل جواب گورنمنٹ کی مراسلت کا بھیجا گیا -

"آپکی تحریر مورخہ ۲۶ر جنوری ۱۹۳۴ء متعلق مجوزۂ ترمیم قانون لگان اودھ موصول ہوئی - نقول مسودۂ قانون اور آپکی تحریر کی بطلب رائے تعلقداروں کے پاس بھیجی گئیں - اور نیز جلسہ اگزیکیوٹیو کمیٹی میں پیش کی گئیں - اور بعد غور کامل جلسۂ مذکور کی بالاتفاق یہ رائے ہوئی کہ مجوزۂ ترمیم قانون کی نہایت نامناسب ہے -

اودھ میں جو اس وقت حالت ہے اُسے دیکھتے ہوئے یہ مسودہ قانون بالکل بے موقع ہے - اور ہمیں یقین ہے کہ اگر اس وقت کاشتکاروں کی رائے

لیجائیگی تو وہ اسے زیادہ پسند کرینگے کہ اُنکا جمعی لگان غلّی کردیا جائے۔ بجائے اسکے کہ وہ موجودہ غلّی لگان کو جمعی کرانا پسند کریں۔ مجوزہ ترمیم مالکان آراضی اور کاشتکار دونوں کے لیئے سخت مضر ہے۔ اور اس سے وہ ایک دوسرے کو پریشان کرسکتے ہیں۔ تعلقداروں کے یہ قیاس میں بھی نہیں آسکتا کہ ایسے معاملہ کو پیش کرنے کے لئے یہ وقت کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ بجز اسکے کہ شاید یہ ایک جزو اُس اسکیم کا ہے جو ٹرنر اسکیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور جسکا یہ مقصد ہے کہ جملہ کاشتوں کا ایک معیّنہ نرخ مقرر کردیا جائے اور یہ وہاں نہیں ہوسکتا جہاں لگان غلّی ہے۔

تعلقداروں کے خیال میں غلّی لگان کو جمعی کردینے کا کوئی اثر نہر سارده کے محصول کی آمدنی پر نہیں ہوسکتا ہے۔ جہاں جمعی لگان ہے وہاں نہر کا محصول کاشتکار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جہاں غلّی لگان ہے۔ اور جہاں نہر نہیں ہے۔ اور دوسرے طریقوں سے آبپاشی کیجاتی ہے۔ وہاں بموجب رواج آبپاشی کے کُل مصارف تنہا کاشتکار برداشت کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ کاشتکار جو نہر سارده سے فائدہ نہیں اُٹھاتے ہیں۔ اُسکا یہ سبب ہے کہ نہر کا محصول اس قدر زیادہ ہے کہ ایسے زمانہ میں جب ہر طرح سے زراعت کو انحطاط ہے وہ اُسے ادا نہیں کرسکتے ہر حالت میں اگر مجوزہ ترمیم قانون سے نہر سارده کو فائدہ پہونچتا ہو۔ تو بھی تعلقدار اسے قرین انصاف نہیں سمجھتے۔ کہ اُنکی آمدنی کو جو پہلے ہی کم ہوتی جاتی ہے نہر سارده کو فائدہ پہونچانے کے لئے اور زیادہ کم کیجائے۔

تعلقدار اس سے اتفاق نہیں کرتے ہیں جو یہ کہا جاتا ہے کہ:-

"اس بات کے یقین کرنے کی وجہ سے کہ اودھ میں پیداوار کی تقسیم خاص سبب اشتعال کا ہے ۔ یہ مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے درمیان ناانصافی کا باعث ہوتا ہے ۔ اور سابق الذکر کے خلاف شورش اور ہنگامہ قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے "

بٹائی پیداوار کا طریقہ جہاں کہیں اب تک رائج ہے ۔ وہ ہمیشہ ایسے مقررہ رواج کے مطابق کیا جاتا ہے جس سے مالکان آراضی اور کاشتکار دونوں بخوبی واقف ہیں ۔ اور اسی وجہ سے اسکے متعلق کبھی نا اتفاقی نہیں ہو سکتی ۔ دراصل نااتفاقی اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ کاشتکار دیانتدار نہیں ہوتا اور یہ نہیں چاہتا کہ اُسے کچھ نہ دینا پڑے ۔ اور ایسی حالت میں اُسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ نقدی روپیہ کے طلب و تقاضا میں ہوتا ہے ۔

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حال میں مالکان آراضی کے خلاف اس قسم کی کوئی شورش ہوئی ہے ۔ بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ کانگرس کی تحریک عدم اتحاد کی وجہ سے ایک موقع پر لگان نہ دینے کی تحریک شروع ہوئی تھی ۔ لیکن یہ اس وجہ سے نہیں تھی کہ اُنھیں مالکانِ آراضی کے کسی فعل پر اعتراض تھا ۔ بلکہ یہ محض اس وجہ سے تھا کہ کانگرس کے لیڈر مالکان آراضی کو اس وجہ سے سزا دینا چاہتے تھے کہ وہ پورے طور پر امن قائم رکھنے میں گورنمنٹ کے حامی اور مددگار تھے ۔ اور اس تحریک کا کاشتکاروں پر اس وجہ سے اثر نہیں ہوا کہ اُنھیں مالکان آراضی کے خلاف کوئی اشتعال تھا ۔ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ملک کی اقتصادی حالت کی وجہ سے اُنکے

لیے بجز اسکے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ پورا لگان دینے سے انکار کریں - اور کاشتکاروں کی اس حالت کو مالکان آراضی نے بخوبی سمجھ لیا تھا اور اسی وجہ سے اُنکے قائم مقاموں نے کونسل میں بار بار گورنمنٹ سے یہ درخواست کی تھی کہ لگان میں کچھ معافی دی جائے - قبل اسکے کہ گورنمنٹ کو اسکی جانب توجہ ہو - آخر کار گورنمنٹ کو معافی لگان کی جانب توجہ ہوئی - اور معافی دی گئی - اور یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ یہ تحریک محض اقتصادی اور پولیٹیکل وجوہ سے تھی - مالکان آراضی کے خلاف نہیں تھی - کیونکہ جونہیں کانگرس کی تحریک ختم ہوئی - اور کاشتکاروں کو لگان میں معافی مل گئی - عدم ادائے لگان کی شورش بالکل جاتی رہی - اِس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل خیال ہے کہ عدم ادائے لگان کی شورش اُن اضلاع میں زیادہ تھی - جہاں بٹائی پیداوار کا رواج بالکل نہیں تھا - اور تعلقداروں کو یہ یقین ہے کہ اُن ریاستوں میں جہاں بٹائی پیداوار کا رواج ہے وہاں عدم ادائے لگان کی تحریک کا اثر نہیں ہوا -

ہر حالت میں جہاں کہیں بٹائی پیداوار کے متعلق نا اتفاقی ہو - اُس کا علاج قانونی چارہ جوئی سے ہو سکتا ہے - کیونکہ قانون لگان اودھ کی دفعہ ۴ میں یہ مذکور ہے کہ :-

" اگر فریقین کے درمیان بٹائی پیداوار - یا کنکوت کے تخمینے یا کارروائی کی بابت کوئی اعتراض ہو، تو ہر فریق کو یہ اختیار ہے کہ وہ عدالت میں درخواست دے - کہ بٹائی اور کنکوت کے لیئے کوئی افسر مقرر کر دے - اور دفعہ ۳۲ کا یہ منشا ہے

کہ جب ایسی درخواست پیش ہو تو عدالت کسی افسر کو مقرر کردیگی "
اگر بٹائی پیداوار کے متعلق زیادہ نااتفاقی اور جھگڑے ہوتے - تو یہ لازمی تھا کہ مذکورۂ بالا دفعات کے بموجب بہت درخواستیں پیش ہوتیں - گورنمنٹ نہایت آسانی سے اضلاع کھیری - سیتاپور اور بہرائچ سے نقشہ جات طلب کرکے یہ دریافت کرسکتی ہے کہ اُن اضلاع میں ایسے جھگڑوں کے متعلق کتنی درخواستیں پیش ہوئیں - جہاں تک تعلقداروں کو علم ہے ایسی درخواستوں کا وجود نہیں معلوم ہوتا - اور اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ بٹائی پیداوار کے متعلق کوئی جھگڑا یا اشتعال نہیں ہے -

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر دونوں فریق اس بات پر رضامند ہوں کہ غلّی لگان کو نقدی کرالیں تو اس سے اُنھیں کوئی روک نہیں سکتا - اور ایسی حالت میں کہ دونوں فریق کا اس میں فائدہ ہو تو اس میں شبہہ نہیں ہے کہ وہ باہم رضامندی سے ایسا ضرور کرینگے - اور صرف اُسی حالت میں فریقین اس پر راضی نہ ہونگے جب کہ اُن میں سے کسی فریق کو تبادلۂ لگان سے نقصان ہوتا ہو -

محض یہ بات کہ صوبۂ آگرہ میں ایسا قانون نافذ ہے - اودھ میں اُسکے نفاذ کی کافی وجہ نہیں ہوسکتی - حال میں اودھ کے مالکان آراضی کو جن کے لگان اور مالگزاری کا طریقہ دوسرے ملحقہ صوبہ سے بالکل جُداگانہ ہے - محض اس وجہ سے نقصان پہونچا ہے کہ دونوں صوبوں کی گورنمنٹ ایک ہی ہے - اور وہ ہمیشہ اُسکے صوبہ کے قانون کو جو بمقابلہ ملحقہ صوبہ کے قانون کے مالکان آراضی کے لئے زیادہ

فائدہ مند ہے۔ نظر انداز کر دیتی ہے۔

علاوہ مذکورۂ بالا وجوہات کے جن کے سبب سے ہم اس مسودۂ قانون کے مخالف ہیں۔ ہماری رائے میں یہ مسودہ قانون مفصلہ ذیل وجوہ سے اور بھی قابل اعتراض ہے۔

دفعہ-۴- کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کاشتکار کے وارث کو اس مسودۂ قانون کے ذریعہ سے کیوں فائدہ پہونچایا جائے۔ اُس کا قبضہ صرف محدود زمانہ کے لئے اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ تلاش کر لے۔ اُسکو اصلی کاشتکار کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اور دراصل وہ کاشتکار کی تعریف میں نہیں آتا۔ وہ صرف لیسندار ہے اسے صاف کر دینا چاہیے کہ عدالت کے ذریعہ سے لگان کے تبادلہ میں اُسے از سر نو قانونی میعاد حاصل نہ ہوگی۔ اور اس امر کو بھی واضح کر دینا چاہیے کہ اگر لگان تبدیل کیا جائے تو کسی حالت میں وہ روسٹر کی شرح سے کم نہ ہونا چاہیے۔

دفعہ-۵۱- (الف) (الف) میں جو فقرہ (۲) کا اضافہ تجویز کیا گیا ہے۔ اُس میں اسکی وضاحت ہونی چاہیے کہ تبدیل شدہ نقدی لگان کی ادائی اُس سال کے بعد ہونا چاہیے جب اس لگان میں تبدیلی ہوئی ہے کیونکہ ۳۰ ستمبر تک مقدمات دائر ہو سکتے ہیں۔ اور اُن کا فیصلہ دو تین مہینہ یعنی آخر نومبر یا دسمبر سے پہلے مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اور ایسے مقدمات کے فیصلہ کا انتظار لگان کی ادائی کے
لئے کوئی حیلہ التوا کا نہ ہونا چاہیے۔

دفعہ ۵۱ (الف) (الف) میں جو فقرہ (۴) تجویز کیا گیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لگان کا تبادلہ اُس حالت میں نہ کیا جائیگا کہ اگر اُس سے مالک اراضی کو فائدہ پہونچتا ہو۔ اگر درصل یہ مسودۂ قانون کونسل میں پیش کیا جائے تو اُس میں خاص طور پر اسکا لحاظ ہونا چاہیے کہ فریقین اُس سے یکساں مستفید ہوں۔ اگر مالک اراضی کو ایک جگہ نقصان پہونچتا ہے تو دوسری جگہ اُسے اس طرح فائدہ پہونچانا چاہیے تاکہ اُس کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ اور اگر یہ فقرہ قائم رہا تو مالکان اراضی کو کبھی اُنکے نقصان کا معاوضہ نہیں مل سکتا۔

مجوزہ دفعہ ۵۱ (الف) (الف)۔ اس دفعہ کو خارج کر دینا چاہیے۔ ہر مقدمہ کا فیصلہ اُسکی حالت کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ خاص کر اُن مقدمات کا جن کا تعلق لگان کی کمی بیشی سے ہے۔ اگر بہت سے دعوے جو علیحدہ علیحدہ کیے گئے ہیں ایک مقدمہ میں شامل کر دیے جائینگے تو حالت اور بھی ابتر ہو جائیگی اور اس سے کسی کو نفع نہیں پہونچیگا۔ اور کسی حالت میں اس دفعہ کا تعلق کمی و بیشی لگان کے مقدمات سے

نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کارروائی سے اپیل میں شواریاں
پیدا ہونگی۔ اور کاشتکاروں کے ورثا کے معاملات پر اس
دفعہ کا کوئی اثر نہ ہونا چاہیے۔

اسکے بعد اس مسودۂ قانون کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی۔

بندوبست استمراری

۲۰ر اگست ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں یہ طے ہوا کہ بندوبست استمراری کے متعلق فنانشل کمشنر صاحب سے مدد کا خواستگار ہونا چاہیئے اور انھیں یہ دکھانا چاہیئے کہ ہم لوگ بجائے سی سالہ بندوبست کے استمراری بندوبست محض اپنے فائدہ کی غرض سے پسند نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے عام باشندگانِ اودھ کا فائدہ ہے۔ کیونکہ اودھ میں زیادہ تر ایک طور کی پیداوار ہے۔ اور ایسے علاقے کم ہیں جن میں جنگل یا پرتی ہو۔ اور جہاں کہیں جنگل ہے اُسکا کاٹنا مضر خیال کیا جاتا ہے۔ اور جسکا تجربہ ہو چکا ہے۔ غرضکہ آئندہ ترقی کی اُمید بہت کم ہے جنگل کو گرینٹ قرار دے کر خود گورنمنٹ نے ایک بندوبست استمراری بمعاوضہ یا سن بڑہی کے حساب سے کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں بہت روپیہ صرف کرنیکے بعد ترقی کی اُمید ہو سکتی ہے غرضکہ فنانشل کمشنر صاحب سے اسکے متعلق عرض کیا گیا اور اُنھوں نے یہ جواب دیا کہ :-

"انجمن تعلقداران کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں جس قدر قوی دلائل ممکن ہوں

وہ ایسے بندوبست کے متعلق پیش کرے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں مالکان
اراضی کو پوری کوشش کرنا چاہیے۔ اور ممبرانِ انجمن کو حتی الامکان فرداً فرداً
اِس مسئلہ میں بعد تحقیقات اپنی رائے لکھنا چاہیے۔ وہ سب رائیں گورنمنٹ کے
ملاحظہ میں پیش ہونگی۔"

اس کے بعد ۲۵ر نومبر ۱۸۷۲ء کے جلسہ میں ایک یادداشت پیش ہوئی۔
کہ مالگزاری میں ہمیشہ تغیر و تبدّل سے مالکانِ اراضی اور گورنمنٹ دونوں کا
نقصان ہے۔ ۱۸۶۹ء میں جنرل بیرو صاحب فنانشل کمشنر نے انجمن کے
ہر ممبر کی رائے اس مسئلہ کے متعلق طلب فرمائی تھی۔ لیکن اسکے بعد کوئی کارروائی
نہیں ہوئی۔ اور ایک زمانہ دراز تک یہ مسئلہ معرض التوا میں رہا۔

۱۱ر فروری ۱۹۱۷ء کے جلسہ عام میں نقل عرضداشت زمینداران صوبہ
آگرہ متعلق بندوبست استمراری پیش ہوکر بغرض غور ایک سلکٹ کمیٹی کے سپرد ہوئی۔
اور ۱۳ر مارچ ۱۹۱۷ء کو سلکٹ کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ ہمیں اس تحریک سے پوری
ہمدردی ہے۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ نہایت غور طلب ہے۔ اِس لئے فوری کوئی رائے
نہیں دی جاسکتی۔ جملہ تعلقدار صاحبان سے اس مسئلہ میں رائے لینا چاہیے۔

۲۴ر اپریل ۱۹۲۰ء کے جلسہ میں جب قانون لگانِ اودھ یعنی ایکٹ ۲۲
۱۸۸۶ء کی ترمیم کا مسئلہ شروع ہوا۔ تو بندوبستِ استمراری کا مسئلہ بھی معرضِ بحث
میں آیا۔ اور حسب تجویز کمیٹی سر راجہ صاحب محمود آباد نے اسسٹنٹ سکریٹری
انجمن سے بندوبست استمراری کی ضرورت اور فوائد و حالات کے متعلق ایک پمفلٹ

تیار کرایا۔ جو چھپوا کر جملہ تعلقدار صاحبان کے پاس بھیجا گیا۔ اور پریسیڈنٹ انجمن نے مفصلۂ ذیل مسودہ عرضداشت تیار کرایا۔

"ہندوستان کی حالت و نظم و نسق میں جو روزانہ تغیرات ہو رہے ہیں، اور ریفارم اسکیم سے جو آئندہ ہونے والے ہیں، اور قانون لگان اودھ نے مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے تعلقات میں جو تلخی پیدا کر دی ہے، اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ قانون لگان میں پھر ترمیم کرنا چاہتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تعلقداران اودھ اپنی ہستی کو قائم رکھنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے حضور والا سے مدد کے خواستگار ہوں، اور اودھ کے مالکانِ آراضی کے لئے بندوبست استمراری کی درخواست کریں۔

ہندوستان کے ہر صوبہ میں ریونیو سسٹم جدا جدا ہیں اور آج تک گورنمنٹ کوئی ایسا اصول نہیں تسلیم کر سکی ہے جس پر کُل اقطاع ہندوستان کی مالگزاری اور گورنمنٹ کے مطالبہ جات کا انحصار ہو۔ مقامی ضروریات کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً قانون میں تغیرات کرنا پڑتے ہیں اور عدالتہائے مال کو اُنکی پابندی سے دُشواریاں پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات انصاف کا تقاضا کچھ ہوتا ہے، اور خاص قانون کی پابندی کی وجہ سے اُنھیں مجبوراً فیصلہ کچھ اور کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت تک جو پالیسی گورنمنٹ کی کاشتکاروں اور زمینداروں کے تعلق کی بابت رہی ہے وہ باوجود کوشش بلیغ اصلی مقصد کے حصول میں ناکام ثابت ہوئی ہے اور آئندہ جب تک کہ صحیح نقطۂ نظر سے وہ پالیسی ترمیم نہ کیجائیگی ناکام رہیگی۔

۱۸۵۹ء سے اس وقت تک اودھ کی ریوینیو پالیسی میں ایسے ایسے تغیرات ہوئے ہیں جنھوں نے تعلقداران اودھ اور اُنکے کاشتکاروں کے تعلقات میں ایک خاص قسم کا اختلاف پیدا کر دیا ہے، حالانکہ ۱۸۵۹ء سے پہلے اُن کے تعلقات کاشتکاروں کے ساتھ ایک جانب اور حکومت کے ساتھ دوسری جانب نہایت خوشگوار تھے۔ جن سے گزشتہ تاریخیں مملو ہیں۔ ۱۸۵۹ء کے بعد بھی باوجود حکومت کی مداخلت کے یہ تعلقات قائم رہے لیکن ۱۸۶۸ء میں جو قانون لگان اُس وقت کی امپریل پالیسی کے بموجب مالکان آراضی کی متعدد عذرداریوں اور درخواستوں کے خلاف پاس کیا گیا۔ اُس نے کاشتکاروں اور مالکان آراضی کے تعلقات میں وہ تغیر عظیم پیدا کر دیا ہے جس کا اثر آج یہ ہے کہ ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ اُسے پھر ترمیم کرنا چاہتی ہے۔ مگر وہ ترمیم اصولی نقائص پر جو تمام نقصانات کے ذمہ دار ہیں نیک اثر ڈالنے والی نہ ہوگی۔ اصولی نقائص حسب ذیل ہیں۔

(۱) سی سالہ میعاد بندوبست۔

(۲) کاشتکاروں کی ہفت سالہ میعاد قبضہ داری۔

(۳) حفاظت حقوق کاشتکاران بمقابلہ مالکان آراضی۔

(۴) محدود اضافہ لگان۔

سی سالہ میعاد بندوبست نے بجائے ترقی زراعت ایک خاص قسم کا تنزل پیدا کر رکھا ہے۔ اودھ میں سلطنت برطانیہ کو ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اور ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بندوبست کے زمانے میں حیثیت آراضی کم

دکھانے کے لئے سیکڑوں قسم کی تدبیریں کی گئیں جن سے زمینداروں اور کاشتکاروں کو نقصان بھی پہونچا۔ تاہم تشخیص جمع ٹھیک نہ ہوسکی۔ مہتمانِ بندوبست نے غلطی کرنے کے شبہہ میں کہیں حیثیت آراضی سے بہت زیادہ جمع تشخیص کی اور کہیں کم۔

اُصولاً اودھ میں بندوبست سی سالہ مفید نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس زرخیز حصّہ ہندوستان کا تقریباً چپہ چپہ اب مزروعہ ہوگیا ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ صوبۂ ہذا کی گورنمنٹ کو ایک خاص کمیٹی اس غرض سے مقرر کرنا پڑی ہے کہ وہ مویشیوں کے لئے چراگاہوں اور دیگر ضروریات دیہی کے لئے افتادہ آراضی تجویز کرے۔ جب یہ حالت مزروعہ رقبہ کی پہونچ گئی ہے تو اب بندوبستِ آئندہ میں بغیر اس کے کہ مالکانِ آراضی پر شرح معین یعنی پچاس فی صدی سے زیادہ مالگزاری تشخیص کیجائے معتدبہ اضافہ کی اُمید نہیں کیجا سکتی۔ گو موجودہ حالت میں بھی مختلف قسم کے ابواب ملاکر جسے گورنمنٹ بھی تسلیم کرتی ہے پینتالیس فی صدی سے زیادہ مالکانِ آراضی کو نہیں بچتا ہے اور بعض اضلاع میں اس سے بھی کم اُنھیں ملتا ہے۔

ہندوستان میں یہی ایک زراعت کا پیشہ ہے جس کو ساٹھ فی صدی تک اپنی آمدنی پر ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ اور اُسکا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ خوشحال اور دولتمند لوگ بجاے اس کے کہ زراعت کی ترقی میں اپنا سرمایہ لگائیں وہ دوسری قسم کی تجارتوں پر جس میں نسبتاً زیادہ نفع کی اُمید ہے اپنا روپیہ لگائیں گے۔ اور اس سے زراعت کی ترقی صرف محدود ہی نہیں بلکہ مسدود ہو جائیگی۔ بوادید حالات مالکان آراضی کو یہ خوف ہے کہ آئندہ تشخیص جمع اس قدر سخت ہوگی کہ مالکانِ آراضی کی موجودہ کم وبیش

ترقی کی حالت باقی نہ رہیگی۔ اگران شکایات کے رفع کرنے کے لئے یہ تجویز کیا جائے کہ موجودہ سی سالہ میعاد بندوبست میں دس پندرہ سال کا اضافہ کردیا جائے تو اس سے مالکانِ آراضی کو ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا کیونکہ ہندوستان کے نظم ونسق کے تغیرات یہ بتارہے ہیں کہ اختیار وضع قانون اور صیغۂ مال آئندہ اُن ہاتھوں میں رہنے والا نہیں ہے جنھوں نے اُنکے حقوق کو کم وبیش جس طرح پر کہ وہ قبل انتزاع سلطنت تھے تسلیم کرلیا ہے۔

کاشتکاروں کی ہفت سالہ میعاد قبضہ داری کے متعلق ممبران بورڈ اور صوبہ کی گورنمنٹ نے اپنے نقطہ نظر سے وقتاً فوقتاً نقصانات دکھائے ہیں۔ اور مالکانِ آراضی اپنے نزدیک اُسے کاشتکاروں کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔ ہفت سالہ میعاد اکثر طویل اور مسلسل شکایات کا باعث ہوتی ہے۔ اور صیغۂ مال کے حکام کے دلوں میں غلط فہمی پیدا کرتی ہے۔

گزشتہ میعاد بندوبست میں جو چار آنہ کا اضافہ قانونی اٹھائیس سال میں کیا جاتا ہے۔ اگر آئندہ بندوبست میں وہ کُل اضافہ مالگزاری میں بڑھ گیا تو ظاہر ہے کہ اُسکا بار آئندہ کاشتکاروں ہی پر پڑیگا اور یہ فعل مالکان آراضی کے گناہان سابقہ میں وہ اضافہ ہوگا جس پر غالباً ہر طرف سے صدائیں آنا شروع ہوجائینگی اور یہ کہا جائیگا کہ مالکان آراضی کے اس تشدد کا علاج یہی ہے کہ کاشتکاروں کو ہمیشہ کے لئے حق قبضہ داری دیدیا جائے اور ایسی حالت میں تعلقداران اودھ کے حقوق کی حفاظت بجز ایک تدبیر کے اور کسی طرح ممکن نہیں اور وہ بندوبست استمراری ہے۔

اودھ کی ریوینیو پالیسی سے جسکا بیّن منظہر قانون لگان ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ مالکانِ آراضی کے لئے بمقابلہ کاشتکاران کوئی چارہ کار بجز اسکے نہیں ہے کہ وہ بعلت بقایا کاشتکار کی بیدخلی کے لئے عدالت سے چارہ جوئی کریں اور کاشتکار خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو اُسکے حقوق کیسے ہی عارضی کیوں نہوں اُسکو کتنی ہی بے پڑائی اپنی آراضی سے کیوں نہ ہو اُس نے پیداوار سے بمقابلہ جمع معیّن کتنا ہی فائدہ کیوں نہ اُٹھایا ہو، مالک آراضی سات سال سے پیشتر اُس پر کوئی اضافہ نہیں کرسکتا۔

ہندوستان کے نظم و نسق کے تغیّرات بتا رہے ہیں کہ آئندہ مالکانِ آراضی کے حقوق نہ زیادہ قابل رشک ہیں نہ محفوظ۔ اس کی صراحت کی ضرورت نہیں ہے، کہ آئندہ کونسلوں میں ممبری کے واسطے ووٹ دینے والوں میں کس جماعت اور طبقہ کی کثرت ہوگی، جدید انتخاب کے بعد جو آئندہ انتخاب ہوگا اُس میں مسئلہ حفاظت حقوق کاشتکاران پر امیدواران کی ممبری کا دارومدار ہوگا۔ دُنیا کے تغیّرات اور ڈیماکریسی کا ناقابل دفاع عمل مالکان آراضی کے لئے کچھ کم قابل انتشار نہیں ہے۔ مالکان آراضی کے لئے گورنمنٹ سے حفاظت طلبی کا یہی وقت ہے۔ اگر اس وقت اُن کی حفاظت بذریعہ عطائے بندوبست استمراری نہ کی گئی تو اس کا خوف ہے کہ آئندہ اُنھیں بربادی سے بچانا غیر ممکن ہوگا۔

بندوبست استمراری کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ مالکان آراضی پر بجائے بندوبست استمراری گورنمنٹ کا اثر کم ہوجاتا ہے۔ حالانکہ صوبہ اودھ میں بعد غدر جن لوگوں کے ساتھ رعایتاً بندوبست استمراری کیا گیا تھا۔ اُن سے آج تک

گورنمنٹ کو کسی قسم کی شکایت نہیں پیدا ہوئی۔ اور اُن میں سے کوئی جائداد اس وقت تک تلف نہیں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں یہ طریقہ ناکام رہا۔ حالانکہ واقعات اسکے خلاف ہیں۔ علاوہ بریں اس بات کا جواب نہیں دیا جاتا کہ ۱۸۰۹ء کے بعد کہیں بندوبست استمراری کیا بھی گیا ہے؟۔ جس کو ہم اس بات کا معیار سمجھیں کہ کُل قابل کاشت آراضی مزروعہ ہونے کے بعد بندوبست استمراری نے کاشتکاروں یا مالکان آراضی یا گورنمنٹ کو نقصان پہونچایا۔ بنگال کی مثال اس موقع پر ایک صریح دھوکا ہے۔ کیونکہ وہاں اُس وقت بندوبست استمراری کیا گیا تھا جب مزروعہ رقبہ بالکل ہی کم تھا۔ اگر اب صوبہ بنگال میں بندوبست پچاس فیصدی کی شرح سے کیا جائے تو یقیناً آئندہ سی سالہ میں کسی قسم کا معتد بہ اضافہ وہاں نہ ہو سکے گا۔ اِس لئے یہ امر قطعی ہے کہ اگر اودھ میں اس وقت بندوبست استمراری کیا جائے تو گورنمنٹ کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔

وہ صوبجات جہاں بندرگاہ یا دوسرے ذرائع تجارت موجود ہیں وہاں آمدنی کا انحصار محض ایک جزو پر نہیں ہے بخلاف اُس صوبہ کے جو قریب قریب ہندوستان کے وسط میں واقع ہے اور جسکی آمدنی کا دارومدار صرف قدرتی پیداوار ہے۔ اور جہاں صدیوں سے کاشتکاری اور زمینداری کی رسم چلی آرہی ہے۔ یہاں کے مالکان آراضی اور کاشتکاروں کی حیثیت باوجود سختی قانون اور بددلی زمینداران محض موجودہ نرخ کی بدولت قائم ہے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس صوبہ کے

زراعت پیشہ اس سے کسی قسم کا دائمی فائدہ اُٹھا سکین گے۔

زیادہ خوفناک وہی بیچینیاں ہوتی ہیں جن کا تعلق روٹی یا معاش سے ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ جو مالکانِ اراضی ہوتے جاتے ہیں وہ بحیثیت مالک آراضی اپنے حقوق کی حفاظت اُس قسم کی سوچیں گے جو غالباً گورنمنٹ کے حق میں مفید نہ ہو۔ لیکن تعلقداران اودھ نہایت راستبازی اور سچائی کے ساتھ اس طرز عمل کو پسندیدہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے گورنمنٹ کے روبرو اپنے شکایات کو اس اُمید سے پیش کریں کہ گورنمنٹ اُنکی شکایات اور ضرورتوں کا قابل اطمینان فیصلہ کریگی تاکہ وہ آئندہ اُس سیاسی دقتوں کے مقابلہ سے بچیں جسکو زمانہ ہر پیشہ کے سامنے لارہا ہے۔ تعلقداروں کا مقصد اصلی یہ ہے کہ وہ نزاعات اور تلخی تعلقات جو مالکانِ آراضی اور کاشتکاروں کے درمیان ہیں وہ بندوبست استمراری سے ہٹ جائیں اور اُنکے حقوق کی پوری پوری حفاظت ہو جائے۔ اور اسی انتظام سے وہ شر رفع ہو جائے اور فتنہ فرو ہو جائے جس میں ابھی سے بالشوزیم کی جھلک نظر آرہی ہے۔

ہم بغیر خیال خود ستائی یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ انتزاع سلطنت اودھ کے بعد سے اس وقت تک ہمارے کارنامے اور خدمات کسی صوبہ کے باشندوں سے کم نہیں رہے ہیں۔ یہی ایک صوبہ ہے جہاں مختلف اوقات میں ہندوستان کی مختلف شورشوں کا اثر نہیں ہونے پایا۔ اور اس امن و خیر خواہی کے ذمہ دار تمام و کمال تعلقداران اودھ ہیں۔ اس طبقہ میں ایسے ایسے لوگ ہیں جنکا فرداً فرداً اور مجموعی اثر اپنے صوبہ پر خصوصاً اور دیگر صوبجات پر عموماً اسقدر کافی ہے

کہ انھوں نے اپنی رعایا اور دیگر باشندگان صوبہ کو اب تک ہر طرح پر مطمئن اور امن پسند رکھا ہے۔ اور اگر انکے حقوق کی حفاظت کُلی ہو جائے تو آئندہ بھی اسی طرح رکھ سکتے ہیں۔

رائٹ آنریبل مسٹر مانٹیگو اور لارڈ چیمسفورڈ کی ریفارم اسکیم سے جو مفید نتائج پیدا ہونے والے ہیں اور حسب منشائے اسکیم مذکورہ بالا جو صیغہ جات منتقل ہو کر وزرا کے زیر انتظام اور صوبہ کی کونسل کی زیر نگرانی جانے والے ہیں اُن صیغہ جات کے معاملات کثرت رائے سے کونسل میں فیصل ہوا کرینگے۔ اور اس کونسل میں وہ نمائندے ہونگے جن کا انتخاب کاشتکاروں کی کثرت رائے سے ہوگا۔

انگلستان میں اس وقت تک مالکان اراضی کی حفاظت اس طرح ہو رہی ہے کہ اُن کا ایک چیمبر علیحدہ ہے اور بہ حیثیت ایک جماعت کے سلطنت کے نظم و نسق میں ایک حد تک اُنکی رائے مداخلت اور اثر رکھتی ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان میں جدید ریفارم اسکیم کے اندر کوئی مؤثر ذریعہ مالکان اراضی کی حفاظت کا موجود نہیں ہے جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ آئندہ مالکان اراضی اپنے صوبے کی کونسلوں میں صرف حق نمایندگی ہی سے محروم نہ ہونگے۔ بلکہ اُن کے حقوق کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہ رہیگا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ میعادی بندوبست اور قانون لگان نے زمینداروں اور کاشتکاروں کے تعلقات میں تلخی پیدا کر رکھی ہے اور تعلیم یافتہ فرقے کا رجحان انتہا پسندی کی جانب ہے۔ ایسی حالت میں مالکانِ اراضی کی حفاظت صرف بندوبست استمراری ہی کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ اگر بدقسمتی سے گورنمنٹ نے یہ تجویز نامنظور فرمائی تو اس بات کا خوف ہے کہ اودھ کے مالکانِ اراضی جن کی متحدہ جماعت

اور جواب تک بیرونی اثرات سے محفوظ ہیں وہ تعلیم یافتہ اشخاص کے سبز باغ دکھانے پر مجبوراً اُن کے اثر کو قبول کرنے پر راغب ہونگے۔ اور جدید رفارم اسکیم ناکامیاب ثابت ہوگی۔ اور گورنمنٹ کو ڈیماکریسی (عوام) اور مالکان آراضی کے درمیان طاقت مساوی کرنے کی ضرورت سے مجبوراً سکنڈ چیمبر قائم کرنا پڑیگی۔ جو ممکن ہے کہ متضاد فوائد کے لحاظ سے ہندوستان کی متفقہ ترقّی میں رکاوٹ پیدا کرے ان رکاوٹوں کو اگر کوئی چیز روک سکتی ہے۔ اور اگر کونسلوں میں مالکانِ آراضی کو حکومت وقت کی امداد پر آمادہ مستعد اور قائم رکھ سکتی ہے تو وہ صرف بندوبست استمراری ہے۔

اس عرضداشت کے ساتھ ہم دو یادداشتیں منسلک کرنے کی اجازت چاہتے ہیں جس میں تعلقدارانِ اودھ کے مختصر تاریخی حالات ابتدائے عملداری گورنمنٹ سے درج ہیں۔ جس میں اُن حقوق کا بھی ذکر ہے جو اودھ میں کاشتکاروں کو قبل عملداری برٹش گورنمنٹ حاصل تھے یا اب حاصل ہیں۔ ان یادداشتوں میں گورنمنٹ کی ریونیو پالیسی اور بندوبست کی حالت کا بھی ذکر ہے۔ اور بندوبست استمراری کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا اور ہوم گورنمنٹ کے وعدوں و دیگر اعلیٰ حکام مقامی کی رایوں کا اقتباس درج ہے۔ اور آخر میں تعلقدارانِ اودھ کے خدمات کا حوالہ ہے جن کا اعلیٰ حکّام اور مدبّرین سلطنت نے وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑے شدومد سے اعتراف کیا ہے۔ بوجوہات بالا ہماری یہ استدعا ہے کہ اودھ میں بندوبست استمراری جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے۔"

نقل عرضداشت مذکورۂ بالا ۵ راگست ۱۹۲۰ء کو بصیغۂ راز تعلقدار صاحبان کی

خدمت میں بھیجی گئی۔ اور اسی کے ساتھ یہ اطلاع دی گئی کہ ایک جلسۂ مشورت اسی مسودہ عرضداشت پر غور کرنے کے لئے ۱۵ راگست ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوگا۔ اور بالآخر جو تجویز قرار پائیگی اُسی کے بموجب عرضداشت بعد ترمیم صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ارسال کی جائیگی۔

۱۵ راگست ۱۹۲۰ء کو جلسۂ شوریٰ منعقد ہوا۔ اور مسودۂ عرضداشت مع یادداشت متعلق بندوبست استمراری پیش ہوئی صاحب پریسیڈنٹ انجمن نے نہایت وضاحت سے عرضداشت مذکور کے جلد سے جلد روانہ کرنے کی ضرورت اور استمراری بندوبست کے فوائد بیان کئے۔ اور بندوبست استمراری کے متعلق جو غلط فہمی تعلقداروں میں اس خوف سے پیدا ہوئی تھی کہ اسی کے ساتھ کاشتکاروں کو حق قبضہ داری حاصل ہو جائیگا۔ اُسے ہر پہلو سے سمجھا کر رفع کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ تغیرات زمانہ و نظم و نسق سلطنت کے لحاظ سے مالکان آراضی کا نفع اس میں ہے کہ وہ جلد سے جلد بندوبست استمراری حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ علاوہ اس کے اور متعدد شکوک کا بھی صاحب پریسیڈنٹ نے جواب دیا جنھیں بعض تعلقدار صاحبان نے ظاہر فرمایا تھا۔

آنریبل راجہ سر رامپال سنگھ صاحب نے صاحب پریسیڈنٹ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ اس اہم مسئلہ کا بہت جلد فیصلہ ہونا چاہئے عرصے تک سخت مباحثے کے بعد بالآخر یہ طے پایا کہ ، ر نومبر کے جلسۂ عام میں یہ مسئلہ بغرض تصفیہ پیش کیا جائے۔ اور اس درمیان میں تعلقدار صاحبان اس اہم مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرکے اور اُس کے نفع اور نقصان کو خیال کرکے کوئی مختتم رائے قائم کرلیں۔

۷ رنومبر ۱۹۲۰ء کو جلسۂ عام غیر معمولی انجمن میں کارروائی جلسۂ شوریٰ تعلقداران منعقدۂ ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء متعلق عرضداشت بندوبست استمراری پڑھی گئی۔ اور مسئلہ بندوبست استمراری کے مختلف پہلوؤں پر اکثر تعلقداران نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور اُن شکوک کا جنھیں بعض تعلقدار صاحبان نے ظاہر کیا تھا۔ آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد نے نہایت وضاحت سے جواب دیا۔ غرضکہ اس مسئلہ پر کافی مباحثے کے بعد آنریبل سر راجہ صاحب جہانگیر آباد نے یہ تحریک کی کہ:-

(الف) بندوبست استمراری کے متعلق ایک عرضداشت جیسا کہ صاحب پریسیڈنٹ انجمن نے تجویز کیا ہے جلد سے جلد صاحب وزیر ہند کی خدمت میں بھیجی جائے۔

(ب) مسودۂ عرضداشت نظرثانی کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی جائے اور صاحب پریسیڈنٹ انجمن کو اختیار دیا جائے کہ وہ عرضداشت کو تیاری کے بعد قابل ترین اشخاص کو دکھالیں اور اگر ضرورت ہو تو انجمن سے ایسے اشخاص کی فیس جو مناسب ہو دینے کا حکم صادر کریں۔

یادداشت متعلق بندوبست استمراری

مسٹر شور نے جو بعد ازاں لارڈ ٹیگن موتھ کے نام سے موسوم ہوئے، بنگال کے بندوبست استمراری کے متعلق ایک یادداشت لکھی تھی اور اس یادداشت پر غور کرنے کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی مراسلت مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۷۹۲ء میں بندوبست استمراری کے متعلق مفصلۂ ذیل آخری حکم صادر فرمایا تھا۔

گو اس مسئلہ کے متعلق ہماری آخری رائے ایسی ہی ہو۔ تاہم جو طریقہ مقررہ اور

مساوی ٹیکس کا ہم نے تجویز کیا ہے اُس سے ظاہر ہوگا کہ ہمارا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ ہم ایشیائی ظالمانہ طریقہ پر کارروائی کریں۔ بلکہ برخلاف اس کے ہماری یہ رائے ہے کہ ہم اصلی بہترین اور استمراری حقوق زمینداری اپنے صوبہ جات میں قائم کریں اور وہ حقوق زمینداروں کو عطا کریں۔"

بنارس میں بندوبست استمراری بموجب ریگولیشن نمبری ۱۔ ۱۷۹۵ء شروع ہوا اور بموجب ریگولیشن نمبری ۲۲ ۱۷۹۵ء ختم ہوا اور اُن صوبجات کے متعلق جو مقبوضہ تھے ایک اشتہار ۱۴ر جولائی ۱۸۰۲ء کو جو ریگولیشن نمبری ۲۵۔ ۱۸۰۲ء میں درج ہے جاری ہوا۔ اور اسی طرح صوبہ جات مفتوحہ کی بابت ۱۱۔ جولائی ۱۸۰۵ء کو حسب ریگولیشن نمبری ۹۔ ۱۸۰۵ء اعلان ہوا۔ ان اشتہارات میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اولاً ایک بندوبست سہ سالہ موجودہ جمع پر کیا جائیگا۔ اور اُسکے اختتام پر ایک اور سہ سالہ بندوبست ہوگا جس میں جمع سابق اور واقعی پیداوار آراضی کے لحاظ سے تشخیص ہوگی۔ اور تیسرا بندوبست چار سالہ اضافہ کے ساتھ کیا جائیگا۔ اور ان دس سالوں کے اختتام اُن آراضیات کا جن میں زراعت کی حالت اچھی ہوگی استمراری بندوبست کیا جائیگا۔

یہ وعدہ ابتدا میں بلا کسی شرط کے کیا گیا تھا۔ لیکن بذریعہ ریگولیشن نمبری ۱۰۔ ۱۸۰۷ء گورنمنٹ آف انڈیا نے اوّل مرتبہ یہ اعلان کیا کہ بندوبست استمراری کے وعدہ کے متعلق یہ سمجھنا چاہئے کہ بعد منظوری ہوم گورنمنٹ اُسکا نفاذ ہوگا۔

۱۸۰۸ء میں مسٹر ڈبلیو۔ آر۔ کاکس۔ اور سینٹ جارج ٹکر جو خاص کمشنر ہوئے تھے۔ بندوبست استمراری کے التوا کی بوجوہ سفارش کی تھی۔ اور ایک عرصے کے بعد ٹکر

صاحب نے اسکے متعلق یہ تحریر فرمایا تھا۔

"۱۸۰۶ء میں ایک ایسی تجویز کو عمل میں لانے کے لئے میں مقرر کیا گیا تھا جسکو یکے بعد دیگرے بہت سے محکام نے ہندوستان کی ترقی اور بہبودی کے لئے ضروری سمجھا تھا۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی عمدگی اور معقولیت کی بابت پورا اتفاق تھا اور میں سمجھتا تھا کہ یہ تجویز نہایت مفید ہوگی۔ تاہم میں نے اسکے التوا کی اس وجہ سے سفارش کی تھی کہ ہم اس وقت ایسے بڑے اور اہم معاملہ کے لئے تیار نہیں تھے۔ اسکا مجھے ہرگز نہیں خیال تھا کہ یہ معاملہ نظرانداز کردیا جائیگا اور مالکان آراضی جن سے نہایت مضبوط اور حتمی وعدہ کیا تھا وہ اس سے محروم کردیے جائینگے۔ اور یہ سمجھ کر گویا وہ زمین پر ایک قسم کا بار ہیں دودھ کی مکھی کی طرح بالکل علیحدہ کردئے جائیں گے۔ یہ وعدہ تو ہمیشہ قائم رہیگا۔ اور اُس پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوسکتا خواہ اسکا ایفا نہ کیا جائے۔"

۱۸۰۸ء میں کولبرک صاحب نے اسکے متعلق ایک یادداشت تحریر کی تھی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"بموجب اعلان ۷ جولائی ۱۸۰۲ء و ۱۱ جولائی ۱۸۰۵ء گورنمنٹ مالکانِ آراضی کے ساتھ استمراری بندوبست کرنے کی پابند ہے۔ جو وعدہ نہایت استحکام کے ساتھ کیا گیا تھا اگر اسکا ایفا نہ کیا جائیگا تو وعدہ خلافی کی حد تک پہونچ جائیگا۔ اور ہمارا اعتبار واجبی طور پر رعایا کے دلوں میں باقی نہ رہیگا۔

۱۸۰۸ء میں لارڈ منٹو گورنر جنرل مملکت ہند نے کورٹ آف ڈائرکٹرز کو حسب ذیل تحریر فرمایا تھا:-

"صوبجات بنگال، بہار اور اڑیسہ، بنارس و ممالک زیر حکومت پریسیڈنسی فورٹ سینٹ جارج میں بندوبست استمراری کے کاغذات اور زیر صوبجات مقبوضہ اور مفتوحہ میں اس بندوبست کی توسیع کی یادداشتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد مجھے اس تجویز کی عمدگی بلکہ ضرورت سے پورا اتفاق ہے۔"

۱۸۱۲ء میں لارڈ منٹو نے پھر یہ تحریر فرمایا کہ:۔

"اُن اختیارات سے جو کورٹ آف ڈائرکٹرز کو حاصل ہیں یہ ممکن ہے کہ وہ بندوبست استمراری کو روک دیں لیکن ابتدا میں یہ وعدہ کسی شرط پر مشروط نہیں تھا اور اُس وعدہ کا ایفا نہ کرنا انصاف اور پالیسی کے سراسر خلاف ہے۔"

ایک دوسری یادداشت میں جو لارڈ منٹو نے اسی سال تحریر فرمائی تھی یہ لکھا تھا کہ "اس وعدہ شکنی سے گورنمنٹ کا اعتماد مالکان آراضی کے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔"

۲۷ راکتوبر ۱۸۱۸ء تک کمشنران کا بورڈ جو آخر کار ممالک مغربی و شمالی میں بورڈ مال کے نام سے موسوم ہوا۔ بندوبست استمراری کی سفارش کرتا رہا۔

۱۸۲۱ء میں لارڈ ہیسٹنگز نے آخر مرتبہ اس بھولے ہوئے وعدے کی ایفا کی بابت یہ تحریر کیا تھا:۔

"ہماری متفقہ رائے ہے کہ بندوبست استمراری جس میں خواہ ایک جمع مقرر کر دی جائے۔ یا ایک شرح معین کر دی جائے۔ مقبوضہ اور مفتوحہ اضلاع میں ہونا چاہیے۔"

ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس تحریر کو نا منظور کیا اور اپنی مراسلت مورخہ یکم اگست ۱۸۶۲ء میں یہ تحریر کیا کہ :-

"ہم اپنے احکام مندرجہ فقرہ ۸۲ مراسلت مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۸۱۹ء متعلق بندوبست استمراری کی جانب توجہ دلاتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ ایسا بندوبست نہ کریں۔ بلکہ کوئی امر ایسا نہ کریں جس سے لوگوں کو یہ امید ہو کہ کبھی بندوبست استمراری کیا جائے گا۔"

کرنیل بیرڈ اسمتھ (جنھیں لارڈ کیننگ نے تحقیقات کے لئے مقرر کیا تھا) کی رپورٹ مورخہ ۱۴ر اگست ۱۸۶۱ء کے فقرہ ۳۶ میں یہ درج ہے کہ :-

"یہ خیال کرنا کہ بندوبست مالگزاری کو قحط سے کوئی تعلق نہیں ہے یا یہ کہ مالگزاری کا قحط پر بہت کم اثر پڑتا ہے، سخت غلط فہمی ہے۔ بلکہ دراصل یہ مالگزاری ہی قحط کا باعث ہے۔ کیونکہ اسکو انسان کی زندگی۔ روزمرہ کے کاروبار اُنکی فلاح یا افلاس سے بمقابلہ نہر اور سڑکوں کے زیادہ تعلق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عمدہ سے عمدہ بندوبست جو انسانی عقل کر سکتی ہے وہ آسمان پر بادل نہیں لا سکتا نہ زمین کو خشک سالی میں سیراب کر سکتا ہے۔ تاہم خشک سالی اور اُسکے نتائج اور رعایا میں اُسکے مقابلہ کی حمایت واستعداد بہت کچھ ملک کے بندوبست مالگزاری کی مناسبت سے ہوتی ہے۔"

مسٹر آر۔ سی۔ دت۔ مرحوم نے یہ لکھا ہے کہ :-

"کرنیل بیرڈ اسمتھ نے جو قحط کے اسباب اور وجوہ کی تحقیقات کے لئے مقرر کئے گئے تھے نہایت زور سے یہ سفارش کی تھی کہ قحط کے مصائب سے بچنے کا علاج بندوبست

استمراری ہے جس سے ملک کی بہبودی اور رعایا کی فلاح میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اور اپنی رپورٹ مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۶۱ء کے فقرہ ۶۲ و ۶۴ میں یہ تحریر کیا ہے کہ:۔

"عمدہ اصول پر جزاً عمل کرنے سے جو فائدہ ہوا ہے وہ مقتضی اسکا ہے کہ آئندہ اور بھی اُسکی توسیع کی جائے۔ اور چونکہ مجھے یقین ہے کہ بندوبست استمراری سے گورنمنٹ اور رعایا دونوں کا فائدہ ہوا ہے۔ لہذا میں نہایت ادب سے سب سے پہلے یہ سفارش کرونگا کہ ہمیشہ کے لئے مالگزاری کی حد مقرر کردی جائے۔ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مالگزاری کی حد مقرر کردینے سے سرکاری آمدنی کا نقصان ہے لیکن تجربے نے اسکے خلاف ثابت کیا ہے۔"

کرنیل بیرڈ اسمتھ کی رپورٹ بغرض غور مختلف صوبجات کی گورنمنٹ کو بھیجی گئی تھی اور ممالک مغربی وشمالی کے گورنمنٹ نے بالاتفاق اسکی تائید کی تھی۔

مسٹر ولیم میور (جو بعد کو سر ولیم میور ہوئے) اُس وقت ممبر بورڈ مال تھے، بعد ازاں لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی اور آخر کار وزیر مال ہوئے۔ اُنھوں نے بندوبست استمراری کے حسب ذیل چھ فوائد دکھائے ہیں۔

(۱) میعادی بندوبست کے اخراجات کی بچت۔

(۲) رعایا کو بندوبست کی دقتوں اور تکلیف سے نجات۔

(۳) ہر میعادی بندوبست کے بعد جائداد کی قیمت میں کمی سے حفاظت۔

(۴) آراضی میں روپیہ کے صرف اور ترقی زراعت سے دولتمندی۔

(۵) آراضی کی قیمت میں ترقی۔

(۶) رعایا میں اطمینان وقناعت۔

(ملاحظہ ہو یادداشت مورخہ ۵ ردسمبر ۱۸۶۱ء فقرہ ۳۰)

جو نیر ممبر بورڈ مال یعنی مسٹر آر۔ منی کی یہ رائے تھی کہ بندوبست استمراری سے سرکار کا مالی نقصان ہرگز متصور نہیں ہے۔ اُنھوں نے اپنی یادداشت مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۸۶۱ء کے فقرہ ۱۱ میں یہ لکھا ہے کہ :۔

" میری دانست میں جو مالگزاری آئندہ موجودہ مطالبہ سے زیادہ تشخیص کی جائیگی۔ اُسکا کوئی مقابلہ اُن کثیر ذرائع آمدنی سے نہیں ہو سکتا۔ جو اراضی کی زراعت اور کاشت کی آسانی پیدا کردینے اور مالگزاری کو ایک حد معیّن پر قائم کردینے سے پیدا ہونگے "

لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی نے مذکورۂ بالا رایوں سے اتفاق کرتے ہوئے بندوبست استمراری کی سفارش کی تھی۔ اور اپنی یادداشت میں حسب ذیل تحریر فرمایا تھا۔

" مجھے بالکل شک نہیں ہے کہ صوبہ جات ہذا میں بندوبست استمراری سے وہ تمام فوائد حاصل ہونگے جنھیں کرنیل بیرڈ اسمتھ اور مسٹر ولیم میور نے نہایت مفصّل اور مشرح طور پر ظاہر کیا ہے۔ زیادہ مدت کی میعاد بندوبست کے نتائج اور اثرات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ کی حد مقرر ہو جاے۔ تو لوگ اراضی کی ترقی میں آزادی سے بےخوف اپنا سرمایہ لگا دینگے۔ زراعت پیشہ لوگ متمول ہو جائیں گے۔ ملک کی بہبودی اور گروہ مالکان اراضی کی قوت میں اضافہ

ہوجائیگا۔ آراضی کی قدر و قیمت بڑھ جائیگی اور جو نقصان مقابلتاً سرکاری مالگزاری میں ہوگا۔ وہ اگر پورے طور پر نہیں تو بہت کچھ ان مختلف فوائد سے جو ملک کی فلاح اور دولتمندی سے سرکار کو ہونگے پورا ہو جائیگا۔ انواع اقسام کی تکالیف جو رعایا کو میعادی بندوبست سے ہوتی ہیں۔ یا جو نقصانات متواتر بندوبستوں کے کرنے یا آراضی کو چند روز قبل بندوبست خراب کر دینے سے ہوا کرتے ہیں وہ رفع ہو جائیں گے میری دانست میں بندوبست استمراری کرنے سے پولیٹکل فوائد بھی متصور ہیں۔

(ملاحظہ ہو یادداشت مورخہ ۲۷ مئی ۱۸۶۱ء فقرہ ۷ و ۱۰)

سر بارٹل فریر نے جو اس وقت گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر تھے اس تجویز سے کُلیتاً اتفاق کیا اور مسٹر سمیول لینگ نے جو لارڈ کیننگ کے وزیر مال تھے اپنی یادداشت مورخہ ۷ اپریل ۱۸۶۲ء میں یہ تحریر کیا کہ:۔

ہم لوگ بہ حیثیت گورنمنٹ محض اس لئے نہیں ہیں کہ ملک کی آمنی کا جہاں تک ممکن ہو زیادہ حصہ وصول کر لیا کریں اور باشندگان ملک کو یکساں جانکنی کی حالت میں رکھیں۔" اگر ہم بندوبست استمراری جیسا مسٹر سمتھ نے تجویز کیا ہے منظور کرلیں تو ہم ایسی سوسائٹی کی بنا ڈالیں گے جو ممکن ہے کہ آسانی سے قابل انتظام نہ ہو۔ لیکن تہذیب و تمدن میں موجودہ حالت سے کہیں زیادہ ترقی پذیر، خوشحال اور سرسبز ہوگی۔ اس سوسائٹی میں بڑے بڑے مالکان آراضی سے لیکر چھوٹے چھوٹے زمیندار، آزاد زراعت پیشہ لوگ بڑے بڑے کاشتکاران اسامیان محض اور مزدوری پیشہ لوگ شامل ہونگے۔ بعض ضلع میں ایک قسم کے لوگ اور دوسرے میں دوسری قسم کے

ہونگے - اور یہ ممکن ہے کہ آئندہ باہمی تنازعات سے کچھ دقتیں پیش آئیں - مگر ساتھ ہی زیادہ ترقی اور چہل پہل بمقابلہ اُس ملک کے ہوگی - جہاں گورنمنٹ ہی سب کچھ ہے - اگر انگلستان وہ کل آراضی جو مختلف لڑائیوں میں فتح کے بعد حاصل کی گئی تھی - یا جو گرجوں سے لی گئی تھی اپنے پاس رکھتا تو مالی آمدنی بہت ہوتی - مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس حالت میں ملک کی ویسی ہی ترقی ممکن ہوتی جو آج ہے - مشرق میں اگر ہمارا کوئی کام اور فرض ہے تو وہ یہی ہے کہ بمقابلہ سابق کی شخصی سلطنت کے ہندوستان کو ایسا موقع دیں کہ وہ سمجھدار اور خود مختار ملک بن جائے - ہمکو اپنی مالی آمدنی کے متعلق بھی کسی قسم کے خوف کی وجہ نہیں معلوم ہوتی - یہ ممکن ہے کہ آئندہ بیس یا تیس سال تک ہمیں مالگزاری کی آمدنی اُس قدر نہ ہو جتنی کہ وقتاً فوقتاً اضافہ کو اپنے اختیار میں رکھنے سے ہوتی - تاہم اس میں شبہ نہیں کہ آخر کار آمدنی میں بہت سُرعت کے ساتھ اضافہ ہو جائیگا - ہم کو اس امر کا خوف نہیں ہے کہ آمدنی میں بشرطیکہ بندوبست کے متعلق بعض شرائط کا لحاظ رکھا جائے کسی قسم کی کمی واقع ہوگی - اور یہ تو میں ہرگز نہیں یقین کر سکتا کہ گورنمنٹ کے لئے یہ کسی حالت میں مناسب ہے کہ وہ ملک کے محاصل کا زیادہ حصہ لے یا ملک کی ضروریات سے زیادہ وصول کرے "

سر جان لارنس ممبر کونسل وزیر ہند نے اپنی یادداشت مورخہ ۵ جولائی ۱۸۶۲ء کے فقرہ ۱۵ میں بندوبست استمراری کی مفصلۂ ذیل الفاظ میں تائید کی :-

" میں نے بندوبست استمراری کی اس وجہ سے سفارش کی تھی - کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ حال میں ملک کی کتنی ہی ترقی کیوں نہ ہوئی ہو - سرکاری مالگزاری کے

محدود ہو جانے پر اس سے بہت زیادہ ترقی ہو سکتی ہے۔ یہ لوگوں کو آراضی میں بیخوف روپیہ لگانے کی ترغیب دیگا جس سے خود مالگزاری کا بھی پورے طور پر تحفظ ہو جائیگا۔ کیونکہ قحط کے زمانے میں جو اکثر ہوا کرتے ہیں خواہ چند ہی دنوں کے لیے کیوں نہ ہو، مالگزاری کی وصولیابی میں مشکل ہوتی ہے ضرورت اس کی ہے کہ زراعت پیشہ لوگوں میں جو سمجھدار منتظم اور ترقی کے خواہشمند ہیں انھیں ترقی کا موقع دیا جائے اور یہ موقع صرف اُسی وقت مل سکتا ہے جب سرکاری مالگزاری کی ایک حد معین ہو جائے۔ اہل ہند پر قومیت اور مذہب کا بڑا اثر ہوتا ہے اور انھیں اپنی جائداد سے عشق ہے۔ شمالی ہند کے ہزارہا جنگجو اقوام کے لوگوں نے اپنے مذہب کو محض جائداد بچانے کے لئے چھوڑ دیا۔ زراعت پیشہ لوگوں کے اطمینان پر برٹش گورنمنٹ کا بہت کچھ دارومدار ہے۔ اگر یہ لوگ خوشحال اور دولتمند ہیں تو زیادہ فوج کی ضرورت نہیں ہے ورنہ بہت فوج رکھنے کی ضرورت ہوگی"۔

مفصلۂ ذیل اقتباس صاحب وزیر ہند کے ڈسپیچ مورخہ ۹ جولائی ۱۸۶۲ء کا۔

"حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کو اس میں شبہ نہیں ہے کہ بندوبست استمراری سے بہت سے پولیٹیکل فوائد مترتب ہونگے۔ جائداد کا تحفظ یا یوں کہنا چاہیے کہ مالکان آراضی کے ساتھ سرکاری مالگزاری محدود ہو جانے سے جو حق ملکیت مستقل آراضی میں پیدا ہوگا۔ اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ رعایا کے دلوں میں ایسی گورنمنٹ کی وفاداری جس نے اُن کو یہ نعمت عطا کی ہے خواہ مخواہ پیدا ہوگی اور وہ سمجھیں گے کہ گورنمنٹ کی استقامت پر اُنکی فلاح اور بہبودی کا انحصار ہے۔ اسکی ضرورت ہے کہ رفتہ رفتہ

اُن لوگوں میں جنھیں آراضی سے تعلق ہے ایک درمیانی درجہ قائم کیا جائے بغیر اسکے کہ موجودہ مالک اور کاشتکار بیدخل کئے جائیں۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ان میں اکثر لوگ سمجھدار منتظم، ملک کے سچے بہی خواہ اور بااثر ہیں۔ گو ان میں کے بعض افراد نسبتاً افلاس کی حالت میں ہیں ایسے اشخاص کی حالت درست کرنے کے ذرائع اسی طرح مہیا ہو سکتے ہیں کہ سرکاری مطالبہ کی حد جو انکی آراضی سے وصول کیا جاتا ہے مستقل طور پر مقرر کردی جائے۔ جس وقت انکی جائداد کی حالت درست ہوجائیگی اور یہ خوشحال ہوجائیں گے تو اُنکے دلوں میں ضرور گورنمنٹ کی جانب سے محبت پیدا ہوگی۔ صرف زراعت پیشہ ہی لوگوں کی بہبودی اور خوشحالی پر جنکی تعداد بہت زیادہ ہے گورنمنٹ کی استقامت ممکن ہے۔ اگر یہ لوگ خوش و خرم اور مطمئن ہیں اور کسی دوسرے فرقے نے اتفاقیہ سر بھی اُٹھایا تو کوئی زیادہ خوف کا موقع نہیں ہے۔ اور اسی مناسبت سے فوج اور اُسکے لازمی اخراجات میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے۔ موجودہ ترقی میں بندوبست استمراری کے ہوجانے سے اور بھی اضافہ ہوجائیگا۔ دولت جو بڑھ رہی ہے وہ زمین میں لگائی جائیگی۔ اور کُل رعایا کو اس سے فائدہ پہونچیگا۔ حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کو پوری اُمید ہے کہ خوشحال اور ترقی کُن رعایا سے ملک کی آمدنی میں مختلف ذرائع سے اضافہ ہوگا اور جو کچھ نقصان مالگزاری میں اضافہ نہ کرنے سے ہوگا وہ دوسرے ذرائع سے پورا ہوجائے گا۔

ان سب امور پر بخوبی غور کرنے کے بعد حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی یہ رائے ہے کہ اس طریقے سے صرف زراعت پیشہ ہی لوگوں کو فائدہ نہیں پہونچیگا۔ بلکہ عام رعایا کو

اِس سے نفع ہوگا۔ اور جن مختلف فوائد کی اس سے اُمید کیجاتی ہے وہ کافی وجوہ اس بات کے ہیں کہ باوجود مالگزاری کے نقصان کے خیال کے اُنکے حاصل کرنے کی جرأت کی جاے۔ اور یہ کہ استمراری بندوبست اُن تمام اضلاع میں جاری کیا جاے۔ جن میں وہ امور ابتدائی پاے جائیں یا آئندہ موجود ہوسکیں جنکی بندوبست استمراری کے لئے ضرورت ہے۔ یہ پالیسی ایسی صحیح اور بے عیب ہے جس سے مُلک ہندوستان کے ذرائع آمدنی کو ترقی ہوگی اور اُس سے پورے طور پر حضور ملکہ معظمہ کی رعایا کو اطمینان اور خوشحالی نصیب ہوگی۔ گورنمنٹ کی راے میں براہ راست بندوبست استمراری ان کو کرنا زیادہ مناسب ہے۔ بجاے اسکے کہ زمینداروں کو یہ حق دیا جاے کہ وہ خاص حالتوں میں اپنی مالگزاری یا سنگین جمع معاف کرالیں۔ اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اُنھیں سرکاری مالگزاری معاف کردی جاے بلکہ یہ مناسب ہے کہ ہمیشہ کے لئے اُن کی مالگزاری ملائم اور معینہ شرح سے مقرر کردی جاے۔ ان سب امور کے لحاظ سے حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ مالگزاری کی معافی کے اختیارات محدود کئے جائیں اور کل ہندوستان میں بندوبست استمراری کیا جائے۔ یہ امر البتہ قابل تصفیہ رہ جائیگا کہ فی الحال کن اضلاع میں اور بندوبست استمراری کے کن اصولوں کی پابندی کی ضرورت ہے۔

۲۷ مئی ۱۸۶۲ء کو ایڈمنسن صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے حسب منشاء ڈ سپیچ صاحب وزیر ہند مفصلۂ ذیل اصول قائم کئے۔

(۱) موجودہ بندوبست کے قبل اسکے کہ وہ دوامی کیا جاے نظرثانی کیجاے۔

(۲) وہ اضلاع جن میں بہت کم ترقی ہوئی ہے ایک عرصے تک اس انتظام سے علیحدہ رکھے جائیں۔

(۳) آبپاشی کا نرخ بڑھایا جائے تاکہ وہ مالگزاری کے نقصان کا معاوضہ ہو۔

مسٹر ایڈورڈ ڈرومنڈ لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے اپنی یادداشت مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۶ء کے آخری فقرہ میں یہ تحریر فرمایا ہے:۔

"اس اہم مسئلہ کے ہر پہلو پر بخوبی غور کرنے کے بعد میری رائے ہے کہ بندوبست استمراری کی مفید پالیسی بلا کسی شرط کے عام طور پر عمل میں لائی جائے جس قاعدہ کا عملدرآمد صاحب وزیر ہند اور بورڈ مال نے اضلاع سہارنپور، مظفر نگر اور بلند شہر کے لئے تجویز کیا ہے۔ جہاں بندوبست قریب الاختتام ہے۔ رعایا کے دلوں میں ناامیدی اور غیر اطمینانی پھیلا دیگا۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی کا باعث ہوگا۔

وہ قواعد جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور جنھیں سر چارلس اوڈ سکریٹری آف اسٹیٹ ہند نے اپنے ڈسپیچ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۸۶۵ء میں تحریر کیا ہے۔ اور اضلاع کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) وہ اضلاع جس میں زراعت نے بہت کم ترقی کی۔

(۲) وہ اضلاع جہاں زراعت اچھی ہے اور پوری ترقی ہو چکی ہے۔

(۳) وہ اضلاع جس میں اچھی زراعت والے اور کم ترقی والے علاقے شامل ہیں۔

صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ بندوبست استمراری دوسرے قسم کے اضلاع میں فوراً جاری کر دیا جائے۔ تیسرے قسم کے اضلاع میں

بعد جانچ اور نظر ثانی اُن علاقہ جات کا بندوبست استمراری کردیا جائے جس میں ۸۰ فیصدی قابل زراعت آراضی زیر کاشت ہے اور جس میں پورے طور پر ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اُنکا معمولاً سی سالہ بندوبست کیا جائے۔

۳۔ اگست ۱۸۶۵ء کو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل نے اس خط و کتابت کی نقل جو بندوبست استمراری و آبپاشی بذریعہ نہر کے متعلق صوبجات ممالک مغربی وشمالی کے گورنمنٹ سے ہوئی تھی۔ صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ارسال کی۔ اور ۱۷ مارچ ۱۸۶۶ء کو صاحبان وزیر ہند ارل دی گرے ورپن نے اس کے جواب میں گورنمنٹ آف انڈیا کی تجویز و ہدایات سے جو گورنمنٹ مغربی وشمالی کو بندوبست استمراری کے متعلق دی گئی تھیں اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا نہر کی آبپاشی کے لئے جو قاعدہ معین کیا گیا تھا وہ یہ تھا۔

کسی علاقہ کا بندوبست استمراری اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اُس کے محاصل میں اجرائے نہر کے بعد ۲۰ فیصدی سے زیادہ اضافہ کی امید نہ پائی جائے۔ سرجان لارنس گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل نے ۲۰ نومبر ۱۸۶۶ء کو جو ڈسپیچ صاحب وزیر ہند کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس میں یہ ذکر تھا:

"یہ یاد ہو گا کہ حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ نے ہماری اس تجویز سے اتفاق فرمایا تھا کہ بندوبست استمراری کی تشخیص عموماً اس اصول پر کی جائے کہ نکاسی کا نصف حصہ گورنمنٹ کو ملے۔ اور اس کے بعد مالکانِ آراضی سے پھر اور کسی قسم کا مطالبہ سوائے پانی کے محصول کے اس آراضی کے متعلق نہ کیا جائے جو بعد بندوبست زیر کاشت

اور آبپاشی کے تحت میں لائی جائے۔ ہمیں نہایت سختی سے اس پر اعتراض ہے کہ بندوبست استمراری کے فوائد ایسے فضول اور غیر واجب مطالبہ جات سے کم کئے جائیں اور ان پر بیجا اثر ڈالا جائے۔ خاص اعتراض جو اس اسکیم کی بابت کیا جاتا ہے یہ ہے کہ ایسی کارروائی سے بالخصوص وہ جائدادیں محروم ہو جائیں گی جن کے فائدہ پہونچانے کے لئے یہ کارروائی عمل میں لانا تجویز ہوا ہے۔ اور جہاں کہیں زراعت کی پوری ترقی جو ممکن تھی ہو چکی ہے وہاں بندوبست استمراری کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

محض اس غرض سے کہ لوگوں کو زراعت میں سرمایہ لگانے کی ترغیب ہو اور زراعت کی ترقی میں پوری کوشش کیجائے۔ مالگزاری کو مستقل طور پر معین کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ قبل اجراء بندوبست استمراری ایک حد تک ترقی زراعت لازمی ہے ورنہ آمدنی مال کو بلا وجہ نقصان پہونچیگا اور اس اصول کا اعتراف اس زمانہ سے ہوا تھا جب پہلے پہل ممالک مغربی و شمالی کے لئے بندوبست استمراری تجویز ہوا تھا۔ مگر یہ اصول بورڈ کی تجویزات سے مغائر اور اس سے بالکل علیحدہ ہے۔ بورڈ کی تحریر کے مطابق اگر عمل کیا جائیگا تو بندوبست استمراری کا اصلی فائدہ جس کی وجہ سے اسکا اجرا ضروری سمجھا گیا تھا کالعدم ہو جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ گورنمنٹ بندوبست استمراری کے وعدہ سے انحراف کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں سخت افسوس ہو گا اگر کوئی ایسا عمل کیا گیا جس سے بندوبست استمراری کے عمدہ نتائج اور اثرات محدود ہو جائیں۔ جب ہم ممالک مغربی و شمالی میں بندوبست استمراری کے سوشل اور پولیٹکل فوائد پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اُس فائدے اور بچت کو پیش نظر رکھتے

ہیں جو گورنمنٹ کو میعادی بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے مصارف میں ہوگی اور اُن نتائج پر غور کرتے ہیں جو دولت اور سرمایہ کو آزادی سے صرف کرنے اور کاروبار میں لگانے سے پیدا ہونگے اور جو متواتر قحطوں کے اثر کو زائل کرنے میں معین ہونگے تو ہم کو بجائے نقصان کے بندوبست استمراری سے گورنمنٹ کا مالی فائدہ نظر آتا ہے۔ ان صوبہ جات پر ہمارے قبضے کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوا۔ اور ہمارے پاس اب کافی مسالہ بندوبست استمراری کرنے کا موجود ہے۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ اس میں ایسی شرطیں نہ لگائی جائینگی جس سے اسکے مفید نتائج پر بُرا اثر پڑے اور جو اس کی کامیابی میں مخل ہو۔

۲۳- مارچ ۱۸۶۷ء کو سر اسٹفورڈ نارتھ کورٹ سکریٹری آف اسٹیٹ ہند نے بندوبست استمراری کے اجرا کے متعلق حضور ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ کے فیصلے کی پھر بتجدید کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ:-

"حضور ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ کو اضافہ مالگزاری کا مطلق خیال نہیں ہے اور وہ اُس سے دست بردار ہونے کو تیار ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو زیادہ اہم اور مفید سمجھتی ہے کہ مالکانِ آراضی کو یہ یقین ہو جائے کہ برٹش گورنمنٹ کی استقامت کے ساتھ اُنکی فلاح اور بہبودی وابستہ ہے اور اسی کے ساتھ غیر ترقی یافتہ اضلاع اور علاقہ جات میں بندوبست استمراری کی التوا کی بابت دو قواعد مقرر فرمائے۔

(۱) یہ کہ کسی علاقے میں بندوبست استمراری نہ ہوگا جس میں منجملہ آراضی قابل زراعت کے ۸۰ فیصدی زیر کاشت نہیں ہے۔

(۲) اُن علاقہ جات میں بندوبست استمراری نہ کیا جائیگا جسمیں بیس سال کے اندر نہر سے آبپاشی ہونے کی اُمید ہے اور جسکی آمدنی میں بیس فیصدی کی شرح سے اضافہ ہونے کی اُمید ہے۔ مذکورہ بالا قواعد کے منشاء کے بموجب ۱۸۶۶ء میں سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے مہتمان بندوبست کے نام احکام جاری فرمائے۔

باوجودیکہ یہ مسئلہ پورے طور پر طے ہوچکا تھا اور یہ اصول منظور ہوچکا تھا کہ گورنمنٹ کو اضافہ مالگزاری سے نفع کا خیال نہیں ہے۔ بلکہ گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ مالکانِ اراضی کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ گورنمنٹ کی مضبوطی اور استقلال پر رعایا کی بہبودی، خوشحالی اور بقا کا انحصار ہے۔ تاہم جس وقت چند مقدمات میں یہ رپورٹ کی گئی کہ بندوبست استمراری سے گورنمنٹ کی مالگزاری کی آمدنی کے نقصان کا اندیشہ ہے تو یہ مسئلہ پھر از سر نو قابل غور ٹھہرایا گیا۔ اور روپیہ کی قیمت کم ہو جانے کے شبہ نے بھی ایک اور مشکل ڈال دی۔ اگرچہ گزشتہ واقعات کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ یہ کوئی انئی بات نہیں تھی۔ بلکہ سر چارلس اوڈ سکریٹری آف اسٹیٹ ہند نے بندوبست استمراری کی سفارش کرتے وقت اسکا لحاظ کر لیا تھا۔

۱۸۶۷ء میں علاوہ دو شرائط متذکرۂ بالا کے ایک تیسری شرط بڑھائی گئی اور وہ یہ تھی کہ جب تک اراضی کی قیمت بڑھتی جائے۔ اس وقت تک بندوبست استمراری ملتوی رہے۔

صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ ہند کا آخری فیصلہ جو اُن کے ڈسپیچ نمبری ۲۴

مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۳ء میں درج ہے اسکا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۲ء میں لارڈ کیننگ نے جو پالیسی قائم کی تھی وہ ترک کردی گئی۔

ابتدائے حکومت برطانیہ سے ۱۸۸۳ء تک اعلیٰ افسران گورنمنٹ کی جو رائے بندوبست استمراری کے متعلق تھی وہ اوپر درج ہوچکی ہے۔ اول تو ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی نے منجانب بادشاہ انگلستان بلا کسی شرط کے یہ وعدہ کیا تھا کہ بندوبست استمراری جو اس وقت صوبۂ بنگال اور ایک حصۂ صوبۂ مدراس اور بنارس میں جاری ہے اور جو قابل اور اہل الرّائے مدبرین کے نزدیک ہر طرح پر فائدہ رساں اور کامیاب ثابت ہوچکا ہے وہ باقیماندہ صوبہ جات میں بھی جاری کیا جائیگا۔ جس نے نہ صرف مالکان آراضی کاشتکاران اور فرودی پیشہ اشخاص کی حالت کو درست کردیا ہے۔ بلکہ حاکم و محکوم کے درمیان رشتۂ محبت کو مستحکم و مضبوط کردیا ہے اور بندوبست استمراری ان صوبہ جات میں نہ صرف شاہی رعایت کے طور پر بلکہ بطور ایک حق کے جو شمالی ہند کے مالکانِ آراضی کو ہزارہا سال سے پرانے بادشاہان ہند کے زمانہ میں بھی حاصل رہا ہے جاری کیا جائیگا۔

ہم اس موقع پر زمینداران بنگال کا یہاں کے مالکانِ آراضی سے مقابلہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے لیکن ہر ایک سویلین جو صوبہ جات ہذا کی کاشتکاری اور زمینداری طریقہ سے واقف ہے وہ یہ ضرور سمجھتا ہے کہ مالکان جو پشتہا پشت سے مالک آراضی چلے آتے ہیں وہ بقول منو۔ تیمور و اکبر۔ اصل مالکانِ آراضی تھے۔ اور بادشاہ وقت کو اپنی پیداوار کا صرف ایک جزو دیا کرتے تھے۔ اور وہ بنگال کے مالکان

آراضی سے بھی زیادہ رعایت اور عزت کے مستحق تھے۔

اس وقت اُن امور کو مفصل بیان کرنا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۰۵ء میں ان صوبجات میں کیوں بندوبست استمراری نہیں کیا۔ ایک فعل عبث ہے صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اعلیٰ عہدہ داران نے جو اُس وقت سلطنت میں موجود تھے اُنھوں نے کل امور پر کافی غور کرنے کے بعد صوبہ جات ہذا میں بندوبست استمراری کے موافق رائے دی تھی۔

صرف مسٹر ٹامس مسرو کی رائے نے شکوک پیدا کر دیے۔ اگرچہ صاحب موصوف بندوبست استمراری کے بڑے معین تھے اور اپنے مرتے وقت تک برابر اسکی سفارش کرتے رہے۔

جب ہندوستان کی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر بادشاہ انگلستان کے ہاتھ میں آئی تو ہندوستان کے مالکانِ آراضی کے دلوں میں یہ امید پیدا ہوئی کہ غدر کے زمانے میں جو خدمات اُنھوں نے کی ہیں اُن کے لحاظ سے گورنمنٹ برطانیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اُن وعدوں کو جو سلطنت کے نام سے کیے گئے تھے صوبجات مغربی و شمالی میں بندوبست استمراری کے اجراء سے اُن کا ایفا کریگی۔ اور کرنیل بیرڈ اسمتھ کی تحقیقات سے جنھوں نے تمام مشکلات کا حل بندوبست استمراری کو قرار دیا تھا اور یہ سفارش کی تھی کہ وہ کل سختیاں جو آئے دن کی خشک سالی اور قحط کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتی ہیں وہ سب بندوبست استمراری سے دُور ہو جائینگی گزشتہ وعدوں کے ایفا کا یقین ہو گیا تھا۔

اِس کے بعد متعدد سویلین اعلیٰ افسران نے جو انگلستان کے لئے بھی باعث فخر کہے جاسکتے ہیں بندوبست استمراری کی سفارش کی۔ اور صاحبان سکریٹری آف اسٹیٹ مثلاً سر چارلس اوڈ۔ نارتھ کوٹ۔ گرے درپن۔ وصاحبان گورنر جنرل۔ مثلاً ولسلی ہیٹنگز۔ منٹو وبنٹک۔ ووائسرایان مثلاً لارڈ کیننگ وسر جان لارنس ولفٹنٹ گورنران مثلاً ڈرومنڈ اور سر ولیم میور نے بلاکسی شک وشبہ کے اِس تجویز سے محض اتفاق ہی نہیں کیا بلکہ اسکو حاکم ومحکوم دونوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ اور فائدہ رساں سمجھکر ان صوبجات میں اسکے فوراً جاری کرنے کی سفارش کی۔

کاغذات سرکاری کے معائنہ سے جہاں تک معلوم ہوا ہے بندوبست استمراری کی التوا کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) گورنمنٹ پہلے سے کوئی وعدہ تشخیص مالگزاری کے متعلق نہیں کرسکتی۔

(۲) بنگال کے بندوبست استمراری کے متعلق اُن حکام کو جو بعد کو آئے یہ شبہ ہوا کہ اس سے صرف زمینداروں کو فائدہ ہوا۔ کاشتکار اُس سے محروم رہے۔

(۳) مالگزاری کی کمی کا خوف پیدا ہوا۔ جب کہ نامحدود اضافہ مالگزاری کی اُمید تھی۔ جس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی نے مفتوحہ اور مقبوضہ صوبجات بادشاہ انگلستان کے نام سے اپنے زیر حکومت لئے تو مارکوئس آف ولسلی نے صاف طور پر بلاکسی شرط کے یہ وعدہ کیا تھا کہ بعد چندروزہ بندوبست کے ان صوبجات کا استمراری بندوبست کیا جائیگا۔ اس وعدے کا ایفا نہیں ہوا۔ اور یہ قابل پابندی ہے۔ باضابطہ منظوری بندوبست استمراری مکمل کرنے کی سر چارلس اوڈ سکریٹری

آف اسٹیٹ نے بذریعۂ مراسلت مورخہ ۹ جولائی ۱۸۶۲ء عطا کی۔ اس کے بعد سر اسٹفورڈ نارتھ کوٹ دوسرے سکریٹری آف اسٹیٹ نے اس منظوری کی تجدید بذریعۂ مراسلت ۲۳ مارچ ۱۸۶۷ء فرمائی۔ ۱۸۶۹ء میں سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے ایک یادداشت کے ذریعے سے مہتمان بندوبست کو مسلّمہ اور منظور شدہ اصول کے بموجب کارروائی کرنے کی ہدایت فرمائی۔ غرض کہ بندوبست استمراری کی منظوری کا باضابطہ طور پر تمام صوبے میں اعلان کیا گیا بقول سر ولیم میور اب اس مسئلہ کی اچھائی اور بُرائی، اور ضروری یا غیر ضروری ہونا مباحثکی حد سے گزر چکا ہے"۔

واقعات متذکرۂ بالا سے معاملے کی صفائی صاف ظاہر ہے اور کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں ہے۔ تاریخی واقعات اور اُنکے نتائج پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوبست استمراری بنگال کی مشکل آسان کرنے والا ثابت ہوا۔ اور وہ صوبہ جس کے تین ثلث کو لارڈ کارنوالس نے ایک زمانے میں جنگل کی حالت میں پایا تھا، وہ اب نہایت آباد، خوش و خرم اور شاداب ہے۔ اور یہ نتیجہ صرف بندوبست استمراری کی وجہ سے ہوا۔ ہندوستان کے تمام صوبجات کے مقابلے میں صوبۂ بنگال کی مالگزاری کی آمدنی سب سے زیادہ ہے۔ زمیندار خوش و خرّم ہیں۔ اور کاشتکاروں کی حالت پہلے جو خراب تھی وہ ایکٹ لگان کے نفاذ سے اب اچّھی ہو گئی۔

بندوبست استمراری کا ہونا تمدّن کے لحاظ سے بھی مناسب و ضروری ہے۔ حکومت برطانیہ کے زمانے میں انگریزی اور سائنس کی تعلیم نے ایسا اثر دکھایا ہے کہ یہ

ملک علوم و فنون میں اپنی پہلی سی ترقی حاصل کر رہا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے۔ بقول افسران سرکاری گورنمنٹ کی آمدنی میں دیگر ذرائع سے بہت ترقی ہونے کی اُمید ہے میعادی بندوبست میں جو مصائب اور تکالیف ہوتے ہیں وہ اسقدر زیادہ ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ اُن میں سے چند بطور نمونہ حسب ذیل ہیں۔ اور اُن سے اُن مصائب کا جو دوران بندوبست میں زراعت پیشہ لوگوں کو برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ صحیح اندازہ ہو سکیگا۔

(۱) دوران بندوبست میں بے انتہا اخراجات ہوتے ہیں جن کی تعداد کا اندازہ اُس سوال کے جواب سے ہو سکتا ہے جسے آنریبل مسٹر ہرن چیف سکریٹری گورنمنٹ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے ۱۶ر جولائی ۱۹۱۶ء کے کونسل میں دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ چھوٹے سے چھوٹے ضلع میں تین لاکھ سے زیادہ بندوبست کے مصارف ہوتے ہیں۔ اور یہ کل مصارف صوبہ پر پڑتے ہیں۔

(۲) تین سال سے زیادہ ایک ضلع کے بندوبست میں لگتے ہیں اور جس پرگنہ میں بندوبست کا کام شروع ہوتا ہے وہاں قدرتی طور پر زراعت کے کام رُک جاتے ہیں۔

(۳) زمینداروں کو اپنا اصلی کاروبار ترک کر کے دفتر بندوبست اور دورے پر مسلسل ایک عرصے تک رہنا پڑتا ہے جس سے اُنکے کام میں خلل ہوتا ہے اور غیر حاضری سے اور بھی زیادہ نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

(۴) چونکہ مالگزاری کی تشخیص کی کوئی خاص شرح اور حد معین نہیں ہے لہذا

مالکان آراضی کو اپنی ذمہ داری اور اس بات کا یقین اور اطمینان نہیں ہوتا کہ اُن پر کیا تشخیص ہوگی۔

(۵) بعض اوقات مہتمم بندوبست ناتجربہ کار ہوتے ہیں اور چونکہ اُنکے اختیارات تشخیص کے متعلق بہت وسیع ہوتے ہیں۔ لہذا اُن کی تجویز میں اکثر غلطی واقع ہوتی ہے۔

(۶) خواہ کتنے ہی قواعد کیوں نہ مرتب کئے جائیں لیکن کارروائی کی پیچیدگی کی وجہ سے ٹھیک طور پر اور قاعدے کے بموجب کام نہیں ہو سکتا۔

(۷) تشخیص کی نظرثانی۔ بے انتہا مصارف۔ جانفشانی اور دوادوش کا صرف نتیجہ اور ماحصل صرف اس قدر ہے کہ مالگزاری میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اس اضافے کا بار ابتدا میں تو زمیندار پر پڑتا ہے اور پھر بتدریج وہ سب بار کاشتکاروں کے سر جاتا ہے۔ جواب بھی دیے جا رہے ہیں۔ اور بقول مسٹر برن۔ گورنمنٹ اس امر کی تحقیقات نہیں کرتی کہ مالگزاری کے اضافہ کی وجہ سے لگان میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے۔

(۸) جب تک زراعت پر ٹیکس میں بیشی ہوتی رہیگی زراعتی ترقی غیر ممکن اور محال ہے۔

(۹) بیحد اور سنگین تشخیص کی وجہ سے سرمایہ جمع نہیں ہوتا۔ اور مُلک کے ذرائع آمدنی سوخت ہوجاتے ہیں۔

(۱۰) موجودہ حالت میں کاشتکار اور زمیندار دونوں سال بہ سال غلہ بیرونجات میں بھیجنے سے بدقت اپنے مطالبات ادا کر سکتے ہیں۔ اور آخرکار مقروض

ہو جاتے ہیں۔

(۱۱)۔ موجودہ حالت میں زمیندار کو اپنا سرمایہ زراعت کی ترقی میں لگانا اس وجہ سے مخدوش معلوم ہوتا ہے اور اُس پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ اگر زراعت میں ترقی کے آثار پائے گئے تو اُس کی مالگزاری کے مطالبہ میں اضافہ ہو جائے گا۔

(۱۲) کاشتکار کچھ پس انداز نہیں کر سکتے بلکہ اکثر مقروض رہتے ہیں اور مشکل سے اپنی بسر کر سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں افلاس کی وجہ سے کوئی ترقی ممکن نہیں۔

(۱۳) ابتدائے عملداری سے اس وقت تک میعادی بندوبستوں کے ذریعے اضلاع کی مالگزاری اب اُس حد کو پہونچ گئی ہے کہ اب اُس سے زیادہ اضافہ کرنا زمیندار اور کاشتکار دونوں کے لئے مفید اور مناسب نہیں ہے۔

(۱۴) ہدایاتِ مہتمانِ بندوبست کے رسالہ میں جسے گورنمنٹ نے ۱۸۵۸ء میں شائع کیا تھا بندوبست کی تعریف حسب ذیل درج ہے۔

"بہ حیثیت اصل مالکِ اراضی گورنمنٹ کا فائدہ اس میں ہے کہ سرکاری مطالبے کی حد انصاف سے متجاوز نہ ہونے پائے جس سے اراضی کی قیمت بڑھے اور زراعت میں ترقی ہو۔ اس ترقی کو اور بھی بڑھانے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ وہ کون اشخاص ہیں جو ان تمام مفاد کے مستحق ہیں جو مطالبہ مالگزاری سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان امور کے دریافت کرنے کو معمولی حالت میں بندوبست کرنا کہتے ہیں۔ اور

بند و بست کی کارروائی کو انصاف اور عمدہ طور سے کرنے پر ملک کی بہبودی منحصر ہے۔

(۱۵) کمشنر بندوبست کے تقرر سے بھی تشخیص کی صحت کا یقین اور رفع تکالیف جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ممکن نہیں، اوّل تو یہ تقرر چند روزہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ خواہ کتنی ہی نگرانی کیوں نہ ہو، مہتمان بندوبست کی ہدایت کے لئے کافی نہیں۔ متواتر ترمیمات اور نظرثانی میں غلطیاں ضرور ہونگی۔

(۱۶) تشخیص کے متعلق جو امتیازی اختیارات دیے گئے ہیں وہ بے اصول ہیں۔ آمدنی میں اضافہ جو غلّہ کی گرانی سے ہوتا ہے وہ دراصل نفع نہیں ہے کیونکہ اُسی تناسب سے ضروریات زندگی کے مصارف بہت بڑھ گئے ہیں۔

(۱۷) زراعت پیشہ لوگوں کے لئے اپیل کی کارروائی نہایت تکلیف دہ ہے۔ کیونکہ اُن کو اپنا کاروبار اور گھر چھوڑکر صدر مقام پر مجبوراً جانا پڑتا ہے جس سے اُن کی زراعت کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور پھر اپیل کے نتائج اکثر قابل اطمینان نہیں ہوتے۔

(۱۸) زراعت کی ترقی اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک اراضی کا ٹیکس کم نہ کیا جائے جس سے زمیندار اور رعایا کو پس انداز کرنے کا موقع ملے۔"

بندوبست استمراری سے نہ صرف زراعت کی ترقی متصور ہے۔ بلکہ بہت سے انتظامی مسائل بھی اسکے ساتھ حل ہوجائیں گے اور جیسا کہ بہت سے قابل افسران نے بیان کیا ہے اِس سے تمدّنی فوائد بھی ہونگے۔ رعایا کی خوشحالی کے ساتھ بہت سے

مختلف ٹیکس پیدا ہو جائیں گے اور تعادی کے معافی کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور غیر ممالک میں ریل کے ذریعے سے جو غلہ بھیجا جاتا ہے اُس پر اگر ٹیکس لگا دیا جائے تو اُس سے بھی آمدنی میں معقول اضافہ ہو سکتا ہے۔ مالگزاری میں اضافے کی ضرورت نہیں رہتی۔ علاوہ اس کے میعادی بندوبست میں ہمیشہ آمدنی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ گزشتہ بندوبست میں ضلع متھرا میں نُو لاکھ۔ اور کانپور میں چھ لاکھ کی کمی ہوئی۔ اور رُہیل کھنڈ میں نصف تشخیص کر دی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ اب جمع انتہائی حد تک پہونچ گئی ہے۔ اور اب زیادہ اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔

سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر میں مسٹر آر، سی، دت، نے ایک عرضداشت جس پر سربرآوردہ سویلین اصحاب کے دستخط تھے صاحب وزیر ہند کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ درخواست بغرض تحقیقات گورنمنٹ آف انڈیا میں واپس آئی۔ لارڈ کرزن کو جو اُس وقت ہندوستان کے گورنر جنرل تھے اس کا موقع ہاتھ آیا کہ بندوبست استمراری کے مسئلہ میں جو گزشتہ سو برس سے معرض بحث میں رہا تھا، از سر نو تحقیقات کریں گو عرضداشت میں بندوبست استمراری کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ غرضکہ سنہ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن نے اپنے رزولیوشن کے فقرہ ۳۰ میں یہ تحریر کیا کہ:۔

(۱) بندوبست استمراری خواہ بنگال میں ہو یا کہیں اور، قحط کو نہیں روک سکتا۔

(۲) آہستہ آہستہ مگر برابر اضافہ کرنا گورنمنٹ کی پالیسی ہے۔

(۳) زیادہ مدت کے بندوبست کا طریقہ بہ آہستگی وسعت دیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۷۷۰ء میں قبل بندوبست استمراری بنگال میں جو قحط ہوا تھا اُس میں ایک سال کے اندر تقریباً ایک کروڑ آدمی فاقے سے مرگئے تھے۔ اور بقول مسٹر آر،سی، دت، بندوبست استمراری کے بعد سے آج تک بنگال میں کوئی قحط نہیں ہوا۔ اور صوبجات ہٰذا میں چونکہ زراعت پیشہ لوگ مفلس ہیں۔ لہٰذا اچھے سے اچھے امدادی کام سے بھی اُنکی جانیں نہ بچ سکیں۔ کولبروک صاحب جو قبل اور نیز بعد بندوبست استمراری صوبۂ بنگال میں رہے ہیں۔ اُنھوں نے سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک یادداشت لکھی تھی جس میں اُنھوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ بنگال کی ترقی اور خوشحالی محض بندوبست استمراری کی وجہ سے ہے۔

رفتہ رفتہ جمع میں اضافہ کرنا جیسا لارڈ کرزن نے تحریر کیا ہے۔ ہر ایک مہذب گورنمنٹ کی پالیسی ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہر بندوبست میں بے تکان اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس موقع پر ضلع فتحپور کے بندوبست کا واقعہ جو حال میں پیش آیا ہے قابل گزارش ہے۔ اس مسئلہ پر جو بحث ممالک متحدہ کی لیجسلیٹو کونسل میں ہوئی تھی وہ ۱۹؍ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء کی کارروائی میں مفصل درج ہے۔ خود کاغذات سرکاری یہ دکھلا رہے ہیں کہ اِس ضلع کا بندوبست بہت سخت ہوا۔ زمینداروں کی جمع ایسی سخت تھی جسے وہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ چند زمینداریاں بقایا مالگزاری کی علت میں نیلام ہو گئیں۔ میعاد بندوبست کے اندر مالگزاری کی معافی نہ ہونا اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ جمع سخت نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ بالکل اسکے خلاف ہے۔ معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کاشتکاروں کو نقصان نہیں پہونچتا۔

اسکا ثبوت اُس نقشے سے بخوبی ہوتا ہے جسے مسٹر برن نے بجواب سوال مسٹر غیتاسی ۱۹ر جولائی سنہ ۱۹۱۲ء کے لیجسلیٹو کونسل میں پیش کیا تھا۔ اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سال کے اندر جس قدر بندوبست ان صوبجات میں ہوئے ہیں۔ اُن میں ضرور مالگزاری میں اضافہ ہوا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ بہ آہستگی جمع میں ترقی ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر میعادی بندوبست پر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

زیادہ مدت کے بندوبست کے اصول کی توسیع کے متعلق نہایت افسوس ہے کہ عملاً اسکی بابت کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ جب سے تیس سال کا بندوبست ہونا شروع ہوا۔ اِس سے زیادہ میعاد نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر اس میعاد میں کمی ہوتی رہی۔ تیس سال سے زیادہ میعاد شاذ ونادر حالتوں میں ہوئی ہے۔

مذکورۂ بالا واقعات سے یہ پورے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لارڈ کرزن یا سر انٹونی مکڈانل کی یہ دلیل کہ بندوبست کی سختی ہندوستان کے مقروض ہونے کا باعث نہیں ہے۔ یا قحطوں کا سبب نہیں ہے بالکل غلط ہے۔ اسکی تردید کے لئے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ بندوبست کی سختی سے ضرور کاشتکاری کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور منجملہ دیگر وجوہ قحط کا ایک خاص سبب ہے۔ بارش کی کمی قحط کا باعث ضرور ہے۔ لیکن جب رعایا کے پاس کسی قسم کا سرمایہ بطور غلہ یا نقدی کے موجود ہے تو وہ بآسانی قحط کے مصائب کو برداشت کرسکتے ہیں۔

۱۸ر اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کو مسٹر ہوس نے صوبجات ہذا کی لیجسلیٹو کونسل میں ایک فہرست اُن اضلاع کی پیش کی تھی جن میں آراضی مزروعہ کی تعداد ۸۰ فی صدی

اس سے بھی زیادہ پہونچ چکی ہے اور وہ اضلاع حسب ذیل ہیں۔

(۱) سہارنپور (۲) منظفرنگر (۳) میرٹھ (۴) بلندشہر

(۵) علیگڑھ (۶) متھرا (۷) آگرہ (۸) مین پوری (۹) بریلی

(۱۰) بدایوں (۱۱) مرادآباد (۱۲) شاہجہانپور (۱۳) بنارس (۱۴) بلیا

(۱۵) گورکھپور (۱۶) بستی (۱۷) سیتاپور (۱۸) فیض آباد (۱۹) سلطانپور

(۲۰) پرتاب گڑھ (۲۱) بارہ بنکی۔

لارڈ سالسبری نے اپنے ایک مراسلہ میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ جہاں تک ہندوستان کے مالی طریقے میں تغیر ممکن ہے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کاشتکار پر جہاں تک ممکن ہو سرکاری مطالبہ جات کا بہت کم بار ڈالا جائے۔ اسکے متعلق وہ مباحثہ جو امپیریل کونسل میں ۲۵ رفروری ۱۹۱۱ء کو مقامی ٹیکس کے متعلق ہوا تھا قابل ملاحظہ ہے۔

بڑے بڑے ماہرین قانون اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ لگان حال کی ایجاد ہے اور آراضی پر ٹیکس جو فی الحال مالگزاری کے نام سے موسوم ہے وہ ابتدائے اصلی حصہ بادشاہ کا تھا جو سلطنت کو بغیر اسکے کہ ادا کرنے والے کی ملکیت آراضی میں خلل پڑے وصول ہوتا تھا۔

مسٹر برگس نے اپنی کتاب موسومہ "ہندوستان میں آراضی کا ٹیکس" میں بھی یہی لکھا ہے۔ اس صورت میں آراضی کا ٹیکس ایسا نہیں جس پر برابر اور مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ غلہ کی قیمت کی گرانی بھی مانع بندوبست استمراری ہے

شاید یہ اصول رکھا گیا ہے کہ بلا محنت و مشقت اضافۂ آمدنی میں گورنمنٹ بھی ایک جز کی مستحق ہے۔ اسکی بابت یہ امر قابل غور ہے کہ روزمرہ کے اخراجات میں اضافہ جو بوجہ گرانی غلہ و دیگر ضروریات زندگی ہوا ہے وہ دراصل کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ گرانی غلہ سے جو غیر معمولی فائدہ ہوتا ہے وہ دیگر ضروریات زندگی میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور کچھ پس انداز نہیں ہوتا۔ پس کسی جز پر ٹیکس عائد نہ کرنا چاہیے۔ اضافۂ لگان، اضافۂ مالگزاری اور اضافۂ اخراجات کی وجہ سے رعایا مشکل سے بسر اوقات کر سکتی ہے۔ اور اپنا کُل غلہ فروخت کرنے پر مجبور ہے۔ اور کسی رقم کا پس انداز کرنا خواہ بطور غلہ یا نقدی کے ہو جو مصیبت میں کام آئے بالکل ناممکن ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی سال کے قحط میں رعایا کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

کاشتکاروں کے افلاس سے بہت خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ سرمائے کے نہ ہونے سے اراضی میں ترقی نہیں ہوتی۔ دیہاتی باشندگان کی صحت خراب ہوتی ہے۔ مویشی اچھی حالت میں نہیں رہتے۔ آلات کاشتکاری ابتدائی کی حالت پر رہتے ہیں۔ بندوبست استمراری سے ان سب امور میں ترقی ممکن ہے اور ملک کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ گورنمنٹ بھی عوام کی خوشحالی سے مستفید ہو سکتی ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے دوسرے مختلف قسم کے ٹیکس پیدا ہو سکتے ہیں۔

نظیر سرکلر نمبر (۴)

۲۰/ اگست ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں یہ طے پایا کہ نظیر سرکلر نمبری (۴) فیصلہ فنانشل کمشنر صاحب جو ضمیمہ حرف (ب) کے خلاف ایک جدید حق ایجاد کرنے کا باعث ہوئی ہے۔ اسکے متعلق صاحب ممدوح سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ہمارے عذرات کی سماعت کے بعد اُسکی ترمیم فرمادیں۔ فنانشل کمشنر صاحب کو انجمن کی جانب سے اس کے متعلق توجہ دلائی گئی اور ممدوح نے اُسکا یہ جواب دیا کہ:۔

" اگر یہ سرکلر اور نظیر ضمیمہ حرف (ب) اور شرائط مندرجۂ دفعہ (۵) ایکٹ لگان کے خلاف ہے۔ تو فنانشل کمشنر نہایت خوشی سے انجمن کے عذرات کو سُنیں گے۔ نظیر سرکلر نمبری (۴) صرف سر چارلس ونگفیلڈ صاحب کی تجاویز کی تکرار ہے"

اس کے بعد ۳۰/ اگست ۱۸۶۹ء کو اِس مسئلہ پر پھر غور ہوا۔ اور فنانشل کمشنر صاحب کو یہ توجہ دلائی گئی کہ:۔

" قواعد کی ترتیب کے وقت یہ طے پایا تھا کہ فنانشل کمشنر صاحب تعلقداروں سے گفتگو کر کے اسکا تصفیہ فرمائیں گے۔ اور عدالتہائے ماتحت کی دست اندازی اس میں نہ ہوگی لیکن چونکہ حکام اسکے خلاف کرتے ہیں۔ اور رپورٹ آنے پر محکمۂ فنانشل سے قبل عام رپورٹ مال کے اُسکی منظوری ہوجاتی ہے۔ اس لئے اسکی ضرورت ہے کہ قرارداد سابق کے مطابق عملدرامد کیا جائے۔ تاکہ ہماری شکایت رفع ہوجائے۔ فنانشل کمشنر صاحب نے اسکا یہ جواب دیا کہ:۔

"انجمن نے جو درخواست کی ہے اُسکا علاج خود اسی سرکلر میں موجود ہے۔ اگر کسی تعلقدار کا کسی بے قاعدہ حکم سے نقصان ہوا ہو۔ تو وہ اپنا مقدمہ پیش کر سکتا ہے"

اس کے بعد انجمن میں عدالت ماتحت کے فیصلوں کا مسئلہ پیش ہو کر تجویز ہوا کہ "عدالت ہائے ماتحت میں اکثر مقدمات ایسے فیصل ہوتے ہیں جو اصول قوانین اور سرکلر مجاریہ کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ اگر ایسے مقدمات اپیل در اپیل کے ذریعے سے فنانشل کمشنر صاحب کے اجلاس تک پہونچائے جائیں۔ تو طوالت و مصارف کثیر کے علاوہ اس میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور اگر اُن سے درگزر کیا جاتا ہے۔ تو اُسی نظیر پر آئندہ مقدمات کا فیصلہ ہوتا رہیگا جس سے بہت نقصان ہوگا۔ اور آخر کار اُسکا تحمل دُشوار ہو جائیگا۔ لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے عذرات فنانشل کمشنر صاحب کی خدمت میں بذریعۂ انجمن پیش کرتے رہیں اور صاحب ممدوح بصیغۂ نظرثانی حسب منشائے اشتہار ۲ اگست ۱۸۶۱ء اُن مقدمات کو طلب کر کے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کریں اور عدالتہائے ماتحت کو یہ عام ہدایت جاری فرمادیں کہ آئندہ سے وہ ایسی ناقص اور خلاف قانونی کارروائی نہ کریں۔ اور جو عذرات انجمن سے پیش ہوں اگر اُنکے متعلق فنانشل کمشنر صاحب کو کوئی شک ہو۔ تو بصرف انجمن اڈوکیٹ جنرل صاحب سے رائے طلب فرمالیں۔ اور موصوف کی رائے کے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے۔ اور ایسا فیصلہ ہدایتاً نظیر کے طور پر مشتہر کیا جائے تاکہ عدالتہائے ماتحت بھی اُسکی پابندی کریں۔

فنانشل کمشنر صاحب نے مذکورۂ بالا معروضات کا یہ جواب دیا کہ:۔

"تعلقدار ایسے مقدمات بلا روک ٹوک اب بھی بوساطت انجمن پیش کرتے رہے ہیں۔ فنانشل کمشنر حکام ماتحت کی کارروائیوں کی یا اجراے احکام گشتی ترمیم کر سکتے ہیں۔ گو انھیں ایسے احکام کے جاری کرنے میں بہت سے عذرات ہیں۔ اور منجملہ اسکے ایک یہ ہے کہ انجمن سے اکثر جواب الجواب پیش ہوتے ہیں۔ باوجود اسکے فاش غلطیوں کی ترمیم ہو سکتی ہے۔ تعلقداروں نے اس وقت اسکے متعلق جو سوال پیدا کیا ہے وہ ایک عام صورت کا ہے۔ اور اسکا شافی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن فنانشل کمشنر کا یہ خیال ہے کہ تعلقداران ہمیشہ آخر درجے میں انصاف مناسب حاصل کر لیتے ہیں۔

انکم ٹیکس

۲۰ اگست ۱۸۶۹ء کے جلسے میں انکم ٹیکس کا مسئلہ پیش ہوکر یہ طے ہوا کہ:۔

"جدید ٹیکس جو ہم لوگوں پر بلحاظ منافع بعد ادا ے مالگزاری باندھا جاتا ہے وہ خالی از سختی نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں اگر اغراض عامہ کے لحاظ سے یہ ٹیکس قائم کیا جاتا ہے تو ہم یہ عرض کرینگے کہ مدرسہ جات، اسکول، شفاخانہ اور محتاج خانہ کے نام سے جو رقم ہم لوگوں سے علاوہ رقم سواے کے لی جاتی ہے وہی بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے زیادہ اب ہم کسی رقم کے متحمل نہیں ہو سکتے کیونکہ حقوق ماتحتی۔ ودرعایت سرکلر نمبر (۴) گزارہ داران۔ سیر و ٹھیکہ رعایتی وغیرہ کے دینے کے بعد

کسی تعلقے میں چہارم، اور کسی میں اُس سے بھی کم منافع رہ گیا ہے۔

اگر یہ ٹیکس منجملہ محصولات سرکاری کے ہے تو یہ خلاف شرائط دفعہ (۲) و (۳) مراسلت ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء کے ہوتا ہے۔ جس کا یہ منشا ہے کہ بعد ضبطی گورنمنٹ نے وہ کل استحقاق جو اُسے حاصل تھے وہ تعلقداروں کو عطا کیے۔ اس شرط پر کہ مالگزاری مشخصہ وقت مقررہ پر ادا کریں۔ اور حقوق ماتحتین کا تحفظ کیا جائے جسکی تصریح مراسلت ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء میں درج ہے۔

تشخیص زر مالگزاری از روے پٹہ و قبولیت بطور ایک معاہدے کے تیس سال کے واسطے ہوئی۔ اور پانچ علاقے جو اس سے مستثنے کر دیے گئے تھے اُن کی جمع استمراری تجویز ہوئی۔ اس لئے درمیان میعاد تشخیص جمع میں کسی قسم کی تبدیلی بغیر ہماری رضامندی کے کیونکر مقتضاے انصاف ہو سکتی ہے۔ اور اسی وجہ سے ہماری یہ درخواست ہے کہ فنانشل کمشنر صاحب اس مسئلے میں توجہ فرمائیں۔ اور ہمارے عذرات کو بحضور گورنمنٹ آف انڈیا بتوسط چیف کمشنر صاحب بہ سفارش پذیرائی پیش فرمادیں۔

اسکے متعلق فنانشل کمشنر صاحب نے چیف کمشنر صاحب کے سکریٹری کے نام ایک مراسلت اس مضمون کی بھیجی کہ:۔

"عرضداشت انجمن ہند اودھ متعلق انکم ٹیکس میں اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ چیف کمشنر صاحب اور گورنمنٹ ہند کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس معاملے میں اس ملک کے مالکان آراضی کے کیا خیالات ہیں۔"

۳۱ر دسمبر ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں یہ تجویز ہوا کہ انکم ٹیکس کے متعلق ایڈوکیٹ جنرل کی رائے لیکر مسودۂ عذرداری تیار کرایا جائے۔ مہاراجہ صاحب بلرام پور پریسیڈنٹ انجمن نے کہا کہ چونکہ یہ مسودۂ قانون میری موجودگی میں کونسل سے پاس ہوا ہے۔ لہٰذا میں اس میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ لیکن انجمن سے یہ ہوا کہ عذرداری ضرور ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی تجویز ہوا کہ مسودہ اسکا راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب تعلقدار محمود آباد تحریر کرکے پیش کریں۔ غرضکہ عذرداری تحریر کرکے بھیجی لیکن منظور نہیں ہوئی۔

۲۶ر فروری ۱۸۷۰ء کے جلسہ میں ایک اور مسودۂ عذرداری متعلق انکم ٹیکس راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب نے پیش کیا۔ جو حسب تجویز کمیٹی چھپوا کر جملہ ممبران کی خدمت میں بطلب رائے بھیجا گیا۔

۱۸۷۳ء میں یہ مسئلہ پھر انجمن میں پیش ہوا۔ اور ممبران کو یہ اطلاع دی گئی کہ انکم ٹیکس جو تمام پیشہ وران کی آمدنی پر بحساب مختلف فی صدی لیا جاتا تھا اور جس سے رعایا و پیشہ وران نہایت نالاں و پریشاں تھے اُسے لارڈ نارتھ بروک صاحب وائسرائے نے انصاف پسندی سے موقوف کر دیا۔ چنانچہ انجمن کی جانب سے حضور محتشم الیہ کا شکریہ ادا کیا گیا۔

۱۸۸۶ء میں ڈپٹی کمشنر صاحب لکھنؤ نے انجمن کے چندے کی آمدنی پر انکم ٹیکس تشخیص کیا تھا۔ اس پر انجمن نے عذرداری کی جسے ۳۰ر ستمبر ۱۸۸۶ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب نے نامنظور کرکے خارج کر دیا۔ اُس کا اپیل کمشنر صاحب کے یہاں ہوا

اور اپیل میں یہ لکھا گیا کہ :-

" یہ آمدنی آراضی مقبوضہ تعلقداران کے لگان کا ایک معین حصہ ہے۔ اور بموجب دفعہ (۵) یہ آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنٰی ہے۔ چندہ انجمن و کیننگ کالج بہ ہی وقف نامے کے ذریعے سے بغرض رفاہ عام قائم ہے۔ اور اس آمدنی کے ایک زر جو ملازمان کی تنخواہ میں دیا جاتا ہے۔ انکم ٹیکس لیا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے آمدنی کی بچت سے جو پرامیسری نوٹ خرید کیے جاتے ہیں اُس پر بھی بوقت حصول زرِ سود ٹیکس لیا جاتا ہے۔ اور انجمن میں کوئی تجارت نہیں ہوتی ہے۔ اور انھیں وجوہ سے انجمن کے چندے کی آمدنی کو تشخیص انکم ٹیکس سے بری ہونا چاہیے۔"

آخر کار حسب تجویز بورڈ مال و گورنمنٹ آرڈر مورخہ ۱۵ / اپریل ۱۸۸۶ء سرمایہ انجمن انکم ٹیکس سے بری کر دیا گیا۔

اس کے بعد ۱۱ / نومبر ۱۹۱۱ء کو انکم ٹیکس افسر لکھنؤ نے بحوالہ حکم بورڈ مال مورخہ ۲ / نومبر ۱۹۱۱ء انجمن سے سالانہ آمدنی کا نقشہ بغرض تشخیص انکم ٹیکس طلب کیا تھا۔ چنانچہ ایک مفصل تحریر مع وجوہات بحوالہ حکم سابقہ گورنمنٹ ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس بھیجی گئی۔ اُس کے بعد پھر کوئی تحریک تشخیص انکم ٹیکس کی بابت نہیں ہوئی۔

یکم مارچ ۱۹۱۸ء کے جلسۂ عام میں یہ تحریک ہوئی کہ یہ انجمن انکم ٹیکس کے مسودۂ قانون کی اُن دفعات سے سخت اختلاف کرتی ہے جس میں زراعت کی آمدنی کو بغرض تشخیص انکم ٹیکس دوسری آمدنی میں شامل کرنے کی تجویز کی گئی ہے اور جس کا لازمی نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آراضی کی آمدنی پر بھی ٹیکس کا اضافہ ہو جائے۔

تحریک مذکورۂ بالا باتفاق منظور ہوئی۔ اور ۹ مارچ ۱۹۱۸ء کو گورنمنٹ کو اسکے متعلق تحریر بھیجی گئی جو حسب ذیل ہے:۔

نقل رزولیوشن جلسۂ عام منعقدۂ یکم مارچ ۱۹۱۸ء ارسال خدمت ہے
تجاویز مندرجۂ مسودۂ قانون نے مالکانِ آراضی کے دلوں میں ناراضی پیدا کردی ہے۔
مالکانِ آراضی علاوہ مالگزاری کے مختلف طریقوں پر ۹ فیصدی سے لیکر ۲۰ فی صدی تک ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ مجوزہ ٹیکس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ مالکانِ آراضی قرضہ جات سرکاری اور دیگر تجارتی کاموں میں روپیہ نہ لگا سکیں گے۔ بلکہ اُن کاموں میں روپیہ لگانا پسند کرینگے جن پر انکم ٹیکس نہوگا۔ اور ملک کی موجودہ تجارتی ترقی کی حالت میں اگر گورنمنٹ نے ایسی روک قائم کی تو نہایت قابل افسوس ہوگا
بعض حالتوں میں یہ کاروائی بالکل خلاف انصاف ہوگی۔ وہ مالکانِ آراضی قابل لحاظ ہیں جنھوں نے اپنی موروثی ریاست کے زیر بار قرضہ ہونے کی وجہ سے کوئی پیشہ یا ملازمت اس وجہ سے اختیار کرلیا ہے کہ وہ اپنی موروثی ریاست کو قرضے سے پاک کرسکیں۔ اور اپنی محنت ومشقت سے اپنے اخراجات کے کفیل ہوں۔ کیونکہ اُنھیں اپنی ریاست سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔ تاہم انکو انتہائی شرح کے مطابق ٹیکس دینا ہوگا کیونکہ ریاست فرضی طور پر اُنکے نام ہے۔ اور اُس کا منافع تشخیص ٹیکس کے وقت دوسری آمدنی میں شامل کیا جائیگا۔ علاوہ اسکے اس خوف سے کہ آراضی پر مزید ٹیکس لگایا جائیگا۔ آراضی کی قیمت میں کمی واقع ہوگی ۔ اور گورنمنٹ کو اُن اُمور پر لحاظ فرمانا چاہیے۔